تجلیاتِ قدسیّہ
ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد پنجم
ترجمہ مع تشریح
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
www.besturdubooks.net
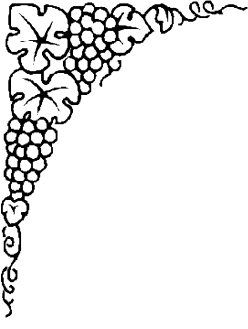
تجلّیاتِ قدسیّہ

ترجمہ

جامع الاحادیث القدسیۃ

جلد پنجم

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفۂ مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب : تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیۃ

جلد پنجم : حدیث نمبر ۶۷۵ تا ۹۴۰

ترجمہ مع تشریح : حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

ناشر : ابراہیم لائبریری، مادھو پور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

باہتمام : حافظ محمد رزین اشرف ندوی

سنِ اشاعت اوّل : ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)

تعدادِ اشاعت ۱۰۰۰

صفحات : ۵۲۸ (جلد پنجم)

قیمت :

کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق : یسریٰ گرافکس، پونے۔ 9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  جبتور بلڈنگ، بردبئی۔ 0097143550426, 00971507157431
- مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد، وصی آباد
- ابراہیم لائبریری مادھو پور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995
  ادارۂ دعوۃ الحق، مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل: 09370187569
  301، زمزم ٹاور، نزد ڈی ایڈ کالج، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ - ۴۸

عرضِ ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت و احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ ربّ العزّت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپؐ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں 'تجلیاتِ قدسیہ' کی چھ جلدوں میں سے یہ پانچویں جلد ان ہی مبارک و مسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلد پنجم میں حدیث ۶۷۵ تا ۹۴۰ مع ترجمہ وتشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' تین ضخیم جلدوں میں دار الریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیثِ قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالمِ کبیر اور احادیثِ قدسیہ پر دِقتِ نظر کے حامل علامہ ابوعبدالرحمٰن عصام الدین صبابطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیثِ قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں تھیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنھیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صبابطی کے اس الجامع پر پڑی اور انھوں نے 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الٰہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھوپور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہوکر مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے 'الاتحافات السنیّۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۴/ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' جو ترجمہ و تشریح ہے '**الاحادیث القدسیة**' کا جو **لجنة المجلس الاعلٰی للشئون الاسلامیة مصر** کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اِن شاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

’تجلیاتِ قدسیہ‘ کی کتابت، پروف ریڈنگ اور اس کو ظاہری و معنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندۂ ناچیز کے زیرِ اہتمام ہوا۔ اگرچہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔ کتاب معیاری کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔ طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں ’وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلو پیڈیا‘ کی چار جلدیں، ’احکام و مسائل‘، ’علاماتِ ایمان‘ اور ’قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے‘ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور اس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحیت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ وما توفیقی اِلا باللہ!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرتِ شارح حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدین بالخصوص مولوی سیّد آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی
خادمِ قرآن وسنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷/ اگست ۲۰۱۵ء
۳۰۱/ زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

فہرست

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِيْ ، وَ یَسِّرْ لِي اَمْرِيْ ، وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي، یَفْقَھُوا قَوْلِي. یَا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً. سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْآفَاتِ، وَ تَقْضِيْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ، وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ، وَ تَرْفَعُ لَنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلٰی الدَّرَجَاتِ، وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِي الْحَیَاۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، رب تبارک وتعالیٰ قادر مطلق علی الاطلاق جو چاہتا ہے بلا ریب اپنی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی غلبہ عطا کرتا ہے، وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق وامر کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا وآخر

میں بھی اسی کی حمد ہے۔ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلٰى وَ الآخِرَة۔ اسی کے چاہنے سے بندہ کا عملی قدم اُٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے، وَ مَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں، سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے، کر کیا سکتا ہے۔ کرنا کرانا تو بہت دور ہے، سوچ اور تصوّر بھی خیر و بھلائی کا نہیں کرسکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل وکرم سے رشد وہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔ آخر خاتم الرسل ﷺ نے ہر نماز کے بعد حضرت انسؓ کو اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِی رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین وصادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ بلقیس کو کفر وشرک سے نکالنے کے لیے ہدہد کو ذریعہ بناتا ہے۔ گمراہی وضلالت سے نکال کر دارِ رحمت ومغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔ سلیمان بن داوٗدؑ تَفَقُّدْ کرتے ہیں ہدہد پرندہ کا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلقیس کی ہدات کا۔ سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔ پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت، جس کو نہ رنگ وڈھنگ، نہ سلیقہ وطریقہ، نہ علم وحلم، نہ ذوق وشوق، نہ فہم وفراست، نہ زبان وقلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال وتصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہوسکے گی۔ جس کی کچھ تفصیل **حق جل مجدہ کی باتیں** میں آگئی ہیں۔ جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرونِ ہند علماء وفضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء واہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاء هم الله خيراً و الحمد لله اولاً و آخراً.

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔ بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف وقبولیت

سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام اخلاص سے ہوتو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز وآثم پر اس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا وشرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء وابتہال کے ساتھ توبہ واستغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ وارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند وخوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرتؒ آگے آگے ہیں اور یہ عاجز وآثم حضرتؒ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرتؒ نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ ردوکد کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور تذبذب قرار واطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کر دیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز وآثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہو نہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ بہ لمحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہو جائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے ربّ العزت کی تحمید و تقدیس کا صمیمِ قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس

طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گذری ریاء کے خوف سے کام وعمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوکر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ اس طرح کام شروع کر دیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہوگیا۔ ازحد انتشار کا حملہ ہوا۔ زندگی بجھ سی گئی۔ تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آ سکتا ہوں۔ احباب سوءِ تدبیر کو تقدیر کا نام دے کر اس عاجز و آثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور اس حادثۂ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔ مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاءِ رب رہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کر کے مداوا کر دیا اور علاجِ غم ہوگیا۔ دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رذائل و خبائث سے دیدۂ باطن کو پاک و صاف کر کے نور و رشد و ہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرما دے، آمین۔ خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ یَرْعَانِی اِنْ رَأَی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَأَی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا ۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔ عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔ بس حق جل مجدہ ستاری و غفاری کا معاملہ فرمائے، آمین۔ یہ کہاں سے درمیان میں بات آ گئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پر فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہوگیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کر لیا کرو۔ تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ ابوالکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھردرا پن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب و نقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدّل فرمائے، آمین۔ الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے

تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ ذی علم علماء و راسخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت مولانا قمرالزماں دامت برکاتہم اور محبوب العلماء والصُّلَحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَ ھُمَا کو دکھلایا۔ دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت وطباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارتِ شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظر ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا یک گونہ بھروسہ ہوجائے گا۔ مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرّس دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کردیا۔ موصوف نے نظر ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح وترتیب پر کام کیا ہے اور عربی اعراب و پروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔ کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

اعترافِ تقصیر اور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں'، کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اور اب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد وارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔ اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔ جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہوسکی۔ کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔ جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرصتی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی وعمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور محض فضلِ الٰہی ہے۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ کے قبیل سے ہے

اور جہاں کہیں خامیاں ونقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب وذنوب کا عکس ونقص ہے۔

اس وقت جوتحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ وقدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبابطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے،آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اوّل میں تین سوسینتالیس (۳۴۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۴۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۲۳۱/ احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیات قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ترجمہ میں آسان وسہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ وتشریح ہے۔ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کرسکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔شاید یہی نجات ومغفرت کا وسیلہ وذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہوجائے۔ یا خریدارانِ یوسفؑ میں نام آجائے۔قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز وناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضمائر وسرائر کا واقف و باخبر ہے۔انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح وقدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیز مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا......الخ

یہ حقیر ربّ العٰلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ

تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح وضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کردی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع کرلیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت وترغیب سے پیدا ہوجائے تو یہ کوئی معیوب وقبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال ونصائح کے مقابلہ میں درجہ و رتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام وعقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماءِ راسخین نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت ودرایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعقیدگی یا برائی وخرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت واطاعت کا جذبہ و شوق جو اُمت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو اُبھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح وشام، رات ودن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت وصدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث وتکرار اور فضول ولایعنی حرکتوں میں مشغول ہوکر کمال ایمان کو کھوچکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط وقوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف الایمان واعمال بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع الصحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں

جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام فرماتے۔ غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کر کے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب وتعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار رہے میں ان سے بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ وتجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری واوباش لوگوں پر قبر وحشر، موت وفکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے رسیلے مسجد میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل وصورت، اشراق و اوابین، چاشت وتہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہو جائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں

اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بددینی حدیث کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دارومدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت ونفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔ راہ اعتدال پر رہیں اور شدت ونفرت سے دور رہیں۔ الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل وکرم سے جو ہوا وہ ہوا۔ عین ممکن ہے کہ اسلوب وتعبیرات، ترجمہ وترجمانی، حسن وخوبی، کمال و جمال، تفہیم و تسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔ اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص وللہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس وطہارت سے دیدۂ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی واخروی تمام راحت وعافیت عطا فرمائے اور سبوح وقدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلائق کے لیے نفع عام وتام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضاء کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز و آثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیث قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط و تعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف و سرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی و مسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان و ایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات و طاعات میں حلاوت و شرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت وطراوٹ، ذوق و مٹھاس ہمارے وہم وگمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار روخطا کار پڑھتا ہے یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُ . یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّةَ وَ غَيْرَ ذٰلِکَ۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحرظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدۂ باطن میں نور عرفان کی شمع روشن کررہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم وکریم سے قریب سے اقرب ترین کررہا ہے، اس سے پہلے الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمدللہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وشرح 'نفحاتِ قدسیہ' کے نام سے زیر طبع ہے۔ الحمدللہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ وشرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیث قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضوری، حق آ گاہی کا لطف و سرور، عبد و معبود اور ربِ ودود و شکور، عفو و غفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغامِ عرفان عام ہو جائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّين مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے يَا قَوْمِ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الٰہی اور آثارِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبرئیلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملاعلی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اوراس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کا نزول صرف جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسا نہیں۔

(۲) قرآنِ مجید لوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید ومتعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) قرآنِ مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبرآحاد ہے۔

(۵) قرآنِ مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(۶) قرآنِ مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کر دیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اوراس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر وتبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔

حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین و محدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کرسکا۔ تاہم حسنِ نیت اور نفعِ عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تاکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعوئ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ و ترجمانی میں فاش غلطی ہوگئی ہو یا سہو و نسیان سے تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو خلوصِ نیت کے ساتھ مطلع کردیں۔ انشاء اللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کردے جائے گی۔

آخر میں ربِ سبوح وقدوس سے استغفار وندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز وآثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کرکے اس بندۂ عاجز وآثم کو مرحوم ومغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ وَ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ . سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقَی مِنْ صَلَاتِکَ شَیْءٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقَی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقَی مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ.

المرقوم: یوم الاحد،
قبل صلاۃ الظهر
فی مصلی الحبتور، دبی
۹/۸/۱۴۳۲ھ
۸/۸/۲۰۱۱ء

خاکپائے اولیاءِ نقشبند
العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ
کان اللّٰه لهما و غفر والِدَیه
متوطن مادھوپور، سلطان پور
ضلع سیتامڑھی، بہار
حال مقیم دبئی

كِتَابُ رَحْمَةِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان

باب : إن رحمتی سبقت غضبی ......

باب: رحمت غضب سے آگے نکل گئی

(٦٧٥) عن أبی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال:

"إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ : إِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ." [صحيح](أخرجه البخاری، ج: ٩، ص: ١٥٣)

(٦٧٥) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمالیا تو عرش کے اوپر اپنے پاس لکھ دیا کہ بے شک میری رحمت آگے نکل گئی میرے غضب سے۔

(اخرجه البخاری ٩/١٥٣، الاتحاف ٢٥)

(٦٧٦) عن أبی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ هُوَ يَكْتُبُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ هُوَ وَضَعَ عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ : إِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ."

[صحيح] (أخرجه البخاری، ج: ٩، ص:١٤٧)

(٦٧٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا اور اس کو عرش کے اوپر لگا دیا کہ بے شک میری رحمت غالب آگئی میرے غضب وغصہ پر۔

(اخرجه البخاری ٩/١٤٧، الاتحاف ٣٥، ٣٧١، ٦٨٣)

حق تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو جس دن پیدا کیا تو اس کے سو حصے کیے اور اپنے پاس ان میں ننانوے رکھے، اس کے بعد تمام مخلوق کے لیے صرف ایک حصہ رحمت کا بھیجا، پس اگر کافر کو وہ تمام رحمتیں معلوم ہوجائیں، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو، اور اگر مومن کو وہ تمام عذاب معلوم ہوجائیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو وہ دوزخ سے بے خوف نہ ہوں۔ (بخاری حدیث نمبر ۶۱۰۴)

جنت کی اُمید اور جہنم سے خوف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق جل مجدہ سے جنت کی امید اور جہنم سے خوف وڈر، دونوں ہی ہونا چاہیے، قرآن مجید میں بھی حق تعالیٰ نے دو بات بہت ہی واضح طور پر سورہ قٓ میں فرمائی ہے، وَعْد اور وَعِید، حق تعالیٰ کے وَعْد سے بندہ کو رجاء وامید جنت رکھنی چاہیے۔ اور وعید سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہیے، رجاء وامید کا تقاضا ہے۔ اعمال صالحہ پر اخلاص کے ساتھ جمنا، استقامت کے ساتھ موت تک عملی قدم بڑھانا، اور وعید سے خوف کھانا، لرزنا، کانپنا، معصیت ونافرمانی چھوڑ دینا۔ گویا کہ رحمت واسعہ کے سایہ میں مکمل وہی ہوگا جو اعمال صالحہ، مرضیات ربانیہ، مامورات الٰہیہ، شریعت منزلہ، قرآن وسنت کے معیار و میزان پر ہو۔ اور ساتھ ہی منہیات ومحرمات سے مکمل اجتناب کرتا ہو، معاصی ومنکرات سے خوب بچتا ہو، اور دونوں پر عمل کا جذبہ وداعیہ ایمان باللہ، توکل علی اللہ، انابت ورجوع الی اللہ میں یقین راسخ رکھتا ہو، مامورات پر عمل سے مرضیات کا حصول ہوتا ہے، اور منہیات کے ترک سے غضب وعقاب الٰہی سے انسان بچتا ہے، اور تقویٰ کی یہی دونوں شاہراہ ہیں جو ربّ العزّت کی رحمت کے قریب کرتی ہے، حاصل یہ کہ رحمت حق کا سایہ مکمل انھیں لوگوں کو ملے گا جو رحمت کے اعمال پر استقامت کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔

رحمتِ حق سے کافر بھی محروم نہیں ہے

قرآن مجید میں سورۂ اعراف میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت شامل ہے

ہر چیز کو، اور حدیث میں فرمایا گیا کہ میری رحمت مطلقاً میرے غضب پر سابق ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ اپنا عذاب وغضب تو صرف اسی پر واقع کرتے ہیں جس پر چاہتے ہیں، اگرچہ وہ بندہ مستحق عذاب وعقاب ہو۔

جبکہ ہر منکرات ومعاصی کا ارتکاب کرنے والا نافرمان مستحق عذاب وعقاب ہے، لیکن رحمت واسعہ سے پھر بھی سب مستحق پر عذاب نازل نہیں کرتا، بلکہ ان میں سے خاص خاص متمرد اور سرکش نافرمانوں پر عذاب واقع کرتا ہے۔

نیز حق تعالیٰ کی رحمت ایسی عام ہے کہ تمام ہی چیزوں کو محیط اور احاطہ میں لیے ہوئے ہے، کہ بعض سرکش و نافرمان، جو مستحقِ عذاب ہیں، مگر ان پر بھی رحمت ہے کہ دنیا میں کھاتا پیتا، چلتا پھرتا ہے اور تمرد وسرکشی، معاصی و نافرمانی کے باوجود عذاب نازل نہیں کرتا۔ لہٰذا کافر بھی جو مستحقِ عذاب ہے، اس دنیاوی زندگی میں حق تعالیٰ کی رحمت عامہ سے محروم نہیں ہے۔ گو دنیاوی زندگی میں صحیح، البتہ حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کے سایہ میں وہ مومنین ہوں گے جن کی صفات میں آیا ہے کہ جو حق تعالیٰ سے ڈر رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں اور رسول و نبی امی محمد ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ساتھ حلال کا اتباع، حرام سے اجتناب وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ رحمت حق میں داخل ہونے کے لیے رحمت کے اعمال جو حق تعالیٰ نے متعین کیے ہیں ان کو بجالانا ہوگا۔ اور رحمت حق تو ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے۔ اور تمام لوگ ہی رحمت سے مستفید ہو رہے ہیں بلکہ جن کو دنیا میں کوئی عذاب وتکلیف ہے وہ بھی رحمت ہی ہے، کہ اس سے بڑی تکلیف نہ ڈالی گئی، ورنہ قدرت چاہتی تو شدید سے اشد کرب وتکلیف اور مصیبت میں مبتلاء کردیتی۔ اللہ تعالیٰ مکمل رحمت کے سایہ میں ہم لوگوں پر دارین کی عافیت ڈال دے۔ آمین

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وسعتِ رحمت کے یہ معنی ہیں

کہ رحمت کا دائرہ کسی سے تنگ نہیں ، اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ ہر چیز مرحوم ہے جیسا ابلیس ملعون نے کہا کہ میں بھی ایک شیٔ ہوں اور ہر شیٔ مرحوم ہے لہٰذا میں بھی مرحوم ہوں، قرآن کریم کے الفاظ میں اس طرف اشارہ موجود ہے یوں نہیں فرمایا کہ ہر شیٔ پر رحمت کی جائے گی بلکہ یہ فرمایا کہ صفت رحمت تنگ نہیں وسیع ہے، جس پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمانا چاہیں فرما سکتے ہیں۔ (معارف القرآن مفتی اعظم)

شیطان رحمت سے مایوس ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت ﴿و رحمتی وسعت کل شیء﴾ (سورۂ اعراف: ۱۵۶) نازل ہوئی تو ابلیس نے کہا کہ میں اس رحمت میں داخل ہوں، لیکن بعد کے جملوں میں بتلا دیا کہ رحمتِ آخرت ایمان وغیرہ کی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اس کو سن کر ابلیس مایوس ہو گیا۔

یہود ونصاریٰ بھی محروم ہو گئے

مگر یہود ونصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ ہم میں تو یہ صفات بھی موجود ہیں، یعنی تقویٰ، اداءِ زکوٰۃ اور ایمان، مگر اس کے بعد جو شرائط نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بیان ہوئی تو اس سے وہ یہود ونصاریٰ نکل گئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ (معارف مفتی اعظم، ۴/ ۷۷)

صاحبِ ترجمان السنۃ کی تحقیق اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت

انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا پہلا تعارف اگرچہ صفت ربوبیت کے ذریعہ سے قائم ہوا ہے مگر ربوبیت کی اصل روح رحمت ہی ہے، اس لیے سورۂ فاتحہ میں ربّ العالمین کے بعد رحمٰن ورحیم کی صفت کا ذکر ہے اگر رحمت نہ ہوتی تو یہ تربیت بھی نہ ہوتی بلکہ تمام جہان کی پیدائش ہی اسی رحمت کا ثمرہ ہے۔ رحمت ہی کا یہ جوش تھا کہ بلا مطالبہ، بلا استحقاق محض عدم کو لباسِ وجود عطا کیا مگر رحمت کا اقتضا صرف معدوم کو موجود اور معصوم کو بخش کر پورا نہیں ہوتا تھا اس لیے رحمٰن نے بالقصد نور وظلمت سے ایک مرکب مخلوق بنائی

تا کہ وہ گناہ کرے اور جب وہ بھولے سے بھی استغفار کے لیے ہاتھ اٹھائے تو رحمت کو بخشش کا بہانہ مل جائے، یہ گناہ کرکر کے شرمندہ ہوا کرے، وہ معاف کرکر کے فخر کیا کرے۔ فلاسفہ و معتزلہ کو صرف عادل اللہ درکار ہے، مگر ہم گنہگاروں کو وہ عادل درکار ہے۔ جس کے غصہ پر اس کی رحمت غالب ہو، یہ عجیب بات ہے کہ گنہگاروں کو رحمٰن کی اتنی تلاش نہیں، جتنی رحمٰن کو گنہگاروں کی اور یہی وجہ ہے کہ معصومین موجود تھے، مگر گنہگاروں کی جگہ پھر خالی تھی، رحمت کا جوش چاہتا تھا کہ ان کو بخشے جن پر فرد جرم لگ چکی ہو، جب اسے کوئی ایسا نہ ملا تو اس نے ایک مخلوق اسی صفت کی پیدا فرمائی مگر جب یہ مخلوق پیدا ہوئی تو ان میں سے بہتوں نے رحمٰن کا دروازہ چھوڑ دیا رحمت بلاتی رہ گئی اور انھوں نے منہ پھیر کر بھی نہ دیکھا مگر جب عمر بھر روگردانی کے بعد بھی سمجھ آ گئی تو رحمت نے پھر گلے لگانے سے کسی کو انکار نہ کیا اور گزشتہ سب گستاخیوں پر قلم عفو کھینچنے کا اعلان کر دیا۔ صفت قہر و غضب پوری تمامیۃ وکمال کے باوجود اپنے مستحقین پر اترنے کے لیے بھی مشیت کا انتظار کرتی ہے مگر صفت رحمت ہے کہ ہر چیز کو بلاتفریق محیط ہے **رحمتی وسعت کل شیء** عالم کا کوئی گوشہ نہیں جسے صفت رحمت سے کوئی نہ کوئی حصہ نہ ملا ہو، اسی اعتبار سے عرش پر اسم رحمٰن کی تجلی ہے، تا کہ تمام مخلوق رحمت کے نیچے بسر کرے، اور اسی لیے جو نوشتہ کہ عرش رحمٰن کی زینت بنا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ **ان رحمتی سبقت غضبی**۔

اس سبقت و غلبہ کے اظہار کے لیے رحمت کی کچھ کرشمہ سازیاں میدانِ محشر میں نظر آئیں گی انھیں پڑھ کر اللہ کی صفت قہر و غضب سے مطمئن نہ ہونا چاہیے رحمت کی سبقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہاں صفت غضب نہیں، گناہوں کی باز پرس، مظلوموں کی دادرسی نہیں ظالموں کی بیدادی، متکبروں کے غرور، مفسدین کے بگاڑ کا کوئی حساب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک انسان سو قتل کر کے اور ایک کافر عمر بھر کی بغاوت کے بعد بھی رحمت کی طرف متوجہ ہونا چاہے تو رحمت پھر حساب نہیں لگائے گی۔ اور ان جیسے مجرمین کے لیے بھی اس میں وسعت نظر آئے گی، لیکن کوئی مجرم اگر صفت رحمت کا خود سہارا نہیں

ڈھونڈتا تو پھر اسے الٰہی غضب کی پکڑ سے مامون نہ رہنا چاہیے۔

شیخ اکبرؒ نے سہل تستری اور ابلیس کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے کہ ایک دن ابلیس نے ان سے کہا جب قرآن **رحمتی وسعت کل شیء** کہتا ہے (یعنی میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے) تو پھر کس دلیل سے تم مجھے رحمت سے نکال سکتے ہو، کیا میں شئے نہیں، سہل کہتے ہیں، یہ اعتراض سن کر میں حیران رہ گیا اور دل ہی دل میں بار بار آیت کے سیاق وسباق پر غور کرنے لگا، دفعتہً مجھے خیال آیا کہ اس کے آگے ہی اس کا جواب موجود ہے۔ **فسأكتبها للذين يتقون** (میں اپنی رحمت ان کے لیے لکھ دوں گا جو متقی ہیں) میں نے بڑی خوشی خوشی کہا اے ملعون مگر اس رحمت کو اللہ تعالیٰ نے چند قیود کے ساتھ مقید کیا ہے چونکہ تجھ میں وہ صفات نہیں اس لیے تو رحمت کا مستحق بھی نہیں، یہ جواب سن کر ابلیس ہتک آمیز لہجہ میں مسکرا پڑا اور بولا اے سہلؒ: میرا خیال تمہارے متعلق یہ نہ تھا کہ تم صفاتِ الٰہیہ سے اتنے جاہل ہوگے، تقید تو تمہاری صفت ہے، اللہ تعالیٰ کی جو صفت بھی ہے وہ قیود کے داغ سے مبرا و منزہ ہے، وہاں اطلاق ہی اطلاق ہے، سہل کہتے ہیں اس کا یہ اعتراض سن کر میرا منہ خشک ہوگیا اور مجھے کوئی جواب نہ آیا۔ (الیواقیت والجواہر ج۱،ص۵۶)

حضرت استاد قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ آیت میں صرف الٰہی رحمت کی وسعت کا بیان کیا گیا ہے جواز خود اس میں نہ آئے، یہ اس کا قصور ہے، رحمت کی وسعت کا نہیں۔ اگر ایک مکان میں سو آدمیوں کی گنجائش ہے، مگر اس مکان میں آنے والے صرف پچاس ہی آدمی ہوں تو اس میں مکان کی وسعت کا قصور نہیں یہ نہ آنے والوں کی کوتاہی ہے۔ شیطان اور اس سے بڑھ کر متمرد کے لیے بھی رحمت میں ہر وقت گنجائش ہے مگر وہ خود ہی اگر نہ آئے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے۔

﴿ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴾ (ترجمان السنہ :۱/۳۰۵)

باب : قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰی: هَلْ يُصَلِّی رَبُّکَ؟ ......

باب: بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا ربّ العزّت بھی نماز ادا کرتے ہیں؟

(٦٧٧) لابن عساکر والدیلمی عن أبی هریرة رضی الله عنه :

”قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰی: هَلْ يُصَلِّی رَبُّکَ؟ فَتَكَابَدَ مُوْسٰی، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: مَا قَالُوْا لَکَ يَا مُوْسٰی؟ قَالَ: قَالُوْا الَّذِیْ سَمِعْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّیْ أُصَلِّی وَ أَنَّ صَلَاتِیْ تُطْفِئُ غَضَبِیْ.“

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ٤/ ١٠٤٠٠)

اللہ کا نماز پڑھنا کیا ہے؟

(٦٧٧) ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کہ کیا آپ کا رب نماز بھی پڑھتا ہے؟ اس سوال کے سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوکر بلبلا کر رہ گئے (بنی اسرائیل کی حماقت پر) پھر حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معلوم کیا، اے موسیٰ! بنی اسرائیل نے آپ کو کیا کہا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: وہی بے ہودہ سوال جو آپ نے بھی سنا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو باخبر کر دیجیے کہ میرا نماز پڑھنا یہ ہے کہ میری نماز سے میرا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

فائدہ: سورۂ احزاب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ (آیة ٤٣)

دراصل انسانی دماغ وسوچ کی رسائی ہے ہی کیا؟ پھر بھی انسان خالق جل مجدہ کی عالی صفات کو اپنے احوال و کیفیات، یا محدود دائرہ علم میں سوچتا ہے، حالانکہ معلوم ہے کہ وہ خالق ہے، اس کے صفات وشؤن بھی ان کی ہی شایان شان ہوں گے۔ جن کا مخلوق کی

صفات وحالات سے کسی بھی درجہ نزول میں بھی مناسبت کا پایا جانا ممکن ہی نہیں کہ وہ خالق ہے، پھر بھی انسان اپنے انداز میں سوچتا ہے، کہ آخر وہ نماز کس طرح ادا کرے گا۔ حالانکہ ہماری نماز کا مقصود بھی وہی ہے کہ رحمت واسعہ کو فریضہ کی ادائیگی کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور ذات حق کی نماز ورحمت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ بندوں پر عنایت کردے نہ کہ رکوع و سجود کا مفہوم سوچ کر اپنے خیالی گھوڑے دوڑائے جائیں۔ آیت اور حدیث میں **یصلی علیکم** سے مراد رحمت بھیجنا اور رحمت کرنا، اور اگر رحمت حق بندوں کا ساتھ نہ دے تو ایک سیکنڈ میں وجود عالم مٹ جائے، جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

(٦٧٨) وَلِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ :

"قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى: هَلْ يُصَلِّي رَبُّكَ؟ قَالَ مُوْسٰى: اِتَّقُوا اللّٰهَ يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ، فَقَالَ: يَا مُوْسٰى مَاذَا قَالَتْ لَكَ قَوْمُكَ؟ قَالَ :يَا رَبِّ مَا قَدْ عَلِمْتَ، قَالُوْا: هَلْ يُصَلِّي رَبُّكَ. قَالَ: فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ صَلَاتِيْ عَلٰى عِبَادِيْ أَنْ تَسْبِقَ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَأَهْلَكْتُهُمْ."

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ٤ / ١٠٣٩٩)

(٦٧٨) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا آپ کا رب نماز پڑھتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے بنی اسرئیل اللہ پاک سے ڈرو، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کی قوم نے آپ سے کیا کہا ہے (کہ آپ دل گیر ہوکر تقویٰ کی وصیت فرمارہے ہیں) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار جو آپ بھی جانتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ کیا تمہارا رب نماز پڑھتا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: ان کو بتلاؤ کہ میرا نماز پڑھنا بندوں پر رحمت بھیجنا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرجاتی ہے اگر ایسا نہ ہو، تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں۔

فائدہ: حق تعالیٰ کی وسعت رحمت ہمہ وقت بندوں کو اپنے سایہ میں لیے ہوئے ہوتی ہے کہ رحمت عام ایک لمحہ کے لیے بھی ساتھ چھوڑ دے تو انسانیت تباہ وبرباد

ہوجائے۔جس کوقرآن پاک میں ﴿وَسِعَتُ کُلَّ شَیْءٍ رَحْمَةً وَّ عِلْمًا﴾ سے واضح کیا گیاہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔آمین!

یہی رحمتِ عام شاملِ حال ہے کہ ہر ذی روح کو حیات ملی ہوئی ہے اور اسی رحمت کے صدقہ کفار وملحدین بھی تھوڑی سی نقل وحرکت پر خوش وخرم ہیں جو مرتے ہی چھن جائے گی اور پھر عذاب والیم کا سامنا ہوگا۔العیاذ باللہ۔

حق تعالیٰ کی نماز سبوحٌ قدوسٌ

(٦٧٩) وعن عطاءؒ موقوفًا:

"لَمَّا أُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ ﷺ إِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ قَالَ لَهُ جِبْرِیْلُ: رُوَیْدًا فَإِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ، قَالَ: وَ هُوَ یُصَلِّی؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَ مَا یَقُوْلُ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ."

[ضعیف جداً] (کما فی الفوائد المجموعة فی الضعیفة والموضوعةؒ، ص: ٤٤٤)

(٦٧٩) ترجمہ: حضرت عطاءؒ سے موقوفاً روایت ہے،جب نبی اللہ ﷺ کو ساتویں آسمان پرشب معراج میں لے جایا گیا،تو جبرئیلؑ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ آہستہ قدم چلیے کہ آپ کا رب نماز ادا کر رہا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ربّ العزّت بھی نماز ادا کرتے ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے سوال کرلیا اللہ تعالیٰ نماز میں کیا پڑھتے ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا:حق تعالیٰ نماز میں سبوحٌ قدوسٌ ربّ الملائکة و الروح پڑھتے ہیں۔میری رحمت غضب سے آگے نکل گئی۔(الفوائد المجموعة۔٤٤٤)

صلوٰۃ کا معنی اور اس سے کیا مراد ہے؟

بندہ کی جانب سے جب ذکراللہ کی کثرت ہوتی ہے اورخلوت وجلوت صبح وشام، رات ودن،ظاہر وباطن، ذکراللہ کا عادی بن جاتا ہے،تو ایسے خاصان حق کوایک انعام ملتا ہے جس کوصلوٰۃِ حق کہنا مناسب ہوگا،یعنی اس بندہ پرحق تعالیٰ کی جانب سے اعزاز واکرام

میں رحمت حق کا نزول ہوتا ہے، اسی کو حدیث میں صلوٰۃ کہا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی نماز کا مطلب یہ ہوا کہ رحمت بندوں پر نازل کی جاتی ہے۔اس لیے شریعت میں صلوٰۃ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور نبی ﷺ کی طرف بھی اور فرشتوں کی طرف بھی۔ لیکن مصداق و معنی صلوٰۃ کا الگ الگ ہے، حق تعالیٰ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔

اہلِ لغت کے یہاں صلوٰۃ کا معنی ہے دعا، صَلَّیْتُ عَلَیْہِ میں نے اس کے لیے دعا کی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اگر کسی کو کھانا کھانے بلایا جائے تو دعوت قبول کرلے اور اگر روزہ دار ہو تو دعوت کرنے والوں کے لیے صلوٰۃ (دعا) کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صَلِّ عَلَیْھِمْ اے نبی ﷺ: آپ ﷺ ان کے لیے دعا کریں۔اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے۔

نماز کو صلوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے اندر دعا پڑھی جاتی ہے، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم ، جز پر کل کا اطلاق کر دیا گیا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صلوٰۃ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف سے استغفار۔یعنی دعاءِ مغفرت۔

بنی اسرائیل کا سوال اور موسیٰ علیہ السلام کا تعجب

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کا رب نماز وصلوٰۃ ادا کرتا ہے؟ جو موسیٰ علیہ السلام پر شاق گزرا، حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کر دیا کہ حق تعالیٰ کی نماز بندوں پر رحمت نازل کرنا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرشتوں کے ذریعہ تم پر نازل کرتا ہے، یہ اس کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ ظلمات کفر سے نور ایمانی ، جہالت وضلالت کے اندھیروں سے علم وتقویٰ کی طرف لاتا ہے، اس کی صلوٰۃ ونماز تم پر نہ ہوتی تو دولت ایمان کہاں سے ملتا، اس کی رحمت نہ ہوتی تو بے شمار ہلاکت گاہوں سے کیونکر بچتے، کون بچاتا، کیوں بچاتا، جبھی تو اس سبوح وقدوس نے فرمایا کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِیْ کے تحت کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃ ذمہ میں لے لیا، خود اس کی

رحمت کی سبقت نے رحمت کو سابق کر دیا اور مہالکِ سوء، موارِ دِسوء، منازلِ سوء، مقامِ سوء سے اس کی رحمت نے ہم کو بچایا ہوا ہے، یہی سبوح وقدوس کی صلوٰۃ ونماز ہے۔

شانِ رحیمی وکریمی کی انتہاء اور ملکوتی کی دعاء

حق جل مجدہ کی یہ بھی شان رحیمی وکریمی کی انتہا ہے کہ اس نے فرشتوں کو بھی ہماری بھلائی وخیر خواہی میں لگا دیا۔ معصومین کو اپنے مذنبین ومقصرین بندے کے لیے دعا و استغفار پر مامور کر دیا۔ حق جل مجدہ اہل ایمان پر کتنا مہربان ہے اپنی رحمت کو متوجہ کیا فرشتوں کو مامور استغفار کیا، مومنوں کے تمام امور کو سنوارا، درست کیا، مرتبہ کو بلند کیا، ملائکہ مقربین کی دعاؤں کو شامل حال کیا، حاملین عرش کررّوبیاں جو اقرب مقربین بارگاہ ربّ العزّت ہیں وہ ہمیشہ اہل ایمان کے لیے ربّ العزّت سے استغفار طلب کرتے رہتے ہیں، جہنم سے نجات، جنت کی تمکین وسکونت اور سیئات سے حفاظت واجتناب کی دعاؤں میں حاملین عرش مشغول ہیں۔

اب حدیث کا مفہوم واضح ہو گیا کہ بندوں کی طرف رحمت کا سابق ہونا، غضب و عقاب کا ہٹ جانا، بدی وبرائی سے طبیعت کا متنفر ہو کر عبادت واطاعت کی طرف راغب ہو جانا، ماضی کے گناہوں پر ندامت وشرمندگی سے توبہ وانابت کے ساتھ رجوع الی اللہ کی کیفیت کا پیدا ہو جانا، مخلوق سے ہٹ کٹ کر ذات حق سے امیدیں وابستہ کر لینا، خلوتوں کو ذکر سے اور جلوتوں کی غفلت کو استغفار واستحضار کے ساتھ بسر کرنا، حضورِ حق کی حضوری و معیت کا دھیان رکھنا، دھن انہیں کا دھیان بھی انہیں کا، یہ سب کیفیات رحمت حق کے سایہ فگن ہونے سے پیدا ہوتی ہیں، اگر رحمت ساتھ نہ دے تو پھر بچ کون سکتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَ تَرْحَمَنِیْ وَ تُدْخِلَنِیْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَ جَنَّتِکَ وَ رِضْوَانِکَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ بِجَاهِ نَبِیِّکَ الْاَمِیْنِ ﷺ

باب : يَبْعَثُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدًا لَا ذَنْبَ لَهُ فَيَقُوْلُ ......

باب: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بے گناہ بندہ کولائے گا

(٦٨٠) من حديث واثلة بن الأسقع رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال:

”يَبْعَثُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدًا لَا ذَنْبَ لَهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَيُّ الْأَمْرَيْنِ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَنْ أَجْزِيَكَ بِعَمَلِكَ أَوْ بِنِعْمَتِيْ عِنْدَكَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّيْ لَمْ أَعْصِكَ قَالَ: خُذُوْا عَبْدِيْ بِنِعْمَةٍ مِنْ نِعَمِيْ فَمَا تَبْقَى لَهُ حَسَنَةٌ إِلَّا اِسْتَغْرَقَتْهَا تِلْكَ النِّعْمَةُ فَيَقُوْلُ: رَبِّ بِنِعْمَتِكَ وَ رَحْمَتِكَ فَيَقُوْلُ : بِنِعْمَتِيْ وَ رَحْمَتِيْ۔“

[ضعيف] (كما في الترغيب ج ٤ ص ٢٦٢)

جنت محض رحمت سے ہی مل سکتی ہے

(٦٨٠) ترجمہ: واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو لائے گا جس کا کوئی گناہ نہ ہوگا (یا اس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہوگا) اب حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا: دوحالت میں سے کون سی حالت تم کو پسندیدہ ہے، ایک یہ کہ تم کو تمہارے اعمال کی جزادی جائے یا جو نعمتیں ہماری تم کو ملی ہیں اس کا جائزہ لے لیا جائے؟ وہ بندہ عرض کرے گا: ربّ العزّت آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے بندے سے میری نعمتوں کا حساب نعمت کے عوض اعمال سے لے لو۔ (مثلاً نعمت سانس، نعمت آنکھ، کان، ناک، ان نعمتوں کے عوض اتنی اتنی عبادتیں لے کر لے لو) اس شخص کے پاس کوئی بھی نیکی نہیں بچے گی؛ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے عوض وہ سب کی سب ختم ہوجائے گی۔ اب وہ بندہ پکار اٹھے گا: ربّ العزّت آپ کی نعمت ورحمت کے سہارے ہی جنت مل سکتی ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: ہاں! میری نعمت اور میری رحمت ہی پناہ کا ذریعہ ونجات کا سرمایہ ہے۔ (الترغیب والترہیب۔۴/۲۶۲)

اللہ والوں سے دوستی اور نافرمانوں سے عداوت حق جل مجدہ کی عظمت کا تقاضا ہے

(٦٨١) وللطبرانی من حدیث واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ: عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"یَبْعَثُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَبْدًا لَا ذَنْبَ لَهُ فَیَقُوْلُ : بِأَيِّ الْأَمْرَیْنِ أَحَبُّ أَنْ أَجْزِیَکَ؟ بِعَمَلِکَ أَوْ بِنِعْمَتِیْ عِنْدَکَ. قَالَ: رَبِّ إِنَّکَ تَعْلَمُ أَنِّیْ لَمْ أَعْصِکَ. قَالَ: خُذُوْا عَبْدِیْ بِنِعْمَةٍ مِنْ نِعَمِیْ فَلَا تَبْقٰی لَهُ حَسَنَةٌ إِلَّا اسْتَغْرَقَتْهَا تِلْکَ النِّعْمَةُ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ نِعْمَتُکَ وَ رَحْمَتُکَ. فَیَقُوْلُ: بِنِعْمَتِیْ وَ رَحْمَتِیْ، وَ یُؤْتٰی بِعَبْدٍ مُحْسِنٍ فِیْ نَفْسِهٖ لَا یَرٰی أَنَّ لَهُ ذَنْبًا فَیُقَالُ لَهُ: هَلْ کُنْتَ تُوَالِیْ إِلٰی أَوْلِیَائِیْ ؟ قَالَ: کُنْتُ مِنَ النَّاسِ سَلَمًا. قَالَ: فَهَلْ کُنْتَ تُعَادِیْ أَعْدَائِیْ؟ قَالَ: یَا رَبِّ لَمْ یَکُنْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ أَحَدٍ شَیْئًا . فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : لَا یَنَالُ رَحْمَتِیْ مَنْ لَمْ یُوَالِ أَوْلِیَائِیْ وَ یُعَادِیْ أَعْدَائِیْ."

[ضعیف جداً] (کما فی مجمع الزوائد ج١٠ ص٣٤٩)

(۵۸۱) ترجمہ: واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حق تعالیٰ ایک ایسے بندے کو لائیں گے جس کے ذمہ ایک بھی گناہ نہ ہوگا، ارشاد ہوگا: دو باتوں میں سے تم کو کون سی بات زیادہ پسندیدہ ہے؟ ایک تو یہ کہ تجھے تیرے عمل کا بدلہ دوں یا جو میری نعمتیں تیرے ذمہ ہیں (اس کا حساب لوں) وہ عرض کرے گا: یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوگا: میرے بندہ سے صرف ایک نعمت کا حساب لے لو، پس اس کے پاس ایک بھی نیکی نہیں بچے گی الا یہ کہ وہ ایک ہی نعمت کے عوض ختم ہو جائے گی۔ وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب تیری نعمت و رحمت دونوں ہی چاہیے۔ ارشاد ہوگا: ہاں میری نعمت و رحمت (دونوں ہی مغفرت کا سہارا ہو سکتی ہے)۔

اور ایک بے حد نیک و صالح لایا جائے گا، جس کے ذمہ کوئی بھی بدی و برائی نہیں

ہوگی۔اس سے کہا جائے گا: کیا تو میرے اولیاء سے مودت ومحبت کرتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے رب میں لوگوں میں معتدل اور درمیانی راہ کا آدمی تھا، ارشاد ہوگا: کیا تو میرے دشمنوں سے دشمنی رکھتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے درمیان اور کسی بھی انسان کے درمیان کوئی عداوت ہو، حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم! میری رحمت اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی نہ کی جائے۔

باب : إِنَّ لِلّٰهِ عَبْدًا مِنْ عَبِيْدِهٖ عَبَدَ اللّٰهَ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ ......

باب: اللہ کے ایک بندہ نے پانچ سو سال تک عبادت کی

(٦٨٢) عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ قال: خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال:

”خَرَجَ مِنْ عِنْدِیْ خَلِیْلِیْ جِبْرِیْلُ آنِفًا فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ إِنَّ لِلّٰهِ عَبْدًا مِنْ عَبِیْدِهٖ عَبَدَ اللّٰهَ تَعَالٰی خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ عَلٰی رَأْسِ جَبَلٍ فِی الْبَحْرِ عِرْضُهُ وَ طُوْلُهُ ثَلَاثُوْنَ ذِرَاعًا فِی ثَلَاثِیْنَ ذِرَاعًا، وَ الْبَحْرُ مُحِیْطٌ بِهٖ أَرْبَعَةُ آلَافِ فَرْسَخٍ مِنْ کُلِّ نَاحِیَةٍ، وَ أَخْرَجَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ عَیْنًا عَذْبَةً بِعِرْضِ الْإِصْبَعِ تبض بِمَاءٍ عَذْبٍ فتستنقعُ فِیْ أَسْفَلِ الْجَبَلِ وَ شَجَرَةَ رُمَّانٍ تُخْرِجُ لَهُ کُلَّ لَیْلَةٍ رُمَّانَةً فَتَغَذِّیْهِ یَوْمَهُ فَإِذَا أَمْسٰی نَزَلَ، فَأَصَابَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَ أَخَذَ تِلْکَ الرُّمَّانَةَ فَأَکَلَهَا، ثُمَّ قَامَ لِصَلَاتِهٖ فَسَأَلَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ وَقْتِ الْأَجَلِ أَنْ یَّقْبِضَهُ سَاجِدًا وَ أَنْ لَا یَجْعَلَ لِلْأَرْضِ وَ لَا لِشَیْءٍ یُفْسِدُهُ عَلَیْهِ سَبِیْلًا حَتّٰی یَبْعَثَهُ وَ هُوَ سَاجِدٌ. قَالَ فَفَعَلَ فَنَحْنُ نَمُرُّ عَلَیْهِ إِذَا هَبَطْنَا وَ إِذَا عَرَجْنَا فَنَجِدُ لَهُ فِی الْعِلْمِ أَنَّهُ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ: أَدْخِلُوْا عَبْدِی الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ. فَیَقُوْلُ: رَبِّ! بَلْ بِعَمَلِیْ، فَیَقُوْلُ الرَّبُّ: ادْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ، فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ بَلْ بِعَمَلِی. فَیَقُوْلُ الرَّبُّ: ادْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّةَ

بِـرَحْمَتِیْ، فَیَقُوْلُ رَبِّیْ بَلْ بِعَمَلِیْ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمَلَائِکَةِ: قَایِسُوْا عَبْدِیْ بِـنِـعْمَتِیْ عَلَیْهِ وَ بِعَمَلِهٖ فَتُوْجَدُ نِعْمَةُ الْبَصَرِ قَدْ أَحَاطَتْ بِعِبَادَةِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ وَ بَـقِیَـتْ نِـعْـمَةُ الْجَسَدِ فَضْلًا عَلَیْهِ، فَیَقُوْلُ: اُدْخِلُوْا عَبْدِیَ النَّارَ. قَالَ: فَیُجَرُّ إِلَی الـنَّـارِ فَیُـنَـادِیْ: رَبِّ بِرَحْمَتِکَ أَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ: رُدُّوْهُ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیْهِ. فَیَـقُـوْلُ: یَـا عَبْـدِیْ مَـنْ خَلَقَکَ وَ لَمْ تَکُ شَیْئًا؟ فَیَقُوْلُ: أَنْتَ یَا رَبِّ؟ فَیَقُوْلُ: کَـانَ ذٰلِکَ مِـنْ قِبَـلِکَ أَوْ بِـرَحْـمَتِـیْ؟ فَیَـقُوْلُ: بَلْ بِرَحْمَتِکَ. فَیَقُوْلُ: مَنْ قَـوَّاکَ لِعِبَـادَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ؟ فَیَقُوْلُ: أَنْتَ یَا رَبِّ. فَیَقُوْلُ: مَنْ أَنْزَلَکَ فِیْ جَبَلٍ وَسَطَ اللُّجَّةِ؟ وَ أَخْرَجَ لَکَ الْمَاءَ الْعَذْبَ مِنَ الْمَاءِ الْمَالِحِ، وَ أَخْرَجَ لَکَ کُـلَّ لَیْـلَةٍ رُمَّـانَةً وَ اِنَّـمَـا تَـخْرُجُ مَرَّةً فِی السَّنَةِ وَ سَـأَلْتَنِـیْ أَنْ أَقْبِضَکَ سَاجِدًا فَـفَـعَلْتُ ذٰلِکَ بِکَ؟ فَیَقُوْلُ: أَنْتَ یَا رَبِّ! فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ذٰلِکَ بِرَحْمَتِیْ وَ بِـرَحْـمَتِـیْ أُدْخِـلُکَ الْـجَنَّةَ، اُدْخِلُوْا عَبْدِیَ الْجَنَّةَ فَنِعْمَ الْعَبْدُ کُنْتَ یَا عَبْدِیْ فَیُـدْخِـلُـهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا الْأَشْیَاءُ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَا مُحَمَّدُ." [ضعیف] (أخرجه الحاکم فی المستدرک ج ٤ ص ٢٥٠)

رحمتِ حق سے ہی جنت میں داخلہ ممکن ہے

(٦٨٢) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے تو ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس سے میرے دوست جبرئیلؑ گئے ہیں، انھوں نے کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا، اللہ پاک کا ایک بندہ تھا، جس نے پانچ سو سال ایک جزیرہ پر (جس کی لمبائی و چوڑائی صرف تیس ہاتھ تھی اور سمندر ہر چہار جانب سے چار، چار ہزار فرسخ گھیرے ہوا تھا) اللہ پاک کی عبادت کی، حق تعالیٰ نے اس عابد کے لیے اس پہاڑ کی جڑ میں ایک میٹھے پانی کا چشمہ نکالا، جس سے انگلی کے بقدر پانی نکلتا تھا، اور ایک انار کا درخت اُگایا، جس میں روزانہ ایک انار کا پھل لگتا، جو دن بھر کے کھانے کی کفایت کر جاتا، یہ عابد ہر شام کو چوٹی

سے اتر کر اس میٹھے پانی سے وضو کرتا اور انار کا پھل توڑ کر کھالیتا، اور نماز میں مشغول ہو جاتا، جب اس عابد کی موت کا وقت آیا تو اس نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ موت حالت سجدہ میں آئے اور قیامت وحشر تک اس کا جسم یونہی سجدہ میں رہے اور اس کو مٹی یا دنیا کی کوئی دوسری چیز اس کے جسم کو خراب کر کے ختم نہ کرے اور حشر کے دن وہ سجدہ سے کھڑا ہو، اللہ پاک نے اس کی دعا قبول کر لی (اور تا ہنوز وہ عابد سجدہ ہی کی حالت میں ہے، اللہ پاک ہی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے؟) جبرئیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کہ جب بھی ہم آسمان سے اترتے ہیں، اس عابد کے پاس ہو کر گزرتے ہیں اور جب آسمان کی طرف جاتے ہیں تو اس عابد کو سجدہ کی حالت میں دیکھتے ہوئے جاتے ہیں، جبرئیلؑ فرماتے ہیں: مگر میں نے علم کے خزانہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ پاک اس کو اٹھائیں گے تو اس کو اپنے سامنے کھڑا کریں گے، اور ارشاد فرمائیں گے: میرے اس بندہ کو میری رحمت سے جنت میں داخل کرو، وہ بندہ یہ سن کر عرض کرے گا: نہیں میں اپنے عمل سے جنت میں جاؤں گا، اور دوبارہ سہ بارہ یہ جملہ کہے گا، حق جل مجدہ فرشتوں کو حکم فرمائیں گے: میرے بندہ پر جو میری نعمتیں تھیں اس کا حساب لینا شروع کرو، اور پھر اس کے اعمال کا بھی حساب لو۔ جب حساب شروع ہوگا تو صرف آنکھ کی نعمت کے بدلہ اس عابد کے پانچ سو سال کی عبادت ختم ہو جائے گی اور لے لی جائے گی، اور بقیہ تمام جسم کی نعمتوں کا حساب باقی رہے گا، اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے: میرے اس بندہ کو اب جہنم میں داخل کر دو (کیوں کہ یہ اپنے اعمال کی بنیاد پر جنت میں جانا چاہتا ہے۔ میری رحمت کا سہارا اس کو نہیں چاہیے) اب فرشتے اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جائیں گے تو یہ پکارنا شروع کرے گا: ربّ العالمین اپنی رحمت کے وسیلے، مجھے جنت میں داخل فرمادے، اللہ پاک فرمائیں گے: فرشتے اس کو میرے پاس لاؤ، لہٰذا لا کر وہ اللہ پاک کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور ارشاد ہوگا: اے بندہ تو یہ تو بتا کہ جب تو کچھ بھی نہ تھا تو تم کو کس نے پیدا کیا؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! آپ نے، ارشاد ہوگا: پانچ سو سال مسلسل عبادت کی توفیق تم کو کسی نے بخشی؟ وہ

کہے گا: آپ نے، ارشاد ہوگا: تم کو سمندروں کے بیچ پہاڑ کی چوٹی پر کس نے قرار عطا کیا؟ اور شور و نمکین پانی سے میٹھا و ٹھنڈا پانی تمہارے لیے کس نے نکالا؟ اور ہر رات کو ایک انار کا پھل جو تیرے دن بھر کے لیے کافی ہو، کس نے نکالا جب کہ انار سال میں ایک بار پھل لاتا ہے، اور تو نے دعا کی کہ تیری روح حالت سجدہ میں نکالی جائے تو تیری اس تمنا کو کس نے پوری کی؟ وہ بندہ ہر سوال کے جواب میں کہے گا: آپ آپ، اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے: وہ سب تم پر ہماری رحمت سے ہوا، تو جنت میں بھی میری ہی رحمت سے جائے گا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا: یا محمد ﷺ تمام چیزیں اللہ پاک کی رحمت ہی سے وجود میں آتی ہیں۔

نورٌ علیٰ نور

حق جل مجدہ کی رحمت سے ہی تمام کائنات عالم کا وجود ہے اور ہر مخلوق کے وجود کا انگ انگ خالق کی قدرت اور رحمت کا نمونہ ہے، بس عبرت و بصیرت کی نگاہ سے انسان اگر دیکھے گا تو تمام دلائلِ قاطعہ اور براہینِ الٰہیہ کو اپنے وجود میں پائے گا، پھر نورٌ علیٰ نور اہلِ ایمان و ایقان کو خیرات و حسنات کی طرف رواں دواں کرنا، ذوق و شوق کی کیفیت کا عطا ہونا، طبیعت کا شریعت پر چلنا، شکوک و شبہات کی جگہ طمانیت و شرحِ صدر کے لیے سینہ کا وسیع ہونا، کھل جانا، اعمالِ صالحہ میں دل جمعی و قرار کی لازوال نعمت سے مالا مال ہونا، حصول مرضیاتِ الٰہیہ کا داعیہ و جذبہ موجزن ہونا، سنت پر بشاشت قلبی کا احساس و ادراک ہونا، حق جل مجدہ کی ذات و صفات سے اعلیٰ ترین رابطہ و تعلق کا استوار ہونا، اللہ پاک کی نسبت کے حصول کے لیے طہارت قلب و طینت کی صفائی کا خیال رکھنا۔ یہ تمام کی تمام نعمتیں رحمت حق سے ہی بانصیب کو عطا ہوتی ہیں جب دنیاوی تمام اعمال صالحہ کی توفیق و سعادت رحمت سے ہوئی تو پھر آخرت بھی اہل ایمان کو رحمت سے ہی حق تعالیٰ دیں گے اور مزہ بھی جبھی ہے کہ رحمت سے ذات حق بندوں کو جوڑ کر رکھے، تاکہ رحمت فیاضی کرتی رہے اور بندہ لطف و سرور میں فیض حق سے مستفید و مستفیض ہوتا رہے، رحمت کی وسعت میں سیر و سلوک طے کرتا رہے اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے سیراب و فیضیاب ہوتا رہے، نگاہ رحمت

پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ وَ اُصْلِحُ لِی شَاْنِیْ کُلَّهٗ آمین۔

باب : لَمَّا فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِ آدَمَ وَ أَجْرٰی فِیْهِ الرُّوْحُ عَطَسَ......

باب: جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق کے بعد جان ڈالی تو ان کو چھینک آئی

(٦٨٣) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال:

”لَمَّا فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِ آدَمَ وَ أَجْرٰی فِیْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: یَرْحَمُکَ رَبُّکَ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج٢ ص٢٦١)

آدم کو چھینک آئی تو اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہا

جواب میں اللہ تعالیٰ نے یَرْحَمُکَ اللّٰهُ کہا

(٦٨٣) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جب حق تعالیٰ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے فارغ ہوا (یعنی آدمؑ کا جسم و اعضاء مکمل بن چکا) اور ان کے جسم میں روح داخل کی گئی تو ان کو چھینک آئی۔ انھوں نے **الحمد للّٰہ** کہا، اس کے جواب میں ربّ العزت نے کہا **یرحمک ربک**۔ تیرے ربّ نے تجھ پر رحم کر دیا۔ (اخرجہ الحاکم۔٢/٢٦١)

(٦٨٤) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ وَ نَفَخَ فِیْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: یَرْحَمُکَ اللّٰهُ یَا آدَمُ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه الحاكم فی المستدرك، ج:٤، ص:٢٦٣)

(٦٨٤) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کر دیا اور ان کے جسم میں روح پھونک دی، ان کو چھینک آ گئی۔ انھوں نے کہا **الحمدللّٰہ**، پس انھوں نے یہ **الحمد للّٰہ** اللہ

تعالیٰ کی اجازت سے کہا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدمؑ: اللہ نے تجھ پر رحم کردیا (تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) (اخرجہ الحاکم ۔۴/۲۶۳)

(٦٨٥) عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ:

''لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَطَسَ فَأَلْهَمَهُ رَبُّهُ أَنْ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَهُ رَبُّکَ: يَرْحَمُکَ اللّٰهُ. فَلِذٰلِکَ سَبَقَتْ رَحْمَتُهُ غَضَبَهُ.''

[ضعيف] (أخرجه ابن حبان. ٢٠٨٠ موارد الظمآن)

(٦٨٥) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کردیا تو ان کو چھینک آئی، تو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو الہام کیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہیں تو اس کے جواب میں ان کے ربّ نے يَرْحَمُکَ اللّٰه کہا۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ کی رحمت سبقت کرگئی اللہ کے غضب پر۔ (اخرجہ ابن حبان ۔۲۰۸۰)

(٦٨٦) عن أنس بن مالكؓ أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال:

''لَمَّا نَفَخَ اللّٰهُ فِيْ آدَمَ الرُّوْحَ ، فَبَلَغَ الرُّوْحُ رَأْسَهُ عَطَسَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ لَهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى: يَرْحَمُکَ اللّٰهُ.''

[صحيح] (أخرجه ابن حبان ـ٢٠٨١ـ موارد)

(٦٨٦) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر روح پھونکی تو روح سر تک پہنچی تو ان کو چھینک آگئی۔ انھوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ کہا تو اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا يَرْحَمُکَ اللّٰه۔ (اخرجہ ابن حبان ۔۲۰۸۱ موارد)

آثارِ حیات کا ظہور اور اللہ کی حمد کا نغمۂ اول

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق ہوئی ہے اور جسم وجثہ بن کر تیار ہوا ہے حق تعالیٰ نے روح جو اصل ہے جسم میں ڈالا، بعض روایت میں ہے کہ روح ناک کے بانسہ میں داخل ہوئی تو ان کو چھینک آئی، محدثین نے لکھا ہے کہ چھینک کا آنا آثار حیات کی

دلیل ہے، یعنی آدمؑ کو جو چھینک آئی یہ دلیل تھی کہ جسم خاکی میں اب جان آگئی ہے، اور حق جل مجدہ کا جو خلیفۂ اوّل ہے اس میں قدرت کا کرشمہ حیات وزندگی کے آثار اب ظاہر ہوگئے ہیں، حق جل مجدہ نے ابوالبشر آدمؑ کو الہام کیا کہ وہ چھینک کے بعد اپنے خالق اور خالق السموات والارض کی حمد کریں چنانچہ آدم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے الہام سے اور تربیت ربانی کے تعلیم سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ خوب ربّا نے ابّا کو پہلے حمد ہی سکھلایا گویا کہ خشتِ اول ابوالانسان آدمؑ نے پہلی بات پہلا بول، نطق وکلام کی ابتداء زبان کی حرکت کا آغاز عالم ملکوت میں پوری انسانیت کی جانب سے پہلا زمزمہ حق کے حضور میں ملائکۃ اللہ کے شہود میں الحمدللّٰہ ۔ اللہ کی حمد کا تحفہ پیش کیا اور اس تحفہ کو بارگاہ بے نیاز سے قبولیت کا شرف بھی عطا ہوا کہ حق تعالیٰ نے جواب دیا اے آدم اللہ تم پر رحم کرے۔ آدمؑ: جاؤ تم پر رحم کردیا گیا۔

ابن حبانؒ کی روایت کے مطابق حدیث قدسی سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ کا مفہوم یہ ہے کہ روزِ اول ہی حق تعالیٰ نے بابا آدمؑ پر رحم کردیا تو معلوم ہوا کے ان کی ذریتِ مؤمنہ پر روزِ اول ہی سے رحمت سابق ہوگئی ہے، اور رحمت پیش رفت کر چکی ہے۔ رحمت سبقت کر کے آدمؑ کو تحفہ میں مل چکی ہے۔ یعنی غضب کا ظہور بھی نہ ہوا اور رحمت کا ظہور آدمؑ کی چھینک پر ہو چکا یہی رحمت کا سبقت کرنا ہے غضب پر، اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اپنی ذریت پر حق تعالیٰ کی رحمت کو سابق کردیا، اور جس طرح یہ آدمؑ کا بارگاہ بے نیاز میں پہلا بول تھا۔ اسی طرح حضرت حق جل مجدہ کا آدمؑ کو یہ پہلا خطاب تھا۔ تو معلوم ہوا کہ رحمت حق کا پہلا خطاب ظہورِ رحمت کا اعلان تھا۔ یعنی رحمت حق خطاب میں بھی سبقت کر گئی۔ اور اس سبقت کا پہلا ظہور آدمؑ پر ہوا، جہاں غضب وعقاب کا نام ونشان بھی نہیں، نہ وہم وگمان اللّٰہ اکبر کبیرا والحمدلِلّٰہ کثیرًا اے رحمت والے اللہ ہمیں بھی اپنی رحمت واسعہ کے دامن میں چھپالے، وانت ارحم الراحمین۔

نیز رحمت حق نے ظہور میں سبقت کی، جبھی تو آدمؑ کو الحمدللہ کا القا والہام ہوا، رحمت

حق اگر سبقت نہ کرتی تو آدمؑ نہ الحمد للّٰہ کہتے نہ ہی یرحمک اللّٰہ یا آدمؑ کہا جاتا۔ آدمؑ اور ذریت آدمؑ، دونوں کو ہی رحمت حق کے ظہور کے لیے لایا گیا ہے۔ لہٰذا جو اللہ کی حمد کرے گا مستحقِ رحمت ہوگا۔ اور جس نے حمد سے روگردانی کی، گویا اس نے رحمت حق سے منہ پھیر لیا۔ واللہ اعلم

باب : إِنَّ عَبْدًا فِي جَهَنَّمَ لَيُنَادِیْ أَلْفَ سَنَةٍ : يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ ......

باب: ایک بندہ جہنم میں ہزار سال تک یا حنان یا منان کی صدا لگائے گا

(٦٨٧) عن أنس ابن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"إِنَّ عَبْدًا فِیْ جَهَنَّمَ لَيُنَادِیْ أَلْفَ سَنَةٍ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ قَالَ: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. اِذْهَبْ فَائْتِنِیْ بِعَبْدِیْ هٰذَا، فَيَنْطَلِقُ جِبْرِيْلُ فَيَجِدُ أَهْلَ النَّارِ مُكَبِّيْنَ يَبْكُوْنَ فَيَرْجِعُ إِلٰى رَبِّهٖ فَيُخْبِرُهُ فَيَقُوْلُ: اِئْتِنِیْ بِهٖ فَإِنَّهُ فِیْ مَكَانِ كَذَا وَ كَذَا فَيَجِیْءُ بِهٖ فَيُوْقِفُهُ عَلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ لَهُ: يَا عَبْدِیْ كَيْفَ وَجَدْتَ مَكَانَكَ وَ مَقِيْلَكَ؟ فَيَقُوْلُ : أَیْ رَبِّ شَرَّ مَكَانٍ وَ شَرَّ مَقِيْلٍ. فَيَقُوْلُ: رُدُّوْا عَبْدِیْ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ مَا كُنْتُ أَرْجُوْ إِذْ أَخْرَجْتَنِیْ مِنْهَا أَنْ تَرُدَّنِیْ فِيْهَا فَيَقُوْلُ: دَعُوْا عَبْدِیْ." [ضعيف] (أخرجه أحمد، ج: ٣، ص: ٢٣٠)

يَا حَنَّانُ وَ يَامَنَّانُ

(٦٨٧) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال یَا حَنَّانُ وَیَامَنَّانُ پکارتا رہے گا، حق جل مجدہ جبرئیلؑ سے فرمائیں گے: جاؤ اور میرے اس بندہ کو لے آؤ۔ جبرئیلؑ جائیں گے تو تمام اہل جہنم کو جو منہ کے بل اوندھے پڑے ہوئے رو رہے ہوں گے، نہ پہچان سکیں گے، لہٰذا واپس آکر عرض کریں گے کہ اس بندہ کو میں نے پہچانا ہی نہیں کہ کہاں ہے؟ حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: کہ جہنم کے فلاں مقام پر وہ بندہ ہے، اس کو لاؤ، جبرئیلؑ اس کو لائیں گے، اور حق جل مجدہ

کے سامنے لا کھڑا کردیں گے، اب حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: اے میرے بندے تیرا ٹھکانہ جہنم کیسا ہے؟ اور اس کی رہائش کیسی ہے؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین جہنم بری جگہ اور بہت بری رہائش ہے۔ ارشاد ہوگا: میرے بندہ کو جہاں سے لائے تھے وہیں لوٹا کر لے جاؤ۔ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین مجھ کو امید نہ تھی کہ آپ ایک بار نکال کر پھر دوبارہ اسی میں لوٹا دیں گے۔ ارشاد ہوگا: اچھا میرے بندہ کو مت لے جاؤ چھوڑ دو (یعنی جنت میں داخل کردو)۔

رحمت وسعادت سے وابستگی نجات کا ذریعہ ہے

بندہ کا ربّ العزّت سے اچھی امید وابستہ رکھنا، حسن ظن کا غالب رکھنا باب رحمت و سعادت کی دلیل ہے، اس حدیث کو ابن ابی الدنیاؒ نے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے باب میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے، یہ ایک مستقل نجات وفلاح کا وسیلہ ہے جبھی حق تعالیٰ نے اس بندہ کو اپنی بارگاہ میں جہنم سے بلوالیا اس بندۂ عاجز نے اپنی اُمید کا رشتہ وتعلق رحمت حق سے جوڑ لیا کہ یہ بلانا یا جہنم سے نکلوانا رحمت حق کے ظہور کے لیے ہے اور وہ ذات رحیم وکریم پھر دوبارہ نجات دے کر واپس نہیں بھیجے گی اور حق تعالیٰ نے اس بندہ کے گمان خیر پر اپنی رحمت، وجنت کا فیصلہ کردیا، اور حنّان نے لطف وعنایت اور منّان نے احسان کرہی دیا، اور بندہ کو نجات مل گئی۔

باب : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَ فَرَغَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ قَضَاءِ الْخَلْقِ ......

باب: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا

(٦٨٨) عن عمرو بن مالك رضي الله عنه الجنبي أن فضالة بن عبيد وعبادة بن الصامت رضي الله عنه حدثناه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَ فَرَغَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ قَضَاءِ الْخَلْقِ، فَيَبْقَى رَجُلَانِ، فَيُؤْمَرُ بِهِمَا إِلَى النَّارِ، فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمَا، فَيَقُوْلُ الْجَبَّارُ تَعَالٰى: رُدُّوْهُ فَيَرُدُّوْنَهُ،

قَالَ لَهُ: لِمَ الْتَفَتَّ؟ قَالَ: إِنْ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ تُدْخِلَنِيْ الْجَنَّةَ. قَالَ: فَيُؤْمَرُ بِهِ إِلَى الْجَنَّةِ. فَيَقُوْلُ: لَقَدْ أَعْطَانِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰى لَوْ أَنِّيْ أَطْعَمْتُ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مَا عِنْدِيْ شَيْئًا. قَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا ذَكَرَهُ يُرَى السُّرُوْرُ فِيْ وَجْهِهِ.'' [ضعيف] (أخرجه أحمد ج ۵ ص ۳۲۹)

ایک جنتی تمام اہلِ جنت کی ضیافت کی تمنّا کرے گا

(٦٨٨) ترجمہ: فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اور حق جل مجدہ تمام مخلوقات کا حساب وکتاب کرچکیں گے تو دو آدمی یوں ہی بچ جائیں گے۔ ارشاد ہوگا: فرشتو! ان کو جہنم میں داخل کردو، ان دونوں میں سے ایک شخص جاتے ہوئے حق جل مجدہ کی (رحمت کی) جانب نظر پلٹ کر دیکھے گا۔ تو ارشاد ربّانی ہوگا: اس بندہ کو واپس لاؤ۔ فرشتے واپس لائیں گے، ارشاد ہوگا: اے بندہ! تو نے نظر پلٹ کر کیوں دیکھا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے معبود میں امیدوار تھا کہ آپ جنت میں داخل کریں گے۔ پس اللہ پاک اس آدمی کو جنت میں داخل کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیں گے۔ جب وہ شخص جنت میں داخل ہوجائے گا تو لوگوں سے کہے گا کہ حق جل مجدہ نے مجھ کو اتنا وسیع رزق جنت عطا فرمایا ہے کہ اگر میں تمام اہلِ جنت کی ضیافت کروں تب بھی میرے رزق سے تھوڑا سا بھی ختم نہیں ہوگا۔

راوی کا کہنا ہے: رسول اللہ ﷺ جب اس کو ذکر کرتے تو ان کے چہرہ پر خوشی ہوتی۔

پاک کی رحمت کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنا بھی دخول جنت کا سبب ہے، قربان جایئے ارحم الراحمین کی رحمتِ واسعہ پر کہ وہ بندہ کی امید و چاہت کے خلاف معاملہ کرنا بھی اپنی شان کریمی کے خلاف جانتا ہے اور صرف نظر رحمت سے دیکھنا ہی مغفرت اور دخول جنت کا سبب بنا دیتا ہے، ذات حق نے اسی لیے حدیث میں خبر دی انا عند ظن عبدی بی کہ بندوں کے گمان کے ساتھ رحمت واسعہ معاملہ کرتی ہے، لہٰذا ہر حال میں اللہ پاک

کی ذات سے امید خیر رکھنا چاہیے کہ نہ معلوم کون سی امید اور کس وقت کی گھڑی مرادوں کو پوری کردے اور بندہ مراد کو پالے۔ اللھم کن لنا و اجعلنا لک۔

باب : إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اِشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا

باب: دو جہنمی کا شور شرابا

(٦٨٩) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال:

"إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اِشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: أَخْرِجُوْهُمَا، فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا: لِأَيِّ شَيْءٍ اِشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا؟ قَالَا: فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا. قَالَ: إِنَّ رَحْمَتِيْ لَكُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيَنْطَلِقَانِ فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا، وَ يَقُوْمُ الْآخَرُ فَلَا يُلْقِي نَفْسَهُ. فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقٰى صَاحِبُكَ؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ لَا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِيْ، فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ: لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ جَمِيْعًا اَلْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ." [ضعيف] (أخرجه الترمذی ج ۴/ ۲۵۹۹)

جہنم میں دو آدمی کی شدید چیخ و پکار

(٦٨٩) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو شخص جو جہنم میں داخل ہوں گے، بہت ہی شدید چیخ و پکار کریں گے، رب عزوجل فرمائے گا: ان دونوں کو نکال کر لاؤ۔ جب دونوں کو نکال کر لایا جائے گا تو حق تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم دونوں نے کیوں اس قدر شور مچایا؟ وہ دونوں عرض کریں گے: ہم نے یہ اس لیے کیا تا کہ ہم پر رحم کیا جائے، حق تعالیٰ فرمائے گا: تم دونوں کو میری رحمت ملے گی بشرطیکہ تم دونوں جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ اور اپنے آپ کو جہاں جہنم میں تھے وہیں لے جاؤ۔ دونوں وہاں سے چلیں گے۔ ان میں کا ایک تو اپنے آپ کو جہنم میں جہاں تھا وہیں

ڈال دے گا، تو جہنم اس پر ٹھنڈی وسلامتی بن جائے گی، مگر دوسرا وہیں کھڑا رہے گا، وہ اپنے کو جہنم کے حوالہ نہ کرے گا۔ اب اس شخص سے رب عزوجل فرمائے گا: تو نے اپنے آپ کو جہنم کے حوالے کیوں نہیں کیا؟ جس طرح تیرے ساتھی نے اپنے آپ کو جہنم کے سپرد کردیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت مجھے امید بندھ گئی تھی کہ آپ ایک بار جب جہنم سے نکال چکے تو دوبارہ اس میں داخل نہیں فرمائیں گے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اچھا جا تیرے ساتھ تیری امید کے مطابق معاملہ ہوا۔ اللہ کی قدرت اس طرح دونوں ہی جنت میں اللہ کی رحمت سے داخل کیے جائیں گے۔ (ترمذی۔۴/۲۵۹۹)

رحمتِ حق حکمِ الٰہی سے ملتی اور چلتی ہے

رحمٰن ورحیم کی پناہ وامان، جہنم ہے ہی چیخ وپکار، عذاب وعقاب، تکلیف وآلام اور غضبِ قہّار کا مکان ومقام۔ دو شخص کی بلبلاہٹ شدید ہوگی، حکم ربانی سے دونوں کو نکالا جائے گا، اوران سے شور وہنگامہ کا سبب ربّ العزّت پوچھے گا تو وہ ارحم الراحمین، خیر الغافرین سے اس رحمت کا سوال کریں گے جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے کہ رحمت ان پر سایہ فگن ہوجائے، اور بندہ کو آغوش رحمت میں لے لیا جائے، رحم وکرم کردیا جائے۔ بارگاہِ حق سے حکم ہوگا جہاں سے تم آئے ہو، وہیں چلے جاؤ اور میری رحمت کا مشاہدہ کرو، اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ ان ہی کے حکم سے ملتی اور چلتی ہے، وہ تم کو وہیں پر مل جائے گی کیونکہ وہ حکم ربّانی کے تابع ہے، حکم سن کر ایک تو امر الٰہی کے تحت جہاں سے آیا تھا کود جائے گا اور آگ کو سلامتی کا گہوارہ پائے گا، گویا جہنم تو ہوگی مگر اس پر رحمت کا سایہ ہوگا اور دوسرا کھڑے کا کھڑا رہے گا، اب حق تعالیٰ اس بندہ سے معلوم کریں گے تو کیوں نہیں گیا؟ جہاں تیرا ساتھی گیا۔ وہ عرض کرے گا مجھے تو آپ سے حسن ظن تھا کہ نکال کر دوبارہ نہیں بھیجئے گا، اور میری نگاہ تیری رحمت سے وابستہ تھی، حق تعالیٰ دونوں کو جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردیں گے، ایک کو امر پورا کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو حسن ظن اور امید بھلائی وابستہ رکھنے کی وجہ سے۔ معلوم ہوا دونوں ہی ضروری ہے امر وحکم بھی دنیا میں پورا کیا

جائے اور حق تعالیٰ سے حسن ظن بھی رکھا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر سایہ فگن ہو سکے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَرْجُوْا رَحْمَتَکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

باب : يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ يُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ......

باب: چار لوگوں کو جہنم سے نکال کر ربّ العزّت کے سامنے پیش کیا جائے گا

(٦٩٠) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

”يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ يُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيَأْمُرُ بِهِمْ إِلَى النَّارِ فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: أَیْ رَبِّ! قَدْ كُنْتُ أَرْجُو إِنْ أَخْرَجْتَنِیْ مِنْهَا أَنْ لَا تُعِيْدَنِیْ فِيْهَا. فَيَقُوْلُ: فَلَا نُعِيْدُكَ فِيْهَا.“ [صحیح] (أخرجه أحمد، ج:٣، ص:٢٢١)

(٦٩٠) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار آدمی جہنم سے نکالے جائیں گے۔ جن کو اللہ عزوجل کے پاس پیش کیا جائے گا۔ حکم باری ہوگا ان کو جہنم میں لے جاؤ۔ ان میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرے گا: میرے رب اب مجھے امید ہوگئی تھی کہ جب آپ نے اس سے نکال دیا تو پھر دوبارہ اس میں واپس نہیں کریں گے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اچھا دوبارہ وہاں نہیں لوٹاؤں گا۔ (یعنی نجات دیدی جائے گی) (احمد۔٣/٢٢١)

باب : قَالَ اللّٰهُ لِدَاوُٗدَ: يَا دَاوُٗدُ! اِبْنِ لِیْ فِی الْأَرْضِ بَيْتًا ......

باب: حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤدؑ میرے لیے زمین میں ایک گھر کرو

(٦٩١) رَوَی ابن حبان رضی اللہ عنہ: عن رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ مرفوعًا:

”قَالَ اللّٰهُ لِدَاوُٗدَ : يَا لِدَاوُٗدَ! اِبْنِ لِیْ فِی الْأَرْضِ بَيْتًا، فَبَنَی دَاوُٗدُ بَيْتًا لِنَفْسِهِ قَبْلَ الْبَيْتِ الَّذِیْ أُمِرَ بِهِ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُٗدُ بَنَيْتَ بَيْتَكَ قَبْلَ بَيْتِیْ؟ قَالَ: أَیْ رَبِّ! هٰكَذَا قُلْتَ فِيْمَا قَضَيْتَ: ”مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ“ ثُمَّ أَخَذَ فِی بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا تَمَّ سُوْرُ الْحَائِطِ سَقَطَ. فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَی اللّٰهِ، فَأَوْحَی اللّٰهُ

إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَنْ تَبْنِيَ لِيْ بَيْتًا ! قَالَ: أَيْ رَبِّ! وَ لِمَ ؟ قَالَ: لِمَا جَرَى عَلٰى يَدَيْكَ مِنَ الدِّمَاءِ. قَالَ: أَيْ رَبِّ أَوَ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِيْ هَوَاكَ؟ قَالَ: بَلٰى وَ لٰكِنَّهُمْ عِبَادِيْ وَ إِمَائِيْ وَ أَنَا أَرْحَمُهُمْ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : لَا تَحْزَنْ فَإِنِّيْ سَأَقْضِي بِنَاءَهُ عَلٰى يَدِ ابْنِكَ سُلَيْمَانَ"

[موضوع] (كما في الضعيفة والموضوعة للألباني ج ۱ / ۱۷۲)

داؤد علیہ السلام کو تعمیر مسجد کا حکم اور تکمیل سلیمانؑ کے ہاتھ

(٦٩١) ترجمہ: رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے داؤدؑ نبی اللہ سے فرمایا: اے داؤدؑ! زمین میں میرا ایک گھر تعمیر کرو۔ تو داؤدؑ نے اپنا گھر پہلے بنایا جس گھر کا حکم ہوا تھا اس کو بعد میں بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے داؤدؑ! تو نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنالیا۔ داؤدؑ نے عرض کیا: میرے رب آپ نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا تھا (جو با اختیار ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے۔) پھر داؤدؑ نے مسجد بنانا شروع کیا۔ جب اس کی فصیل و چہار دیواری مکمل ہوگئی تو اچانک گر پڑی۔ تو داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی، تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اب تم سے ممکن نہیں ہے کہ میرا گھر تعمیر کرو، داؤدؑ نے عرض کیا: ربّ العزت ایسا کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کے خون کا فیصلہ ہوا ہے (یعنی حدود وقصاص میں) داؤدؑ نے عرض کیا: یا رب! کیا یہ سب کچھ آپ کی خوشنودی ورضا اور شریعت کے نفاذ میں نہیں ہوا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ لیکن وہ سب کے سب میرے ہی بندے تھے اور میرے ہی غلام تھے، اور میں ان پر رحم کر دیتا۔ یہ بات داؤد علیہ السلام پر بہت ہی باعثِ قلق وفکر بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ پر وحی بھیجی: آپ غمگین نہ ہوں فکرمند نہ رہیں۔ میں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس مسجد (بیت المقدس) کی تعمیر آپ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں مکمل کراؤں گا۔ (الاتحاف ۳۳)

نوٹ: یہ حدیث تفصیل کے ساتھ الاتحاف میں ۳۴۳ میں موجود ہے، تفصیل وہاں دیکھ لی جائے اور وہاں ضروری فائدہ بھی آ گیا ہے۔ (ثمین اشرف)

باب : يُخْرَجُ لِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةُ دَوَاوِيْنَ ......

باب: قیامت کے دن ابن آدم کے تین رجسٹر

(٦٩٢) للبزار عن أنس بن مالك رضي الله عنه: عن النبي ﷺ قال:

"يُخْرَجُ لِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةُ دَوَاوِيْنَ؛ دِيْوَانٌ فِيْهِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ، وَ دِيْوَانٌ فِيْهِ ذُنُوْبُهُ، وَ دِيْوَانٌ فِيْهِ النِّعَمُ مِنَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : لِأَصْغَرِ نِعْمَةٍ أَحْسِبُهُ قَالَ: فِيْ دِيْوَانِ النِّعَمِ خذى ثَمَنَكِ مِنْ عَمَلِهِ الصَّالِحِ فَتَسْتَوْعِبُ عَمَلَهُ الصَّالِحَ ثُمَّ تنحى، وَ تَقُوْلُ: وَ عِزَّتِكَ مَا أُسْتُوْفِيْتُ، وَ تَبْقَى الذُّنُوْبُ وَ النِّعَمُ وَ قَدْ ذَهَبَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَرْحَمَ عَبْدًا قَالَ: يَا عَبْدِيْ قَدْ ضَاعَفْتُ لَكَ حَسَنَاتِكَ، وَ تَجَاوَزْتُ عَنْ سَيِّئَاتِكَ أَحْسِبُهُ قَالَ: وَ وَهَبْتُ لَكَ نِعَمِيْ." [ضعيف] (كما في الترغيب والترهيب ج۴ ص ۷۵۹)

قیامت کے دن انسان کے تین رجسٹر نکالے جائیں گے؛ نعمت، اعمالِ صالحہ اور گناہوں کا

(٦٩٢) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم کے تین رجسٹر نکالے جائیں گے (۱) ایک دیوان و رجسٹر جس میں صرف اعمال صالحہ ہوں گے (۲) ایک جس میں صرف اس کے گناہ ہوں گے (۳) ایک جس میں صرف ان نعمتوں کا ذکر ہوگا جو حق جل مجدہ کی جانب سے بندہ کو عطا ہوئی تھیں۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: کہ اس کے نعمتوں کے رجسٹر میں جو سب سے چھوٹی نعمت ہو اس کی قیمت اس کے عملِ صالح سے وصول لو۔ تو اس کے تمام اعمال صالحہ کو یہ نعمت احاطہ کر لے گی۔ پھر وہ یکسر اعمال سے خالی ہوگا۔ اور عرض کرے گا رب العزت تیری قسم

میں تو آپ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کرسکتا، جبکہ ابھی تمام گناہ ومعاصی اور دوسری تمام نعمتیں یوں ہی باقی ہوں گی (اللہ اکبر کبیراً) اوراس کے تمام تر اعمال صالحہ ختم ہو چکے ہوں گے۔ لہٰذا جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندہ پر رحم کرنا چاہے گا، تو فرمائے گا: اے میرا بندہ میں نے تیری کی ہوئی نیکی کوئی درجہ بڑھا کر زیادہ کردیا ہے اور تیری بدی وسیئات اور گناہ کو معاف کردیا ہے۔ اور میں نے اپنی نعمتوں کو تجھے ہبہ وہدیہ کردیا ہے۔ (ترغیب وترہیب۔۴/۷۵۹)

فائدہ: حق جل مجدہ کی ذات تصور سے بالاتر، رحیم ورحمٰن سے زیادہ ارحم الراحمین ہے، اس کی شانِ کریمی کا جب کرم ہوگا تو ہی بندہ کامیاب وکامران ہوسکتا ہے۔ مذکورہ حدیث پتہ دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی بندہ کیلئے اسباب مغفرت و رحمت کا سبب بنائے گا۔ ایک چھوٹی نعمت جب تمام اعمال صالحہ کا احاطہ کرلے گی تو پھر ان گنت لاتعداد نعمتوں کا کیا ہوگا جبکہ اعمال صالحہ کا ہوجانا خود بھی ایک نعمت ہے۔ کس کی مجال ہے وہاں پر پر مار سکے، بس رحمت ہی رحمت کا سہارا بن سکتی ہے اور رحمت ہی مغفرت کا پروانہ دلاسکتی ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دعاء ومناجات کے ذریعہ رحمت کو بطور ھبہ وہدیہ اور اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی عمل کے عوض اور مقابلہ کے مانگنے کی تعلیم وتلقین کی ہے، تاکہ بروزِ قیامت اللہ پاک کا ہدیہ وعطیہ بندہ کی دستگیری کرسکے۔ اور رحمت الٰہی اپنی وسعت کے دامن میں جگہ دیدے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، گویا کہ جو سب سے وسیع ترین چیز ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں تم وہ مجھ سے بطور ہدیہ وھبہ کے مانگو۔ سچ ہے رحمت کے لیے رحمت ہی وسیلہ بن سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ بس ہمارے ساتھ اپنے فضل ورحمت سے فضل کا معاملہ کردے۔

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُکَ اَرْجیٰ عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ. وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

باب : يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ يُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ......

باب: چارلوگوں کو جہنم سے نکال کر ربّ العزّت کے سامنے پیش کیا جائے گا

(٦٩٠) عن أنس بن مالک رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

”يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ يُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيَأْمُرُ بِهِمْ إِلَى النَّارِ فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ! قَدْ كُنْتُ أَرْجُو إِنْ أَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا أَنْ لَا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا. فَيَقُوْلُ: فَلَا نُعِيْدُكَ فِيْهَا.“ [صحيح] (أخرجه أحمد، ج:٣، ص:٢٢١)

(٦٩٠) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار آدمی جہنم سے نکالے جائیں گے۔ جن کو اللہ عزوجل کے پاس پیش کیا جائے گا۔ حکم باری ہوگا ان کو جہنم میں لے جاؤ۔ ان میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر عرض کرے گا: میرے رب اب مجھے امید ہوگئی تھی کہ جب آپ نے اس سے نکال دیا تو پھر دوبارہ اس میں واپس نہیں کریں گے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اچھا دوبارہ وہاں نہیں لوٹاؤں گا۔ (یعنی نجات دیدی جائے گی) (احمد۔۳/۲۲۱)

باب : قَالَ اللّٰهُ لِدَاوُدَ: يَا دَاوُدُ! اِبْنِ لِيْ فِي الْأَرْضِ بَيْتًا ......

باب: حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤدؑ میرے لیے زمین میں ایک گھر کرو

(٦٩١) رَوَى ابن حبان رحمه الله: عن رافع بن عمير رضي الله عنه مرفوعًا:

”قَالَ اللّٰهُ لِدَاوُدَ : يَا لِدَاوُدُ! اِبْنِ لِيْ فِي الْأَرْضِ بَيْتًا، فَبَنَى دَاوُدُ بَيْتًا لِنَفْسِهِ قَبْلَ الْبَيْتِ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُدُ بَنَيْتَ بَيْتَكَ قَبْلَ بَيْتِيْ؟ قَالَ: أَيْ رَبِّ! هٰكَذَا قُلْتَ فِيْمَا قَضَيْتَ: ”مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ“ ثُمَّ أَخَذَ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا تَمَّ سُوْرُ الْحَائِطِ سَقَطَ. فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَنْ تَبْنِيَ لِيْ بَيْتًا ! قَالَ: أَيْ رَبِّ! وَ لِمَ ؟ قَالَ: لِمَا جَرَى عَلٰى يَدَيْكَ مِنَ الدِّمَاءِ. قَالَ: أَيْ رَبِّ أَوَ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِيْ هَوَاكَ؟ قَالَ: بَلٰى وَ

لٰـــكِـنَّـهُـمْ عِبَادِیْ وَ إِمَائِـیْ وَ أَنَا أَرْحَمُهُمْ فَشُقَّ ذٰلِکَ عَلَيْهِ فَأَوْحی اللّٰهُ إِلَيْهِ : لَا تَحْزَنْ فَإِنِّـیْ سَأَقْضِی بِنَاءَ هُ عَلٰی يَدِ ابْنِکَ سُلَيْمَانَ"

[موضوع] (كما فی الضعيفة والموضوعة للألبانی ج ١/ ١٧٢)

داؤد علیہ السلام کو تعمیر مسجد کا حکم اور تکمیل سلیمانؑ کے ہاتھ

(٦٩١) ترجمہ: رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے داؤدؑ نبی اللہ سے فرمایا: اے داؤدؑ! زمین میں میرا ایک گھر تعمیر کرو۔ تو داؤدؑ نے اپنا گھر پہلے بنایا جس گھر کا حکم ہوا تھا اس کو بعد میں بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے داؤدؑ! تو نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنالیا۔ داؤدؑ نے عرض کیا: میرے رب آپ نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا تھا (جو بااختیار ہوجاتا ہے وہ اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے۔) پھر داؤدؑ نے مسجد بنانا شروع کیا۔ جب اس کی فصیل و چہاردیواری مکمل ہوگئی تو اچانک گر پڑی۔ تو داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی، تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اب تم سے ممکن نہیں ہے کہ میرا گھر تعمیر کرو، داؤدؑ نے عرض کیا: ربّ العزت ایسا کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کے خون کا فیصلہ ہوا ہے (یعنی حدود وقصاص میں) داؤدؑ نے عرض کیا: یارب! کیا یہ سب کچھ آپ کی خوشنودی ورضا اور شریعت کے نفاذ میں نہیں ہوا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ لیکن وہ سب کے سب میرے ہی بندے تھے اور میرے ہی غلام تھے، اور میں ان پر رحم کردیتا۔ یہ بات داؤد علیہ السلام پر بہت ہی باعثِ قلق وفکر بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ پر وحی بھیجی: آپ غمگین نہ ہوں فکرمند نہ رہیں۔ میں نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ اس مسجد (بیت المقدس) کی تعمیر آپ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں مکمل کراؤں گا۔ (الاتحاف ٣٣)

نوٹ: یہ حدیث تفصیل کے ساتھ الاتحاف میں ٣٣ میں موجود ہے، تفصیل وہاں دیکھ لی جائے اور وہاں ضروری فائدہ بھی آگیا ہے۔ (ثمین اشرف)

(٦٩٣) وفی الإحياء للغزالیؒ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِنَّما خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِيَرْبَحُوْا عَلَيَّ وَ لَمْ أَخْلُقْهُمْ لِأَرْبَحَ عَلَيْهِمْ." [ضعيف جداً] (كما فى الإحياء، ج: ۴، ص: ۱۴۷)

(۶۹۳) ترجمہ: 'احیاء العلوم' میں امام غزالیؒ نے ذکر کیا: حق عزوجل فرماتا ہے: میں نے بندوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے نفع حاصل کریں۔ میں نے ان کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میں ان سے نفع حاصل کروں۔ (اللہ اکبر کبیراً) (احیاء۔۴/۱۴۷)

فائدہ: اس حدیث میں کتنا آسان اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ بندہ ہر فائدہ اپنے ربّ ارحم الراحمین سے حاصل کرے۔ عزت ہو، نعمت ہو، دنیا و آخرت کی سعادت ہو، اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں سب کچھ ہے اور ایک پر آخر دس اور سات سو گنا زیادہ پھر سات سو پر بس نہیں، ستر ہزار تک اور اسی پر بس نہیں، ایک پر مغفرت کا ملنا آخر کیا پتہ دے رہا ہے، کہ اس کی قدرت کے تحت مغفرت و رحمت ہے اور ہم کو تو بس اسی کا سہارا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

کیا تو نے کبھی کسی پر رحم کیا تھا کہ میں رحم کروں

(۶۹۴) وفى الفوائد المجموعة للشوكانى:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقِفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيُطَوِّلُ اللّٰهُ وَقفَهُ حَتّٰى يُصِيْبَهُ مِنْ ذٰلِكَ كُرْبٌ شَدِيْدٌ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! اِرْحَمْنِى الْيَوْمَ، فَيَقُوْلُ: فَهَلْ رَحِمْتَ شَيْئًا مِنْ أَجْلِيْ فَأَرْحَمُكَ؟ هَاتِ وَ لَوْ كَانَ عُصْفُوْرًا. فَكَانَ الصَّحَابَةُ وَ مَنْ مَضٰى مِنْ سَلَفِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ الْعَصَافِيْرَ فَيُعْتِقُوْنَهَا."

[ضعيف جداً] (كما فى الفوائد المجموعة فى الضعيفه والموضوعة ص ۵۱۱ / ۱۳۲)

(۶۹۴) ترجمہ: ایک شخص اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ لمبی مدت تک کھڑا رکھے گا، یہاں تک کہ وہ اس طویل مدت کی وجہ سے کرب شدید (یعنی گھبراہٹ و بے چینی) میں ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: حق تعالیٰ آج مجھ پر رحم کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جواب دیں گے: کیا تو نے کبھی میری رضا کے خاطر کسی چیز پر رحم کھایا تھا، کہ

میں تم پر رحم کروں؟ لا، جس پر تم نے رحم کیا ہو اگر چہ ایک چھوٹی چڑیا کیوں نہ ہو۔

اس حدیث کو سننے کے بعد صحابہؓ اور سلف وصالحینؒ اس امت کی چھوٹی چڑیا خرید کر چھوڑ دیتے تھے، آزاد کردیتے تھے۔ (الفوائد المجموعة، ص : ۱۳۲/۵۱۱)

رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا

(٦٩٥) و لابن شاهين عن أبي الدرداء رضي الله عنه :

"يُنَادِي مُنَادٍ فِي النَّارِ: يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ! نَجِّنِي مِنَ النَّارِ فَيَأْمُرُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُخْرِجُهُ حَتّٰى يَقِفَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : هَلْ رَحِمْتَ عُصْفُوْرًا؟"

(كما في كنزالعمال ج ٣ / ٥٩٩٢)

(٦٩٥) ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص دوزخ میں یا حنان یا منان کہہ کر پکارے گا کہ مجھ کو دوزخ سے نجات دیجیے۔ حق تعالیٰ یہ سن کر فرشتہ کو حکم دے گا کہ اس کو دوزخ سے نکالو۔ نکال کر حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کردیا جائے گا۔ پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: کیا تو نے محض میری رضا وخوشنودی کے خاطر (میری مخلوق پر) رحم کیا تھا کہ میں تجھ پر رحم کروں؟ کیا تو نے کبھی ایک چڑیا پر بھی رحم کیا تھا؟ (کہ آج تم پر رحم کیا جائے)

سنگ دل نہ بنو

صفت ترحم، ترس کھانا، دل میں رحم وکرم کا جذبہ ہونا، دوسروں پر مہربان ہونا، یہ تو ہماری شریعت کی بنیادی اساس ہے سنگ دل بھی کوئی انسان ہے جس کے گوشۂ دل میں نرمی وتلطف نہ ہو، حدیث کی کتابوں میں واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک بدکار عورت نے کتّے کے بچّے کو پانی پلا کر مغفرت کا پروانہ حاصل کرلیا، ارحم الراحمین نے اس کی تمام معاصی کو اس ایک نیکی کو ذریعہ وسبب بنا کر جو باب ترحم کی تھی، گناہ کا کفارہ بنا کر جنت میں داخل کردیا۔ اور ایک عابدہ عورت بلّی کو باندھ کر رکھنے کی شقاوت میں جہنم رسید کردی گئی، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رحم دل لوگوں کے دل پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کا نزول

ہوتا ہے اور شقی وسخت اور سنگدل پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ولعنت برستی ہے۔ الحمد للہ کہ ہمارا رب ارحم الراحمین اور ہمارا رسول بھی رحمۃ للعالمین ﷺ اور ہمارا حساب بھی رحمتی سبقت علی غضبی کے عرش پر آویزاں کے بعد ہوگا، ہماری دنیا بھی رحمت اور آخرت بھی رحمت انشاء اللہ۔ لوگوں اپنے قلوب کو نرم رکھو، نرم زمین اللہ کی رحمت کو قبول کر لیتی ہے۔ کیا خوب کہا ہے:

سالہا توسنگ بودی دل خراش　　　آزمور ایک زمانے خاک باش
دربہار اں کے شود سرسبز سنگ　　　خاک شو تا گل برویدرنگ رنگ

یہ بھی بہت ہی مشہور ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا، دوسروں پر رحم نہ کرنا ترس نہ کھانا، دلیل ہے سنگ دل اور بدانجام ہے، رحم دل مقبولِ رحمٰن ہے۔

بھلائی کروتم اہل زمیں پر　　　خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

مومن بندہ پر اللہ پاک کی ظاہری و باطنی نعمتیں

(٦٩٦) لابن مردویہ والبیھقی فی الشعب والدیلمی وابن النجار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"أَمَّا الظَّاهِرَةُ فَالْإِسْلَامُ وَ مَا حَسَّنَ مِنْ خَلْقِکَ وَ مَا أَسْبَغَ عَلَيْکَ مِنَ الرِّزْقِ، وَ أَمَّا الْبَاطِنَةُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ. فَمَا سَتَرَ عَلَيْکَ مِنْ عُيُوْبِکَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ:

إِنِّیْ جَعَلْتُ لِلْمُؤْمِنِيْنِ ثُلُثَ مَالِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ أُکَفِّرُ بِهَا خَطَايَاهُ بَعْدِ مَوْتِهِ، وَ جَعَلْتُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ وَ سَتَرْتُ عَلَيْهِ عُيُوْبَهُ الَّتِیْ لَوْ عَلِمَ بِهَا أَهْلُهُ دُوْنَ عِبَادِیْ لَنَبَذُوْهُ.

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنه قال: یارسول اللّٰه قول اللّٰه:

﴿وَ أَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَهٗ ظٰهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ (لقمان: ۲۰)

قال: فذکرہ.'' (کما فی کنزالعمال ج۲/۲۴۰۲۳)

(٦٩٦) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمت کا تعلق ہے، تو سب سے پہلے نعمت اسلام، اچھے اخلاق، اوررزق کی فراوانی ہے۔ یہ ظاہری نعمتیں ہیں، جو اللہ کی طرف سے مل رہی ہیں، اور باطنی نعمتیں اے عباس، وہ تمام عیوب ہیں جن کو اللہ پاک محض اپنی صفت ستّاری سے چھپائے ہوا ہے، اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے مومن مرد وعورت کے لیے ایک ثلث مال میں وصیت کا اختیار دے کر فضل کیا، تاکہ وفات کے بعد اس کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ بنادوں (یعنی مرنے والا اگر چاہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا کمایا ہوا مال کام آئے تو اپنی زندگی میں ہی ایک تہائی مال کو صدقہ وخیرات، مساجد ومدارس، الغرض کسی قسم کے صدقات جاریہ میں لگانے کی وصیت کرسکتا ہے؛ مگر افسوس کہ انسان ایسا کرنے میں بھی بخل سے کام لیتا ہے) اور دوسری نعمت یہ کہ مومن مرد وعورت کو اس کے لیے استغفار یعنی دعاء مغفرت کرنے والا بنا دیا جو دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔ تیسری نعمت یہ کہ اس کے عیوب وگناہ کو چھپاتا ہوں، اس پر پردہ ڈالتا ہوں کہ اگر اس کے گناہ کو میرے عام بندوں کو تو چھوڑو، اس کے گھر والے بھی جان لیں تو اس کو دھکے مار کر گھر سے باہر کردیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ پاک کا قول ﴿وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ (لقمٰن/ ۲۰) کا کیا مفہوم ہے؟ اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہر اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

بندوں پر حق تعالیٰ کے کھلے انعام واحسان

یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام واحسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی شئون وصفات میں یا اس کے احکام وشرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق

کی ہدایت، نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے۔
(تفسیر عثمانی)

الغرض اللہ تعالیٰ نے تم پر ظاہری نعمت جو صورت ظاہرہ کی درستگی کا سبب ہے اور اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جن کو انسان اپنے حواس خمسہ سے محسوس ومعلوم کر لیتا ہے مثلاً کھانا پینا، حسن صورت، اعضاءِ انسانی کا اعتدال، ہر عضو کا آپس میں تناسب، جو کام کرنے میں معین و مددگار ہو اور شکل وصورت کو بھی نہ بگاڑے۔ اسی طرح اسباب معیشت تندرستی و عافیت، الغرض یہ سب محسوس اور ظاہری نعمتیں ہیں۔ جو حق جل مجدہ نے بدرجہ اتم ہر شخص کو دی ہیں، اسی طرح دینِ اسلام کو سہل کر دینا، اللہ ورسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی توفیق دینا، اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کرنا، دشمنِ اسلام کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد ونصرت کرنا، یہ سب بھی ظاہری نعمتوں کی فہرست میں ہیں۔

اور باطنی نعمت جو سیرت کی درستی کا سبب ہے، مراد اس سے وہ نعمتیں ہیں جو عقل سے دریافت ہوں، جیسے ایمان باللہ، علمِ دین، حق و باطل کی تمیز، حرام وحلال میں وجدانی و شعوری فرق، معرفتِ الٰہیہ، عبادت واطاعت میں بشاشت، بغاوت ومصیبت میں نحوست کا محسوس کرنا، امتثالِ اوامر میں طمانیتِ قلبی کا ہونا، ارتکابِ معاصی سے گھٹن ہونا، نیکی و حسنات پر خوشی اور بدی و گناہ پر تنگی کا احساس کرنا، حسن اخلاق، گناہوں کی پردہ پوشی منجانب اللہ ہونا۔ جرائم پر فوری سزا کا منجانب اللہ نہ ملنا، حق جل مجدہ کی رضا کا ہمہ وقت طالب رہنا، رسول اللہ ﷺ کی محبت ومودت میں سنت رسول ﷺ کی طرف طبیعت کا مائل ہونا، قلب میں خیر واعمال صالحہ کا الہام ہونا، قلب و باطن کا شکوک وشبہات سے پاک ہونا، شریعت کے قوانین پر طمانیت وسکنیت کا ہونا، دیدۂ باطن میں نورِ حق کی روشنی کو محسوس کرنا، حق جل مجدہ کی ذات کی یافت کیلیے محبتِ عقلی سے قدم بڑھا کر ذوقی ووجدانی کا طالب رہنا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ. وَ اجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَ اقْطَعْ عَنِّیْ

حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَ اِذَا اَقَرَّتْ اَعْیُنُ اَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ. آمین!

جس نے بھی میری مخلوق پر بھلائی کی اس کا عوض میں دوں گا

(٦٩٧) و للخطیب عن دینار عن أنس رضی اللہ عنہ:

”یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: مَنْ بَرَّ أَحَدًا مِنْ خَلْقِیْ ضَعِیْفًا فَلَمْ یَکُنْ مَعَهُ مَا یُکَافِیْهِ عَلَیْهِ کَافَیْتُهُ أَنَا عَلَیْهِ.“ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ٦/١٦١٣٩)

(٦٩٧) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ (قیامت کے دن) فرمائے گا: جس کسی نے بھی میری مخلوق کے ضعیف وکمزور پر بھلائی کیا ہے جبکہ اس ضعیف کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ اس کا عوض دے سکے، تو آج میں اس کی طرف سے عوض دوں گا اور مکافات کردوں گا۔ (کنز العمال جلد ٦/ ١٦١٣٩)

محاسنِ اسلام

سب سے پہلے بنیادی واساسی بات یہ کہ مومن کی زندگی کا ہر گوشہ عبادت واطاعت میں ہے، خواہ صبح وشام، رات ودن میں جو بھی وہ اعمال کرے، مومن کی دنیا بھی آخرت ہی ہے، بہت ہی آسان وسہل بات ہے، کہ غیر جن کاموں کو عادت کے طور پر کرتے ہیں مومن انہی کاموں کو عبادت کے طور پر کرتا ہے، بس عادت وعبادت کا فرق ہے، اہلِ ایمان کا ہر عمل عبادت ہے اور غیروں کی عادت، اور عبادت کا تعلق ورشتہ ذاتِ حق جل مجدہ سے ہوتا ہے، رخ اللہ پاک کی جانب ہوتا ہے جب یہ بات آپ کو معلوم ہوگئی کہ وہ اعمال جن کا تعلق محض ہماری خاص ذات سے ہے مثلاً کھانا، پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، اہل ایمان کو ان اعمال ذاتیہ خاصہ پر بھی ربّ العزّت اجر دیتے ہیں یہی تو خوبی ومحاسن اسلام ہے، تو وہ اعمال اور اخلاق جن کا تعلق عباد اللہ سے ہے، دوسروں کے ساتھ آپ کا احسان واکرام ہے، ان کا اجر وثواب حق تعالیٰ اپنے بندوں کی جانب سے آپ کو عطا فرمائیں گے، کیونکہ

ان احسان واکرام کا رخ بھی اللہ کی رضا تھی، اس حدیث میں اسی کو بتلایا گیا ہے کہ آپ نے جو بھی ایثار وقربانی دی، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی جانب سے آپ کو دیں گے، اللہ اکبر کبیراً، اسلام اپنے دامن میں کیا کیا محاسن کو چھپائے ہوا ہے، اور ہر صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات حق سے وابستہ کیے ہوا ہے، الحمد للہ۔

اہلِ ایمان اور اہلِ شرک دونوں ہی گھٹنوں کے بل گھسٹتے آئیں گے

(٦٩٨) و للحاكم في تاريخه عن صفوان بن عسالؓ:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ الْإِيْمَانُ وَ الشِّرْكُ يَجْثُوَانِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّبِّ فَيَقُوْلُ لِلْإِيْمَانِ: اِنْطَلِقْ أَنْتَ وَ أَهْلُكَ إِلَى الْجَنَّةِ.“

[ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ١ / ٢٩٤)

(٦٩٨) ترجمہ: صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے، جب قیامت کا دن ہوگا ایمان اور شرک دونوں ہی گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ربّ العالمین کے سامنے حاضر ہوں گے، تو حق جل مجدہ ایمان سے فرمائے گا: جا چلی جا تو بھی اور تیرے اہل ایمان بھی جنت میں داخل ہو جا۔ (کنز العمال جلد ۱/۲۹۴)

کفر کو قرار نہیں

قیامت کے دن تمام چیزیں امر الٰہی سے اپنی ایک شکل اختیار کرلیں گی۔ اور کوئی بھی چیز ڈھکی چھپی نہیں رہے گی۔ اعمال وافعال حسنات ونیکی ہوں، یا سیئات وبدی ہوں، ایمان وکفر بھی بارگاہ بے نیاز میں جب حاضر ہوں گے تو ان کی ایک وجودی حقیقت ہوگی۔ اور کیوں نہ ہوں کہ ایمان وکفر ہی کی بنیاد پر عالم آخرت میں فیصلے ہوں گے۔ اعمال جو فرع وشاخیں ہیں، جب ان کی شکل ہوگی تو پھر اصل درخت کا وجود تو بدرجہء اولیٰ ہوگا۔ اس لیے شجرۂ طیبہ ایمان کو حکم ملے گا کہ اپنے اہل وفرع کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں۔ آج اختیار ہے جس کا جی چاہے شجرۂ طیبہ سے وابستہ ہو جائے اور کل قیامت میں کامیابی کا تمغہ

حاصل کرلے، اور جس کا جی چاہے کفر سے وابستہ رہے، جس کی نہ کوئی اصل، نہ کوئی جائے قرار۔ ﴿مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

باب : قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ حَسَنَةً قَطُّ لِأَهْلِهِ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ

باب: ایک شخص نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی، پھر خاک کرنے کی وصیت کی

(٦٩٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال:

”قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ حَسَنَةً قَطُّ لِأَهْلِهِ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ إِذْرَؤُوْا نِصْفَهُ فِي الْبَرِّ وَ نِصْفَهُ فِي الْبَحْرِ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ، فَلَمَّا مَاتَ الرَّجُلُ فَعَلُوْا مَا أَمَرَهُمْ بِهِ، فَأَمَرَ اللّٰهُ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ و أَمَرَ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ: لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِکَ يَا رَبِّ وَ أَنْتَ أَعْلَمُ. قَالَ: فَغَفَرَ لَهُ.“

[صحيح] (أخرجه مالك فى الموطأ ص١٦٥/ ٥٢)

ایک بے عمل نے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے جلوا دِیا تو مغفرت ہوگئی

(٦٩٩) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک شخص نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جسم کو جلا دینا اور میری جلی ہوئی آدھی راکھ کو خشکی میں اور آدھی کو سمندر میں ڈال دینا۔ کہ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قدرت پالی، تو ایسا عذاب دے گا کہ دنیا جہان میں کسی کو ایسا عذاب نہیں دیا ہوگا۔ جب اس آدمی کا انتقال ہوگیا تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جس کا اس نے اپنے بچوں کو حکم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا کہ اس کی تمام راکھ کو اکٹھا کردے اور سمندر کو حکم دیا کہ جو بھی اس میں ہے اس کو یکجا کردے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے اس شخص سے پوچھا: تو نے یہ حماقت کی حرکت کیوں کی تھی؟ اس نے جواب دیا: ربّ العزّت تیرے خوف وخشیت سے اور تو خوب بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مغفرت ہوگئی۔ (أخرجہ الموطا امام مالک ۱۶۵/۵۲)

نادانی کا عمل

(۷۰۰) عن أبی هريرة رضي الله عنه عن النبی ﷺ قال:

”كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِيْ ثُمَّ ذَرُوْنِيْ فِي الرِّيْحِ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّيْ لَيُعَذِّبُنِيّ عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ: فَقَالَ: اِجْمَعِيْ مَا فِيْكِ مِنْهُ، فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ. فَغَفَرَ لَهُ. وَ قَالَ غَيْرُهُ: مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ.“

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٤ ص ٢١٤)

(۷۰۰) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی بہت ہی زیادہ گنہگار تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا، تو اس نے اپنی اولاد سے کہا: کہ جب میں مروں تو مجھ کو جلا دینا پھر میری راکھ کو پیس دینا۔ پھر اس راکھ کو ہوا میں اُڑا دینا۔ اس لیے کہ اللہ کی قسم کہ اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوگیا تو ایسا عذاب دے گا کہ آج تک کسی کو ایسا عذاب نہیں دیا ہوگا، جب وہ مرگیا تو ایسا ہی کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ جو کچھ بھی اس کے جسم کا ذرہ تیرے اندر ہے اس کو جمع کردے، زمین نے حکم الٰہی کو پورا کردیا تو وہ اللہ کے سامنے کھڑا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تو نے جو حرکت کی اس کا سبب کیا تھا، اس نے عرض کیا: ربّ العزّت آپ کے عذاب وعقاب کا خوف۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔ دوسری روایت میں **مخافتک یارب** آپ کا خوف یارب۔ (اخرجہ البخاری ۲۱۴/۴)

جلانے کی وصیت

(۷۰۱) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

”أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰی نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصٰی بَنِيْهِ فَقَالَ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِيْ ثُمَّ اذرونِيْ فِي الرِّيْحِ فِي الْبَحْرِ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّيْ لَيُعَذِّبُنِيْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ بِهِ أَحَدًا. قَالَ: فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ بِهِ، فَقَالَ لِلْأَرْضِ: أَدِّي مَا أَخَذْتِ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ: مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ فَقَالَ: خَشْيَتُكَ يَا رَبِّ — أَوْ قَالَ — مَخَافَتُكَ. فَغَفَرَ لَهُ بِذٰلِكَ.“

— قال الزھری وحدثنی حمید عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

”دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ النَّارَ فِيْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَ لَا هِيَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ هَزْلًا.“ [صحیح] (مسلم ج ۴ ص ۲۱۱۰)

(۷۰۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے اوپر گناہ ومعاصی سے بڑی ہی زیادتی کی تھی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو، اس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو جلا کر راکھ کردینا، پھر میرے جسم کے راکھ کو سمندر میں پھینک دینا، حق تعالیٰ کی قسم اگر ربّ العالمین نے مجھ کو پکڑ لیا تو ایسا سخت وذلت آمیز عذاب دے گا، کہ آج تک کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ مرنے کے بعد، اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا، پس اللہ پاک نے زمین کو حکم دیا کہ وہ تمام ذرہ جسم کو، جو تجھ میں ہے، جمع کرو، جب تمام ذرے جمع ہوگئے تو اللہ پاک نے اس کو زندہ کرکے کھڑا کیا اور پوچھا: کہ اس نامعقول وصیت پر تجھ کو کس بات نے آمادہ کیا، اس شخص نے جواب دیا، اے میرے رب، تیرے خوف وخشیت نے، اللہ پاک نے اس خوف وخشیت کو سبب بناکر اس کی مغفرت فرمادی۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت جہنم میں داخل کردی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا، نہ تو خود اس کو کھانا دیتی تھی، نہ

چھوڑتی تھی کہ وہ خود ہی کہیں جا کر زمین میں کھالے حتی کہ کمزور و دبلی ہو کر مرگئی۔
(اخرجہ مسلم۔۴/۲۱۱۰)

عقیدۂ توحید کا کمال

(۷۰۲) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ وغیر واحد عن الحسن وابن سيرين عن النبی ﷺ قال:

"كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ إِلَّا التَّوْحِيْدَ، فَلَمَّا احْتُضِرَ قَالَ لِأَهْلِهِ: اُنْظُرُوْا إِذَا أَنَا مِتُّ أَنْ يَحْرِقُوْهُ حَتّٰى يَدْعُوْهُ حُمَمًا ثُمَّ اطْحَنُوْهُ، ثُمَّ اذروه فِيْ يَوْمٍ رِيْحٍ، فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا ذٰلِكَ بِهِ، فَإِذَا هُوَ فِيْ قَبْضَةِ اللّٰهِ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :يَا ابْنَ آدَمَ ! مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: أَيْ رَبِّ! مِنْ مَخَافَتِكَ. قَالَ: فَغَفَرَ لَهُ بِهَا وَ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ إِلَّا التَّوْحِيْدَ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج١٥/٨٠٢٧)

(۷۰۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اللہ ﷺ سے اور ان کے علاوہ حسن رضی اللہ عنہ اور ابن سیرینؒ نبی اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلی امت میں ایک شخص تھا جس نے کوئی خیر و بھلائی کبھی نہیں کی سوائے اس کے کہ اللہ کو ایک مانتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: کہ دیکھو جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا ڈالنا، حتیٰ کہ میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں پھر اس کوئلہ کو پیس دینا پھر اس کو تیز ہواؤں میں اُڑا دینا۔ جب وہ مرگیا تو اس کے مردہ جسم کے ساتھ یہی کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضۂ قدرت میں پکڑلیا تو اللہ عزوجل نے اس سے فرمایا: اے آدمؑ کے بیٹے تجھے اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے جواب دیا: یارب آپ کے عذاب کا خوف۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات پر اللہ نے اس کی مغفرت کردی اور اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی سوائے عقیدہ توحید کے۔ (اخرجہ احمد۔۱۵/ ۸۰۲۷)

خوف وخشیت رحمت کا مستحق بنا دیتی ہے

(٧٠٣) عن أبی سعید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"أَنَّ رَجُلًا کَانَ قَبْلَکُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِیهِ لَمَّا حُضِرَ: أَیُّ أَبٍ کُنْتُ لَکُمْ؟ قَالُوْا: خَیْرُ أَبٍ. قَالَ: فَإِنِّیْ لَمْ أَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ. فَإِذَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ، ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِی یَوْمٍ عَاصِفٍ، فَفَعَلُوْا، فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: مَا حَمَلَکَ؟ قَالَ: مَخَافَتُکَ. فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ."

[صحیح] (أخرجه البخاری ج ٤ ص ٢١٤)

(٧٠٣) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امت کا ایک شخص ایسا تھا، جس کو حق تعالیٰ نے خوب مال و دولت عطا فرمایا تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا: میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ لڑکوں نے جواب دیا: بہت ہی اچھے اور بہتر، اس شخص نے لڑکوں سے کہا: دیکھو میں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، لہٰذا جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا اور مجھ کو راکھ کر کے ذرہ ذرہ کر دینا، پھر تیز ہوا اور آندھی میں میری راکھ کو اُڑا دینا، لڑکوں نے ایسا ہی کیا، سو اللہ پاک نے اس کے ذرّات کو جمع فرما کر اس میں جان ڈال کر اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت آخر کس سبب سے کی؟ اس نے عرض کیا: آپ کے خوف سے۔ تو اللہ پاک نے اپنی رحمت میں اس کو جگہ دے دی۔

گناہ کا تدارک کیا بنا؟

(٧٠٤) أبو سعید الخدری رضی اللہ عنہ یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"أَنَّ رَجُلًا فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، رَاشَهُ اللّٰهُ مَالًا وَ وَلَدًا، فَقَالَ لِوَلَدِهِ، لَتَفْعَلُنَّ مَا آمُرُکُمْ بِهِ أَوْ لَأُوَلِّیَنَّ مِیْرَاثِیْ غَیْرَکُمْ، إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِیْ (وَ أَکْثَرُ علمی أَنَّهُ قَالَ) ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ وَ اذرونی فِی الرِّیْحِ، فَإِنِّیْ لَمْ أَبْتَهِرْ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرًا، وَ إِنَّ اللّٰهَ یَقْدِرُ عَلَیَّ أَنْ یُّعَذِّبَنِیْ، قَالَ فَأَخَذَ مِنْهُمْ مِیْثَاقًا فَفَعَلُوْا ذٰلِکَ بِهِ وَ رَبِّیْ، فَقَالَ اللّٰهُ

: مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ؟ فَقَالَ: مَخَافَتُکَ قَالَ: فَمَا تَلافاهُ غَيْرُها.''

[صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ۴، ص: ۲۱۱۱)

(۷۰۴) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو مال واولاد دونوں دیے تھے۔ اس نے اپنے لڑکے سے کہا: تم ضرور بالضرور جو حکم میں کررہا ہوں کرنا، ورنہ میں اپنی دولت تمہارے علاوہ دوسروں کو دیدوں گا۔ دیکھو جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا، پھر اس کو پیس دینا اور تیز ہواؤں میں اُڑا دینا۔ اس لیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی خیر و بھلائی کا ذخیرہ نہیں بھیجا۔ اگر اللہ نے مجھ کو اپنی گرفت میں پکڑ لیا تو مجھ کو عذاب دے گا۔ اس نے اپنے لڑکے سے خوب پکا عہد و میثاق لیا۔ لڑکے نے وہی کیا جو عہد تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کرایا؟ اس نے جواب دیا: یا اللہ آپ کے عذاب کا خوف۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی خوف کو اس کے نجات کا ذریعہ بنادیا۔ (اور گناہ کا تدارک اسی خوف کو کردیا)۔ (اخرجہ مسلم۔۴/۲۱۱۱)

قدرت کا کرشمہ

(۷۰۵) عن أبی سعیدؓ عن النبی ﷺ:

''أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا فِيمَنْ سَلَفَ أَوْ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالَ كَلِمَةً يَعْنِى أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَ وَلَدًا فَلَمَّا حَضَرَتِ الْوَفَاةُ، قَالَ لِبَنِيهِ: أَیُّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: خَيْرُ أَبٍ. قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ أَوْ لَمْ يَبْتَئِزْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَ إِنْ يَقْدِرِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يُعَذِّبُهُ، فَانْظُرُوْا إِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِىْ حَتّٰى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُوْنِىْ أَوْ قَالَ: فَاسْحَكُوْنِىْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ رِيحٍ عَاصِفٍ فاذرونى فِيْهَا فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ: فَأَخَذَ مَوَاثِيْقَهُمْ عَلٰى ذٰلِکَ وَ رَبِّىْ فَفَعَلُوْا ثُمَّ أذرَوْه فِیْ يَوْمٍ عَاصِفٍ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: كُنْ فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ قَائِمٌ، قَالَ اللّٰهُ: أَیْ عَبْدِیْ مَا حَمَلَکَ عَلٰی أَنْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: مَخَافَتُکَ أَوْ فَرَقٌ مِنْکَ قَالَ: فَمَا تلافاهُ أَنْ رَحِمَهُ

عِـنْـدَهَـا، وَ قَـالَ مَـرَّـةً أُخْـرىٰ، فَـمَـا تـلافاهُ غيرُها فَحَدَّثْتُ بِهِ أَبَا عُثْمَانَ فَقَالَ: سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ سَلْمَانَ غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ فِيْهِ: أذرونى فِي الْبَحْرِ أَوْ كَمَا حَدَّثَ.''

[صحيح] (أخرجه البخارى ج۹ ص۱۷۸)

(۷۰۵) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے مال واولاد دونوں دیا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بچوں سے کہا: میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ لڑکوں نے جواب دیا: اچھے والد۔ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی نیکی نہیں بھیجی، ذخیرہ نہیں رکھا۔ اگر اللہ نے مجھ پر قدرت پالی تو سخت عذاب دے گا۔ دیکھو جب میں مروں تو مجھ کو جلا دینا اور جب میں کوئلہ سیاہ ہوجاؤں تو اس کو پیس دینا یا کہا: کہ بوسیدہ ہوجاؤں۔ تو دیکھنا جب تیز آندھی کے دن ہوں تو میری راکھ اڑا دینا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنے لڑکوں سے خوب پختہ عہد و میثاق لیا اور میرے رب کی قسم انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کو آندھی کے دن اڑا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کن ہوجا۔ بس وہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرا بندہ! تجھے اس بات پر جو تو نے کیا تھا کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: تیرا خوف یا تجھ سے ڈر کر تو اس کا تدارک اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر اپنی رحمت سے کیا اور دوسری بار فرمایا اس کا تدارک مغفرت کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔ (اخرجہ البخاری۔ ۹/۱۷۸)

بحر و بر کو حکمِ الٰہی

(۷۰۶) عن أبى سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

''لَـقَـدْ دَخَـلَ رَجُـلٌ الْـجَـنَّةَ مَـا عَـمِلَ خَيْرًا قَطُّ : قَالَ لِأَهْلِهِ حِيْنَ حَضَرَهُ الْـمَـوْتُ، إِذَا أَنَـا مِـتُّ فَـاحْـرِقُـوْنِـىْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِـىْ ثُمَّ اذروا نِصْفِىْ فِي الْبَحْرِ وَ نِـصْـفِـىْ فِـى الْبَـرِّ فَـأَمَـرَ الـلّٰهُ الْبَرَّ وَ الْبَحْرَ فَجَمَعَاهُ ثُمَّ قَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: مَخَافَتُكَ. قَالَ: فَغَفَرَ لَهُ بِذٰلِكَ.'' [ضعيف] (أحمد ج۳ ص۱۳)

(۷۰۶) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا جبکہ کبھی اس نے نیکی نہیں کی۔ اپنے گھر والوں سے کہا: جب اس کی موت کا وقت آیا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا، پھر مجھ کو پیس دینا پھر آدھا حصہ سمندر میں اور آدھا خشکی میں پھینک دینا۔ اللہ تعالیٰ نے بحر و بر کو حکم دیا کہ اس کی راکھ جمع کردے۔ پھر ارشاد ہوا: تجھے اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا تیرا خوف۔ آپ نے فرمایا اس کی اسی بات پر مغفرت ہوگئی۔ (اخرجہ احمد۔ ۳/۱۳)

پہلی اُمت میں ایک شخص تھا

(۷۰۷) عن حذیفة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلُكُمْ يُسِيْءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِذَا أَنَا مِتُّ فَخُذُوْنِيْ فَذَرُوْنِيْ فِي الْبَحْرِ فِيْ يَوْمٍ صَائِفٍ فَفَعَلُوْا بِهِ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ: مَاحَمَلَكَ عَلَى الَّذِيْ صَنَعْتَ. قَالَ: مَا حَمَلَنِيْ إِلَّا مَخَافَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ."

[صحیح] (أخرجه البخاری ج ۸ص۱۲۶)

(۷۰۷) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص تھا، جو اپنے عمل پر اعتماد و بھروسہ نہ رکھتا تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مرجاؤں تو مجھ کو لے جانا اور سمندر میں تیز ہوا کے دن بہا دینا۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو جمع کیا، پھر پوچھا: تجھے اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے جواب دیا: مجھے اس بات پر کسی دوسری چیز نے نہیں بلکہ آپ کے خوف نے آمادہ کیا، تو اللہ نے اس کی اس بات پر مغفرت کردی۔ (بخاری ۸/۱۲۶)

اپنے عمل پر اعتماد نہ تھا

(۷۰۸) عن حذیفة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰه ﷺ قال:

"كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلُكُمْ يُسِيْءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِأَهْلِهِ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِيْ ثُمَّ اذرونی فِي الْبَحْرِ، فَإِنَّ اللّٰهَ إِنْ

يَـقْـدِرُ عَلَيَّ لَمْ يَغْفِرْ لِـيْ قَالَ: فَأَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ فَتَلَقَّتْ رُوْحَهُ، قَالَ لَهُ: مَـا حَـمَـلَكَ عَـلٰـى مَا فَعَلْتَ قَالَ: يَا رَبِّ مَا فَعَلْتُ إِلَّا مِنْ مَخَافَتِكَ. فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ." [صحيح] (أخرجه النسائى ج٤ ص١١٣)

(٧٠٨) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص تھا جس کو اپنے عمل پر اعتماد نہ تھا جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا، پھر مجھ کو راکھ کردینا پھر میری راکھ سمندر میں بہادینا۔ اس لیے کہ اگر کہیں اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو میری مغفرت نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس سے ملاقات کریں اور پوچھیں کہ اس کو اِس نادانی پر کون سی بات نے آمادہ کیا۔ اس نے جواب دیا: اے میرے رب یہ عمل میں نے صرف آپ کے خوف سے کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔
(اخرجه النسائى ٤/١١٣)

(٧٠٩) قـال عـقبه لحذيفة رضی اللہ عنہ: ألا تـحـدثـنـا ماسمعت من النبى ﷺ ؟ قال: سمعته يقول:

"إِنَّ رَجُلًا حَـضَـرَهُ الْـمَـوْتُ، لَـمَّـا يَـئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصٰى أَهْلَهُ إِذَا مِتُّ فَـاجْـمَـعُـوْا لِـيْ حَطَبًا كَثِيْرًا ثُمَّ أَوْرُوْا نَارًا حَتّٰى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِيْ وَ خَلَصَتْ إِلٰى عَـظْـمِـيْ، فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْنِيْ فَذَرُوْنِيْ فِي الْيَمِّ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ أَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ: لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: خَشْيَتُكَ. فَغَفَرَ لَهُ."
[صحيح] (أخرجه البخارى ج٤ ص٢١٤)

(٧٠٩) ترجمہ: عقبہ رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی بات سناؤ تو، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: ایک شخص جب زندگی سے مایوس ہوگیا اور موت کا وقت آگیا تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کرنا، پھر اس میں آگ لگانا اور مجھ کو اس میں ڈال دینا، پھر جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور ہڈی بھی جل جائے اور میرے جسم کی راکھ رہ

جائے، تو اس کو لے کر آٹے کی طرح ریزہ ریزہ کر دینا اور پھر تیز آندھی کے دن کا انتظار کر کے شدید ہواؤں کے جھونکے میں راکھ کو اُڑا دینا، اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ پاک نے اس کے جسم کی تمام راکھ کو جمع فرمایا اور اس شخص سے پوچھا: تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے عرض کیا: یا اللہ تیرے خوف سے۔ اللہ پاک نے اس کی مغفرت کر دی۔

دجال کا فریب آگ و پانی

(۷۱۰) قال عقبة بن عمرو رضی اللہ عنہ لحذیفة رضی اللہ عنہ ألا تحدثنا ماسمعت من رسول اللّٰه ﷺ قال: إنی سمعته یقول:

"إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَ نَارًا، فَأَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ، وَ أَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ، فَنَارٌ تَحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَکَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَی أَنَّهَا نَارٌ فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ. قَالَ حُذَیْفَةُ: وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: إِنَّ رَجُلًا کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ أَتَاهُ الْمَلَکُ لِیَقْبِضَ رُوْحَهُ فَقِیْلَ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَیْرٍ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُ . قِیْلَ لَهُ. اُنْظُرْ. قَالَ: مَا أَعْلَمُ شَیْئًا غَیْرَ أَنِّیْ کُنْتُ أُبَایِعُ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا وَ أُجَازِیْهِمْ فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَ أَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ، فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ: وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا یَئِسَ مِنَ الْحَیَاةِ أَوْصٰی أَهْلَهُ إِذَا أَنَا مِتُّ فَاجْمَعُوْا لِیْ حَطَبًا کَثِیْرًا. وَ أَوْقِدُوْا فِیْهِ نَارًا حَتّٰی إِذَا أَکَلَتْ لَحْمِیْ وَ خَلَصَتْ إِلٰی عَظْمِیْ فَامْتَحَشَتْ فَخُذُوْهَا وَ اطْحَنُوْهَا وَ ثُمَّ انْظُرُوْا یَوْمًا رَاحًا فاذروه فِی الْیَمِّ، فَفَعَلُوْا، فَجَمَعَهُ فَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْیَتِکَ. فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ."

قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو:" وَ أَنَا سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ ذَاکَ وَ کَانَ نَبَّاشًا."

[صحیح] (أخرجه البخاری ج ٤ ص٢٠٥)

(۷۱۰) ترجمہ: عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے جو تم نے سنا ہے وہ ہم کو کیوں نہیں بتلاتے ہو، پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول

اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے۔ دجال لعین جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے۔ لوگ جس کو آگ سمجھ رہے ہوں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھ رہے ہوں گے وہ جلا دینے والی آگ ہوگی۔ دیکھ جس کسی کا دجال سے سابقہ پڑ جائے تو اپنے آپ کو جو آگ دکھلائی دے اس میں ڈال دے کہ وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ پہلی امت میں ایک شخص تھا، جب اس کے پاس فرشتہ آیا کہ اس کی روح قبض کرلے، تو فرشتہ نے اس شخص سے کہا: کیا تو نے کوئی نیکی بھی کی ہے؟ اس بندہ نے کہا: کہ مجھ کو یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نیکی بھی کی ہے۔ اس فرشتہ نے کہا: کہ خوب غور کرکے سوچ لے؟ اس بندہ نے جواب دیا: مجھے تو کچھ یاد نہیں آتا الاّ یہ کہ میں دنیا میں خرید وفروخت کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کے ساتھ اس معاملہ میں چشم پوشی کیا کرتا تھا کہ مالداروں کو (ادائیگی قیمت میں) مہلت دیتا تھا اور تنگدستوں کو معاف کردیا کرتا تھا (اس بندہ کی یہی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی) اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کردیا۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ بھی سنا ہے فرماتے تھے کہ جب ایک شخص کی موت کا وقت آیا اور زندگی سے مایوس ہوگیا تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت ڈھیر ساری لکڑیاں جمع کرنا، اور اس میں تیز آگ لگا دینا، حتیٰ کہ آگ جب میرے جسم کے گوشت کو جلا دے اور ہڈیوں کو بھی بھسم کردے کہ میں کوئلہ بن جاؤں تو پھر اس کو پیس ڈالنا اور تیز ترین آندھی کا انتظار کرنا۔ پھر ہوا میں مجھ کو اُڑا دینا۔ اس کے ساتھ لوگوں نے یہی معاملہ کیا۔ حق تعالیٰ نے اس کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: تو نے یہ حرکت کیوں کرائی؟ اس نے جواب دیا: کہ آپ کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔ عقبہ بن عمروؓ کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ وہ شخص کفن چور تھا۔ (مردوں کا کفن قبر سے دفن کے بعد چرالیا کرتا تھا اور مردوں کو ننگا ہی چھوڑ دیتا تھا)۔ (اخرجہ البخاری۔۴/۲۰۵)

میں نے تیری مغفرت کردی

(۷۱۱) عن أبی مسعود الأنصاری رضی اللہ عنہ و عن حذیفة رضی اللہ عنہ قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

”کَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلُکُمْ یَعْمَلُ بِالْمَعَاصِی، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِأَهْلِهِ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ، ثُمَّ ذَرُوْنِیْ فِی الْبَحْرِ فِیْ یَوْمٍ رِیْحٍ عَاصِفٍ. قَالَ: فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا . قَالَ: فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ یَدِهِ، قَالَ لَهُ: مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: خَوْفُکَ. قَالَ: فَإِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ.“

[صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج ٥ ص٣٨٣)

(۷۱۱) ترجمہ: ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اور حذیفہؓ دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص گناہوں میں مبتلا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: کہ جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا، پھر میری راکھ کر پیس دینا، پھر کسی دن تیز آندھی میں اس راکھ کو سمندر میں ڈال دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ شخص مرگیا تو اس کے ساتھ یہی کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے قدرت سے جمع کر کے قبضۂ دست قدرت میں لے لیا اور فرمایا: اس بات پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس بندہ نے عرض کیا: آپ کا خوف، حق تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیری مغفرت کردی۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۔۵/۳۸۳)

اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہیں مانتا تھا اس کی مغفرت ہوگئی

(۷۱۲) عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ:

”أَنَّ رَجُلًا لَمْ یَعْمَلْ مِنَ الْخَیْرِ شَیْئًا قَطُّ إِلَّا التَّوْحِیْدَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِأَهْلِهِ : إِذَا أَنَا مِتُّ فَخُذُوْنِیْ وَ أَحْرِقُوْنِیْ حَتّٰی تَدَعُوْنِیْ حُمَمَةً، ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ، ثُمَّ اذرونی فِی الْبَحْرِ فِیْ یَوْمٍ رَاحٍ قَالَ: فَفَعَلُوْا بِهِ ذٰلِکَ قَالَ: فَإِذَا هُوَ فِیْ قَبْضَةِ اللّٰهِ قَالَ: فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: مَخَافَتُکَ . قَالَ: فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ.“ [حسن] (أخرجه أحمد فی مسنده ج ١ ص٣٩٨)

(۷۱۲) ترجمہ: عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کوئی نیکی کبھی نہیں کی؛ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایک اکیلا لاشریک مانتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلا دینا، حتیٰ کہ جب میں کوئلہ ہوجاؤں تو پیس دینا، پھر راکھ کو تیز آندھی کے دن سمندر میں ڈال دینا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب وہ دست قدرت کی گرفت میں آ گیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اس بات پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس بندہ نے عرض کیا: یا رب آپ کا ڈر، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔ (اخرجہ احمد فی مسندہ۔ ۱/ ۳۹۸)

میرے بندہ کو سہولت دے دو جیسے وہ سہولت دیا کرتا تھا

(۷۱۳) عن أبی بکر الصدیق ؓ قال:

أصبح رسول اللّٰه ﷺ ثم جَلَسَ مکانه...... فذکر الحدیث وفی آخره: ثم یقول: "اُنْظُرُوْا فِی النَّارِ هَلْ مِنْ أَحَدٍ عَمِلَ خَیْرًا قَطُّ؟ قَالَ: فَیَجِدُوْنَ فِی النَّارِ رَجُلًا فَیُقَالُ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَیْرًا قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ: لَا غَیْرَ أَنِّیْ کُنْتُ أُسَامِحُ النَّاسَ فِی الْبَیْعِ، فَیَقُوْلُ: أَسْمِحُوْا لِعَبْدِیْ کَإِسْمَاحِهِ لِعَبِیْدِیْ، ثُمَّ یُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ رَجُلًا آخَرَ. فَیَقُوْلُ: هَلْ عَمِلْتَ خَیْرًا قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ :لَا غَیْرَ أَنِّیْ أَمَرْتُ وَلَدِیْ، إِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِیْ بِالنَّارِ ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ حَتّٰی إِذَا کُنْتُ مِثْلَ الْکُحْلِ فَاذْهَبُوْا إِلَی الْبَحْرِ فَذَرُوْنِیْ فِی الرِّیْحِ قَالَ: فَقَالَ اللّٰهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ؟ قَالَ: مِنْ مَخَافَتِکَ. قَالَ: فَیَقُوْلُ: اُنْظُرْ إِلٰی مُلْکِ أَعْظَمِ مُلْکٍ فَإِنَّ لَکَ مِثْلَهُ وَ عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ. قَالَ: فَیَقُوْلُ : لِمَ تَسْخَرُ بِیْ وَ أَنْتَ الْمَلِکُ فَذٰلِکَ الَّذِیْ ضَحِکْتُ مِنْهُ مِنَ الضُّحَی." [صحیح] (أخرجه أبو عوانة ج ۱ ص ۱۷۵)

(۷۱۳) ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز صبح میں رسول اللہ ﷺ بعد نماز اپنی جگہ ہی بیٹھے رہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو جہنم میں ایسا کوئی آدمی تو نہیں ہے، جس نے کبھی کوئی نیکی کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے کو جہنم

میں ایک آدمی ملے گا اس سے پوچھیں گے: کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کی تھی؟ وہ کہے گا: نیکی تو نہیں کی تھی؛ مگر میں خرید وفروخت میں لوگوں کے ساتھ سہولت وچشم پوشی سے کام لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندہ کو بھی اسی طرح سہولت ومعافی دیدو جیسے وہ میرے دوسرے بندوں پر معافی وسہولت دیا کرتا تھا۔ پھر دوزخ سے ایک دوسرے آدمی کو نکالا جائے گا۔ اس سے بھی فرشتے کہیں گے: تو نے کبھی کوئی نیکی کی تھی؟ وہ عرض کرے گا: نیکی تو نہیں کی تھی، مگر میں نے اپنے لڑکے سے کہا تھا: کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا پھر مجھ کو پیس دینا کہ جب میں سرمہ کی طرح ہوجاؤں تو اس کو سمندر کے کنارے لے جاکر ہوا میں اڑا دینا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟ وہ بندہ عرض کرے گا آپ کے خوف سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو ایک عظیم سلطنت وملک کا تصور کر تیرے لیے ایسی دس سلطنت وملک کا عطیہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بندہ عرض کرے گا: آپ کیوں میرا مسخرہ ومذاق اڑاتے ہیں، جبکہ آپ ملک وبادشاہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں چاشت کے وقت اسی بات سے ہنسا ہوں۔

کسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حسین شکل وصورت میں لایا گیا؟

(۷۱٤) عن بهز بن حكيم رضی اللہ عنہ عن أبيه عن جده قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ”كَانَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَ كَانَ لَا يَدِيْنُ لِلّٰهِ دِيْنًا، وَ أَنَّهُ لَبِثَ حَتّٰى ذَهَبَ مِنْهُ عُمُرٌ، وَ بَقِيَ عُمُرٌ، فَعَلِمَ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا فَدَعَا بَنِيْهِ فَقَالَ: أَيَّ أَبٍ تَعْلَمُوْنِيْ؟ قَالُوْا: خَيْرًا يَا أَبَانَا. قَالَ: فَإِنِّيْ لَا أَدُعُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَالًا هُوَ مِنِّيْ إِلَّا أَخَذْتُهُ مِنْكُمْ أَوْ لَتَفْعَلُنَّ مَا آمُرُكُمْ قَالَ: فَأَخَذَ مِنْهُمْ مِيْثَاقًا وَ رَبِّيْ. قَالَ: أَمَّا أَنَا إِذَا مِتُّ فَخُذُوْنِيْ فَاحْرِقُوْنِيْ بِالنَّارِ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ حُمَمًا فَدَقُّوْنِيْ ثُمَّ اذرونى فِي الرِّيْحِ. قَالَ: فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ بِهِ وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ! حِيْنَ مَاتَ فَجِيْئَ بِهِ أَحْسَنَ مَا كَانَ قَطُّ، فَعُرِضَ عَلٰى رَبِّهِ فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى النَّارِ؟ قَالَ خَشْيَتُكَ يَا رَبِّ. قَالَ: إِنِّيْ أَسْمَعُكَ لَرَاهِبًا قَالَ: فَتِيْبَ عَلَيْهِ.“ [صحیح] (أخرجه الدارمي في سننه، ج۲ص۳۳۰)

(۷۱۴) ترجمہ: بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اللہ کے دین پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں چلتا تھا۔ وہ دنیا میں رہا جب اس کی عمر ختم ہونے کے قریب ہوگئی اور تھوڑی عمر بچ گئی، تو اس کو یقین آگیا کہ اس نے اپنی نجات کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ نہیں بھیجا ہے۔ تو اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور سوال کیا کہ بتلاؤ میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ لڑکوں نے جواب دیا: آپ ہمارے بہت ہی بھلے اچھے باپ تھے، اس نے کہا: دیکھو، میں تم میں سے کسی کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑوں گا؛ مگر یہ کہ میں تم لوگوں سے اس کو چھین لوں گا، لے لوں گا الاّ یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں تم اس کو پورا کروگے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے لڑکوں سے خوب پختہ عہد و میثاق لیا، رب کی قسم، دیکھو جب میں مر جاؤں تو مجھ کو آگ میں جلا دینا، جب میں کوئلہ بن جاؤں تو مجھ کو کوٹ پیس لینا، پھر ہوا میں اڑا دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لڑکوں نے اس کے ساتھ یہی کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم جب اس کا انتقال ہوا تو اب اس کو اللہ کے سامنے اتنے حسین شکل میں لایا گیا کہ وہ اتنا کبھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تو نے اپنے آپ کو آگ میں جلانے کو کیوں کہا تھا؟ اس بندہ نے جواب دیا: آپ کا خوف یا رب! حق تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیرے لیے سنا ہے کہ تو ڈر گیا۔ تو رحمت اس پر متوجہ ہوگئی۔

(اخرجہ الدارمی فی سننہ۔ ۲/ ۳۳۰)

تو ڈر گیا تو میری رحمت متوجہ ہوگئی

(۷۱۵) بهز بن حكيم بن معاوية رضی اللہ عنہ عن أبيه عن جده قال: سمعت نبی اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم يقول:

"إِنَّهُ كَانَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ: أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَّ وَلَدًا، فَكَانَ لَا يَدِيْنُ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى دِيْنًا، فَلَبِثَ حَتّٰى إِذَا ذَهَبَ مِنْهُ عُمُرٌ تَذَكَّرَ فَعَلِمَ أَنَّهُ لَنْ يَبْتَئِرَ عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى خَيْرًا، دَعَا بَنِيْهِ فَقَالَ: أَيُّ أَبٍ تَعْلَمُوْنِيْ؟ قَالُوْا: خَيْرَهُ يَا أَبَانَا. قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَدُعُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَالًا هُوَ مِنِّيْ إِلَّا أَنَا آخُذُهُ مِنْهُ، وَ

لَتَفْعَلُنَّ بِیْ مَا آمُرُکُمْ قَالَ: فَأَخَذَ مِنْھُمْ مِیْثَاقًا وَ رَبِّیْ. فَقَالَ: إِمَّا لَا، فَإِذَا أَنَا مِتُّ فَأَلْقُوْنِیْ فِی النَّارِ حَتّٰی إِذَا کُنْتُ حُمَمًا فَدَقُّوْنِیْ قَالَ: فَکَأَنِّیْ اَنْظُرُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ ھُوَ یَقُوْلُ بِیَدِہٖ عَلٰی فَخِذِہٖ ثُمَّ اذرونی فِی الرِّیْحِ لَعَلِّیْ أَضِلُّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی. قَالَ: فَفَعَلُوْا ذٰلِکَ بِہٖ وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ حِیْنَ مَاتَ، فَجِیْئَ بِہٖ فِیْ أَحْسَنِ مَا کَانَ قَطُّ، فَعُرِضَ عَلٰی رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فَقَالَ: مَا حَمَلَکَ عَلَی النَّارِ، قَالَ: خَشْیَتُکَ یَا رَبَّاہُ قَالَ: إِنِّیْ أَسْمَعُکَ لَرَاھِبًا فَتِیْبَ عَلَیْہِ.“

[صحیح] (أخرجہ أحمد ج٥ص٥)

(۷۱۵) ترجمہ: حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں ایک بندہ تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے مال واولا د دیا تھا؛ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر نہیں چلتا تھا۔ وہ یونہی زندگی گزارتا رہا، جب عمر کا ایک حصہ گزر گیا اور تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تو اس کو آخرت کی یاد آئی، تو یقین ہوگیا کہ اس نے اپنے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ نہیں بھیجا ہے۔ تو لڑکوں کو بلایا اور کہا: کہ بتلاؤ میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ لڑکوں نے جواب دیا: آپ ہمارے بھلے باپ تھے۔ اس نے کہا: دیکھو اللہ کی قسم میں اپنا مال تم لوگوں میں سے کسی کے پاس نہیں چھوڑوں گا؛ مگر یہ کہ میں لے لوں گا۔ ہاں! جو میں حکم کر رہا ہوں اگر تم اس کو پورا کرو گے تو ٹھیک۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے لڑکوں سے پختہ عہد و میثاق لیا اور رب کی قسم۔ دیکھو جب میں مر جاؤں تو مجھ کو آگ میں ڈال دینا اور جب جل کر کوئلہ بن جاؤں تو کوٹ پیس دینا۔

راوی کہتے ہیں: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ یہ بات بیان کر رہے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے ران پر ہاتھ مل کر بتلا رہے ہیں۔ پھر مجھے ہوا میں اڑا دینا، اس طرح میں اللہ تعالیٰ سے کھو جاؤں گا۔ رب محمد ﷺ کی قسم جب وہ مر گیا، تو لڑکوں نے یہی کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے پاس اتنی خوبصورت و حسین شکل میں لایا گیا کہ کبھی ایسا وہ زندگی میں نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو آگ

میں کیوں جلوایا؟ اس نے کہا: آپ کا ہی خوف یا رباہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیرے لیے سنا کہ تو ڈر گیا تو اس پر رحمت متوجہ ہوگئی۔ (اخرجہ احمد۔۵/۵)

کبھی نادانی کی حرکت رحمت کا وسیلہ بن جاتی ہے

پہلی اُمت کے ایک شخص کا حال بتایا گیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب وعقاب سے بچنے کے لیے ایک ایسی وصیت کی جس کا تعلق محض نادانی ولاعلمی تھی، اگر اس کے علم میں ہوتا کہ خالق کو اعادہ میں کچھ نہیں کرنا کہ جب معدوم کو وجود دیکر، موجود کر دیتا ہے تو پھر موجود کو اُٹھالینا کیا مشکل ہے، مگر وہ مسکین قدرت وقوتِ الٰہی سے ناواقف تھا، اور جہالت کی وصیت کر گیا، بچوں نے بھی اس کی تعمیل کی اور بالآخر بارگاہ ربّ العزّت میں اس کو حاضر کر دیا گیا، اوراب سوال ہوا کہ یہ سب تم نے کیوں کیا تھا، ظاہر سی بات ہے صفائی وسچائی سے اس بندہ نے عرض کر دیا کہ ربّا تیرے عذاب وعقاب کا خوف تھا، قدرت نے بھی اس کے اس خوف کو رحمت میں بدل دیا اوراس کی مغفرت ہوگئی۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ شخص کفن چور تھا، جیسا کہ عقبہ بن عمرؓ کا قول ہے۔ اوراسی روایت میں ہے کہ وہ ایک تاجر تھا، جو تنگدستوں کو معاف کر دیتا تھا اور مالداروں کو مہلت دیدیا کرتا تھا، بہرحال قدرت نے اپنی رحمت میں جگہ دیدی اور بندہ جس عذاب سے ڈرتا تھا اس سے اس کو نجات مل گئی۔ بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت جو صحیح ابوعوانہ میں آئی ہے کہ حق جل مجدہ اس سے فرمائیں گے دنیا میں کسی بڑے بادشاہ کے ملک کی نشاندہی کرو میں اس کے ملک و سلطنت سے دس گنا زیادہ بڑی سلطنت یعنی جنت دوں گا، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا نعیمًا و ملکًا کبیرًا ، اللہ تعالیٰ جنت میں ملک کبیر عطا کریں گے۔ ویسا شخص جس کو ابھی تک عذاب وعقاب کا خوف تھا، جہنم ودوزخ سے بچنے کی تدبیر کے لیے نادانی کی وصیت کر چکا تھا اب حق تعالیٰ کی عنایتِ بے نہایت دیکھ کر کہے گا ربّا آپ تو کم ازکم میرا مذاق ومسخرہ نہ کریں ۔ جبکہ آپ شہنشاہ ہیں، شہنشاہ کو مناسب نہیں کہ بندہ کا مذاق وسخریہ کرے، یہ نقل کر کے رسول اللہ ﷺ خوب ہنسے۔ اللہ ہمارے رسول ﷺ کو ہمیشہ ہنستا رکھے!

كِتَابُ الْجَنَّةِ
جنت کا تفصیلی بیان

باب : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ ......

(٧١٦) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

(السجدة:١٧)

[صحیح] (أخرجه الحمیدی فی مسنده ج ٢ / ١١٣٣)

صالحین کو ایسی جنت جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

(۷۱۶) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: میں نے اپنے صالحین بندوں کے لیے ایسی جنت تیار کی ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا کوئی تصور قائم ہوسکتا ہے۔ چاہو تو پڑھ لو۔

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدة:١٧)

سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانۂ غیب میں موجود ہے۔ یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔ (اخرجہ الحمیدی فی مسندہ۔۲/۱۱۳۳)

(٧١٧) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

”قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ

رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ.

قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: اِقْرَءُ وْ إِنْ شِئْتُمْ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (السجدة:١٧)

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٦ ص ١٤٥)

(۷۱۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک وصالحین بندوں کے لیے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ایسا سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے جی میں اس کا خیال گزرا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر چاہو تو پڑھو:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (السجدة:١٧)

سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے موجود ہے۔ (اخرجہ البخاری۔۶/۱۴۵)

(٧١٨) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَ لَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ."

[صحيح] (اخرجه مسلم ج ٤ ص ٢١٧٤)

(۷۱۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے اپنے نیک صالحین بندوں کے لیے ایسی آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے جی میں اس کا خیال وتصور گزرا۔ ان کے لیے جو چھپا رکھا ہے ان کو چھوڑو۔ وہ اس کے علاوہ ہیں جن کی تم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع وآگاہی دے دی ہے۔ (اخرجہ مسلم۔۴/۲۱۷۴)

(٧١٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أَطْلَعَکُمُ اللّٰہُ عَلَیْهِ. ثُمَّ قَرَأَ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

(السجدة:١٧)

[صحيح] (اخرجه البخاری ج ٦ ص١٤٥)

(۷۱۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک وصالحین بندوں کے لیے جوآخرت میں تیار کررکھا ہے اس کوکسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، نہ کسی انسان کے جی میں اس کا خیال وتصور آیا۔ان کے لیے غیب میں جو چھپا رکھا ہے اس کو چھوڑو، وہ تو اس کے علاوہ ہیں جوتم کو اطلاع دیدی گئی ہے۔

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدة:١٧)

سوکسی شخص کوخبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے، یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔(اخرجہ البخاری۔۶/۱۴۵)

جنتی درخت کا سایہ سوسال تک ختم نہ ہوگا

(٧٢٠) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ. وَ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدة:١٧)

وَ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا وَ

اقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ:

﴿ وَ ظِلٍّ مَّمْدُودٍ﴾ (الواقعة: ٣٠)

وَ مَوْضَعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ:

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتٰعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران:١٨٥)"

[صحيح] (أخرجه الترمذی جلد ٥/٣٢٩٢)

(٢٠٧) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے نیک وصالحین کے لیے غیب میں ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال وتصور گزرا۔ اور چاہو تو پڑھو:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدة:١٧)

سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانۂ غیب میں موجود ہے، یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔

اور جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سو سال تک آدمی چلتا ہی جائے گا مگر اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ چاہو تو اس کی تصدیق میں پڑھو

﴿ وَ ظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴾ (الواقعة : ٣٠) اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔

اور جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ (اگر کسی کو مل گئی تو وہ) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔ چاہو تو قرآن کی آیت پڑھو:

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتٰعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران:١٨٥)

تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا،

اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں؛ مگر صرف دھوکے کا ایک سودا ہے، یعنی اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں وہ تو صرف آخرت ہے۔ (اخرجہ الترمذی۔۵/۳۲۹۲)

اَن دیکھی واَن سنی نعمتیں، آنکھ کی ٹھنڈک

حق جل مجدہ نے اپنی مخلوق میں سے جو مطیع وفرماں بردار ہیں ان کے لیے ایک دارِ ضیافت، دارِ کرامت، دارِ شرافت، دارِ عزت، دارِ سلام بنایا ہے، جس کا نام جنت رکھا، جہاں ماننے والوں کو رکھا جائے گا، اور ان لوگوں کو ربّ العزّت کی جانب سے جی چاہی خواہشات وتمنا اور آرزوؤں کو پورا کیا جائے گا، کسی قسم کی پابندی نہ ہوگی من چاہی آزادی ہوگی، جو چاہیں، جس طرح چاہیں، جیسا چاہیں، جس وقت چاہیں، جس قسم کا چاہیں، خواہشات کو پورا کریں۔ الغرض یہ ربّ العزّت کی جانب سے عزت وکرامت کا اعزاز واکرام ہوگا۔ صحیح بات ہے کہ وہاں جاکر ہی اس کا اندازہ ہوگا، دنیا میں نہ ہمیں اس کے تاب کی صلاحیت ہے نہ ہی ان نعمتوں کے دید کی قوت اور نہ ہی ان نعمتوں کا تصور وخیال گوشۂ دل میں آسکتا ہے، اسی کو حدیث میں بتلادیا گیا کہ آنکھ نے دیکھا نہیں، کان نے سنا نہیں، دل پر اس کا خیال آسکتا نہیں۔ اس کا سیدھا سادہ مفہوم یہ ہوا کہ قیامت تک دنیائے انسانیت حسن وجمال، دیدۂ زیب، نت نئے ایجادات کے ذریعہ فن تعمیرات میں، نمائش وزیبائش میں، اور حسن مناظر کی گل کاری وکشیدہ کاری میں، محیر العقول ڈیزائننگ میں جو کچھ بھی فن کا مظاہرہ کرسکتی ہے کرلے، حق تعالیٰ کی جنت اس کے مقابلہ میں خالق کی تزئین ونمائش ہوگی، جس کا تصور بھی انسان دنیا میں نہیں کرسکتا، صرف ایک گوشۂ تعمیرات میں نہیں بلکہ وہاں کی ہر نعمت اس طرح ہوگی۔ سچ ہے کیا کیا ہوگی دل سوچ بھی نہیں سکتا، ان چیزوں کو قیامت تک انسانیت نے دیکھا بھی نہیں، اور ان کا تذکرہ کانوں نے سنا ہی نہیں، اسی لیے ربّا نے ہم کو بلایا ہے کہ سابقوا وسارعوا سبقت کرو جلد تیز قدم جنت کی طرف جاؤ (اللہ تعالیٰ ہی ہم کو لے جائیں گے) مگر میرے دوستو، سبقت کیا ہے قرآن مجید نے مختلف مقامات پر صفاتِ سبقت بتلائی ہیں، ان پر اپنی زندگی کو ڈالیے، ان اعمال کا خوگر نفس وجان کو بنائیے، ان ہی اعمال

میں سے ایک عمل ہے رات کو اپنی خواب گاہوں سے ہٹ کٹ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اس جنت کے حصول کی التجا و فریاد کرنا، رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا حدیث قدسی میں صالحین کی صفات میں آیا ہے، اور انہیں صالحین کے لیے حدیث قدسی میں فضیلت آئی ہے جو آپ نے ابھی پڑھی۔ اور اسی کو حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿فَـلَا تَـعْـلَمُ نَـفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِـمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے، ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔ (شیخ الہندؒ)

راتوں کی عبات کا انعام

جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انھوں نے بے ریا عبادت کی، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں، جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی، کانوں نے سنی نہ کسی بشر کے دل میں گزری۔ (تفسیر عثمانی)

جنتیوں کی حوریں

حضرت عامر بن عبدالواحدؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری چیز کی طرف اس کا التفات ہی نہ ہوگا، پھر جو دوسری طرف التفات ہوگا تو دیکھے گا کہ پہلی سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد بھی پوری ہوگی، یہ کہے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی میں مزید میں سے ہوں، اب یہ سراپا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا پھر ستر سال تک دوسری طرف دیکھے گا بھی نہیں، اتنی مدت کے بعد پھر جو اس کا التفات دوسری جانب ہوگا تو دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے، وہ کہے گی اب وقت آ گیا کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو، یہ پوچھے گا تم

کون ہو؟ وہ جواب دے گی میں ان میں سے ہوں جن کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے، حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتے جنتیوں کے پاس دنیا کے دن کے اندازے سے ہر دن میں تین تین بار جنت عدن کے الٰہی و ربّانی تحفے لے کر جائیں گے جوان کی جنت میں نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر/گلدستہ ۴۵۲/۵)

جنت میں درخت کا سایہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو سال تک آدمی چلتا ہی جائے گا، مگر اس کا سایہ ختم نہ ہوگا، چاہو تو اس کی تصدیق میں قرآن کی آیت پڑھو۔ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور سایہ لمبا۔

جنت کا موسم

یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی، نہ اندھیرا ہوگا صبح کے اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

جنت کا ایک درخت

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں گھوڑے کا سوار سو برس چلنے کے بعد بھی اس کو طے نہیں کر سکے گا اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو وَظِلٍّ مَّمْدُوْد.

ہناد بن سرمدی نے الزہد میں یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی اطلاع کعب کو پہنچی تو انھوں نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا، اگر کوئی شخص پنج سالہ یا چار سالہ اونٹ پر سوار ہوکر اس درخت کے گرد چکر لگائے تو بوڑھا ہونے تک اس کا چکر پورا نہ کر سکے گا، اور گر جائے گا، اللہ نے اپنے ہاتھ سے اس کو بویا ہے

اوراس کی ٹہنیاں جنت کے احاطہ کے باہر تک چھائی ہوئی ہیں۔ جنت کے اندر جو دریا ہے وہ اسی درخت کی جڑ سے نکلا ہے۔

بغوی نے بروایت عکرمہ رضی اللہ عنہ وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جنت کے اندر ساق عرش پر ایک درخت ہے اہل جنت اس کی جڑ کے پاس بیٹھ کر باتیں کریں گے اور بعض لوگ دنیوی کھیل کے خواہش مند ہوں گے، اس وقت اللہ جنت کی ایک ہوا بھیج دے گا، جس سے وہ درخت حرکت میں آجائے گا اور اس سے دنیا کے ہر کھیل کی آوازیں نکلیں گی۔ (تفسیر عثمانی)

جو جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا اس کا تو کام بن گیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر جنت میں ایک کوڑا رکھنے کے برابر بھی جگہ مل گئی تو دنیا و مافیہا سے اس کے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم چاہو تو قرآن کی آیت پڑھو ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ الخ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا، اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی۔
(شیخ الہندؒ)

اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہوسکتی

یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے، جس پر مفتون ہوکر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہوجاتے ہیں، حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے، جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔

تنبیہ: آیت میں ان بعض متصوفین کا بھی رد ہوگیا جو دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ہمیں نہ جنت کی طلب نہ دوزخ کا ڈر، معلوم ہوا کہ دوزخ سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہوجانا ہی اصل کامیابی ہے، کوئی اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہوسکتی۔

وفی الحدیث نُذْنِدَن ،اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ہم سب کو بھی یہ کامیابی عنایت فرمائے آمین۔(تفسیر عثمانی)

'جنت' صالحین کے لیے گہوارہ

(۷۲۱) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ."

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی الصغیر ج ۱ ص ۲۶)

(۷۲۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:میں نے اپنے نیک وصالح بندوں کے لیے ایسی جنت تیار کررکھی ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا،اور نہ ہی کسی کے دل پر اس کا انکشاف ہوا۔

اس حدیث میں حق جل مجدہ اپنے نیک وصالح مؤمن بندوں کو مژدہ اور پیغام مسرت سنارہے ہیں کہ: دیکھو! تم جو پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتے ہو،گرمی کے دنوں میں بھوک و پیاس کی حالت میں روزے رکھتے ہو،اور محنت وپسینہ کی کمائی سے حق جل مجدہ کے امتثال حکم کے لیے گھر بار کو چھوڑ کر دیوانہ وار، رمل واضطباع کے لیے دوڑ پڑتے ہو اور دیارحرم میں جھوم جھوم کرعظمت وجلال کے نغمے گنگناتے پھر رہے ہوتے ہو۔اس کی جزاء کیا ہے،تم جانتے ہو؟ اس کی جزا وہ جنت ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خیال وگمان گزرا۔

مولانا رومیؒ کی ایک مثال

مولانا عارف باللہ جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ:"انسان جب مادرِرحم میں تھا اور اس کی غذا حیض کا خون تھا اور تنگ وتاریک کوٹھری اس کا مسکن تھا۔اگر ان سے جا کر

کوئی کہتا کہ دیکھو جب تم اس دم طمٹ کو چھوڑ دو گے تو تم کو نہایت عمدہ، خوش رنگ اور خوش ذائقہ لطیف و پاک غذا ملے گی۔ اور جب تم اس تنگ و تاریک کوٹھری کو چھوڑ دو گے تو تم کو باہر وسیع ترین سبز و شاداب زمین اور کواکب و نجوم سے مزین اور شمس و قمر سے منور نیلگوں آسمان نظر آئے گا؛ جس کی وسعت سے تمہارے اس حجرے کی نسبت ایک اور ایک کروڑ کی بھی نہ ہوگی، اور ایسی پُر کیف و پُر بہار زندگی کہ، تم اس زندگی کو یاد بھی نہ کرو گے تو شاید مادرِ رحم میں انسان اس بات کو باور نہ کرے، بالکل اسی طرح عالم آخرت کی جنت کو دنیا کے ساتھ سمجھو! کہ تم ابھی جنت کی نعمتوں کو سوچ ہی نہیں سکتے ہو مگر جب وہاں پہنچ جاؤ گے تو یہ دنیا کی نعمت تم کو شاید یاد لانے پر بھی یاد نہ آئے۔ جس طرح کہ مادرِ رحم کی زندگی تم کو اب یاد نہیں آتی ہے اور نہ ہی تم سوچتے ہو۔

باب : لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ خَلَقَ فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ

باب: جنت عدن کا تعارف

(٧٢٢) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"لَـمَّا خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ خَلَقَ فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَ لَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، ثُمَّ قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ. فَقَالَتْ: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ."

[ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ١١/ ١١٤٣٩)

(۷۲۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حق تعالیٰ نے 'جنت عدن' کو پیدا فرمایا تو اس میں ایسی ایسی نعمتیں پیدا فرمائیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا تصور و خیال گزرا، پھر ارشاد ہوا: اے جنت کچھ تو کہہ! جنت نے کہا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ مومن کامیاب ہوگئے۔

نوٹ: ابن عساکر کی روایت میں اتنا اضافہ ہے، "انا حرام علی کل بخیل" میں بخیل و مغرور پر حرام کردی گئی ہوں۔

جنت کی ایک اینٹ سونے کی، ایک اینٹ چاندی کی

(٧٢٣) للطبرانی والبزار من حدیث أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ:

"قَالَ : خَلَقَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی الْجَنَّةَ لَبِنَةً مِنْ ذَهَبٍ وَ لَبِنَةً مِنْ فِضَّةٍ وَ مِلَاطُهَا الْمِسْکُ وَ قَالَ لَهَا : تَکَلَّمِیْ، فَقَالَتْ : قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. فَقَالَتِ الْمَلَائِکَةُ : طُوْبٰی لَکِ مَنْزِلَ الْمُلُوْکِ." [صحیح] (کما فی الترغیب ج۴، ص:۹۵۱)

(۷۲۳) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی لگائی، اس کا گارا چنائی کے لیے مسک رکھا، اورحق تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: بولو، کچھ کہو، تو جنت بول اٹھی "قد افلح المؤمنون" یقیناً مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی۔ یہ جواب سن کر فرشتوں نے عرض کیا: اے جنت! مبارک ہو تجھے، خوش نصیبی ہے تیری کہ تو ٹھکانہ ہے ملوک یعنی مومنین وصالحین کا۔ (الترغیب۔۴/۹۵۱)

(٧٢٤) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ، وَ غَرَسَ أَشْجَارَهَا بِيَدِهِ فَقَالَ لَهَا: تَکَلَّمِیْ، فَقَالَتْ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

[ضعیف] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج ٢ ص٣٩٢)

(۷۲۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے، اللہ پاک نے جنتِ عدن کو پیدا فرمایا اوراس کے درختوں کو اپنے ہاتھ سے لگایا، اورارشادفرمایا: اے جنت باتیں کر، جنت بول پڑی: قد افلح المؤمنون تحقیق کہ مومن کامیاب ہوگئے۔

(٧٢٥) و قال بن أبی الدنیا......:

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهِ لَبِنَةً مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ، وَ لَبِنَةً مِنْ يَاقُوْتَةٍ

حَمْرَاءَ،وَ لَبِنَةً مِنْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ، وَ مِلاطُهَا مِسْكٌ حَشِيْشُهَا الزَّعْفَرَانُ، حَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ، تُرَابُهَا الْعَنْبَرُ، ثُمَّ قَالَ لَهَا: اِنْطِقِيْ. قَالَتْ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَا يُجَاوِرُنِيْ فِيْكَ بَخِيْلٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

﴿وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۹)

[ضعيف جداً] (كما فى الترغيب ج ٤ ص٩٥٢، وإسناده نقلاً عن الدكتور هراس)

(۷۲۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی، ایک اینٹ سرخ یاقوت کی، ایک اینٹ سبز زبرجد کی، گارا اس کا مسک، گھاس زعفران، کنکر اس کا لولو (موتی)، مٹی اس کی عنبر۔ پھر اس سے کہا: کچھ بول۔ جنت بول اٹھی: قد افلح المؤمنون تحقیق کہ مومن کامیاب ہوگئے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: مجھ کو عزت وجلال کی قسم! میں تیرے قریب بھی بخیل کو ہونے نہیں دوں گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۹)

اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (الترغیب۔۴/۹۵۲)

جنت عدن بول اُٹھی کہ مومنین کامیاب ہوگئے

حق جل مجدہ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، تحقیق کے مومنین کامیاب ہوگئے یہ پہلی آیت سورہ مومنون کی ہے، اسی آیت کے بعد قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے مومنین کے صفات کی تفصیل بتلائی ہے۔ یعنی

(۱) نماز میں خشوع، (۲) لغو وفضول، لایعنی و بکواس سے دور رہنا۔ (۳) زکوٰۃ (اعمال و اخلاق کا تزکیہ)۔ (۴) شرمگاہ کی حفاظت (حلال میں ملامت نہیں)

(۵) امانت کی حفاظت (۶) عہد و پیمان کی نگرانی۔(۷) نماز کی پابندی، ایسے ہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔

آپ نے ابھی حدیث میں پڑھا کہ حق جل مجدہ نے جب جنت بنائی تو اس سے بولنے کو کہا گیا تو جنت نے کہا کہ مومنین کامیاب ہوگئے، یعنی جن میں جنتی صفات واخلاق ہوں گے وہ یقیناً کامیاب و کامران ہیں، پھر حق جل مجدہ نے فرمایا کہ بخیل کو اے جنت تیرے قریب ہونے نہ دوں گا، ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ سخی اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب، لوگوں سے قریب، اور جہنم سے دور، اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب، العیاذ باللہ پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

کامیاب لوگ

یعنی بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کی توفیق و دست گیری نے ان کے دل کے لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لیے کہاں ایثار کرسکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کب خوش ہوتا ہے؟ (تفسیر عثمانی)

﴿وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ نفس کو مال سے محبت اور خرچ کرنے سے نفرت ہوتی ہے، اسی محبت و نفرت کا اس پر غلبہ رہتا ہے جو لوگ نفس کے ان تقاضوں کے خلاف عمل کرتے ہیں وہ ہی حقیقت میں فلاح یاب ہیں۔

شح اور بخل کا معنی

شح کا معنی ہے بخل اور حرص (قاموس) جوہری نے صحاح میں شح کا معنی لکھا ہے بخل مع حرص۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ علماء کے نزدیک شح اور بخل میں فرق ہے ایک شخص نے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میں تباہ ہو جاؤں گا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا بات ہے یہ اندیشہ تم کو کیسے ہے اس شخص نے عرض کیا میں سن رہا ہوں کہ اللہ فرما رہا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور میں انتہائی بخیل ہوں، میرے ہاتھ سے کوئی چیز نکل نہیں پاتی، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا یہ وہ شح نہیں ہے جس کا ذکر اللہ نے فرمایا ہے، شح تو یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا مال ناجائز طور پر کھا جاؤ، ہاں یہ بخل ضرور ہے اور بخل بھی بری چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنا مال روک کر رکھے تو یہ شح نہیں ہے شح تو یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو (ناجائز طور پر) آدمی لالچ کی نظر سے دیکھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شح (کا معنی) یہ کہ آدمی حرام مال حاصل کرے اور زکوٰۃ نہ دے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ شح کا معنی ہے ایسی شدید حرص جو ممنوعات کے ارتکاب کا موجب ہوتی ہے۔

ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس چیز (کو لینے) کی اللہ نے ممانعت کر دی ہے اس کو نہ لے اور جس چیز کو دینے کا حکم دیا ہے اس کو روک رکھنے کا موجب بخل نہ ہو، ایسے آدمی کو شح نفس سے محفوظ کہا جائے گا (یعنی شح نفس سے بچنے کا مفہوم ہے)۔

شح سے بچو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم کرنے سے پرہیز رکھو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم تاریکیاں ہو (جائے) گا اور شح سے بچو، شح نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا، اسی کے باعث انھوں نے آپس میں خون ریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنایا۔ (رواہ مسلم واحمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا، کہ اللہ کی راہ میں (اُٹھتا ہوا) غبار اور (دوزخ کا) دھواں کسی بندہ کے جوف میں کبھی یکجا نہ ہوگا، (یعنی جس مجاہد کے دماغ میں جہاد میں اٹھتا ہوا غبار پہنچ جائے گا اس کے دماغ میں دوزخ کا دھواں نہیں جائے گا) اور کسی ایک بندہ کے دل میں کبھی شح اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے (یعنی شح

تقاضائے ایمان کے خلاف ہے) (رواہ البغوی وکذا رواہ النسائی (تفسیر مظہری)

حرص، بخل اور ظلم سے بچو

مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگو ظلم سے بچو، قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا، لوگو بخیلی اور حرص سے بچو، یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کردیا، اسی کی وجہ سے انھوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنالیا، اور یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو، اللہ تعالیٰ فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے۔ حرص اور بخیلی کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی کے باعث اگلوں نے ظلم کیے، فسق و فجور کیے اور قطع رحمی کی، ابوداؤد وغیرہ میں ہے اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح بخیلی اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے یعنی راہ حق کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہوگیا اور جس کے دل میں بخیلی نے گھر کرلیا اس کے دل میں ایمان کے رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ایک شخص نے کہا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ میں تو ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے کہ جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچادیا گیا اس نے فلاح پائی اور میں تو مال کو بڑا روکنے والا ہوں خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے آپ نے فرمایا اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے، ہاں بخیلی بمعنی کنجوسی بھی بہت بری چیز ہے۔ (ابن ابی حاتم)

حرص سے تحفظ ہر جرم سے تحفظ ہے

حضرت ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ ، اے اللہ مجھے میرے نفس کی حرص و آرزو سے بچالے، آخر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہوگیا تو پھر نہ زنا کاری ہو

سکے گی اور نہ چوری نہ کوئی اور برا کام، اب جب میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (ابن کثیر، گلدستہ ۷/۱۰۵)

عام ضابطہ

حضرات انصارؓ کے ایثار اور اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کا ذکر کرنے کے بعد عام ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ گئے تو اللہ کے نزدیک وہ ہی فلاح و کامیابی پانے والے ہیں۔

شح کے متعلق احکام

لفظ شح اور بخل تقریباً ہم معنی ہیں لفظ شح میں کچھ مبالغہ ہے کہ بہت شدید بخل کو کہا جاتا ہے، بخل و شح اگر حقوقِ واجبہ میں کیا جائے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں جیسے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، عشر، قربانی وغیرہ کہ ان کی ادائیگی میں بوجہِ بخل کے کوتاہی کرے، یا انسانوں کے حقوق واجبہ ہوں جیسے اہل وعیال کا نفقہ یا اپنے حاجت مند والدین اور عزیزوں کا نفقۂ واجبہ جو بخل ان حقوق واجبہ کی ادائیگی سے مانع ہو وہ قطعاً حرام ہے، اور جو امورِ مستحبہ اور فضائلِ انفاق سے مانع ہو وہ مکروہ و مذموم ہے۔ اور جو محض رسمی چیزوں میں خرچ سے مانع ہو وہ شرعاً بخل نہیں۔

بخل و شح اور دوسروں پر حسد ایسی مذموم خصلتیں ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کی بڑی مذمت آتی ہے، اور جو ان سے بچ جائے اس کے لیے بڑی بشارت ہے، حضرات انصار کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان میں ان کا بخل وحسد سے بری ہونا واضح ہے۔

کینہ وحسد سے پاک ہونا جنتی ہونے کی علامت ہے

ابنِ کثیرؒ نے بحوالہ امام احمدؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے، چنانچہ ایک صاحب انصار میں

سے آئے جن کی داڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لیے ہوئے تھے، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اسی حالت کے ساتھ سامنے آیا، تیسرے روز پھر یہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اپنی مذکورہ حالت میں داخل ہوا، جب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ گئے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس شخص کے پیچھے لگے (تاکہ اس کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دیدیں، انھوں نے منظور فرمالیا، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں ان کے ساتھ گزاریں، تو دیکھا کہ رات کو تہجد کے لیے نہیں اٹھتے، البتہ جب سونے کے لیے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح کی نماز کے لیے اٹھ جاتے تھے، البتہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کو زبان سے بجز کلمۂ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا، جب تین راتیں گزر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا، لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے تین روز تک یہ سنتا رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے اور اس کے تینوں دن آپ ہی آئے، اس لیے میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی، مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا، تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا، انھوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے، میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے بلا کر کہا کہ ہاں ایک بات ہے کہ ”میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ اور برائی نہیں پاتا، اور کسی پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطا فرمائی ہو، عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے۔“

ابنِ کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس کو نسائی نے بھی عمل الیوم واللیلة

میں نقل کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح علی شرط الشیخین ہے''۔(معارف القرآن)

نمّام (چغل خور) کو جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا

(۷۲۶) و للشیرازی فی الألقاب عن أنس رضی اللہ عنہ:

''إنّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الْجَنَّةَ جَعَلَ غَرْسَهَا؛ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ لَهَا: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، تَكَلَّمِيْ يَا جَنَّتِيْ! قَالَتْ: أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَدْ سَعِدَ مَنْ دَخَلَنِيْ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: بِعِزَّتِيْ حَلَفْتُ وَ بِعُلُوِّيْ عَلٰى خَلْقِيْ لَا يَدْخُلُكِ مُصِرٌّ عَلَى الزِّنَا، وَ لَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ لَا قَتَّاتٌ وَ هُوَ النَّمَامُ.''

(کما فی کنزالعمال ج ۱/۲۰۴۱)

(۷۲۶) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس میں جنتی پودے بھی لگائے اور وہ پودے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ہیں۔ پھر حق جل مجدہ نے جنت سے مخاطب ہو کر فرمایا: قد افلح المؤمنون تحقیق کہ مومن کامیاب ہوئے، اے میری بنائی ہوئی جنت مجھ سے باتیں کر، کچھ تو کہہ، جنت بولی: أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ آپ اللہ پاک ہیں، آپ کی ذات پاک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ حی قیوم ہیں، وہ خوش بخت و نیک بخت ہے جو مجھ میں داخل ہوا، پھر حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی عزت کی اور بلندی رتبہ و مقام کی قسم کھائی ہے۔ جو مقام کہ مجھ کو مخلوق پر حاصل ہے، اے جنت! تیرے اندر بار بار زنا کرنے والے، شراب کی عادت والے اور چغل خوری کرنے والے کو داخل نہیں کروں گا۔

انسان کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس بات میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو جنت کا مستحق بناتا ہے یا جہنم کا

(۷۲۷) و لأبی طاهر محمد بن عبدالواحد الطبری المفسر والرافعی عنه(أنس رضی اللہ عنہ):

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ وَ هِيَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ، قَالَتْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ . قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ دَخَلَ فِيَّ، وَ شَقِيَ مَنْ دَخَلَ النَّارَ." (کما فی الإتحافات ۶۷۴)

(۷۲۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے جب اپنی سب سے پہلی تخلیق 'جنت عدن' کو پیدا فرمایا، تو اس سے ارشاد فرمایا: اے جنت! کچھ بول! جنت نے کہا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ . قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ دَخَلَ فِيَّ، وَ شَقِيَ مَنْ دَخَلَ النَّارَ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ پاک کے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، مومن یقیناً کامیاب ہوگئے اور کامیاب ہوگئے وہ لوگ بھی جو جنت میں داخل ہوں گے، جو جہنم میں داخل ہوا وہی بدبخت ہے۔

بخیل و دیوث جنت الفردوس میں نہیں جائیں گے

(۷۲۸) و للدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ يَخْلُقْ بِيَدِهِ إِلَّا ثَلَاثَةَ أَشْيَاءٍ، وَ قَالَ لِسَائِرِ الْأَشْيَاءِ: كُنْ فَكَانَ. خَلَقَ الْقَلَمَ وَ آدَمَ وَ الْفِرْدَوْسَ بِيَدِهِ، وَ قَالَ لَهَا: وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَا يُجَاوِرُنِيْ فِيْكِ بَخِيْلٌ وَ لَا شَمَّ رِيْحَكِ دَيُّوْثٌ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۶/ ۱۵۱۳۵)

(۷۲۸) ترجمہ: حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فقط تین چیزوں کو اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، اور بقیہ تمام اشیاء عالم کو کلمہ "کن" کے ذریعہ

۔فرمایا ہوجا پس وہ چیز ہوگئی، جن کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، ان میں پہلی چیز قلم، دوسرے آدم (علیہ السلام) اور تیسری جنت الفردوس، اور ارشاد فرمایا: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم! اے جنت الفردوس میں بخیل کو تجھ سے قریب بھی نہیں ہونے دوں گا اور اے جنت الفردوس! دیوث کو تیری خوشبو بھی نہیں لگنے دوں گا۔

نوٹ: دیوث وہ شخص کہلاتا ہے جس کی بیوی فاحشہ ہو اور مرد اس پر راضی ہو، یا کہ مرد ہی مجبور کرے۔ العیاذ باللہ۔

جنت نے حق تعالیٰ سے کیا باتیں کیں

(۷۲۹) و فی الإحیاء للغزالی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ الْجَنَّةَ قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِیْ، فَقَالَتْ: سَعِدَ مَنْ دَخَلَنِیْ فَقَالَ الْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهُ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا یَسْكُنُ فِیْكِ ثَمَانِیَةُ نَفَرٍ مِنَ النَّاسِ: لَا یَسْكُنُكِ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَ لَا مُصِرٌّ عَلَى الزِّنَا، وَ لَا قَتَّاتٌ وَ هُوَ النَّمَّامُ، وَ لَا دَیُّوْثٌ، وَ لَا شُرَطِیٌّ، وَ لَا مُخَنَّثٌ، وَ لَا قَاطِعُ رَحِمٍ، وَ لَا الَّذِیْ یَقُوْلُ: عَلَیَّ عَهْدُ اللّٰهِ إِنْ لَمْ أَفْعَلْ كَذَا وَ كَذَا ثُمَّ لَمْ یَفِ بِهِ."

[ضعیف] (کما فی الإحیاء ج۳ص۱۵۲)

(۷۲۹) ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس نے فرمایا: تو مجھ سے باتیں کر۔ جنت نے کہا: خوش بخت و نیک ہے جو میرے اندر داخل ہوا تو جبّار جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو عزت وجلال کی قسم! تیرے اندر میں آٹھ قسم کے لوگوں کو نہیں ٹھہراؤں گا۔ (۱) شراب وخمر کا عادی، (۲) زنا کا عادی، (۳) چغل خور ونمّام (۴) دیوث، جس کی بیوی زانیہ ہو اور اس کا شوہر علم رکھتا ہو پھر بھی راضی ہو (۵) پولیس وشرطی (۶) مخنّث (۷) قاطع رحم، صلہ رحمی کو توڑنے والا (۸) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر عہد وپیمان کرے اور پھر وفا عہد نہ کرے، بلکہ عہد کو توڑ دے۔ (احیاء العلوم ۳/۱۵۲)

دیّوث وشرابی

(۷۳۰) و للخرائطی فی مساویء الأخلاق عن عبداللّٰه بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ:

"وَ قَالَ: وَ عِزَّتِیْ! لَا یَسْکُنُهَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ لَا دَیُّوْثٌ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الدَّیُّوْثُ؟ قَالَ: مَنْ یُقِرُّ السُّوْءَ فِیْ أَهْلِهٖ."

[؟] (کما فی کنزالعمال ج ٦/١٥١٣٧)

(۷۳۰) ترجمہ: عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ کو عزت کی قسم میں جنت میں پکے شرابی کو نہیں ٹھہراؤں گا، نہ ہی دیوث کو۔ صحابہؓ نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ دیوث کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر والی کے زنا کا اقرار کرے (یعنی اپنی بیوی کے زنا پر راضی ہو)۔

جنت مقام رحمت

(۷۳۱) و فی الإتحافات السنیة وقع هکذا:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: هٰذِهٖ رَحْمَتِیْ أَرْحَمُ بِهَا مَنْ أَشَاءَ یَعْنِی الْجَنَّةَ."

[؟] (کما فی الإتحافات (١٦١) وقال: أخرجه الشیخان)

(۷۳۱) ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ (جنت) میری رحمت کی جگہ ہے، میں اس کے ذریعہ جس پر چاہتا ہوں رحم کرتا ہوں (یعنی جس پر رحم کرنا چاہتا ہوں اس کو جنت میں داخل کر کے رحم کرتا ہوں)۔

(۷۳۲) و لأبی نعیم فی المعرفة عن سلامة رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کَنَسَ عَرْصَةَ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ بِیَدِهٖ، ثُمَّ بَنَاهَا لَبِنَةً مِنْ فِضَّةٍ، وَ لَبِنَةً مِنْ ذَهَبٍ مُصَفًّی، وَ لَبِنَةً مِنْ مِسْکٍ مَدْرَاءَ، وَ غَرَسَ فِیْهَا مِنْ جَیِّدِ الْفَاکِهَةِ وَ طَیِّبِ الرَّیْحَانِ، وَ فَجَّرَ فِیْهَا أَنْهَارَهَا ثُمَّ أَتٰی رَبُّنَا إِلٰی عَرْشِهٖ فَنَظَرَ إِلَیْهَا، فَقَالَ: وَ عِزَّتِیْ لَا یَدْخُلُکِ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ لَا مُصِرٌّ عَلَی الزِّنَا."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ٥/١٣٢١٦)

(۷۳۲) ترجمہ: سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے جنت الفردوس کی بنیاد اپنے دست قدرت سے رکھی اور اپنے ہی مبارک ہاتھوں سے اس کی تعمیر فرمائی، تعمیر ایک صاف وشفاف سونے کی اینٹ اور ایک مشک کی اینٹ وگارے سے ہوئی، اور پوری جنت اسی ترتیب پر تعمیر کی گئی، اور اس میں جنت کے عام پھلوں سے زیادہ اچھے قسم کے پھلوں کے باغ لگائے گئے اور عام جنت کی خوشبو سے زیادہ اچھی فرحت بخش خوشبو بسائی گئی اور اس میں چار قسم کی (دودھ، شہد، شراب، پانی کی) نہریں جاری کی گئیں، پھر حق جل مجدہ نے عرش عظیم پر جلوہ افروز ہوکر جنت الفردوس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا: مجھ کو میری عزت کی قسم! اے جنت الفردوس! تیرے اندر شراب کے عادی اور زانی کو داخل نہیں کروں گا۔

جنتی نغموں کا زمزمہ

(۷۳۳) و للحکیم عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

”أَیْ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُوْحِیْ إِلٰی شَجَرَةٍ فِی الْجَنَّةِ أَنْ أَسْمِعِیْ عِبَادِیَ الَّذِيْنَ اشْتَغَلُوْا بِعِبَادَتِیْ وَذِكْرِیْ عَنْ عَزْفِ الْبَرَابِطِ وَالْمَزَامِيْرِ فَتُرْفَعُ بِصَوْتٍ لَمْ يَسْمَعِ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِ مِنْ تَسْبِيْحِ الرَّبِّ وَ تَقْدِيْسِهِ.“

[ضعيف] (كما فی كنزالعمال ج ۱٤/ ۳۹۳۷۷)

(۷۳۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، حق جل مجدہ ایک جنتی درخت پر وحی بھیجیں گے کہ میرے جنتی بندوں کو جنھوں نے دنیا میں اپنے آپ کو میری عبادت اور ذکر اللہ میں مشغول رکھا تھا، آج جنتی نغموں کے ساز وسوز کی آوازوں سے ان کو مشغول رکھو، سناؤ۔ اہل جنت ایسی مسرور کن آواز میں نغمے ساز کے ساتھ سنیں گے کہ ایسی ساز کے ساتھ مخلوقات نے کبھی نہیں سنے ہوں گے۔ ان نغموں میں حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کی جائے گی۔

(كنزالعمال ۱٤/ ۳۹۳۷۷، الاتحاف ۷٦٥)

باب : لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيْلَ إِلَى الْجَنَّةِ ......

باب: جب اللہ تعالی نے جنت وجہنم کو وجود بخشا تو جبرئیلؑ کو جنت کی طرف بھیجا

(٧٣٤) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ:

"قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيْلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ: اُنْظُرْ إِلَيْهَا وَ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: اِرْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ اِذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ اِرْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا." [صحيح](أخرجه الترمذی ج٤/٢٥٦٠)

جنت کو قربانی اور جہنم کو خواہشات کی چادر سے چھپایا گیا ہے

(۷۳۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے جنت پیدا فرما کر جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو! وہ گئے اور دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا: ربّ العالمین! تیری عزت کی قسم، جو بھی 'جنت' کے بارے میں سنے گا، وہ اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، پھر اللہ پاک نے جنت کو 'مکارہ' سے ڈھانپ دیا (یعنی بندوں کے لیے جنت کی پُر کیف وپُر بہار زندگی کو، تعب ومشقت مجاہدہ وقربانی اور نفسانی خواہشات کی پامالی کے ساتھ اللہ پاک نے جوڑ دیا کہ جنت رب چاہی زندگی پر ملے گی، نفس پرستی اور من چاہی زندگی سے جنت کا کوئی تعلق نہیں) پھر حکم ہوا، جبرئیل! اب جا کر دیکھو! وہ جا کر دیکھ آئے اور عرض کیا: ربّ العالمین! تیری عزت کی قسم،

اب تو مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہوسکے؛ (کیوں کہ انسان کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی بڑی مشکل ہے)۔

پھر جب حق جل مجدہ نے جہنم کو پیدا فرمایا تو جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ: جبرئیلؑ! جہنم بھی دیکھ آؤ! وہ جاکر جہنم دیکھ آئے، پھر عرض کیا: ربّ العالمین تیری عزت کی قسم جہنم (کی تکلیف واذیت) کے بارے میں سن لینے کے بعد، کوئی بھی اس میں جانا نہیں چاہے گا۔ پھر حق تعالیٰ نے جہنم پر خواہشات وشہوات کی چادر ڈال دی (یعنی جہنم ہے تو اذیت وذلت ہی کہ جگہ، مگر حق جل مجدہ نے اس کو انسانی خواہشات وشہوات کے تقاضے کی چادر سے چھپا دیا کہ اصل حقیقت بہت سوں کو نظر نہیں آئے گی اور وہ من چاہی زندگی کے ذریعے اس میں داخل ہونے کے اسباب فراہم کریں گے) پھر حکم باری تعالیٰ ہوا، جبرئیلؑ! اب جاکر اسے دیکھ آؤ انھوں نے جاکر اس کو دیکھا، پھر عرض کیا: ربّ العالمین! تیری عزت کی قسم، مجھے یہ خطرہ ہے کہ اب تو اس میں جانے سے کوئی بھی بچ نہیں پائے گا (کیونکہ بشری کمزوری کی بنیاد پر نفس وخواہشات کی پیروی ہو ہی جائے گی اور پھر اس کی سزا میں جہنم میں جانا ہوگا)۔

باب : يؤتى بأشد الناس كان بلاء في الدنيا

باب: دنیا کے سب سے زیادہ مصیبت زدہ کو بارگاہ عالیہ میں لایا جائے گا

(۷۳۵) عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

"يُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ كَانَ بَلَاءً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ: اِصْبَغُوْهُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيَصْبَغُوْنَهُ فِيْهَا صَبْغَةً ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ أَوْ شَيْئًا تَكْرَهُهُ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وِعِزَّتِكَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَكْرَهُهُ قَطُّ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ النَّاسِ كَانَ فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيَقُوْلُ: اِصْبَغُوْهُ فِيْهَا صَبْغَةً، فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ قُرَّةَ عَيْنٍ قَطُّ فَيَقُوْلُ: لَا

وَعِزَّتِکَ مَا رَأَیْتُ خَیْرًا قَطُّ وَ لَا قُرَّةَ عَیْنٍ قَطُّ."

[صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج ۳ ص۲۵۳)

دنیا کا خوشحال ترین آخرت کا جہنمی، دنیا کا تنگدست ترین آخرت کا جنتی

(۷۳۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ دنیا کے سب سے زیادہ پریشان ترین آدمی کو لایا جائے گا لیکن وہ ہوگا جنتی۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اس کو بس ایک دفعہ جنت میں داخل کر کے نکال لاؤ۔ لہٰذا فرشتے لے جائیں گے اور ایک دفعہ جنت میں داخل کر کے نکال لائیں گے۔ اب اللہ عزوجل اس شخص سے فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! کیا تجھے کبھی کوئی پریشانی ومصیبت آئی؟ یا کوئی کبھی ناگوار وناپسندیدہ بات پیش آئی؟ وہ جنتی بندہ عرض کرے گا: نہیں یارب! تیری عزت کی قسم کبھی بھی کوئی پریشانی یا غم نہیں پیش آئی۔

پھر دنیا کے خوش حال ترین شخص کو لایا جائے گا، لیکن وہ ہوگا جہنمی۔ اب حق تعالیٰ فرمائیں گے: اس کو ایک بار جہنم میں داخل کر کے لے آؤ۔ جب فرشتے لے آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! کیا تو نے کبھی خوشی ومسرت کے دن بھی دیکھے، جو تیری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتے ہوں؟ وہ خوش حال جہنمی عرض کرے گا: ربّ العزّت تیری قسم میں نے کبھی کوئی خوشی ومسرت نہیں دیکھی نہ ہی کوئی آنکھ کی ٹھنڈک پائی۔

(اخرجه احمد فی مسنده ۔۳/۲۵۳)

لمحہ بھر کا کرشمہ، ایمان وکفر کا فرق

دنیاوی دکھ یا سکھ کا کوئی اعتبار نہیں، یہاں کا دکھ دکھ نہیں اور سکھ چین کچھ بھی نہیں، سب ہی زوال پذیر ہیں، اور آخرت کا سکھ چین اللہ اکبر کیا پوچھنا دوام وبقا کے ساتھ ساتھ مزید ترقی وبلندی کی طرف گامزن ہوگا، یہی حال اہل جہنم کا بھی ہوگا کہ نت نئے کفریات و شرکیّات، اسلام کی بغاوت وعداوت کے نئے نئے پروگرام دنیا میں بنائے تھے، وہاں نئی نئی کربات وضربات کا سامنا ہوگا، اسی لیے حدیث میں واضح کردیا گیا کہ شہزادہ وپرنس،

بانعم الناس فی الدنیا، دنیا کا سب سے خوش حال ترین کو لاکر بس ایک لمحہ کے لیے جہنم میں داخل کر کے نکالا جائے گا، بس کیا ہوگا کہ دنیاوی تمام مسرتیں، نعمتیں، فرحتیں، سب بھول بھلا کر ربّ العزّت کی قسم کھالے گا کہ کبھی کوئی خوشی دیکھی ہی نہیں۔ جبکہ قلاّش وفقیر مصیبت زدہ، بلاؤں کا پتلہ، مصائب وآلام کا نمونہ لایا جائے گا اس کو بھی جنت میں بس لمحہ بھر کے لیے داخل کر کے پوچھا جائے گا، ہاں کوئی تکلیف ومصیبت ہوئی؟ وہ بندۂ حق بھی ربّ العزّت کی قسم کھا کر کہہ دے گا کہ کبھی بھی کوئی دکھ تکلیف نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ جنت غم کو کھرچ کر فرحت ومسرت میں بدل دے گی، اور جہنم فرحت ومسرت کو کھرچ کر مصیبت و کلفت شدید میں بدل دے گی، ویسے بھی خوشی کے بعد کرب وغم، خوشی کو بھی کرب میں بدل دیتا ہے، اور بھلا دیتا ہے۔ اور فکر وغم کے بعد خوشی، فکر وغم کو بھلا دیتی ہے، آنے والی آخرت کی دائمی کیفیت کا اعتبار روسا منا ہونا ہے۔

خوش حال جہنمی کو ایک سیکنڈ کی جہنم کی گرمی دنیا کی تمام مستی وگرمی کو اتار دے گی، اور تنگدست جنتی کو آخرت میں جنت کی ایک سیکنڈ کی راحت دنیا کے تمام غموں کو بھلا دے گی، وہ جنت اپنے اندر کیا کچھ کرشمہ رکھتی ہے اور وہ جہنم اپنے اندر کیا کچھ طلسمات عذاب رکھتی ہے۔ دنیا میں موقع ہے ہر دو کو اپنے اعمال کا رخ جس طرح چاہے پھیر لے۔ وہ دن آنا ضرور ہے اور اس دن کا اہل ایمان کو شدید انتظار ہے۔

باب : قَالَ مُوْسٰی: یَا رَبِّ! إِنَّکَ تُغْلِقُ عَلٰی عَبْدِکَ الْمُؤْمِنِ الدُّنْیَا

باب: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت آپ نے مومن پر دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کیوں بند کر دیا

(٧٣٦) للدیلمی من حدیث أبی سعیدؓ:

”قَالَ مُوْسٰی النَّبِیُّ: یَا رَبِّ إِنَّکَ تُغْلِقُ عَلٰی عَبْدِکَ الْمُؤْمِنِ الدُّنْیَا! فَفَتَحَ اللّٰہُ لَہُ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَقَالَ: هٰذَا مَا أَعْدَدْتُ لَہُ. قَالَ: وَ عِزَّتِکَ وَ

جَلالِک وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِکَ لَوْ کَانَ أَقْطَعَ الْیَدَیْنِ وَ الرِّجْلَیْنِ یُسْحَبُ عَلٰی وَجْھِهٖ مُنْذُ خَلَقْتَهُ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ثُمَّ کَانَ ھٰذَا مَصِیْرُہُ لَکَانَ لَمْ یَرَ بَأْسًا قَطُّ قَالَ: یَا رَبِّ إِنَّکَ تُعْطِی الْکَافِرَ فِی الدُّنْیَا! فَفَتَحَ لَهُ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ النَّارِ فَقَالَ: ھٰذَا مَا أَعْدَدْتُ لَهُ. فَقَالَ: یَا رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَوْ أَعْطَیْتَهُ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا لَمْ یَزَلْ فِی ذٰلِکَ مُنْذُ خَلَقْتَهُ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ثُمَّ کَانَ ھٰذَا مَصِیْرُہُ کَأَنْ لَّمْ یَرَ خَیْرًا قَطُّ.''

[صحیح] (کما فی کنزالعمال ج ٦/١٦٦٦٦)

رموز اور اسرار وحکم

(٧٣٦) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ نے اپنے مومن بندہ پر دنیا کی نعمتوں کا دروازہ بند کردیا ہے، پس فوراً اللہ پاک نے جنت کا دروازہ کھول دیا اور ارشاد ہوا: کہ دیکھو یہ سب اس بندہ مومن کے لیے میں نے تیار کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر فرمایا: خلّاق عالم تیری عزت کی قسم، جلال وکبریائی کی قسم، بلندی شان کی قسم اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوں اور پیدائش کے دن سے لے کر قیامت تک منہ کے بل گھسیٹ کر چلے اور بالآخر اس کا ٹھکانہ جنت ہوتو بھی جنت میں پہنچ کر محسوس کرے گا کہ کبھی اس کو تکلیف نہیں پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ نے کافر کو دنیا اور اس کی نعمتیں دے رکھی ہیں، پس اللہ پاک نے جہنم اور اس کی اذیت کی چیزوں کو کھول دیا اور فرمایا: یہ کافر کے لیے تیار کر رکھی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین تیری عزت وجلال کی قسم اگر تو کسی کافر کو دنیا اور اس کی تمام نعمتیں عطا کردے اور وہ ان نعمتوں میں پیدائش سے لے کر قیامت تک فائدہ اٹھاتا رہے اور بالآخر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتو بھی اس کو کسی قسم کی خیر و بھلائی نہیں ملی، ایسا محسوس کرے گا۔

حق تعالیٰ نے مومن کو دنیا کے بدلہ آخرت و جنت عطا کی ہے اور کفار کو آخرت و جنت کے بدلہ دنیاوی متاع فانی

حق جل مجدہ زبردست حکمت والے ہیں، معبود برحق کا فیصلہ اپنے بندوں کے حق میں عین رحمت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مومن پر دنیا کا دروازہ بند کیا گیا ہے یعنی جو آپ پر ایمان وایقان رکھتے ہیں، آپ کو معبود جان کر عبادت کرتے ہیں، مسجود جان کر تنہا آپ کو سجدہ کرتے ہیں، آپ کی وحدت کا زمزمہ کائنات عالم کو سناتے ہیں، اپنی جبین آپ کے آستانے پر رضا کے لیے خاک پر ڈال دیتے ہیں، خلوت وجلوت، روشنی واندھیرے، رات ودن، کے اوقات میں، آپ کی یاد کو دیدۂ دل میں آہوں سے بساتے ہیں، ہر نعمت جان وجہان پر آپ کی حمد وثناء کا نعرہ بلند کرتے ہیں، ربّ العزّت دنیاوی معاش اور خورد ونوش میں انھیں اہل وفا پر تنگی وتنگدستی، اور غیروں پر داد ودہش، عیش وعشرت کی فراوانی۔ حق تعالیٰ نے اہل ایمان کی معاد وجنت کا موسیٰؑ کو مشاہدہ کرایا اور کفار کی جہنم کا معائنہ کرایا، اب موسیٰؑ نے بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا، اگر اہل ایمان کا ابدی مستقر جنت ہے اور کفار کا جہنم، تو باری تعالیٰ اعتبار آخری ٹھکانہ کا ہے، ان کا غم، غم نہیں اور ان کی خوشی، خوشی نہیں۔

﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (آلِ عمران: ۱۹۷)

ترجمہ: یہ چندروزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بُری آرام گاہ ہے۔

یعنی بے ایمان جو مال ودولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ ان سے دھوکا نہ کھائیں۔ یہ محض چند روز کی بہار ہے۔ پھر وہی ذلت و رسوائی اور جہنم کی ابدی زندگی۔ اللہ تعالیٰ عافیت دارین سے نوازے آمین، ثمین۔

باب : يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمٍ طِيْبِيْ لِأَهْلِكِ

باب: حق تعالیٰ ہر روز جنت سے فرماتے ہیں اپنے مکین کے لیے معطر ومزین ہو جا

(۷۳۷) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ لِلْجَنَّةِ : طِيْبِيْ لِأَهْلِكِ فَتَزْدَادُ طِيْبًا فَذٰلِكَ الْبَرْدُ الَّذِيْ يَجِدُهُ النَّاسُ بِسَحَرٍ مِنْ ذٰلِكَ."

[ضعيف] (أخرجه الطبرانی فی الصغير ج ۱ ص ۳۲)

صبح علی الصباح خنکی کا راز

(۷۳۷) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ ہر روز جنت سے فرماتے ہیں: اپنے آپ کو مزین ومعطر کرلے اپنے مکین کے لیے۔ لہٰذا جنت اپنے آپ کو مزین کرلیتی ہے۔ یہی وہ ٹھنڈک ہے جو صبح علی الصباح لوگ محسوس کرتے ہیں۔ (الطبرانی فی الصغیر۔۱/۳۲)

باب: أن رجلًا من أهل الجنة استأذن ربه فی الزرع

باب: ایک جنتی ربّ العزّت سے زراعت کی اجازت طلب کرے گا

(۷۳۸) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أنَّ النبيَّ ﷺ كانَ يومًا يحدِّث وعنده رجلٌ من أَهلِ البادية:

"أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ: أَوَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلٰى. وَ لٰكِنِّيْ أَحَبُّ أَنْ أَزْرَعَ فَأَسْرَعَ وَ بَذَرَ فَتَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَ اسْتِوَاؤُهُ وَ اسْتِحْصَادُهُ وَ تَكْوِيْرُهُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ! فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَجِدُ هٰذَا إِلَّا قَرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ فَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ. فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ." [صحيح] (أخرجه البخاری ج ۹ ص ۱۸۵)

ہاں! میں چاہتا ہوں کہ جنت میں بھی کھیتی کروں

(۷۳۸) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیان کررہے تھے اوران کے پاس ایک دیہاتی تھا؛ایک جنتی شخص حق تعالیٰ سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کرے گا، ارشاد ہوگا: اے بندہ! کیا تو اپنی خواہش ومرضی کے مطابق زندگی نہیں گزاررہاہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! مگرمیں چاہتا ہوں کہ جنت میں بھی کھیتی کروں۔ لہٰذا وہ بیج ڈالے گا تو پلک مارنے سے کم وقت میں اُگنا، بڑھنا، کاٹنا، دانہ کا جمع ہونا، سب ہوجائے گا اور پہاڑ کے مانند غلوں کا ڈھیر لگ جائے گا۔حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: اے آدمؑ کی اولاد! اس سے بہتر چیزیں میں نے تم کو دی ہیں۔مگر تجھے کوئی چیز سیراب نہیں کرسکتی۔(یہ بات سن کر) ایک دیہاتی نے کہا: کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کوئی قریشی یاانصاری ہی کہے گا کہ یہی لوگ کھیتی باڑی والے ہیں۔ہم لوگ تھوڑے ہی کھیتی باڑی والے ہیں۔اس دیہاتی کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔(بخاری)

ایک کسان صاحبِ ایمان

ہرشخص اپنی طبعی سوچ وارادہ کا مالک ہے، جو جیسا دست کاری کا پیشہ اختیار کرتا ہے اس کو اسی سے شغف ہوتا ہے اوراسی میں اس کو راحت ومسرت ملتی ہے، کیونکہ طبیعت کا میلان جدا جدا ہے، جنت جہاں ہرطرح کی دل ربا، خوش عیش، پر بہار، مزے دار زندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوگا، وہاں ضرورت تو غلہ کی ہوگی نہیں، نہ ہی ان جھمیلوں کی چنداں اہل جنت کوضرورت ہوگی کہ تمام ہی تیارشدہ اشیاء پہلے سے موجود ہیں،مگرایک بندۂ حق کی اگر خواہش ہے تو خالق بھی اس کو دل گیر نہ کرے گا، اوراس کی امنگ وتمنا کو پورا کردیا جائے گا، تاکہ ایک کسان صاحب ایمان بونا، کونپل کا نکلنا، لہلہاتی کھیتی کو ہری بھری دیکھنا، بالیوں کا لگنا، گاہنا، سب آناً فاناً ہوگا، اور پہاڑ کی طرح غلہ کا ڈھیر لگ جائے گا، اور یہ کسان جنتی دیکھ کر اپنی آنکھ ٹھنڈی کرے گا، اوراس طرح حق تعالیٰ کی جنت میں بھی کھیتی باڑی کی تمنا کو

پوری کرلے گا۔ اورحق تعالیٰ اس کی خواہش کوبھی پوری کردیں گے تاکہ بندہ کی خواہش کی تکمیل ہوجائے اورحق تعالیٰ کی قدرتِ مطلقہ کا مشاہدہ کرلے۔

باب : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يُقَالُ لَهَا طُوبٰى

باب: جنت کا ایک درخت جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے

(٧٣٩) لابن أبي الدنيا وأبي نعيم عن محمد بن علي بن الحسين رضي الله عنه:

قال : قال رسول الله ﷺ :

"إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يُقَالُ لَهَا طُوبٰى، لَوْ يُسَخِّرَ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ يَسِيْرُ فِي ظِلِّهَا لَسَارَ فِيْهِ مِائَةَ عَامٍ، وَرَقُهَا بُرُوْدٌ خُضْرٌ، وَ زَهْرُهَا رِيَاطٌ صُفْرٌ، وَ أَفْنَانُهَا سُنْدُسٌ ، وَ إِسْتَبْرَقٌ ،وَ ثَمَرُهَا حُلَلٌ، وَ صَمْغُهَا زَنْجَبِيْلُ وَ عَسَلٌ، وَ بَطْحَاؤُهَا يَاقُوْتٌ أَحْمَرُ وَ زَمَرَّدٌ أَخْضَرُ، وَ تُرَابُهَا مِسْكٌ وَ عَنْبَرٌ، وَ كَافُوْرٌ أَصْفَرُ، وَ حَشِيْشُهَا زَعْفَرَانُ مُوْنِعٌ وَ الْأَلَنْجُوْجُ يَتَأَجَّجَانِ مِنْ غَيْرِ وُقُوْدٍ، يَتَفَجَّرُ مِنْ أَصْلِهَا السَّلْسَبِيْلُ، وَ الْمَعِيْنُ وَ الرَّحِيْقُ، وَ أَصْلُهَا مَجْلِسٌ مِنْ مَجَالِسِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَأْلِفُوْنَهُ وَ مُتَحَدَّثٌ يَجْمَعُهُمْ فَبَيْنَا هُمْ يَوْمًا فِي ظِلِّهَا يَتَحَدَّثُوْنَ إِذَا جَاءَتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَقُوْدُوْنَ نُجُبًا جُلِبَتْ مِنَ الْيَاقُوْتِ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهَا الرُّوْحُ مَزْمُوْمَةٌ بِسَلَاسِلَ مِنْ ذَهَبٍ كَأَنَّ وُجُوْهَهَا الْمَصَابِيْحُ نَضَارَةً وَ حَسَنًا وَ ربرها خزٌ أَحْمَرُ وَ مَرْعَزِيٌّ أَبْيَضُ مُخْتَلِطَانِ لَمْ يَنْظُرِ النَّاظِرُوْنَ إِلٰى مِثْلِهَا حَسَنًا وَ بَهَاءً ،ذُلُلٌ مِنْ غَيْرِ مَهَابَةٍ، نُجُبٌ مِنْ غَيْرِ رِيَاضَةٍ ،عَلَيْهَا رَحَائِلُ اَلْوَاحُهَا مِنَ الدُّرِّ وَ الْيَاقُوْتِ مُفَضَّضَةٌ بِاللُّؤْلُؤِ وَ الْمَرْجَانِ، صَفَائِحُهَا مِنَ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ مُلْبَسَةٌ بِالْعَبْقَرِيِّ وَ الْأَرْجَوَانِ فَأَنَاخُوْا لَهُمْ تِلْكَ النَّجَائِبَ، ثُمَّ قَالُوْا لَهُمْ: اِنَّ رَبَّكُمْ يُقْرِئُكُمُ السَّلَامَ وَ يَسْتَزِيْرُكُمْ لِتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ وَ يَنْظُرُ إِلَيْكُمْ وَ تُكَلِّمُوْنَهُ وَ يُكَلِّمُكُمْ وَ تُحَيُّوْنَهُ وَ يُحَيِّيْكُمْ وَ يَزِيْدُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَ مِنْ سِعَتِهِ إِنَّهُ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَ فَضْلٍ عَظِيْمٍ،

فَيَتَحَوَّلُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ يَنْطَلِقُوْنَ صَفًّا مُعْتَدِلًا، لَا يَفُوْتُ شَيْءٌ مِنْهُ شَيْئًا ،وَ لَا تَفُوْتُ أُذُنُ نَاقَةٍ أُذُنَ صَاحِبَتِهَا ،وَ لَا يَمُرُّوْنَ بِشَجَرَةٍ مِنْ أَشْجَارِ الْجَنَّةِ إِلَّا اتحفتهم بِثَمَرِهَا، وَ زحلت لهم عن طريقهم كراهية ان ينثلم صفهم، أَوْ تَفَرُّقَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَ رَفِيْقِهٖ، فَلَمَّا دُفِعُوْا إِلَى الْجَبَّارِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَسْفَرَ لَهُمْ عَنْ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَ تَجَلّٰى لَهُمْ فِيْ عَظْمَتِهِ الْعَظِيْمَةِ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا السَّلَامُ، قَالُوْا رَبَّنَا أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَ لَكَ حَقُّ الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ، فَقَالَ لَهُمْ رَبُّهُمْ: إِنِّيْ أَنَا السَّلَامُ وَ مِنِّي السَّلَامُ وَ لِيْ حَقُّ الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ،فَمَرْحَبًا بِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ حَفِظُوْا وَصِيَّتِيْ وَ رَعَوْا عَهْدِيْ، وَ خَافُوْنِيْ بِالْغَيْبِ، وَ كَانُوْا مِنِّيْ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مُشْفِقِيْنَ، قَالُوْا : أَمَّا وَعِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ وَ عُلُوِّ مَكَانِكَ مَا قَدَرْنَاكَ حَقَّ قَدْرِكَ، وَ لَا أَدَّيْنَا إِلَيْكَ كُلَّ حَقِّكَ، فَائْذَنْ لِنَا بِالسُّجُوْدِ لَكَ؟ فَقَالَ لَهُمْ رَبُّهُمْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: إِنِّيْ قَدْ وَضَعْتُ عَنْكُمْ مَؤُوْنَةَ الْعِبَادَةِ ،وَ أَرَحْتُ لَكُمْ أَبْدَانَكُمْ، فَطَالَمَا أَنْصَبْتُمُ الْأَبْدَانَ، وَ أَعْنَيْتُمُ الْوُجُوْهَ، فَالْآنَ افْضَيْتُمْ إِلٰى رَوْحِيْ وَ رَحْمَتِيْ وَ كَرَامَتِيْ، فَسَئَلُوْنِيْ مَا شِئْتُمْ وَ تَمَنَّوْا عَلَيَّ أُعْطِكُمْ أَمَانِيَّكُمْ، فَإِنِّيْ لَنْ أَجْزِيَكُمُ الْيَوْمَ بِقَدْرِ أَعْمَالِكُمْ وَ لٰكِنْ بِقَدْرِ رَحْمَتِيْ وَ كَرَامَتِيْ وَ طُوْلِيْ وَ جَلَالِيْ وَ عُلُوِّ مَكَانِيْ وَ عَظْمَةِ شَأْنِيْ، فَمَا يَزَالُوْنَ فِي الْأَمَانِيِّ وَ الْمَوَاهِبِ وَ الْعَطَايَا حَتّٰى إِنَّ الْمُقَصِّرَ مِنْهُمْ لَيَتَمَنّٰى مِثْلَ جَمِيْعِ الدُّنْيَا مُنْذُ يَوْمٍ خَلَقَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى يَوْمٍ أَفْنَاهَا، قَالَ رَبُّهُمْ: لَقَدْ قَصَّرْتُمْ فِيْ أَمَانِيِّكُمْ وَ رَضِيْتُمْ بِدُوْنِ مَا يَحِقُّ لَكُمْ، فَقَدْ أَوْجَبْتُ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَ تَمَنَّيْتُمْ وَ زِدْتُكُمْ عَلٰى مَا قَصُرَتْ عَنْهُ أَمَانِيُّكُمْ ، فَانْظُرُوْا إِلٰى مَوَاهِبِ رَبِّكُمُ الَّذِيْ وَهَبَ لَكُمْ، فَإِذَا بِقُبَابٍ فِي الرَّفِيْعِ الْأَعْلٰى، وَ غُرَفٍ مَبْنِيَّةٍ مِنَ الدُّرِّ وَ الْمَرْجَانِ، أَبْوَابُهَا مِنْ ذَهَبٍ، وَ سُرُرُهَا مِنْ يَاقُوْتٍ، وَ فُرُشُهَا مِنْ سُنْدُسٍ وَ اِسْتَبْرَقٍ، وَ مَنَارُهَا مِنْ نُوْرٍ يَثُوْرُ مِنْ أَبْوَابِهَا وَ أَعْرَاضِهَا نُوْرٌ كَشُعَاعِ الشَّمْسِ مِثْلَ الْكَوْكَبِ الدُّرِّيِّ فِي النَّهَارِ

الْـمُضِیْءِ، وَ إِذَا قُصُوْرٌ شَامِخَةٌ فِیْ أَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ مِنَ الْیَاقُوْتِ یَزْهَرُ نُوْرُهَا، فَلَوْ لَا أَنَّـهُ سَخَّرَ لَالْتَمَعَ الْأَبْصَارَ فَمَا کَانَ مِنْ تِلْکَ الْقُصُوْرِ مِنَ الْیَاقُوْتِ الْأَبْیَضِ ،فَهُوَ مَـفْـرُوْشٌ بِـالْـحَرِیْرِ الْأَبْیَضِ، وَ مَا کَانَ مِنْهَا مِنَ الْیَاقُوْتِ الْأَحْمَرِ، فَهُوَ مَفْرُوْشٌ بِالْعَبْقَرِیِّ الْأَحْمَرِ، وَ مَا کَانَ مِنْهَا مِنَ الْیَاقُوْتِ الْأَخْضَرِ، فَهُوَ مَفْرُوْشٌ بِالسُّنْدُسِ الْأَخْـضَرِ، وَ مَا کَانَ مِنْهَا مِنَ الْیَاقُوْتِ الْأَصْفَرِ فَهُوَ مَفْرُوْشٌ بِالْأَرْجَوَانِ الْأَصْفَرِ، مـموه بِالزَّمَرُّدِ الْأَخْضَرِ وَ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ، اَلْفِضَّةِ الْبَیْضَاءِ ،قَوَاعِدُهَا وَ أَرْکَانُهَا مِنَ الْیَاقُوْتِ وَ شُرُفُهَا قُبَابِ اللُّؤْلُؤِ وَ بُرُوْجُهَا غُرَفُ الْمَرْجَانِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا إِلٰی مَـا أَعْـطَـاهُـمْ رَبُّهُـمْ قَرُبَتْ لَهُمْ بَرَاذِیْنُ مِنَ الْیَاقُوْتِ الْأَبْیَضِ مَنْفُوْخٌ فِیْهَا الرُّوْحُ یُـجَـنِّبُهَـا الْـوِلْـدَانُ الْـمُخَلَّدُوْنَ، وَ بِیَدِ کُلِّ وَلِیْدٍ مِنْهُمْ حَکَمَةُ بَرْذَوْنٍ، وَ لجمها واعـنتهـا مِـنْ فِـضَّةٍ بَیْـضَـاءَ مُـطَـوَّقَةٌ بِـالدُّرِّ وَ الْیَاقُوْتِ وَ سُرُجُهَا سُرُرٌ مَوْضُوْنَةٌ مَفْرُوْشَةٌ بِالسُّنْدُسِ وَ الْاِسْتَبْرَقِ فَانْطَلَقَتْ بِهِمْ تِلْکَ الْبَرَاذِیْنُ تَزِفُّ بِهِمْ وَ تَنْظُرُ رِیَـاضَ الْـجَـنَّةِ، فَـلَـمَّـا انْتَهَوْا إِلٰی مَنَازِلِهِمْ وَجَدُوْا فِیْهَا جَمِیْعَ مَا تطول بِهِ رَبُّهُمْ عَـلَیْهِـمْ مِـمَّـا سَـأَلُوْهُ وَ تَمَنَّوْا وَ إِذَا عَلٰی بَابِ کُلِّ قَصْرٍ مِنْ تِلْکَ الْقُصُوْرِ أَرْبَعُ جِنَـانٍ جَنَّتَانِ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ وَ جَنَّتَانِ مُدْهَامَّتَانِ، وَ فِیْهِمَا عَیْنَانِ نَضَّاخَتَّانِ، وَ فِیْهِمَا مِـنْ کُـلِّ فَـاکِهَةٍ زَوْجَانِ، وَ حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ، فَلَمَّا تَبَوَّءُوْا مَنَازِلَهُمْ وَ اسْتَـقَـرَّ بِهِـمْ قَـرَارُهُمْ قَالَ لَهُمْ رَبُّهُمْ: هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا؟ قَالُوْا: نَعَمْ رَضِیْنَا فَارْضِ عَنَّا، قَالَ: بِرِضَایِ عَنْکُمْ حَلَلْتُمْ دَارِیْ، وَ نَظَرْتُمْ إِلٰی وَجْهِیْ وَ صَـافَـحَتْـکُـمْ مَلَائِـکَتِـــیْ فَهَـنِیْئًا هَنِیْئًا عَطَاءَ غَیْرَ مَجْذُوْذٍ لَیْسَ فِیْهِ تَنْغِیْصٌ وَ لَا تَصْرِیْدٌ فَعِنْدَ ذٰلِکَ.

﴿وَ قَـالُـوا الْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾ (فاطر:٣٤)" [ضعیف] (کما فی الترغیب ج ٤ ص١٠١٢)

جنت میں طوبیٰ کا درخت

(۷۳۹) ترجمہ: محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر تیز سواری بھی سو سال تک اس کے سایہ میں چلے تو چلتی ہی رہے۔ (اوراس کا سایہ ختم نہ ہوگا) اس کی پتیاں ٹھنڈی اور ہری ہیں اوراس کے پھول ملائم وباریک ہوں گے۔ جس میں نغمہ ہوگا اور طوبیٰ کی شاخ سندس واستبرق، باریک ودبیز ریشم کا ہوگا۔ طوبیٰ کا پھل، لباس وزیورات، اس سے نکلنے والا گوند زنجبیل وعسل اور طوبی کی مٹی مشک اور عنبر، اور پیلا کافور اور طوبیٰ کی گھاس نرم وسرخ زعفران ہوگی اور طوبیٰ کا بخور دھونی عود کی خوشبو ہوگی جو بغیر آگ کے جلے گی اور طوبیٰ کے درخت کے نیچے جڑ سے سلسبیل کی خالص وعمدہ، صاف وشفاف نہریں نکلیں گی، اور طوبیٰ کے درخت کے نیچے اہل جنت کی مجلس ہوا کرے گی، یہاں وہ بیٹھ کر آپس میں الفت ومحبت ظاہر کریں گے اور باتیں کریں گے۔ ان کا اجتماع ہوگا، ایک روز وہ طوبیٰ کے سایہ میں محو گفتگو ہوں گے کہ ان کے پاس فرشتے اصیل ونجیب گھوڑوں کو لائیں گے، وہ گھوڑے یاقوت سے بنے ہوئے ہوں گے (یعنی یاقوت سے ان گھوڑوں کو بنایا گیا) پھر اس میں روح ڈالی جائے گی۔ جس کی لگام سونے کی زنجیروں کی ہوگی، ان گھوڑوں کی شکلیں چراغ کی مانند منور ہوں گے، دیدہ زیب وجاذب نظر اور حسن وجمال میں بے مثال ہوں گے، ان گھوڑوں کا بال سرخ ریشم جو مخلوط وملایا ہوا سفید ریشم کے ساتھ ملا جلا ہوگا، جس کو دیکھنے والی کسی آنکھ نے آج تک ایسا حسین وجمیل اور دلکش نہیں دیکھا ہوگا۔ جو گھوڑا بغیر کسی خوف وہراس کے تابع ومنقاد ہوگا، بغیر کسی تربیت کے مہذب ومسخر ہوگا۔ اس پر کجاوہ ہوگا جس کی بونڈری موتی اور یاقوت کی ہوگی، جس پر لُولُو ومرجان کا کام کیا ہوا ہوگا اوراس پر زین سرخ سونے کی ہوگی، جس پر قلعی چمکتی ہوگی اُرجوانی رنگ کی۔ یعنی سرخ رنگ کی۔ ان اصلی ونجیب گھوڑوں کو ان جنتیوں کے سامنے پیش کیا جائے گا کہ آپ حضرات کو ربّ ذوالجلال نے سلام عرض کیا ہے اور آپ حضرات سے ملاقات وزیارت

کا خواہش مند ہے، تا کہ آپ حضرات ربّ العزّت کو دیکھیں اور ربّ العزّت آپ لوگوں کو دیکھے، اور آپ حضرات حق تعالیٰ سے باتیں کریں اور حق جل مجدہ آپ حضرات سے ہم کلام ہو، اور تم لوگ حق تعالیٰ سے ملو اور حق تعالیٰ تم لوگوں کو تحیہ وسلام کرے، اور تم لوگوں پر اپنے فضل کی بارش نمایاں کرے اور اپنی وسعت رحمت سے خوب سے خوب تر عطا کرے، اس لیے کہ وہ رحمتِ واسعہ اور فضلِ عظیم کا مالک کل ہے، یہ سنتے ہی ہر شخص اپنی سواری کی طرف متوجہ ہوگا اور اپنی اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے گا۔ بالکل ہی اعتدال اور قرینہ کے ساتھ کہ کوئی سوار کسی سوار سے نہ آگے ہوگا نہ پیچھے۔ ان کی سواری کا اعتدال اس قدر ہوگا کہ سواری کا کان سوار کے کان سے بھی آگے نہ ہوگا۔ (جبکہ سواری کا کان سوار سے ہمیشہ آگے ہوا کرتا ہے مگر یہ جنتی لوگوں کی صف بندی اتنے قرینہ واعتدال کے ساتھ ہوگی کہ سواری کا کان سوار سے آگے نہ ہوگا)۔

اور جب یہ لوگ جنت کے کسی درخت کے پاس سے گزریں گے تو ہر جنتی درخت ان لوگوں کو پھلوں کا تحفہ پیش کرے گا اور ان جنتی سواروں کے راستہ سے کنارہ ہو جائے گا تا کہ ان جنتی قافلوں کی صفوں کا اعتدال ٹوٹ نہ جائے یا ان جنتی دوستوں کے درمیان ایک لمحہ کا فصل پیدا نہ ہو جائے۔ جب یہ لوگ ربّ العزّت کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے تو حق جل مجدہ اپنے چہرہ سے حجاب اٹھا دے گا اور ان لوگوں کے سامنے اپنی عظمت کی عظیم تجلی فرمائے گا۔ جس میں آواز آئے گی: **السلام علیکم** جس کو سن کر یہ لوگ جواب دیں گے۔ **انت السلام**، آپ سلام ہیں **و منک السلام** سلامتی آپ ہی کی جانب سے ملی ہے **ولک حق الجلال والاکرام** اور آپ مستحق ہیں جلال واکرام کے یعنی بلندیٔ شان اور عزت وکرامت ربّ العزّت کو ہی زیب دیتی ہے۔ جس کے جواب میں حق جل مجدہ فرمائیں گے: ہاں! میں ہی سلام ہوں اور میری طرف سے ہی سلامتی (بندوں کو) ملتی ہے اور میں ہی مستحق جلال واکرام ہوں۔ خوش آمدید ہو میرے بندوں کو جنھوں نے میری وصیت تقویٰ کی حفاظت کی اور میرے عہد وپیمان کی نگرانی کی اور بن دیکھے مجھ سے ڈرتے

رہےاور ہر حال میں مجھ سے ڈرتے رہے۔

وہ جنتی بندے عرض کریں گے: ربّ العزّت تیری قسم اور تیری عظمت کی قسم اور بلندیٔ شان و مکان کی قسم، ہم سے قدر ولحاظ نہ ہوسکا، جوآپ کا مقام ہےاور نہ ہی ہم سے آپ کا حق کبریائی اداہوسکا۔ لہٰذا ہم کوآپ سجدہ کی اجازت دے دیجیے (تاکہ آپ کا حق ادا کرسکوں) جس کے جواب میں رب تبارک وتعالیٰ ارشادفرمائے گا: میرے بندو! اب عالم آخرت میں تم لوگوں سے میں نے وظیفہ عبادت کی تکلیف ہٹادی ہے۔ اورتمہارے جسموں کو راحت وعافیت دیدی ہے۔تم نے جو دنیاوی زندگی میں اپنے جسموں کو میری عبادت میں لگا رکھا تھا، اوراپنے چہروں کوسجدوں میں ڈال رکھا تھا۔ لہٰذا اب تم لوگ میری جانب سے خوشیوں کے مقام اور میری رحمتوں کے فیضان اورمہمانی وکرامت کے ٹھکانہ میں چلے جاؤ اور مجھ سے مانگو جو جی چاہےاوراپنی امیدوں کو مجھ پر ظاہر کرو۔ میں تمہاری خواہشات کو پورا کروں گا،سنو! میں آج تم لوگوں کوتمہارے اعمال کے بقدرنہیں بلکہ اپنی وسعت رحمت اوراپنی کرامت وشرافت اور غیر فانی نعمتوں، اورعظمت وجلال اور بلندیٔ شان کے بقدرعطا کروں گا۔ اہلِ جنت مسلسل وپیہم اپنی امیدو امانی اورحق تعالیٰ کی عنایتوں و عطایاکے لینے میں مشغول ہوں گے، یہاں تک کہ سب سے کم درجہ والا بھی، جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بنایا اس وقت سے لے کرختم ہونے کے دن تک کی تمام نعمتوں کا تمنا کرے گا۔ حق تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا: تم نے اپنی خواہشات وتمنا کے ظاہر کرنے میں کمی کی، کوتاہی کی، اورجس چیز کےتم مستحق ہواس سے کمتر پرراضی ہوگئے ہو، میں نے تو تم لوگوں کے لیے متعین کردیا ہے کہ جوتم مانگو گے وہ دوں گا، جوتمنا کروگے عطا کروں گا، اورجس چیز کوتم نہ مانگ سکوگے میں وہ بھی اپنی طرف سے زیادہ دوں گا،سواب تم لوگ میری جانب سے مواہب وعطایا، بخشش وداد ودہش کودیکھو، جوتم لوگوں کوعطا کی گئی ہیں اسی اثناءگفتگو میں ہوں گے کہ ایک قبّہ بلند و بالا واعلیٰ ظاہر ہوگا جس میں حجرے اورکمرے موتی ومرجان کے بنے ہوئے ہوں گے، اس کے دروازے سونے کے ہوں گے اوراس میں

مسہریاں یاقوت سے بنی ہوں گی اور بستر ے سندس واستبرق، نرم ودبیز ریشم کے ہوں گے، اوراس میں روشنی کا نظم اس طرح ہوگا کہ روشنی دروازوں سے پھوٹ پھوٹ کر، چھن چھن کرآئے گی (یعنی ہر دروازوں سے رہائش کی سمت روشنی خود بخو د رہنمائی کرے گی، اور اس میں سامان واثاث برتن وغیرہ چمکتا ہوا نور کی طرح ہوگا، جیسا کہ سورج کی شعاع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کوکب دری دن میں روشنی کے اندر چمک رہا ہو۔ یعنی برتن وغیرہ جہاں بھی رکھے ہوں گے چمک رہے ہوں گے، جیسا کہ کوکب دری روشنی میں چمکتا ہے۔ جبکہ اس میں عالی شان کئی محل ہوں گے۔ یاقوت سے بنے ہوئے اعلیٰ علیین میں جس سے نور کی شعائیں پھوٹ رہی ہوگی، حسن وجمال کھل رہا ہوگا۔ اگر حق جل مجدہ اس کا دیکھنا آسان نہ کردیتا تو کسی کی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اب ان محلوں میں جو سفید یاقوت سے بنا ہوا ہوگا اس پر بستر ابھی سفید ریشم کا ہوگا اور جو محل سرخ یاقوت کا ہوگا اس کا فرش و بستر بھی چمکتا ہوا سرخ ہوگا اور جو محل سبز یاقوت کا ہوگا تو اس کا فرش سندس سبز کا ہوگا اور جو محل پیلا یاقوت کا ہوگا اس کے فرش کا رنگ پیلا ہوگا اور اس پر قلعی کی ہوئی ہوگی سبز زمرد سے اور سفید چاندی اور سرخ سونے سے اس کے ستون اور پائے یاقوت کے ہوں گے، اور بالکونیاں لُولُو کے قبوں کی مانند ہوگی۔ جس کی برجیاں مرجان کے حجرے کے مانند، جب وہ لوگ حق جل مجدہ کی جانب سے انعامات لے کر واپس ہوں گے تو ان کو سفید یاقوت کا مضبوط گھوڑا پیش کیا جائے گا، جس میں روح ڈال دیے جائیں گے وہ گھوڑے ہمیشہ ہمیش رہنے والے بچے ہنکا کرلے جائیں گے۔ جن بچوں کے ہاتھ میں ان گھوڑوں کی لگام کا حلقہ اور باگ ڈور ہوگی۔

اور لگام وزمام سفید چاندی کی ہوگی۔ جن کے گلے میں موتی اور یاقوت کا طوق و قلادہ ہوگا اور اس کا زین، تخت شاہی کی طرح جو قرینہ سے رکھا ہوا ہو، معلوم ہوگا۔ اس پر بسترہ نرم ودبیز ریشم کا ہوگا، یہ گھوڑا اپنے سواروں کو لے کر تیز رفتاری کے ساتھ چلے گا، جبکہ سوار کے تابع ہوگا، جنت کی سیر کراتا ہوا، باغات جنت کا مشاہدہ کراتا ہوا، جب یہ اہل

جنت اپنے اپنے ٹھکانے اور رہائش گاہ میں پہنچ جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ تمام چیزیں جو ربّ العزّت نے ان کو عطا کی تھیں وہ اور ساتھ ساتھ وہ تمام اشیاء بھی جو انھوں نے سوال کیا تھا یا تمنا کیا تھا از اول تا آخر سب کی سب ان کی جنت میں موجود ہے اور جنت کے محلوں میں سے ہر محل کے دروازہ پر چار چار باغ ہوں گے۔ دو دو باغ خوب گھنے شاخوں والے، اور دو دو باغ گہرے سرسبز ہوں گے اور ان دونوں قسم کے (گھنے اور سرسبز باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے اور ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی، اور عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی۔

جب جنتی لوگ اپنی آرام گاہ میں رہائش اختیار کرلیں گے اور ان کو سکون وقرار آجائے گا۔ اس وقت ربّ العزّت ان سے ارشاد فرمائے گا: تم لوگوں سے جو ربّ العزّت نے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا کہ نہیں۔ اہل جنت جواب دیں گے: ہاں ہم لوگوں نے سب وعدہ کو سچ صحیح پایا۔ اے ہمارے معبود ہم راضی ہیں آپ بھی ہم سے راضی ہوجائیں۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: میں راضی تھا، جبھی تو تم لوگوں کو میری رہائش گاہ میں قیام کی اجازت ملی ہے اور تم میرے چہرہ کی طرف دیکھ رہے ہو۔ یعنی میری دید نصیب ہورہی ہے، اور تم لوگوں سے میرے فرشتوں نے مصافحہ کیا ہے۔ تم لوگوں کو ربّ العزّت کی عطاء وبخشش خوب خوب مبارک ہو جو کبھی ختم نہ ہوگی، نہ کبھی طبیعت ان نعمتوں کے چھن جانے کے خطرہ وخدشہ سے مکدر ہوگی۔ نہ کبھی ان نعمتوں کی قلت کا اندیشہ ہوگا، نہ ہی حاجت پوری ہونے سے پہلے ختم ہونے کا خطرہ۔ اس وقت اہل جنت اللہ تعالیٰ کی حمد یوں کریں گے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾

(فاطر:۳٤)

اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے رنج وغم دور کردیا بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔ (الترغیب۔ جلد۴/۱۰۱۲)

فائدہ: جنت بنائی ہی گئی ہے اہل ایمان کی راحت ومسرت اور خوشی وقرار کے

لیے۔ جہاں تصور سے بالاتر اور خواب وخیال سے بلند تر ربّ العزّت کی عنایات ورحمت و برکات اور تجلیات وانوارات کی اہل ایمان پر داد ودہش کا معاملہ ہوگا۔ وہاں کی ہر نعمت محیر العقول ہوگی اور روحانی وجسمانی غیر فانی لذتوں کا مشاہدہ ہوگا۔

طوبیٰ کا سایہ تمام جنتیوں پر ہوگا

حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کو طوبیٰ درخت کی بشارت دی ہے، سورۂ رعد میں ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ﴾ جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے خوش حالی (خوبی) ہے ان کے واسطے اور اچھا ٹھکانہ۔

طوبیٰ کیا ہے؟

مترجم محقق نے طوبیٰ کے لغوی معنی لیے ہیں اس کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آ گیا ہے جسے صحیح حدیث میں طوبیٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے طوبیٰ کا ترجمہ کیا ہے کہ خوشی اور خنکی چشم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طوبیٰ کا ذکر آیا تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تم کو معلوم ہے کہ طوبیٰ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں۔

فرمایا طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، جس کی لمبائی سے اللہ ہی واقف ہے اس کی ایک شاخ کے نیچے ستر برس تک گھوڑ سوار چلتا رہے تو اس کو طے نہ کر پائے۔ (ازالۃ الخفا)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا حبشی زبان میں طوبیٰ باغ (جنت) کو کہتے ہیں، بغوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جو تمام جنتیوں پر سایہ فگن ہے۔

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا طوبیٰ جنت عدن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (جنتی) مکان

میں ایک درخت ہے، جس کی شاخیں مومن کے ہر جنتی مکان اور بالا خانہ پر سایہ فگن ہیں، سوائے سیاہ رنگ کے ہر رنگ اور ہر پھول اور پھل اور ہر میوہ اللہ نے اس درخت میں پیدا کیا ہے، اس کی جڑ سے دو چشمے نکلتے ہیں کافور اور سلسبیل مقاتل نے کہا اس کا ہر پتہ ایک گروہ پر سایہ فگن ہے اور ہر پتہ پر ایک فرشتہ اللہ کی طرح طرح کی تسبیح بیان کرنے میں مشغول ہے۔

طوبیٰ درخت کا پھیلاؤ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ طوبیٰ کیا ہے؟ فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے (جس کا پھیلاؤ) سو سال کی رفتار کے برابر ہے، اہل جنت کے کپڑے اس کے شگوفوں سے برآمد ہوں گے۔ (رواہ ابن حبان)

معاویہ بن قرہؒ نے اپنے باپ کی مرفوع روایت سے بیان کیا کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا اس درخت سے زیور اور کپڑے پیدا ہوں گے اور اس کی شاخیں حصار جنت کے باہر دکھائی دیں گے۔

بغویؒ نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جنت کے اندر ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ایک گھوڑ سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی قطع نہ کر سکے اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو

﴿وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ (متفق علیہ) امام احمدؒ نے یہ روایت کرنے کے بعد اتنا زائد بیان کیا کہ اس کے پتے جنت کو ڈھانپ لیں گے۔

نہاد بن سریؒ نے الزہد میں اور بغوی نے (تفسیر) میں آخر میں اتنا اور بھی اس کو بیان کیا کہ اس بیان کی اطلاع کعب کو پہنچی تو انھوں نے کہا یہ سچ ہے قسم ہے اس اللہ کی، جس نے موسیٰ پر تورات اور محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا، اگر کوئی شخص سہ سالہ یا چہار سالہ اونٹ پر سوار ہو کر اس درخت کے تنہ کے گرد اگرد چکر لگائے تو دورہ پورا نہ کر سکے یہاں تک کہ (عمر ختم ہو جائے) اور ضعیف و کمزور ہو کر گر پڑے، اللہ نے اس کو اپنے ہاتھ سے بویا

ہے اور اپنی روح اس میں پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کے باہر سے نظر آئیں گی، (یعنی پوری جنت پر وہ سایہ فگن ہوگا) جنت کی ہر نہر اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔

درخت سے اونٹنی برآمد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، اللہ اس سے فرمائے گا میرا بندہ جو کچھ چاہتا ہے تو شگافتہ ہوکر اپنے اندر سے اس چیز کو برآمد کردے حسب الحکم درخت پھٹے گا اور اس کے اندر سے بندہ کی خواہش کے مطابق گھوڑا زین اور لگام پورے ساز سمیت برآمد ہو جائے گا اور بندہ کی خواہش کے مطابق اونٹنی اپنے کجاوے نکیل اور سامان سمیت برآمد ہو جائے گی اور کپڑے بھی پھٹ کر اس درخت سے نکلیں گے۔ (رواہ بغوی وابن ابی الدنیا)

نقل کیا ہے کہ طوبیٰ جنت کے اندر ایک درخت ہے، جنت کا ہر درخت اسی سے پیدا ہے اس کی شاخیں حصار جنت سے باہر دکھائی دیں گی۔

گھوڑوں، اونٹوں کی بارش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لیے بہترین چیزیں ٹپکا، تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے، سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ (گلدستہ تفاسیر ۳/۴۸۲)

اہلِ جنت کی بارگاہ ربّ العزّت میں حمد

دنیاوی غموں سے اہل ایمان نجات پاکر جب جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حق تعالیٰ کی حمد کریں۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے دور کردیا ہم سے غم، بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے۔

دنیا غموں کا گھر ہے

دریں دنیا کسے بے غم نباشد   وگر باشد بنی آدم نباشد

اس دنیا میں غموں اور فکروں سے کسی نیک یا بد کو نجات نہیں۔

اسی لیے اہلِ دانش دنیا کو دار الاحزان کہتے ہیں، اس آیت میں جس غم کے دور کرنے کا ذکر ہے اس میں یہ دنیا کے غم بھی سب کے سب داخل ہیں دوسرا غم وفکر قیامت اور حشر ونشر کا، تیسرا حساب وکتاب کا، چوتھا جہنم کے عذاب کا، اہل جنت سے اللہ تعالیٰ یہ سب غم دور فرما دیں گے۔ (معارف القرآن)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا إله الا اللّٰه** کہنے والوں کو نہ مرنے کے وقت وحشت ہوگی، نہ قبروں کے اندر نہ قبروں سے اٹھنے کے وقت، گویا وہ منظر میرے سامنے ہے، کہ صور پھونکے جانے پر لوگ سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں، ﴿**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ**﴾ (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا (حزن سے مراد ہے) دوزخ کا غم۔ (تفسیر مظہری)

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حق جل مجدہ کی حمد وثنا اہل ایمان جنت میں بھی کریں گے، الحمد للہ کے حمادون کی حمد کا تذکرہ قرآن مجید میں آ گیا، غم کے دور ہونے پر حمد، نعمت جنت کے ملنے پر حمد، حق تعالیٰ کے دیدار پر حمد۔

باب : وَفْدُ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ......

باب: وہ جماعت جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے جائے گی

(٧٤٠) لابن أبی الدنیا عن صیفی الیمامی موقوفًا

عن صیفی الیمانی : قال :سأله عبدالعزیز بن مروان عن وفد أهل الجنة: قال:
"إِنَّهُمْ يَفِدُوْنَ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ كُلَّ يَوْمِ خَمِيْسٍ فَتُوْضَعُ لَهُمْ أسرةٌ، كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أُعْرِفُ بِسَرِيْرِهِ مِنْکَ بِسَرِيْرِکَ هٰذَا الَّذِیْ أَنْتَ عَلَيْهِ، فَإِذَا قَعَدُوْا

عَلَیْہِ وَ أَخَذَ الْقَوْمُ مَجَالِسَھُمْ، قَالَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: أَطْعِمُوْا عِبَادِیْ وَ خَلْقِیْ وَ جِیْرَانِیْ وَ وَفْدِیْ فَیَطْعَمُوْنَ، ثُمَّ یَقُوْلُ: اسْقُوْھُمْ . قَالَ: فَیُؤْتَوْنَ بِآنِیَةٍ مِنْ أَلْوَانٍ شَتّٰی مُخْتَمَّةٍ فَیَشْرِبُوْنَ مِنْھَا، ثُمَّ یَقُوْلُ: عِبَادِیْ وَ خَلْقِیْ وَ جِیْرَانِیْ وَ وَفْدِیْ قَدْ طَعَمُوْا وَ شَرِبُوْا فَکِّھُوْھُمْ، فَتَجِیْءُ ثَمَرَاتُ شَجَرٍ مُدَلّٰی فَیَأْکُلُوْنَ مِنْھَا مَا شَاءُ وْا، ثُمَّ یَقُوْلُ: عِبَادِیْ وَ خَلْقِیْ وَ جِیْرَانِیْ وَ وَفْدِیْ قَدْ طَعَمُوْا وَ شَرِبُوْا اکْسُوْھُمْ فَتَجِیْءُ ثَمَرَاتُ شَجَرٍ أَخْضَرَ وَ أَصْفَرَ وَ أَحْمَرَ، وَ کُلُّ لَوْنٍ لَمْ تَنْبُتْ إِلَّا الْحلل فَنُشِرَ عَلَیْھِمْ حُلَلًا وَ قُمُصًا، ثُمَّ یَقُوْلُ عِبَادِیْ وَ جِیْرَانِیْ وَ وَفْدِیْ قَدْ طَعَمُوْا وَ شَرِبُوْا وَ فُکِّھُوْا وَ کُسُوْا، طَیِّبُوْھُمْ فَیُتَنَاثَرُ عَلَیْھِمُ الْمِسْکُ مِثْلَ رِذَاذِ الْمَطَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ: عِبَادِیْ وَ خَلْقِیْ وَ جِیْرَانِیْ وَ وَفْدِیْ قَدْ طَعَمُوْا وَ شَرِبُوْا وَ فُکِّھُوْا وَ کُسُوْا وَ طُیِّبُوْا، لَأَتَجَلِّیَنَّ عَلَیْھِمْ حَتّٰی یَنْظُرُوْا إِلَیَّ ،فَإِذَا تَجَلّٰی لَھُمْ، فَنَظُرُوْا إِلَیْہِ نَضَرَتْ وُجُوْھُھُمْ ثُمَّ یُقَالَ: اِرْجِعُوْا إِلٰی مَنَازِلِکُمْ،فَتَقُوْلُ لَھُمْ اَزْوَاجُھُمْ: خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِنَا عَلٰی صُوْرَةٍ وَ رَجَعْتُمْ عَلٰی غَیْرِھَا، فَیَقُوْلُوْنَ ذٰلِکَ أَنَّ اللّٰہَ جَلَّ ثَنَاؤُہُ تَجَلّٰی لَنَا، فَنَظَرْنَا إِلَیْہِ فَنَضَرَتْ وُجُوْھُنَا.“

[ضعیف جداً] (کما فی الترغیب ج ٤ ص١٠١١)

جنت کے بازار کے تفصیلی احوال

(۷۴۰) ترجمہ: عبدالعزیز بن مروانؒ سے سوال ہوا کہ وہ جماعت جو جنت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گی بتلائیے۔تو انھوں نے کہا: کہ اہل جنت اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملنے وملاقات کرنے ہر جمعرات کو جائیں گے۔ان لوگوں کے لیے کرسی رکھی جائے گی، ان میں ہر شخص اس کرسی کو پہچانے گا جو جس کے لیے رکھی جائے گی،اسی طرح جس طرح تو اس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب لوگ اپنی اپنی جگہ کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کو، میری مخلوق کو، میرے پڑوسی کو، میرے مہمانوں کو کھلاؤ۔تو ان کو کھانا کھلایا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ان کو پلاؤ، سیراب کرو۔تو ان کے

پاس مختلف رنگ برنگ کے سل پیک پیالے لائے جائیں گے جس سے وہ پئیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: میرے بندوں نے میری مخلوق نے، میرے پڑوسی نے، اور مجھ سے ملنے آنے والے مہمان نے، کھالیا، پی لیا، ان کو فروٹس وسویٹ کھلاؤ (جو کھانے کے بعد میٹھا وغیرہ تفریح کے لیے کھایا جاتا ہے) تو ان کے پاس مختلف قسم کے پھلوں سے لدا ہوا درخت سامنے لایا جائے گا جس سے وہ لوگ کھائیں گے، جیسا اور جتنا چاہیں گے۔ پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: میرے بندوں نے اور میری مخلوق نے، اور میرے پڑوسی نے، اور مجھ سے ملنے آنے والے وفد ومہمان نے کھالیا، پی لیا اب ان کو (کرامت کا) لباس پہناؤ تو مختلف قسم کے پھلوں کا درخت جو سبز، پیلا اور لال ہوگا لایا جائے گا جبکہ ہر رنگ سے زیورات نکلیں گے اور انہی درختوں سے اہلِ جنت کے جسم پر زیورات وقمیص پہنایا جائے گا۔ پھر اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: میرے بندوں نے، میرے پڑوسی نے اور مجھ سے ملنے آنے والے مہمانوں نے کھالیا، پی لیا، فروٹس سے طبیعت میں نشاط پیدا کرلیا، اور لباس زیب تن کرلیا، ان کو خوشبو سے معطر کرو، تو ان پر مشک کی پھوار ہوگی جیسا کہ بوندا بوند بارش گرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے بندوں نے میری مخلوق نے، میرے پڑوسی نے، اور میرے وفد ومہمان نے، کھالیا، پی لیا، خوش طبعی کرلی، لباس زیب تن کرلیا اور خوشبو لگالیا۔ اب میں اپنی تجلی ظاہر کرتا ہوں ان لوگوں کے لیے تاکہ وہ مجھ کو دیکھیں تو حق جل مجدہ اپنی تجلی فرمائے گا۔ تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ تو ان کے چہرے حسن و جمال سے بارونق ہوجائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا: آپ لوگ اب اپنے اپنے منزلوں اور ٹھکانوں میں واپس چلے جائیں۔ (جب واپس اپنے ٹھکانہ میں چلے جائیں گے) تو ان کی بیویاں کہیں گی: جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے تو اور شکل وصورت تھی اور واپس آئے ہو تو اور شکل وصورت ہے۔ وہ جواب دیں گے: ہاں یہ اس وجہ سے کہ حق جل مجدہ نے ہم لوگوں کے سامنے اپنی تجلی فرمائی تھی، تو ہم لوگوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھا تو ہمارے چہرے بارونق ہوگئے۔ (الترغیب۔۴/۱۰۱۱)

باب : أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَکَ فِيْ سُوْقِ الْجَنَّةِ ......

باب: میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں جمع کر دیں

(٧٤١) حدثنی سعید بن المسیب أنه لقی أباهریرةؓ فقال أبوهریرةؓ:

''أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْمَعَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَکَ فِيْ سُوْقِ الْجَنَّةِ قَالَ سَعِيْدٌ: أَوَفِيْهَا سُوْقٌ ؟ قَالَ :نَعَمْ. أَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ، إِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ، فَيُؤْذَنُ لَهُمْ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا، فَيَزُوْرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ . وَ يُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشُهُ. وَ يتبدّى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. فَتُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ. وَ مَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ. وَ مَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ. وَ مَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ. وَ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ. وَ مَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ . وَ يَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ، (وَ مَا فِيْهِمْ دَنِيْءٌ) عَلٰى كثبانِ الْمِسْکِ وَ الْكَافُوْرِ مَا يرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيْ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا. قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ. هَلْ تَتَمَارُوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ: كَذٰلِکَ لَا تَتَمَارُوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ. وَ لَا يَبْقٰى فِيْ ذٰلِکَ الْمَجْلِسِ أَحَدٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُحَاضَرَةً حَتّٰى اَنَّهُ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ مِنْكُمْ: أَلَا تَذْكُرُ يَا فُلانُ؟ يَوْمَ عَمِلْتَ كَذَا وَ كَذَا؟ (يُذَكِّرُهُ بَعْضَ غَدْرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا) فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ ! أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِيْ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى! فَبِسعَةِ مَغْفِرَتِيْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَکَ هٰذِهِ. فَبَيْنَمَاهُمْ كَذٰلِکَ، غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأُمْطِرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهِ شَيْئًا قَطُّ. ثُمَّ يَقُوْلُ: قُوْمُوْا إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ. فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ. (قَالَ) فَنَأْتِيْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيْهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ إِلٰى مِثْلِهِ، وَ لَمْ تَسْمَعِ الْأُذُنُ، وَ لَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ، (قَالَ) فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا، لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهِ شَيْءٌ وَ لَا

يُشْتَرىٰ . وَ فِیْ ذٰلِکَ السُّوْقِ يَلْقِي أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ، فَيَلْقِي مَنْ هُوَ دُوْنَهُ (وَ مَا فِيْهِمْ دَنِيْءٌ) فَيَرُوْعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ. فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيْثِهِ حَتّٰى يُتَمَثَّلَ لَهُ عَلَيْهِ أَحْسَنَ مِنْهُ. وَ ذٰلِکَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَّحْزَنَ فِيْهَا.''

قَالَ: ''ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلٰى مَنَازِلِنَا. فَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا. فَيَقُلْنَ : مَرْحَبًا وَ أَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَ إِنَّ بِکَ مِنَ الْجَمَالِ وَ الطِّيْبِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ. فَنَقُوْلُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ عَزَّ وَجَلَّ وَ يُحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا.''

[ضعيف] (أخرجه ابن ماجة ج ٢/٤٣٣٦)

بازارِ جنت میں خرید وفروخت نہیں ہوگی

(۷۴۱) ترجمہ: سعید ابن المسیبؒ کی ملاقات ابو ہریرہؓ سے ہوئی، تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔ مانگتا ہوں کہ ہمیں تمھیں بازار جنت میں جمع و یکجا کردیں۔ سعیدؒ نے سوال کیا: کہ کیا جنت میں بھی بازار ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ہاں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ جب جنتی جنت میں جائیں گے تو وہ جنت میں اپنے اعمال کی فضیلت کے اعتبار سے اتریں گے یعنی ان لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے درجہ ملے گا، پھر وہ دنیا کے دنوں میں سے ہفتہ کی مقدار میں اجازت دیے جائیں گے (یعنی دنیا میں ہفتہ کی جو مقدار ہوتی ہے اتنی مدت گزرنے پر ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ دیدار الٰہی کے لیے جمع ہوں اور جنت میں اگرچہ سورج نہیں مگر نور کے پردے لٹکائے جائیں گے، جن سے ایام بنیں گے اور وہاں بھی اجتماع جمعہ کے دن ہوگا) لہٰذا وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے اور ان کے لیے عرش الٰہی ظاہر کیا جائے گا اور جنت کے باغات میں سے کسی باغ میں اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائیں گے۔ تو جنتیوں کے لیے نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد (پنّا، ایک سبز رنگ کا زردی مائل جوہر) کے منبر، سونے کے منبر، اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے، اور کمتر جنتی اور جنتیوں میں کوئی

کمتر نہیں۔ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا، وہ نہیں دکھلائے جائیں گے یعنی وہ نہیں سمجھیں گے کرسیوں والے ان سے مجلس کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یعنی وہ کرسیوں والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہیں کریں گے؛ بلکہ خود کو ان کے برابر سمجھیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، کیا تم جھگڑا کرتے ہو یا شک کرتے ہو سورج کے اور چودھویں کے چاند کے دیکھنے میں؟ ہم نے کہا: نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھنے میں جھگڑا نہیں کرو گے۔

اور اس مجلس میں کوئی شخص باقی نہیں رہے گا، مگر اس سے اللہ تعالیٰ کھل کر باتیں کریں گے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص سے کہیں گے: اے فلاں، فلاں کے بیٹے، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے یہ یہ کیا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض بے وفائیاں (گناہ) یاد دلائیں گے، جو اس نے دنیا میں کی تھیں۔ پس وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! کیا آپ نے میری بخشش نہیں فرمادی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو اپنے اس مرتبہ تک پہنچا ہے، وہ اسی حال میں ہوں گے، یعنی اسی طرح وقت گزرتا رہے گا کہ ان کے اوپر سے ایک بادل چھائے گا، وہ ان پر خوشبو برسائے گا۔ وہ اس کی خوشبو جیسی کوئی چیز کبھی نہیں پائیں گے۔ یعنی وہ خوشبو بڑی ہی لاجواب ہوگی، پس ہمارے رب تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: اس عزت و کرامت کی طرف اٹھو۔ بڑھو، جو میں نے تمہارے لیے تیار کی ہے۔ تم جو چاہو وہاں سے لے لو، تو ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، اس میں وہ چیزیں ہوں گی جن کے مانند چیزیں آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھیں اور کانوں نے کبھی نہیں سنیں اور دلوں میں کبھی ان کا خیال نہیں گزرا۔ پس ہماری طرف وہ چیزیں اٹھائی جائیں گے، وہاں چیزیں نہ خریدنی پڑیں گی نہ ڈھونڈنی پڑیں گی۔

اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

پس اونچے درجے والا ایک شخص متوجہ ہوگا، وہ اپنے سے کمتر درجہ والا سے ملاقات کرے گا اور جنتیوں میں کوئی کمتر نہیں۔کم درجے والے کو گھبراہٹ میں ڈالے گا، وہ لباس جو وہ اونچے درجہ والے پر دیکھے گا، ابھی اس سے بات چیت پوری نہیں ہوگی کہ اس کے خیال میں ایسا آئے گا کہ اس کا لباس اس بلند رتبہ والے کے لباس سے بہتر ہے اور یہ بات اس لیے ہوگی کہ کسی جنتی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ جنت میں غمگین ہو (اس لیے اس کمتر کا لباس بہتر ہوجائے گا) پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے، تو ہماری بیویاں ہمارا استقبال کریں گی۔ وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گی اور یہ بھی کہیں گی کہ آپ اس حال میں لوٹے ہیں کہ آپ بہت ہی زیادہ حسین وخوبصورت ہیں جبکہ آپ ہم سے جدا ہوکے گئے تھے تو ایسے حسین وجمیل تو نہ تھے، جیسے اب آپ ہیں۔جنتی شوہر کہے گا: ہم آج اپنے عظیم رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیٹھے ہیں، اس لیے ہمارے لیے لائق ہے ہم اسی صفات کے ساتھ لوٹیں جس میں ہم لوٹے ہیں۔ (اخرجہ ابن ماجہ۔۲/۴۳۳۶)

جنت میں حسن و جمال کی بارش ہوگی

جنت میں جو بارش ہوگی وہ حسن و جمال کی ہوگی اور شمال کی جانب سے خوشبودار ہوا چلے گی، جس کی وجہ سے جنتیوں کا حسن دوبالا ہوجائے گا اور پیچھے گھروں میں بھی حسن و جمال کی بارش ہوگی جس میں جنتیوں کی عورتیں نہائیں گی۔ اس سے ان کا حسن بھی کئی گنا بڑھ جائے گا، جب جنتی گھر لوٹیں گے تو ان کی بیویاں ان سے کہیں گی: کہ تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو تو جنتی بھی اپنی بیویوں سے کہیں گے، خوش نصیب تم بھی پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو، وہ جواب دیں گی: کہ آپ کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حسن وجمال کی بارش برسائی جس میں ہم نے غسل کیا۔اور حسن میں یہ اضافہ ہر ایک ہفتہ کی مقدار میں تا ابد ہوتا رہے گا۔

باب : إن اللّٰہ یقول لأھل الجنة......ھل رضیتم......

باب: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیں گے، کیا تم لوگ خوش ہو؟

(۷٤۲) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ لِأَھْلِ الْجَنَّةِ : یَا أَھْلَ الْجَنَّةِ ! یَقُوْلُوْنَ: لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْکَ، فَیَقُوْلُ: ھَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: وَ مَا لَنَا لَا نَرْضَی وَ قَدْ أَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ؟ فَیَقُوْلُ : أَنَا أُعْطِیْکُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ. قَالُوْا: یَا رَبِّ ! وَ أَیُّ شَیْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہُ أَبَدًا.“ [صحیح] (أخرجه البخاری ج ۸ ص ۱۴۲)

اہلِ جنت سے حق جل مجدہ ان کی رضا معلوم کریں گے

(۷۴۲) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ اہل جنت سے فرمائیں گے: اے جنت والو! وہ عرض کریں گے: ”لبیک ربنا وَ سعدیک“ ارشاد ہوگا: کیا تم لوگ راضی ہو، وہ عرض کریں گے: الٰہ العالمین! ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم آپ سے راضی نہ ہوں گے، جب کہ آپ نے ہمیں جنت کی وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو کسی اور مخلوق کو آپ نے نہیں دیں، ارشاد ہوگا: کیا اس سے بھی افضل میں تم کو نہ دوں۔ وہ عرض کریں گے: ربّ العالمین جنت سے افضل نعمت اور کیا ہوگی؟ ارشاد ہوگا: آج کے بعد اب میں پھر کبھی بھی تم لوگوں پر ناراض نہیں ہوں گا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ ۔آمین!

(۷٤۳) عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِذَا دَخَلَ أَھْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: ھَلْ تَشْتَھُوْنَ شَیْئًا فَأَزِیْدُکُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا وَ مَا فَوْقَ مَا أَعْطَیْتَنَا؟ قَالَ: فَیَقُوْلُ: رِضْوَانِیْ أَکْبَرُ.“

[صحیح] (أخرجه الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۸۲)

(۷۴۳) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے، تو حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: کیا تم لوگ کچھ خواہش رکھتے ہو، چاہتے ہو، تو میں فضل وکرم سے وہ دے دوں؟ وہ عرض کریں گے: ربّ العالمین جوکچھ آپ نے ہمیں عطا کیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمتیں ہوسکتی ہیں؟ حق جل مجدہ فرمائیں گے: میری رضا سب سے بڑی ہے۔

ادنیٰ موتی کی روشنی مشرق ومغرب کوروشن کردے گی

اہلِ جنت کو تاج پہنایا جائے گا، جس کا ایک ادنیٰ موتی مشرق سے مغرب تک پوری دنیا کو روشن کردے گا، (ترمذی، حاکم) نیز کوئی جنتی ایسا نہ ہوگا جس کے ہاتھ میں تین کنگن نہ ہوں ایک سونے کا، ایک چاندی کا، اور ایک موتی کا، اگر جنت کا کوئی کپڑا آج دنیا میں پہن لیا جائے تو جس کی نظر اس پر پڑے گی وہ بیہوش ہوجائے گا، کسی کی نظر اس کو برداشت نہ کرسکے گی، یہ سب تو سوچ سے زیادہ تھا ہی اب مزید رضائے الٰہی کہ حق تعالیٰ کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَ الْجَنَّۃَ۔

میرے بندوں کو کھلاؤ

(٧٤٤) و لأبی یعلی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”...... نَدْعُوْهُ عِنْدَنَا یَوْمَ الْمَزِیْدِ، قُلْتُ: مَا الْمَزِیْدُ؟ قَالَ: إِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ وَادِیًا فِی الْجَنَّۃِ أَفْیَحَ وَ جَعَلَ فِیْہِ کثبانًا مِنَ الْمِسْکِ فَإِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ نَزَلَ فِیْہِ — وَ فِیْہِ — : اَکْسُوْا عِبَادِیْ، أَطْعِمُوْا عِبَادِیْ، اِسْقُوْا عِبَادِیْ، طَیِّبُوْا عِبَادِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ: مَاذَا تُرِیْدُوْنَ؟ قَالُوْا: نُرِیْدُ رِضْوَانَکَ رَبَّنَا، فَیَقُوْلُ: قَدْ رَضِیْتُ عَنْکُمْ فَیَنْطَلِقُوْنَ وَ تَصْعُدُ الْحُوْرُ الْعِیْنُ إِلَی الْغُرَفِ مِنْ زَمَرَّدَۃٍ خَضْرَاءَ أَوْ یَاقُوْتَۃٍ حَمْرَاءَ.“ [حسن] (کما فی المطالب العالیۃ ج ١ / ٥٨٠)

(٧٤٤) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ہم لوگوں کے درمیان اس دن کو مزید کے نام سے پکارا جائے گا۔ میں نے کہا: مزید کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ

تعالیٰ نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جس سے خوشبو پھوٹ پھوٹ کر آتی ہے اور اس میں مشک کا ٹیلہ ہے، جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس میں جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا: میرے بندوں کو لباس پہناؤ، میرے بندو کو کھلاؤ، میرے بندوں کو پلاؤ، میرے بندوں کو معطر کرو، خوشبو میں بساؤ، پھر حق تعالیٰ فرمائے گا: تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب ہم آپ کی رضا کے طالب ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: میں تم لوگوں سے راضی ہوں۔ وہ لوگ چلے جائیں گے اور حور العین بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں سبز زمرد یا سرخ یاقوت کی بنی ہوئی ان کے بالا خانوں میں جائیں گی۔ (المطالب العالیہ۔۱/۵۸۰)

آپ کی رضا وخوشی چاہیے

(٧٤٥) و فی الإحیاء للغزالیؒ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَتَجَلّٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَیَقُوْلُ: سَلُوْنِیْ. فَیَقُوْلُوْنَ: رِضَاکَ."

[ضعیف] (کما فی الإحیاء ج٤ ص٣٣٤)

(۷۴۵) ترجمہ: حق جل مجدہ مومنین کی رویت ودید کے لیے اپنی تجلی فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے: مجھ سے مانگو۔ وہ لوگ عرض کریں گے: آپ کی رضا وخوشی۔

باب: إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُکُمْ مَا أَوَّلُ مَا یَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

باب: اگر تم لوگ چاہو تو بتادوں کہ ربّ العزّت مومنین سے پہلی بات کیا کہیں گے؟

(٧٤٦) قال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُکُمْ مَا أَوَّلُ مَا یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَ مَا أَوَّلُ مَا یَقُوْلُوْنَ لَهٗ. قُلْنَا: نَعَمْ. یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ: هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ یَا رَبَّنَا، فَیَقُوْلُ: لِمَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: رَجَوْنَا عَفْوَکَ وَ مَغْفِرَتَکَ، فَیَقُوْلُ: قَدْ وَجَبَتْ لَکُمْ مَغْفِرَتِیْ."

[ضعیف] (أخرجه أحمد ج٥ ص٢٣٨)

اللہ تعالیٰ کی پہلی گفتگو مومنین سے کیا ہوگی؟

اور مومنین اللہ تعالیٰ سے پہلا سوال کیا کریں گے؟

(۷۴۶) ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو بتلا سکتا ہوں کہ سب سے پہلی بات قیامت کے دن جو اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا وہ کیا ہوگی؟ اور مومنین سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کیا کہیں گے؟ ہم نے کہا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بتلا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل مومنین سے فرمائے گا: کیا تم لوگ میری زیارت وملاقات کو پسند کرتے تھے؟ (یعنی مجھ سے ملنے کی طلب ومحبت تھی) وہ لوگ عرض کریں گے: ہاں یارب تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھ سے ملاقات کی چاہت ومحبت کیوں تھی؟ مومنین عرض کریں گے: ہمیں آپ سے معافی اور مغفرت کی امید قوی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اچھا ٹھیک ہے تم لوگوں کے لیے میری جانب سے مغفرت واجب ہوگئی (یعنی تم لوگوں کی مغفرت کردی)۔ (اخرجہ احمد۔۵/ ۲۳۸)

مغفرت کی اُمید پر ملاقات کی تمنّا تھی

حق تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وانعام ہوگا کہ جنت میں اپنے بندوں سے ہم کلام ہوگا، خطاب فرمائے گا، اور خود یہ معلوم کرے گا کہ کیا تم لوگ مجھ سے ملنا وملاقات کرنا چاہتے تھے؟ ظاہر سی بات ہے، جنتی عرض کریں گے، ربّ العزّت اس سے انکار کون کرسکتا ہے، یہ تو بڑی عزت کا مقام ہے، اب حق تعالیٰ معلوم کریں گے آخر میری ملاقات کی طلب وتمنا تم کو کیوں تھی؟ جنتی جواب دیں گے ربّ العزّت آپ عفو وغفور ہیں، عفو ومغفرت کی آپ سے امید تھی کہ عند الملاقات معافی ملے گی، مغفرت کا پیغام مسرت ملے گا، کیونکہ اس پر آپ کو ہی قدرتِ کاملہ ومطلقہ ہے، امیدِ معافی ومغفرت اور تمنائے رحم وکرم پر، پھر رحمت الٰہی کا بندہ پر ظہور ہوگا اور حق تعالیٰ فرمائیں گے، جاؤ تمہارے لیے میری جانب سے مغفرت ہے۔ جنت بھی کیا خوب اچھی جگہ ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اللہ تعالیٰ سے باتیں

ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا سلام آئے گا، فرشتوں کی آمد و رفت ہوگی، رسول اللہ ﷺ کی ملاقات رہے گی، اور نہ معلوم آنکھ کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان حق تعالیٰ کی جانب سے ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَ اِذَا اَقَرَّتْ اَعْیُنُ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ وَ اجْعَلْ خَیْرَ یَوْمِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ۔آمین!

باب : إِنِّیْ لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا ......

باب: میں آخری جہنمی کو جانتا ہوں

(٧٤٧) عن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال النبی ﷺ:

"إِنِّیْ لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا، وَ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ كَبْوًا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْأَى، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُوْلُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُوْلُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَ عَشْرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ تَسْخَرُ مِنِّیْ أَوْ تَضْحَكُ مِنِّیْ، وَ أَنْتَ الْمَلِكُ؟ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، وَ كَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً. [صحیح] (أخرجه البخاری ج ٨ ص ١٤٦)

آپ میرے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیوں کرتے ہیں؟

(٧٤٧) ترجمہ: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس آخری شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے نکالا جائے گا اور اس آخری شخص کو بھی جو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص جہنم سے گھسٹتا ہوا نکلے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہوجا، وہ آئے گا تو اس کے دل میں خیال آئے گا کہ جنت تو بھر چکی، وہ بندہ حق تعالیٰ کے پاس واپس جا کر عرض کرے گا: ربّ العزّت میں نے دیکھا کہ جنت تو

بھری ہوئی ہے۔(یعنی جگہ نہیں) حق تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہوجا۔ وہ آئے گا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، تو پھر لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا: یا رب میں نے جنت کو بھری ہوئی پایا، یعنی لوگوں نے جگہیں گھیر لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہوجا کہ تیرے لیے دنیا اور اس کے برابر جنت ہے یا فرمایا کہ دس گنا کے برابر تیرے لیے جنت ہے۔ وہ بندہ حق جل مجدہ کو کہے گا: کیا آپ میرے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرتے ہیں جبکہ آپ (کی شان میری نگاہ میں) شہنشاہ ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں اور آپ فرماتے تھے کہ یہ درجہ ورتبہ کے اعتبار سے سب سے کمتر جنتی ہوگا۔
(اخرجہ البخاری۔ ۸/۱۴۶)

آخری جنتی کو دس گنی دنیا کے بقدر جنت ملے گی

عالم آخرت تمام کا تمام انکشاف حقائق کا مظہر اتم ہوگا، نیکی و بدی کے اثرات بھی مثالی شکلیں اختیار کرلیں گی، انسان جس قدر دین کا پابند ہوگا اتنی ہی ثبات وقرار کا اس پر عالم ہوگا، آپ ماقبل میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ پل صراط سے گزرنا بھی بقدر استقامت علی الطاعات ہوگا، کوئی برق وبجلی، اور کوئی طرفۃ عین پلک جھپکنے کے بقدر وقت قلیل، لمحہ بھر میں گزرے گا، تو کوئی گرتا پڑتا، جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب کے بعد میں جنت میں داخل ہوگا، کبھی باگھ دے کر تو کبھی سرین کے بل تو کبھی نار جہنم اس کو جلائے گی، اور حلیہ و بشرہ بگاڑ دے گی، بہرصورت نجات تو پا ہی جائے گا۔

نیز بار بار حق جل مجدہ اس کو کہیں گے جا جنت میں داخل ہوجا اور وہ بابِ جنت تک آکر واپس اس خیال سے چلا جائے گا کہ جنت اہل جنت سے بھر گئی اور اس کے لیے جگہ نہیں بچی، انسان اپنی کوتاہ نظری وکوتاہ فکر وسعت کا غلام ہے، اس کو خالق کے حکم کی تعمیل میں داخل ہوجانا چاہیے۔ نہ کہ اپنی خام خیالی کا غلام بن کر واپس آنا چاہیے، افسوس انسان کتنا تنگ نظر وتنگ خیال واقع ہوا ہے۔ بہرحال بار بار حکم ربانی اور ہر بار اس کا واپس آنا،

اور جنت کی وسعت کی تنگی کی شکایت نہیں اپنے خام خیالی کا اظہار کرنا، بارگاہ بے نیاز میں یہ ایک ایسا عمل ہے کہ حق جل مجدہ کی رحمت کو جوش آئے گا، اور ارشاد ہوگا جا جنت میں چلا جا تو تنگی و عدم وسعت کی شکایت کرتا ہے تیرے لیے دنیا کے دس گنا برابر جنت کا پروانہ ہے، جا دس گنی دنیا کے بقدر تیری جنت کی وسعت و پھیلاؤ ہے، اب جب حق جل مجدہ اس کو دس گنی دنیا کے بقدر جنت دیں گے تو یہ شخص حق جل مجدہ سے پھر اپنی خام خیالی وکوتاہ نظری کے سبب حقیقت کو مذاق اور سخر یہ تصور کرے گا، اور کہے گا کہ ربّ العزّت آپ میرا مذاق نہ اڑائیں جبکہ آپ ربّ العالمین ہیں، آپ شہنشاہ عالم ہیں، اس کوتاہ نظر انسان کے ذہن میں یہ بات اس لیے بھی آئے گی کہ بار بار ربّ العالمین سے عہد کر چکا ہے کہ سوال نہ کرے گا، جیسا کہ دوسری احادیث میں تفصیل موجود ہے، یا یہ کہہ چکا ہے کہ جنت بھری ہوئی ہے اب جگہ نہیں ہے، یعنی ربّ العزّت بار بار سوال وطمع اور بار بار کہ جنت بھر چکی ہے اس بات پر میری گرفت نہ کریں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بندہ یوں کہنا چاہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ میرا مذاق نہ اڑائیں گے کہ آپ ربّ العالمین ہیں۔ اور جو کچھ آپ دینا چاہتے ہیں حق ہی حق ہے۔ مگر مجھ کو شرمندگی اس بات کی ہے کہ میں اہل نہ تھا اور آپ اتنا عظیم و بلند و برتر انعام ایک نا اہل بندہ پر کر رہے ہیں۔ یعنی میں آپ کے احسان عظیم کے نیچے دبا جا رہا ہوں، شرمندہ ہوں، تیسرا قول قاضی عیاض علیہ الرحمہ کا ہے کہ وہ شخص فرط مسرت و سرور میں بے قابو ہو گیا ہے، کیونکہ جو کچھ بھی اس کو مل رہا ہے کبھی سوچ نہیں سکتا تھا، اور بارگاہ ربّ العزّت کی باریابی اور حضورِ حق میں ہم کلامی بھی ہو رہی ہے، جس کی عظمت و ہیبت الگ اس پر مسلط ہے اور فرح و سرور کا قلب پر ایک الگ عالم ہے۔ مسرت وشادمانی کا گہرا اثر اس کے افکار و خیال پر مسلط ہے۔ وہ کہنا کچھ چاہتا ہے اور اس کی زبان سے بول کچھ اور نکل رہا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص، اللھم انت ربی وانا عبدک کی جگہ اللھم انت عبدی وانا ربک کہہ دیا، تو قدرت ایسے مواقع پر بندہ کی گرفت نہیں کرتی بلکہ دادِ تحسین دیتی ہے، محروم نہیں کرتی، نواز دیتی ہے، دور نہیں کرتی

بلکہ سینہ سے لگا لیتی ہے۔ قدرت جانتی ہے کہ بندہ کہنا کیا چاہتا تھا اور بول کیا رہا ہے، الحمد للہ ہمارا مالک وخالق رحمٰن وغفور ہے، بندہ کمترین ثمین کے نزدیک حدیث کو سمجھنا بہت ہی آسان وسہل ہے۔ ہمارے ماحول میں بھی جب کسی غیر مستحق کو، کوئی غیر متوقع، تصور سے بالاتر نعمت کہا جائے کہ دیدوں؟ تو وہ فوراً بول اُٹھتا ہے۔ بھائی میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بھائی میں مستحق نہیں ہوں تو کیوں میرا مذاق اڑاتے ہو، مگر ربّ العالمین کی ذات بے نیاز اس قسم کے عبث ولغو کلام سے پاک ہے۔ اس لیے بندہ کو خود کہتی ہے تَمَنَّ عَلَيّ تو اپنی خواہش ظاہر کر، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے، پھر اس کو خوشخبری سناتی ہے کہ دنیا اور اس کے بقدر دس بار عطا کیا، جس کو یہ کوتاہ نظر انسان اپنے معیار پر سوچ کر کہہ دیتا ہے کہ میرا مذاق نہ اڑایئے۔ جبکہ ربّ العالمین مذاق وسخریہ سے بے نیاز ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ کا کلام حقیقت ہی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے (جس کو یہ بندہ سخریہ ومذاق جانتا ہے) اور ربّ العالمین اس کو عطا فرمادیتے ہیں، جبکہ یہ سب سے کم درجہ کا جنتی ہوگا تو اعلیٰ درجہ والوں کا کیا حال ہوگا، فتبارک اللہ ربّ العالمین۔

حق جل مجدہ اپنے بندے سے مذاق نہیں کرتا

(۷۴۸) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال:

"آخِرُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَ يَكْبُوْ مَرَّةً، وَ تسفعُهُ النَّارُ مَــرَّةً، فَإِذَا جَـاوَزَهَا اِلْتَفتَ إِلَيْهَا ، فَـقَـالَ : تَبَارَكَ الَّذِيْ أَنْجَانِيْ مِنْكِ، لَقَدْ أَعْـطَـانِيَ الـلّٰـهُ شَيْـئًـا مَـا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ، فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ، فَيَـقُـوْلُ: أَيْ رَبِّ، أَدْنِـنِـيْ مِـنْ هٰـذِهِ الشَّجَرَةِ فَأَسْتَظِلَ بِظِلِّهَا فَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا، فَيَـقُوْلُ لَهُ اللّٰهُ : يَا ابْنَ آدَمَ !فَـلَـعَـلِّيْ إِذَا أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِـيْ غَيْرَهَا، فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ، وَ يُعَـاهِـدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا، قَالَ: وَ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ يَعْذِرُهُ، لِأَنَّهُ يَرٰى مَا لَا صَبْـرَ لَـهُ عَـلَيْـهِ، فَيُـدْنِيْـهِ مِـنْهَا، فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا، وَ يَشْرِبُ مِنْ مَائِهَا، ثُمَّ يُرْفَعُ لَهُ

شَـجَـرَـةٌ هِـىَ أَحْسَـنُ مِـنَ الْأُوْلٰـى، فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ! هٰذِهِ فَلَأَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا وَ أَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا، لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا، فَيَقُوْلُ: اِبْنَ آدَمَ! أَلَمْ تُعَاهِدْنِـىْ أَنْ لَا تَسْأَلَنِىْ غَيْـرَهَـا، فَيَـقُـوْلُ: لَـعَلِّىْ إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِـىْ غَيْرَهَا؟ فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَايَسْأَلَهُ غَيْـرَهَـا، وَ رَبُّـهُ عَـزَّوَجَـلَّ يَـعْـذِرُهُ، لِأَنَّـهُ يَـرَى مَـا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ، فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا، فَيَسْتَـظِـلُّ بِـظِـلِّهَـا، وَ يَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا، ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، هِىَ أَحْسَنُ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ، فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ، أَدْنِنِـىْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَأَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا، وَ أَشْـرَبُ مِـنْ مَـائِهَـا، لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا. فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَلَـمْ تُعَاهِدْنِىْ أَنْ لَا تَسْـأَلَـنِـــىْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: بَلٰى أَىْ رَبِّ. هٰذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا، فَيَقُوْلُ: لَعَلِّى إِنْ اَدْنَيْتُكَ مِـنْهَـا تَسْـأَلُـنِـىْ غَيْرَهَا، فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا، وَ رَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَـرَى مَـا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ، فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا، فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيَـقُوْلُ: أَىْ رَبِّ، أَدْخِلْنِيْهَا. فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَا يُصْرِيْنِىْ مِنْكَ؟ أَ يُرْضِيْكَ أَنْ أُعْـطِيَكَ الـدُّنْيَـا وَ مِثْلَهَا مَعَهَا؟ فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ، أَ تَسْتَهْـزِئُ بِىْ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَـقَالَ: أَ لَا تَسْأَلُوْنِـىْ مِمَّ أَضْحَكُ؟ فَقَالُوْا: مِمَّ تَضْحَكُ؟ فَقَالَ: هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: أَ لَا تَسْأَلُوْنِـىْ مِمَّنْ أَضْـحَكُ؟ فَـقَـالُوْا: مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مِنْ ضِحْكِ رَبِّـىْ حِيْنَ قَـالَ أَ تَسْتَهْـزِئُ مِـنِّـىْ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، فَيَقُوْلُ: إِنِّىْ لَا أَسْتَهْزِئُ مِنْكَ، وَ لٰكِنِّـىْ عَلٰى مَا أَشَاءُ قَدِيْرٌ.'' [صحيح] (أخرجه أحمد ج٥/٣٨٩٩)

(۷۴۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری جو شخص جنت میں داخل ہوگا، پل صراط پر گزرتے ہوئے کبھی سیدھا چلے گا کبھی گرے گا اور کبھی نار جہنم کی لپیٹ اس کو جلائے گی، جب وہ پل صراط کو پار کر چکے گا تو پلٹ کر دیکھے گا اور کہے گا: بہت برکت والی ہے وہ ذات جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، ساتھ ہی مجھ کو وہ نعمت عطا کی جو اوّلین وآخرین میں سے کسی کو بھی نہیں دی، اتنے میں

اس کے سامنے ایک درخت ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر کہے گا: ربّ العالمین مجھ کو اس درخت کے قریب کر دے تا کہ اس کے سایہ میں سکون وقرار پکڑوں اور اس کے پانی سے سیرابی حاصل کروں، اس کا سوال سن کر حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: اگر میں تم کو یہ دے دوں تو ممکن ہے تم اور بھی دوسری چیزوں کا سوال کرو گے، وہ عرض کرے گا: نہیں یا ربّ العالمین۔ لہٰذا وعدہ کرے گا، عہد کرے گا کہ یا اللہ اس کے بعد اور کوئی سوال نہ کروں گا اور حق جل مجدہ اس کو معذور جان کر کہ صبر نہیں کر سکے گا، اس درخت کے سایہ سے قریب کر دیں گے، وہ اب اس درخت کے سایہ میں سکونت اختیار کر کے اور اس کے پانی سے سیراب ہوگا۔ پھر ایک دوسرا درخت ظاہر ہوگا، جو پہلے سے زیادہ خوبصورت گھنا اور سایہ دار ہوگا، وہ دیکھ کر عرض کرے گا: یا ربّ العالمین! اس درخت کے قریب کر دیجیے تا کہ اس کا پانی پیوں، اور سایہ میں ٹھہروں اب کی بار اور دوسرا سوال نہ کروں گا۔ حق جل مجدہ فرمائیں گے: اے ابن آدمؑ! کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ پھر دوسرا سوال نہ کرے گا، اور ارشاد ہوگا: کہ اگر میں نے تجھے اس درخت کے قریب کر دیا تو پھر تو دوسرا سوال کرنے لگے گا، تو وہ بندہ وعدہ کرے گا کہ اس کے بعد وہ اب سوال نہیں کرے گا اور ربّ العالمین بندہ کو جانتے ہیں کہ صبر نہیں ہو سکے گا لہٰذا معذور جان کر قریب کر دیں گے تو بندہ پھر اس درخت کے سایہ میں ٹھہرے گا، پانی سے سیراب ہوگا، پھر ایک اور درخت پہلے دونوں سے زیادہ خوبصورت جنت کے دروازے پر ظاہر ہوگا، یہ دیکھتے ہی عرض کرے گا: یا ربّ العالمین! اس درخت کے قریب کر دیجیے تا کہ اس درخت کے سایہ میں سکونت اختیار کروں اور اس کے پانی سے سیراب ہوں اور رب العالمین میں اب کی اس کے بعد کوئی سوال نہیں کروں گا۔ حق جل مجدہ فرمائیں گے: اے ابن آدم کیا تو نے عہد نہیں کیا تھا کہ پھر مجھ سے دوسرا سوال نہ کرے گا۔ وہ عرض کرے گا: یقیناً عہد کیا تھا یا ربّ العالمین اس درخت کے قریب کر دیجیے اس کے بعد پھر سوال نہ کروں گا۔ ربّ العالمین عذر کو جانتے ہوئے کہ اس کو صبر نہیں ہو سکے گا تو اس درخت کے قریب کر دیں گے، جب وہ اس درخت کے قریب ہوگا، تو اہلِ جنت کی

سریلی آواز سن کر عرض کرے گا: ربّ العالمین مجھ کو جنت میں داخل فرما دیجیے، تو حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: اے ابن آدمؑ جو کچھ میں نے تم کو دے دیا کیا وہ کافی نہیں؟ کیا تو اس سے راضی ہوگا کہ میں تم کو دنیا اور اتنا ہی اور دے دوں؟ تو وہ بندہ عرض کرے گا: ربّ کریم! کیا آپ میرا مذاق اُڑاتے ہیں، حالانکہ آپ ربّ العالمین ہیں حق جل مجدہ فرمائیں گے: میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں (یعنی اس بندہ کو دنیا اور مثل دنیا اس کے ساتھ دے دیا جائے گا)۔

فائدہ: انسانی فطرت میں حرص وطلب اور عدم قناعت کی صفت روز اول سے موجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شجرۂ ممنوعہ کو کھایا، بعینہٖ آخری جنتی بار بار عہد و پیمان کے بعد بھی اعلیٰ درجہ کی نعمت کے حصول کے لیے ربّ العالمین سے فریاد کرے گا، اور اپنے ہر عہد کو شوق طلب میں فراموش کر جائے گا۔ پروردگار عالم بھی معذور جانتے ہوئے کہ بندہ ہے اور رحمت سے قربت کا سوال ہے، آخر جائے کہاں؟ مانگے کس سے؟ ارحم الراحمین کی بارگاہِ رحمت میں دست سوال پھیلا رہا ہے۔ رحمٰن ورحیم، غنی وحمید، وہاب و ودود، سمیع ومجیب اپنے خزانہ رحمت سے نوازتے چلے جائیں گے اور بالکل جنت میں داخل فرما کر دنیا اور مثل دنیا عطا فرمائیں گے بندہ رحمت کی فراوانی کو دیکھ کر حق جل مجدہ سے عرض کرے گا: باری تعالیٰ کیا آپ مذاق کرتے ہیں؟ جس کا جواب ملے گا "علی ما أشاء قادر" میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں اور دے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ **فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ، عَلٰى مَا يَشَاءُ قَدِيْرٌ، اِنَّهٗ مَلِيْكٌ مُقْتَدِرٌ** ہے۔

ابنِ آدم تجھے کیا ہوگیا! اب کیوں نہیں سوال کرتا ہے

(٧٤٩) و لابن أبی الدنیا والطبرانی والحاکم عن ابن مسعودؓ:

عن النبی ﷺ قال:

"**يَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُوْمٍ قِيَامًا أَرْبَعِيْنَ سَنَةً شَاخِصَةً أَبْصَارَهُمْ، يَنْتَظِرُوْنَ فَصْلَ الْقَضَاءِ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ إِلٰى أَنْ قَالَ: ثُمَّ**

يَـقُوْلُ يَعْنِى الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى: اِرْفَعُوْا رُؤُوْسَكُمْ فَيَرْفَعُوْنَ رُؤُسَهُمْ فَيُعْطِيُهِمْ نُـوْرَهُـمْ عَلٰى قَدَرِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطٰى نُوْرَهُ مِثْلَ الْجَبَلِ الْعَظِيْمِ يَسْعٰى بَيْنَ يَـدَيْـهِ، وَ مِـنْهُـمْ مَـنْ يُعْطٰى نُوْرَهُ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يُعْطٰى مِثْلَ النَّخْلَةِ بِيَـدِهِ، وَ مِـنْهُمْ مَنْ يُعْطٰى أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُهُمْ رَجُلًا يُعْطٰى نُوْرَهُ عَـلٰى اِبْهَامِ قَدَمَيْهِ، يُضِيْءُ مَرَّةً وَ يَطْفأُ مَرَّةً، فَإِذَا اَضَاءَ قَدِمَ قَدَمُهُ وَ إِذَا اُطْفِىءَ قَامَ فَيَـمُـرُّوْنَ عَـلٰـى قَـدَرِ نُـوْرِهِـمْ، وَ مِـنْهُـمْ مَـنْ يَّمُرُّ كَطُرْفَةِ الْعَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَـالْبَرْقِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَالسِّحَابِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَانْقِضَاضِ الْكَوَاكِبِ، وَ مِنْهُـمْ مَـنْ يَـمُـرُّ كَالرِّيْحِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَشد الْفَرَسِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَشد الـرَّجُـلِ حَتّٰـى يَمُرَّ الَّذِىْ يُعْطٰى نُوْرَهُ عَلٰى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ يحبو عَلٰى وَجْهِهِ وَ يَدَيْهِ وَ رِجْـلَيْـهِ تَجُرُّ يَدٌ وَ تعلق يَدٌ وَ تَجُرُّ رَجُلٌ وَ تعلق رَجُلٌ وَ تُصِيْبُ جَوَانِبُهُ النَّارَ فَـلَا يَـزَالُ كَـذٰلِکَ حَتّٰـى يُـخَـلَّـصَ فَإِذَا خُلِّصَ وَقَفَ عَلَيْهَا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ أَعْطَانِـىْ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدًا إِذْ نَجَّانِىْ مِنْهَا بَعْدَ إِذَا رَأَيْتُهَا قَالَ: فَيَنْطَلِقُ بِهِ إِلٰى غَدِيْرٍ عِـنْـدَ بَـابِ الْـجَـنَّةِ، فَيَغْتَسِلُ فَيَعُوْدُ إِلَيْهِ رِيْحُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ أَلْوَانِهِمْ، فَيَرىٰ مَا فِى الْـجَـنَّةِ مِـنْ خِلٰلِ الْبَابِ فَيَقُوْلُ: رَبِّ! اَدْخِلْنِـى الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ لَهُ: أَ تَسْأَلُ الْجَنَّةَ وَ قَـدْ نَـجَّيْتُکَ مِـنَ الـنَّـارِ؟ فَيَـقُـوْلُ: رَبِّ! اِجْـعَـلْ بَيْنِــىْ وَ بَيْنَهَا حِجَابًا لَا اَسْمَعُ حَسِيْسَهَـا. قَـالَ: فَيَـدْخُلُ الْجَنَّةَ وَ يَرىٰ أَوْ يُرْفَعُ لَهُ مَنْزِلٌ اَمَامَ ذٰلِکَ كَأَنَّ مَا هُوَ فِيْــهِ إِلَيْــهِ حُـلُـمٌ فَيَـقُـوْلُ: رَبِّ! اَعْـطِنِىْ ذٰلِکَ الْمَنزِلَ. فَيَقُوْلُ لَـهُ: لَعَلَّکَ إِنْ اَعْطَيْتُكَهُ تَسْأَلُ غَيْرَهُ، فَيَقُوْلُ: لَا وَ عِزَّتِکَ لَا أَسْأَلُکَ غَيْرَهُ وَ أَىُّ مَنْزِلٍ أَحْسَنُ مِـنْهُ؟ فَيُعْطَاهُ فَيَنْزِلُهُ، وَ يَرىٰ اَمَامَ ذٰلِکَ مَنْزِلًا كَأَنَّ مَا هُوَ فِيْهِ إِلَيْهِ حُلُمٌ قَالَ: رَبِّ! اَعْـطِـنِــىْ ذٰلِکَ الْمَنْزِلَ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى لَهُ: فَلَعَلَّکَ إِنْ اَعْطَيْتُكَهُ تَسْـأَلُ غَيْـرَهُ فَيَـقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِکَ يَا رَبِّ وَ أَىُّ مَنْزِلٍ أَحْسَنُ مِنْهُ؟ فَيُعْطَاهُ فَيَنْزِلُهُ ثُمَّ يَسْكُتُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: مَا لَکَ لَا تَسْأَلُ؟ فَيَقُوْلُ : رَبِّ! قَدْ سَأَلْتُکَ

حَتّٰی اِسۡتَحۡیَیۡتُکَ وَ أَقۡسَمۡتُ حَتّٰی اِسۡتَحۡیَیۡتُکَ. فَیَقُوۡلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِکۡرُهٗ: أَ لَمۡ تَرۡضَ اَنۡ أُعۡطِیَکَ مِثۡلَ الدُّنۡیَا مُنۡذُ خَلَقۡتُهَا إِلٰی یَوۡمٍ أَفۡنَیۡتُهَا وَ عَشۡرَةَ أَضۡعَافِهٖ؟ فَیَقُوۡلُ : أَ تَهۡزَأُ بِیۡ وَ أَنۡتَ رَبُّ الۡعِزَّةِ؟ فَیَضۡحَکُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مِنۡ قَوۡلِهٖ، قَالَ: فَرَأَیۡتُ عَبۡدَ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ إِذَا بَلَغَ هٰذَا الۡمَکَانَ مِنۡ هٰذَا الۡحَدِیۡثِ ضَحِکَ حَتّٰی تَبۡدُوَ أَضۡرَاسُهٗ، قَالَ: فَیَقُوۡلُ الرَّبُّ جَلَّ ذِکۡرُهٗ: لَا وَ لٰکِنّیۡ عَلٰی ذٰلِکَ قَادِرٌ، سَلۡ. فَیَقُوۡلُ: اَلۡحِقۡنِیۡ بِالنَّاسِ، فَیَقُوۡلُ: إِلۡحَقۡ بِالنَّاسِ، فَیَنۡطَلِقُ یَرۡمُلُ فِی الۡجَنَّةِ حَتّٰی إِذَا دَنَا مِنَ النَّاسِ رَفَعَ لَهٗ قَصۡرٌ مِنۡ دُرَّةٍ فَیَخِرُّ سَاجِدًا فَیُقَالُ لَهٗ: اِرۡفَعۡ رَأۡسَکَ مَا لَکَ؟ فَیَقُوۡلُ: رَأَیۡتُ رَبّیۡ أَوۡ تُرَاءِیۡ لِیۡ رَبّیۡ فَیُقَالُ: إِنَّمَا هُوَ مَنۡزِلٌ مِنۡ مَنَازِلِکَ. قَالَ: ثُمَّ یَلۡقِی رَجُلًا فَیَتَهَیَّأُ لِلسُّجُوۡدِ لَهٗ فَیُقَالُ لَهٗ: مَهۡ، فَیَقُوۡلُ: رَأَیۡتُ أَنَّکَ مَلَکٌ مِنَ الۡمَلَائِکَةِ. فَیَقُوۡلُ: إِنَّمَا أَنَا خَازِنٌ مِنۡ خُزَّانِکَ وَ عَبۡدٌ مِنۡ عَبِیۡدِکَ تَحۡتَ یَدِیۡ أَلۡفُ قَهۡرَمَانٍ عَلٰی مَا أَنَا عَلَیۡهِ، قَالَ: فَیَنۡطَلِقُ اَمَامَهٗ حَتّٰی یُفۡتَحَ لَهُ الۡقَصۡرُ قَالَ: وَ هُوَ مِنۡ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ،سَقَائِفُهَا وَ أَبۡوَابُهَا وَ اَغۡلَاقُهَا وَ مَفَاتِیۡحُهَا مِنۡهَا، تَسۡتَقۡبِلُهٗ جَوۡهَرَةٌ خَضۡرَاءُ مُبَطَّنَةٌ بِحَمۡرَاءَ فِیۡهَا سَبۡعُوۡنَ بَابًا کُلُّ بَابٍ یُفۡضِیۡ إِلٰی جَوۡهَرَةٍ خَضۡرَاءَ مُبَطَّنَةٍ کُلُّ جَوۡهَرَةٍ تُفۡضِیۡ إِلٰی جَوۡهَرَةٍ عَلٰی غَیۡرِ لَوۡنِ الۡأُخۡرٰی، فِیۡ کُلِّ جَوۡهَرَةٍ سُرُرٌ وَ اَزۡوَاجٌ وَ وَصَائِفُ، اَدۡنَاهُنَّ حُوۡرَاءُ عَیۡنَاءُ، عَلَیۡهَا سَبۡعُوۡنَ حُلَّةٌ یُرٰی مُخُّ سَاقِهَا مِنۡ وَرَاءِ حِلَلِهَا،کَبِدُهَا مِرۡآتُهٗ وَ کَبِدُهٗ مِرۡآتُهَا، إِذَا اَعۡرَضَ عَنۡهَا اِعۡرَاضَهٗ اِزۡدَادَتۡ فِیۡ عَیۡنِهٖ سَبۡعِیۡنَ ضِعۡفًا فَیُقَالُ لَهٗ: أَشۡرِفۡ فَیُشۡرِفُ فَیُقَالُ لَهٗ: مُلۡکُکَ مَسِیۡرَةُ مِائَةِ عَامٍ یُنَفِّذُهٗ بَصَرُکَ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ ؓ :أَ لَا تَسۡمَعُ مَا یُحَدِّثُنَا ابۡنُ أُمِّ عَبۡدٍ یَا کَعۡبُ عَنۡ أَدۡنٰی أَهۡلِ الۡجَنَّةِ مَنۡزِلًا فَکَیۡفَ أَعۡلَاهُمۡ: قَالَ: یَا أَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ: مَا لَا عَیۡنٌ رَأَتۡ وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتۡ، إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ذِکۡرُهٗ خَلَقَ دَارًا جَعَلَ فِیۡهَا مَا شَاءَ مِنَ الۡأَزۡوَاجِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ الۡأَشۡرِبَةِ ثُمَّ أَطۡبَقَهَا فَلَمۡ یَرَهَا أَحَدٌ مِنۡ خَلۡقِهٖ لَا جِبۡرِیۡلُ وَ لَا غَیۡرُهٗ مِنَ الۡمَلَائِکَةِ ثُمَّ قَرَأَ کَعۡبٌ:

﴿فَـلَا تَـعْـلَـمُ نَـفْـسٌ مَّـا أُخْفِىَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِـمَـا كَانُوْا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدة:۱۷)

قَـالَ: وَ خَلَقَ دُوْنَ ذٰلِکَ جَنَّتَيْنِ، وَ زَيَّنَهُمَا بِمَا شَاءَ وَ اَرَاهُمَا مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْـقِهٖ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ كِتَابُهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ نَزَلَ فِيْ تِلْکَ الدَّارِ الَّتِيْ لَمْ يَرَهَا أَحَدٌ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ عِلِّيِّيْنَ لَيَخْرُجُ فَيَسِيْرُ فِيْ مُلْكِهٖ فَـلَا تَبْقٰى خَيْمَةٌ مِنْ خِيَمِ الْـجَـنَّةِ إِلَّا دَخَـلَهَـا مِـنْ ضَـوْءِ وَجْهِـهٖ فَيَسْتَبْشِـرُوْنَ بِرِيْحِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ: وَاهًا لِهٰذَا الرِّيْحِ، هٰذَا رِيْحُ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ عِلِّيِّيْنَ، قَدْ خَرَجَ يَسِيْرُ فِيْ مُلْكِهٖ قَالَ: وَيْحَکَ يَا كَـعْـبُ إِنَّ هٰـذِهِ الْـقُـلُـوْبَ قَـدِ اسْتَـرْسَلَتْ فَاقْبِضْهَا فَقَالَ كَعْبٌ: اِنَّ لِجَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَـامَةِ لَـزَفْـرَةٌ مَا مِنْ مَلَکٍ مُقَرَّبٍ، وَ لَا نَبِيٍّ مُرْسَلٍ إِلَّا خَرَّ لِرُكْبَتَيْهِ ، حَتّٰى إِنَّ إِبْـرَاهِيْـمَ خَلِيْلَ اللّٰهِ لَيَقُوْلُ: رَبِّ! نَفْسِي نَفْسِي، حَتّٰى لَوْ كَانَ لَکَ عَمَلٌ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا إِلٰى عَمَلِکَ لَظَنَنْتَ أَنْ لَا تَنْجُوَ.'' [ضعيف جداً] (كما فى الترغيب ج ٤ ص۹۳٤)

(۷۴۹) ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل تمام اوّلین و آخرین کوایک وقت متعین تک کھڑا رکھ کر چالیس سال تک جمع فرمائیں گے جبکہ لوگ فیصلے کے انتظار میں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے (یعنی چالیس سال تک لوگ کھڑے کھڑے فیصلے کا انتظار کرتے رہیں گے اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہیں گی)۔ ابن مسعودؓ نے پوری حدیث بیان کی پھر یہ بات بیان کی کہ حق جل مجدہ فرمائیں گے: تم لوگ اپنا سر اُٹھاؤ۔ وہ لوگ اپنا سر اُٹھائیں گے تو ان لوگوں کو ان کے اعمال کے بقدر نورعطا کریں گے۔ کچھ تو ان میں وہ ہوں گے جن کو ان کا نور عظیم پہاڑ کے بقدر دیں گے جو نور ان کے آمنے سامنے دوڑیں گے، اوران میں کچھ ایسے ہوں گے کہ ان کو نور اس سے کم دیں گے اوران میں کچھ ایسے ہوں گے کہ ان کا نور کھجور کے درخت جتنا ہاتھ میں دیں گے، اوران میں کچھ ایسے ہوں گے کہ ان کو نور اس سے بھی کم دیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں کا آخری شخص ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا نور اس کے پاؤں کے انگوٹھے کے اوپر دیں گے۔

ایک دفعہ روشن ہوگا اور ایک دفعہ بجھے گا۔ جب روشن ہوگا تو قدم آگے بڑھائے گا اور جب بجھ جائے گا تو کھڑا ہو جائے گا۔ پس وہ پار اتریں گے اپنے نور کے حساب سے، اور ان میں کچھ گزریں گے آنکھ جھپکنے کے برابر۔ اور ان میں کچھ بجلی کی رفتار سے گزریں گے، اور ان میں کچھ بادل کی طرح گزریں گے، اور ان میں کچھ ستارہ ٹوٹنے کی رفتار سے گزریں گے، اور ان میں کچھ ہوا کی طرح گزریں گے اور ان میں کچھ تیز رفتار دوڑنے والے گھوڑے کی طرح گزریں گے، اور ان میں کچھ تیز رفتار قدم چلنے والے شخص کی طرح گزریں گے، یہاں تک کہ وہ بھی گزرے گا جس کو نور پاؤں کے اوپر عطا کریں گے، وہ منہ اور ہاتھ اور پاؤں کے بل گھسٹ کر چلیں گے۔ ایک ہاتھ ہمت کر کے اُٹھائیں گے تو دوسرا پھنس جائے گا (یعنی ایک ہاتھ کو جہنم سے کھینچیں گے تو دوسرا ہاتھ جہنم میں بندھ جائے گا، اُلجھ جائے گا) اور ایک پاؤں کبھی چلیں گے تو دوسرا پاؤں پھنس جائے گا اور اس کو ہر طرف سے جہنم کی آگ جلا چکی ہوگی۔ الغرض وہ اسی طرح پھنستے گھسٹتے نکل جائے گا۔ جب مکمل نجات پا جائے گا تو وہاں کھڑا ہو کر کہے گا: الحمدللہ۔ تمام تعریفیں ہیں اس اللہ پاک کی جس نے ہم کو وہ عافیت وراحت دی جو کسی کو نہیں دی جبکہ مجھے اس جہنم سے نجات دی، نارِ جہنم دکھلانے کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب اس کو جنت کے دروازہ کے قریب ایک نہر کے پاس لے جائیں گے تو اس میں اس کو غسل دیں گے؟ وہیں اس کو جنت کی ہوائیں آئیں گی اور وہ جنت کے رنگ برنگے مناظر کا مشاہدہ جنت کے دروازہ کے سوراخ سے کرے گا (اب اس کو صبر کیسے ہوگا) عرض کرے گا: میرے رب مجھ کو جنت میں داخل کر دیجیے۔ حق تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائیں گے: اچھا تو اب جنت کا سوال کرتا ہے جبکہ میں نے تجھے جہنم سے نجات دے دیا؟ وہ عرض کرے گا: میرے رب اچھا پھر میرے اور جہنم کے درمیان ایک حجاب و پردہ ڈال دے تاکہ میں اس کی آہٹ بھی نہ سن سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لہٰذا اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا، وہ بندہ وہیں پر دیکھے گا یا اس کے آمنے سامنے ایک خوبصورت قابل رشک عمارت کھڑی کر دی جائے گی، جو گویا کہ اس کی نگاہ میں جہاں یہ موجود ہے اس سے

افضل وقابل رشک ہوگی۔اب وہ عرض کرے گا: میرے رب یہ قابل رشک رہائش ومنزل عطا کردے، اللہ تعالیٰ اسے ارشاد فرمائیں گے: اگر تجھے یہ دیدی جائے تو پھر تو دوسرے سوال کو پورا کرنے کی امید میں رہے گا۔ وہ بندہ عرض کرے گا: ربّ العزّت تیری قسم ہرگز ایسا نہ کروں گا اس سوال کے بعد دوسرا سوال نہیں کروں گا۔ اور اس خوبصورت منزل ورہائش کے بعد بھی کوئی زیادہ خوبصورت رہائش ہوسکتی ہے؟ (کہ میں سوال کروں گا) حق تعالیٰ اس کو وہ رہائش ومنزل عطا کردیں گے۔ پس وہ اس میں قیام پذیر ہوجائے گا اور اپنے آمنے سامنے ایک پہلے سے اچھی رہائش ومنزل دیکھے گا گویا کہ وہ جس میں ہے اس کے مقابلہ میں زیادہ قابل رشک ہوگی۔ وہ کہے گا: میرے رب یہ رہائش ہم کو عطا کردیں۔ حق تبارک وتعالیٰ اس سے فرمائے گا: اگر تجھے یہ دیدیا جائے تو شاید تو اس کے علاوہ دوسرا سوال کرنے لگے گا۔ وہ عرض کرے گا: ہرگز نہیں ربّ العزّت تیری قسم! اس رہائش سے اور اچھی رہائش کیا ہوسکتی ہے؟ حق تعالیٰ اس بندہ کو وہ رہائش عطا کردیں گے، وہ اس میں اترے گا قیام پذیر ہوجائے گا، پھر خاموش رہے گا۔ تو حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تجھے کیا ہوگیا اب کیوں نہیں سوال کرتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت میں پہلے بار بار سوال کر چکا ہوں، اب مجھے آپ سے شرم آنے لگی ہے۔ اور میں بار بار قسمیں کھا چکا ہوں، یہاں تک کہ اب شرم آتی ہے کہ سوال کروں۔ حق جل مجدہ فرمائیں گے: کیا تو اس بات سے راضی وخوش نہیں ہوگا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اور دنیا کے فنا ہونے کے دن تک دنیا جہان کی تمام نعمتوں کے دس گنا زیادہ تم کو عطا کردوں گا؟ یہ سن کر وہ بندہ عرض کرے گا: آپ مجھ سے ٹھٹھا مذاق کرتے ہیں جبکہ آپ کی شان ربّ العزّت کی ہے؟ اس بندہ کی یہ بات سن کر رب تبارک وتعالیٰ ہنسیں گے۔

راوی کا بیان ہے: میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب روایت بیان کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو ہنسے، یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھیں کھل گئیں۔ راوی نے فرمایا: اللہ جل مجدہ فرمائیں گے: نہیں میں ٹھٹھا نہیں کر رہا ہوں؛ بلکہ میں اس بات پر قادر

ہوں کہ دنیا کے وجود سے فنا ہونے کے دن تک تمام نعمتیں دس گنا دیدوں، تو سوال کر، مانگ، وہ عرض کرے گا: مجھ کو لوگوں کے ساتھ ملا دیجیے، حق تعالیٰ فرمائیں گے: اس کو لوگوں کے ساتھ ہی جنت میں کردو، وہ بندہ جائے گا اور مستانہ چال سے جنت میں چلے گا۔ یہاں تک کہ جب لوگوں سے قریب ہوجائے گا تو اس کے سامنے ایک موتی کا محل ظاہر کیا جائے گا، وہ بندہ دیکھتے ہی حضورِ حق میں سجدہ کرے گا۔اس سے کہا جائے گا: سر اٹھا، تجھے کیا ہوگیا کہ تو سجدہ کررہا ہے۔ وہ جواب میں کہے گا: میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا میرے رب کو مجھے دکھلایا گیا ہے۔اس سے کہا جائے گا: وہ تیری رہائشوں میں ایک رہائش ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ ایک شخص سے ملے گا، جو اس کو سجدہ کرنا چاہے گا، وہ اس سے کہے گا: یہ کیا کررہے ہو، وہ جواب دے گا، میں نے تم کو ایک فرشتہ سمجھا تھا۔ وہ کہے گا: میں تمہارا ایک خازن ہوں تمام خازنوں میں سے۔ اورتمہارا ایک خادم ونوکر ہوں خادموں میں سے۔ میری ماتحتی اور میرے ہاتھ کے نیچے ایک ہزار کام کرنے والے ہیں جن کا میں نگراں ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ اس بندہ کے آگے آگے چلے گا، یہاں تک کہ اس کے لیے ایک قصر و محل کھولا جائے گا۔

راوی کا بیان ہے: وہ قصر و محل ایک ہی مجوّف موتی کا ہوگا، یعنی ایک ایسا بڑا موتی ہوگا، جس کے اندر کا حصہ تراشا ہوا ہوگا۔ اس کی چھت اس کے دروازے، اس کے بند کرنے کے راستے، اس کی چابیاں سب اس میں ہوں گی، اسی کے اندر سے ایک موتی جس کا ظاہر سبز اور باطن سرخ ہوگا جس میں ستّر دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ ایک ایسے موتی کی طرف جائے گا جس کا اندرونی حصہ سبز ہوگا اور ہر موتی سے راستہ اندر ہی اندر دوسرے موتی کی طرف جائے گا جس کا ہر رنگ دوسرے موتی کے رنگ سے مختلف ہوگا اور ہر موتی کے اندر پلنگ اور بیویاں اور خادمائیں۔ ان خادماؤں میں سب سے کم درجہ کی بڑی بڑی آنکھوں والیاں حوریں ہوں گی جن کے جسم پر ستر لباس ہوگا، پھر بھی پنڈلی کی ہڈیوں کے اندر کا گودا ستر حلّہ ولباس کے اوپر سے نظر آئے گا، بیوی کا جگر مرد کے لیے آئینہ ہوگا اور

مرد کا جگر عورت کے لیے آئینہ ہوگا، یعنی مرد اپنی شکل وصورت عورت کے جگر میں دیکھے گا اور عورت اپنی شکل وصورت اور حسن و جمال کا نکھار وسنگار مرد کے جگر میں دیکھے گی۔ جب بھی مرد اپنا رخ بیوی کی طرف سے ہٹائے گا تو عورت کا حسن و جمال ستر درجہ مرد کی نگاہ میں بڑھ جائے گا۔ اس جنتی سے کہا جائے گا: ادھر متوجہ ہو، ٹھہر جا۔ وہ متوجہ ہوکر ٹھہرے گا، تو اس سے کہا جائے گا: جنت میں تیری سلطنت ومملکت ایک سو سال کے چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی اور اس کی نگاہ آر پار دیکھے گی۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تو نہیں سنتا ہے جو ابن ام عبدؓ نے کہا اے کعبؓ یہ تو کمتر اہل جنت کی رہائش ہوگی تو پھر اعلیٰ اہل جنت کا کیا حال ہوگا؟ انھوں نے کہا: اے امیر المومنینؓ ایسی جنت جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں۔ اللہ عزوجل نے ایک گھر بنایا ہے، اس میں کھانے پینے کی چیزیں اور بیویاں اپنی مرضی سے رکھی ہیں، پھر اس کو بند کر دیا ہے اور اللہ کی مخلوق میں کسی نے اس کو دیکھا نہیں، نہ جبرئیلؑ اور نہ ہی دوسرے فرشتوں نے، پھر کعبؓ نے آیت پڑھی:

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (السجدة:١٧)

اور اس کے علاوہ دو جنت اور بھی پیدا کیا اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا مزین کیا، اور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا دکھلایا؟ پھر فرمایا: جس کا نامۂ اعمال علّیّین میں ہوگا اس کی مہمانی اسی جنت میں ہوگی؟ جس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص علّیّین میں سے نکلے گا اور اپنی مملکت وسلطنت میں گھومے پھرے گا اور جنت کے خیموں میں سے کوئی خیمہ نہیں بچے گا، جس میں اس کے چہرہ کی روشنی داخل نہ ہوگی اور اس کی خوشبو سے بشارت حاصل کرے گی اور وہ کہیں گی: کہ خوب بشارت ہے اس خوشبو کے لیے۔ یہ خوشبو تو ایک علّیّین کے آدمی کی ہے جو اپنی مملکت وسلطنت کی سیر وسیاحت کے لیے نکلا ہے، راوی نے کہا: اے کعبؓ یہ سن کر تو دل نکلا جا رہا ہے اس کو تھامو۔

تو کعبؓ نے روایت کیا: کہ قیامت کے دن جہنم ایک لمبا سانس لے گی جس کے خوف سے مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کوئی نہیں بچے گا، مگر گھٹنے کے بل نہ گر پڑیں گے۔ یہاں تک کہ ابرہیم خلیل اللہؑ کہیں گے: رب نفسی نفسی۔ میرا رب مجھے بچا، مجھے بچا۔ یہاں تک کہ اگر تیرے پاس ستر انبیاء کے اعمال کا ذخیرہ ہوگا تو بھی تیرا گمان ہوگا کہ تو نہیں بچے گا اور تجھے نجات نہ مل سکے گی۔ (الترغیب۔۴/۹۳۴)

شجرۂ اُمیدِ رحمت

(۷۵۰) عن أبی سعید الخدریؓ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

"إِنَّ أَدْنٰی أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ، وَ مَثَّلَ لَهُ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ: أَیْ رَبِّ قَدِّمْنِیْ إِلٰی هٰذِهِ الشَّجَرَةِ أَكُوْنَ فِیْ ظِلِّهَا، وَ سَاقَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ لَمْ یَذْكُرْ: فَیَقُوْلُ: یَا ابْنَ آدَمَ! مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْکَ إِلٰی آخِرِ الْحَدِیْثِ، وَ زَادَ فِیْهِ: وَ یُذَكِّرُهُ اللّٰهُ. سَلْ كَذَا وَ كَذَا فَإِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ: هُوَ لَکَ وَ عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ قَالَ: ثُمَّ یَدْخُلُ بَیْتَهُ فَتَدْخُلُ عَلَیْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَتَقُوْلَانِ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَاکَ لَنَا وَ أَحْیَانَا لَکَ. قَالَ: فَیَقُوْلُ: مَا أُعْطِیَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُعْطِیْتُ."

[صحیح] (أخرجه مسلم، ج: ۱، ص: ۱۷۵)

(۷۵۰) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جنت میں سب سے کم درجہ والا آدمی وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم سے پھیر کر جنت کی طرف کردیں گے اور اس کے سامنے ایک سایہ دار درخت نمودار کردیں گے، وہ کہے گا: میرے رب مجھ کو اس درخت کے قریب کردیجیے تاکہ میں اس کے سایہ میں رہوں گا، پھر پوری حدیث بیان کی۔ ابن مسعودؓ کی حدیث کی طرح اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: 'اے آدمؑ کے بیٹے! آخر مجھ سے تیرا سوال کب ختم ہوگا' کا تذکرہ نہیں ہے۔ آخری حدیث تک اور اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائیں گے کہ سوال کر یہ بھی،

یہ بھی۔ پس جب اس کی تمنائیں ختم ہوجائیں گی حق تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب بھی اور دس گنا اس کے برابر بھی۔ آپ نے فرمایا: پھر وہ جنت کے اندر اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس کے ساتھ اس کی دو بیوی بڑی آنکھ والی حوریں کہیں گی: الحمدللہ، تمام تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کی، جس نے آپ کو ہماری تسکین وٹھنڈک کے لیے پیدا کیا اور ہم کو آپ کی تسکین وقرار کے لیے پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بندہ کہے گا، مجھے جو عطا ہوا ہے کسی کو اس کے برابر عطا نہیں ہوا۔ یعنی میرے برابر کسی کو عطاء نہیں ہوا۔ (اخرجہ مسلم۔ ۱/۱۷۵)

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

رحمتِ حق بہانہ بنا بنا کر جنت کا پروانہ عطا کرتی ہے اور جنت کی نعمتوں سے بندوں کو لطف اٹھانے کا موقع فراہم کرتی ہے، رحمٰن ورحیم ہی جہنم سے چہرہ پھیریں گے، اور اس کے نگاہوں کے سامنے سایہ دار درخت لاکر کھڑا کردیں گے۔ اب جب قدرت خود ہی اسباب ایسا پیدا کردے گی تو انسان بے چارہ کیا صبر وتحمل سے رہ سکتا ہے، کبھی نہیں پھر خود قدرت ہی چاہ رہی ہوتی ہے کہ نہ یہ صبر وتحمل سے رہے اور نہ قدرت اس کو اس حال میں خاموش رکھنا چاہتی ہے، کیونکہ حالات ہی ایسے پیدا کیے ہیں جس میں بندہ کی بے صبری اور قدرت کی رحیمی وکریمی کا ملتا جلتا، طلب وسوال، بخشش وعطا کا مظاہرہ ومشاہدہ ہو، ورنہ قدرت خود اس کو یاد کیوں دلائے گی کہ تو فلاں، فلاں، نعمتوں کا سوال کر، سبحان اللہ، بندہ کو جنت کی نعمتوں کا ابھی اتہ پتہ نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائیں گے، اور جب بندہ کی آرزوؤں اور تمناؤں کا زلف مسلسل منقطع ہوجائے گا تو حق تعالیٰ فرمائیں گے، جو جو تم نے مانگا، تمنا کی اور سوال کیا وہ سب کا سب اور اسی کے ساتھ دس گنا اور بھی میری جانب سے، جب وہ بندہ جنت میں داخل ہوجائے گا تو اس کی حوریں بڑی آنکھ والی کہیں گی اللہ کی تعریف ہے کہ جس نے ہم کو آپ کی دلبستگی کے لیے اور آپ کو ہمارے قرار کی لیے پیدا کیا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ

جہنم پر تین درخت ہوں گے اور اس کی تفصیل

(۷۵۱) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال:

"یُعْرَضُ النَّاسُ عَلٰی جِسْرِ جَهَنَّمَ عَلَيْهِ حَسَكٌ وَ كَلَالِيبُ وَ خَطَاطِيفُ تَخْطِفُ النَّاسَ، قَالَ: فَيَمُرُّ النَّاسُ مِثْلَ الْبَرْقِ، وَ آخَرُوْنَ مِثْلَ الرِّيْحِ، وَ آخَرُوْنَ مِثْلَ الْفَرَسِ الْمُجِدِّ، وَ آخَرُوْنَ يَسْعَوْنَ سَعْيًا، وَ آخَرُوْنَ يَمْشُوْنَ مَشْيًا وَ آخَرُوْنَ يَحْبُوْنَ حَبْوًا وَ آخَرُوْنَ يَزْحِفُوْنَ زَحْفًا، فَأَمَّا أَهْلُ النَّارِ فَلَا يَمُوْتُوْنَ وَ لَا يَحْيَوْنَ، وَ أَمَّا نَاسٌ فَيُؤْخَذُوْنَ بِذُنُوْبِهِمْ فَيُحْرَقُوْنَ فَيَكُوْنُوْنَ فَحْمًا ثُمَّ يَأْذَنُ اللّٰهُ فِي الشَّفَاعَةِ فَيُوْجَدُوْنَ ضُبَارَاتٍ ضُبَارَاتٍ فَيُقْذَفُوْنَ عَلٰی نَهْرٍ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ رَأَيْتُمُ الصَّبْغَاءَ؟ فَقَالَ: وَ عَلَى النَّارِ ثَلَاثُ شَجَرَاتٍ فَتَخْرُجُ أَوْ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنَ النَّارِ فَيَكُوْنُ عَلٰی شَفَتِهَا فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنْهَا قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَ عَهْدُكَ وَ ذِمَّتُكَ لَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا. قَالَ فَيَرٰی شَجَرَةً، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرَتِهَا قَالَ فَيَقُوْلُ: وَ عَهْدُكَ وَ ذِمَّتُكَ لَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا قَالَ فَيَرٰی شَجَرَةً أُخْرٰی أَحْسَنَ مِنْهَا فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ حَوِّلْنِي إِلٰی هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَأَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرَتِهَا فَيَقُوْلُ: وَ عَهْدُكَ وَ ذِمَّتُكَ، لَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا قَالَ: فَيَرٰی الثَّالِثَةَ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ حَوِّلْنِيْ إِلٰی هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرَتِهَا قَالَ: وَ عَهْدُكَ وَ ذِمَّتُكَ، لَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا قَالَ: فَيَرٰی سَوَادَ النَّاسِ وَ يَسْمَعُ أَصْوَاتَهُمْ فَيَقُوْلُ: رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ قَالَ: فَقَالَ أَبُوْسَعِيْدٍ: وَ رَجُلٌ آخَرُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اِخْتَلَفَا فَقَالَ أَحَدُهُمَا فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيُعْطَى الدُّنْيَا وَ مِثْلَهَا مَعَهَا، وَ قَالَ الْآخَرُ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيُعْطَى الدُّنْيَا وَ عَشْرَةَ أَمْثَالِهَا."

[صحیح] (أخرجه أحمد ج۳ ص۲۵)

(۷۵۱) ترجمہ: ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے فرمایا: لوگ پل صراط پر لائے جائیں گے، جبکہ پل صراط میں کپکپی اور آنکڑے اور سلاخیں ہوں گی جن سے لوگوں کو اچک لے گی۔ فرمایا: کچھ لوگ بجلی کی رفتار سے گزریں گے، دوسرے ہوا کی رفتار سے، کچھ دوسرے تیز رفتار تازی گھوڑے کے مانند، کچھ دوڑتے ہوئے۔ کچھ پیدل چل کر، کچھ گھٹنوں کے بل کچھ گرتے پڑتے۔

جہاں تک تعلق ہے دوزخی کا تو وہ نہ تو اس میں مریں گے نہ ہی زندگی پائیں گے اور عام لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ ان کو گناہوں کی وجہ سے جہنم میں گرفتاری ہوگی اور آگ ان کو جلادے گی، وہ کوئلہ کے مانند ہوجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا تو جماعت کی جماعت جلی بھنی ہوں گی، ان سب کو ایک نہر میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ تازہ دم ہوجائیں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ کے بعد اُگتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے صبغاء دیکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ پر تین درخت ہیں، اور ایک شخص کو دوزخ سے نکالا جائے گا، جبکہ وہ اس کے کنارہ پر ہوگا، وہ عرض کرے گا: میرے رب میری شکل وصورت کو دوزخ کی جانب سے پلٹ دے، پھیر دے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو وعدہ کر اور ذمہ داری قبول کر کہ اس کے بعد پھر دوسرا سوال نہ کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک درخت کو دیکھے گا تو عرض کرے گا: اے میرے رب مجھ کو اس درخت کے قریب کردیں کہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں گا، اور اس کے پھل سے کھاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا، حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو وعدہ کر اور ذمہ داری قبول کر کہ اس کے بعد پھر دوسرا سوال نہیں کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک دوسرا درخت پہلے درخت سے زیادہ خوبصورت دیکھے گا، اب وہ عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس درخت سے اس خوبصورت درخت کی طرف منتقل کردے کہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں گا اور اس کا پھل کھاؤں گا، حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو وعدہ کر اور ذمہ داری قبول کر کہ پھر اس کے بعد دوسرا سوال نہ کرے گا۔ وہ

اسی درمیان ایک تیسرا درخت دیکھے گا، تو عرض کرے گا: میرے رب اب اس درخت سے مجھے اس تیسرے درخت کے پاس منتقل کردے، تاکہ میں اس کے سایہ میں رہائش رکھوں گا اور اس کا پھل کھاؤں گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: تو وعدہ کر اور ذمہ داری قبول کر، پھر دوسرا سوال نہ کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھے گا اور ان کی آوازیں سنے گا، تو عرض کرے گا: میرے رب مجھ کو جنت میں داخل کردیجیے۔ ابوسعید خدریؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ میں اختلاف ہوگیا کہ، جب وہ جنت میں داخل کردیا جائے گا تو اس کو دنیا اور اس کے برابر اضافہ کے ساتھ دیا جائے گا۔ جبکہ دوسرے صحابیؓ نے فرمایا: جب وہ جنت میں داخل کردیا جائے گا تو دنیا اور اس کے دس گنا زیادہ اور بھی ساتھ ساتھ دیا جائے گا۔ (اخرجہ احمد۔۳/۲۵)

سب سے زیادہ جہنم میں کس کو حسرت ہوگی؟

(۷۵۲) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ و أبی هریرة رضی اللہ عنہ قالا: قال رسول اللّٰه ﷺ:

”آخِرُ مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ رَجُلَانِ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِأَحدِهِمَا، يَا ابْنَ آدَمَ! مَا أَعْدَدْتَ لِهٰذَا الْيَوْمِ؟ هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا؟ أَوْ رَجَوْتَنِيْ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ فَيُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ وَ هُوَ أَشَدُّ أَهْلِ النَّارِ حَسْرَةً وَ يَقُوْلُ لِلْآخَرِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَا أَعْدَدْتَ لِهٰذَا الْيَوْمِ هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا أَوْ رَجَوْتَنِيْ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ يَا رَبِّ قَدْ كُنْتُ أَرْجُوْ إِذْ أَخْرَجْتَنِيْ أَنْ لَا تُعِدْنِيْ فِيْهَا أَبَدًا فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ أقرنی تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، فَأَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرِهَا وَ أَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِىَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُوْلٰى وَ أَغْدَقُ مَاءً ا فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّيْ! هٰذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا أَقِرَّنِيْ تَحْتَهَا فَأَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا ،وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرِهَا، وَ أَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا، فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَ لَمْ تَعْهَدْنِيْ أَنْ لَا تَسْأَلَنِيْ غَيْرَهَا، فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّى! هٰذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيُقِرُّهُ تَحْتَهَا وَ يُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ

عِـنْـدَ بَـابِ الْـجَـنَّةِ هِـىَ أَحْسَـنُ مِنَ الْأَوَّلَيْنِ وَ أَغْدَقُ مَاءً ا فَيَقُوْلُ أَىْ رَبِّى! لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَأَقِرَّنِى تَحْتَهَا فَأَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَ آكُلُ مِنْ ثَمَرِهَا وَ أَشْرَبُ مِنْ مَـائِهَـا فَيَـقُـوْلُ: اِبْنَ آدَمَ! أَ لَمْ تُعَاهِدْنِىْ أَنْ لَا تَسْأَلَنِىْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ أَىْ رَبِّىْ! هٰذِهِ لَا أَسْـأَلُكَ غَيْـرَهَـا فَيُـقِـرُّهُ تَحْتَهَا وَ يُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا فَيَسْمَعُ أَصْـوَاتَ أَهْـلِ الْـجَـنَّةِ فَـلَا يَتَـمَـالَكُ فَيَقُوْلُ أَىْ رَبِّىْ! أَدْخِلْنِى الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ تَبَـارَكَ وَ تَـعَـالٰى: سَـلْ وَ تَـمَـنَّ وَ يُلَقِّنُهُ اللّٰهُ مَا لَاعِلْمَ لَهُ بِهِ فَيَسْأَلُ وَ يَتَمَنّٰى مِـقْـدَارَ ثَـلَاثَةِ أَيَّـامٍ مِـنْ أَيَّـامِ الـدُّنْيَـا فَيَـقُـوْلُ: اِبْنَ آدَمَ! لَكَ مَا سَأَلْتَ. قَالَ أَبُـوْسَـعِيْـدٍ الْخُدْرِىّ : وَ مِثْلُهُ مَعَهُ. قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: وَ عَشْرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ. ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ حُدِّثَ بِمَا سَمِعْتُ وَ أُحَدِّثُ بِمَا سَمِعْتُ."

[ضعيف] (أخرجه أحمد فى المسند، ج:٣، ص:٧٠)

(٧٥٢) ترجمہ: ابوسعید خدری اورابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری دو شخص جو جہنم سے نکالا جائے گا ان میں سے ایک سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے تو نے آج کے دن کے لیے کیا تیاری کررکھی ہے۔کیا تو نے کبھی پہلے نیکی کی تھی، یا تو نے مجھ سے امید رحمت رکھی تھی۔ وہ عرض کرے گا: بالکل ہی نہیں یارب!، حکم ہوگا: اس کو جہنم میں لے جاؤ۔اس شخص کو سب سے زیادہ جہنم میں حسرت ہوگی، اور دوسرے سے ارشاد فرمائیں گے: اے آدمؑ کے بیٹے تو نے آج کے دن کے لیے کیا تیاری کررکھی تھی۔ کیا تو نے پہلے سے نیکی کررکھی ہے۔ یا مجھ سے اچھی امید وابستہ کررکھی تھی (ارحم الراحمین سے حتمی و یقینی طور پر مغفرت کی امیدیں رکھنا یہ بھی ایک عظیم عمل ہے۔ حضرت محمد ﷺ دعاء مانگتے تھے، اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِىْ وَ رَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِىْ مِنْ عَمَلِىْ)وہ بندہ عرض کرے گا: ہاں یارب جس وقت آپ نے جہنم سے ہم کو نکالا اسی وقت امید بندھ گئی تھی کہ دوبارہ کبھی آپ ہم کو جہنم میں واپس نہیں بھیجیں گے، اسی درمیان اس کے سامنے ایک درخت ظاہر ہوگا، وہ بندہ عرض کرے گا: یارب اس

درخت کے نیچے مجھ کو ٹھہرا دیجیے۔ میں اس کے سایہ میں آرام کروں گا، اور اس کے پھل سے کھالوں گا اور اس کے پانی سے اپنے آپ کو سیراب کرلوں گا۔حق تعالیٰ فرمائیں گے: اے آدمؑ کے بیٹے! پکّا وعدہ کرو، پس اس سے خوب مضبوط عہد لیں گے کہ دوسرا سوال وہ نہیں کرے گا، لہٰذا اس عہد و پیمان کے بعد اس کو اس درخت کے قریب کر دیں گے، پھر ایک درخت پہلے درخت سے زیادہ خوبصورت ظاہر ہوگا، جس کا پانی پہلے درخت کے پانی سے زیادہ ٹھنڈا و میٹھا ہوگا، وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب اس کے نیچے کر دیجیے۔ میں اب دوسرا سوال نہ کروں گا، اس کے نیچے ٹھہرا دیں تو میں اس کے سایہ میں آرام کروں گا اور اس کے پھل سے کھاؤں گا، اور اس کے پانی سے پیئوں گا، حق تعالیٰ فرمائیں گے: اے ابن آدمؑ! کیا تو نے مجھ سے عہد نہ کیا تھا کہ تو دوبارہ مجھ سے دوسرا سوال نہ کرے گا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب بس یہ دیدیجیے اس کے بعد دوسرا سوال نہ کروں گا، حق تعالیٰ اس کو اس درخت کے نیچے ٹھہرا دیں گے اور اس سے عہد لیں گے کہ اس کے بعد پھر دوسرا سوال نہیں کرے گا۔اسی درمیان ایک اور درخت پہلے دونوں درخت سے زیادہ خوبصورت جنت کے دروازہ پر ظاہر ہوگا جس کا پانی بھی زیادہ ٹھنڈا و میٹھا ہوگا اب وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب اس کے علاوہ اب سوال نہ کروں گا۔اس درخت کے نیچے رہائش عطا کر دیجیے۔تاکہ اس کے سایہ میں آرام کروں گا اور اس کے پھل سے کھاؤں گا اور اس کے پانی سے سیراب ہوں گا۔حق تعالیٰ فرمائے گا: ابن آدمؑ کیا تو نے مجھ سے عہد نہ کیا تھا کہ مجھ سے دوسرا سوال نہ کرے گا، وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب بس یہ دیدے اس کے علاوہ پھر دوسرا سوال نہ کروں گا۔حق تعالیٰ اس بندہ کو اس درخت کے سایہ میں ٹھہرا دیں گے اور اس سے وعدہ و عہد لیں گے کہ اس کے علاوہ پھر دوسرا سوال نہ کرے گا، یہاں آکر وہ اہل جنت کی آواز سنے گا، پھر وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پائے گا، اور طلب میں بیحد بے قابو ہوکر عرض کرے گا: میرے رب مجھے بس جنت ہی میں داخل کردے۔اس وقت حق تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: تو مانگ اور اپنی خواہش ظاہر کر اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے دل میں کیا

کیا مانگنا چاہیے جس کا اس کو علم بھی نہیں، القا کریں گے۔ اسی حساب سے وہ بندہ سوال کرے گا اور خواہشوں کو ظاہر کرے گا۔ الغرض تین دن کے بقدر وہ مسلسل سوال کرتا ہی رہے گا۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے جو بھی مانگا وہ سب میں نے دے دیا۔ ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ساتھ ساتھ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اس کے ساتھ دس گنا اور بھی۔ پھر ایک دوسرے سے کہا: ٹھیک ہے جو آپ نے سنا، بیان کیا اور جو میں نے سنا، وہ بیان کیا۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۔۳/۷۰)

کم درجہ جنتی کا مقام

(۷۵۳) ”سَأَلَ مُوْسٰیؑ رَبَّهُ : مَا أَدْنٰی أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً ؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ. فَيُقَالُ لَهُ: أُدْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ: أَیْ رَبِّیْ! كَيْفَ وَ قَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَ أَخَذُوْا أَخْذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ : أَ تَرْضٰی أَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّیْ فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَ مِثْلُهُ وَ مِثْلُهُ وَ مِثْلُهُ فَقَالَ فِی الْخَامِسَةِ: رَضِيْتُ رَبِّیْ فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَ عَشْرَةُ أَمْثَالِهِ وَ لَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَ لَذَّتْ عَيْنَيْكَ فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّیْ. قَالَ : رَبِّ فَأَعْلَاهُ مَنْزِلَةً؟ قَالَ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِیْ وَ خَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَ لَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَ لَمْ يَخْطُرْ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ.“

قال: وَ مِصْدَاقُهُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾

[صحيح] (اخرجه مسلم ج ١ ص١٧٦)

(۷۵۳) ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے ربّ العالمین سے سوال کیا کہ جنت میں کم درجہ جنتی کون ہوگا؟ ارشاد ہوا: کہ یہ ایسا شخص ہوگا جو سب سے اخیر میں جنت کے اندر داخل ہوگا، اس سے کہا جائے گا: کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین میں کیسے داخل ہو جاؤں؟ جب کہ لوگوں نے اپنا اپنا ٹھکانہ جنت میں لے لیا، اور

اپنے اپنے حصہ کی نعمتیں لے لیں، ارشاد ہوگا: اے بندہ! کیا تو اس سے راضی نہیں کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے ملک وسلطنت کے برابر تجھ کو جنت مل جائے۔ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین میں راضی ہوں، ارشاد ہوگا: تیرے لیے دنیا کے برابر اور اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور، پانچویں بار وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت میں راضی ہوں، ارشاد ہوگا: یہ سب کے سب اور اس کے دس گنا اور بھی، اور تیرے لیے وہ سب بھی جس کی تم کو خواہش ہو اور تیری نگاہ کو جو ٹھنڈا کرے، وہ کہے گا: میں راضی ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: جنت میں اعلیٰ درجہ میں کون ہوں گے؟ ربّ العزّت نے فرمایا: جن کی ضیافت کے لیے میں جنت میں اپنے ہاتھ سے باغ لگاؤں گا، اور اس پر مہر لگا دی۔ جس کو آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، کسی دل پر گزرا نہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَ لَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْجَنَّةَ، لَمْ تَرَ عَيْنٌ وَ لَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَ لَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ.

آخری درجہ کا جنتی

(٧٥٤) و للطبرانی عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ:

”قَدْ عَلِمْتُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ كَانَ يَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُزَحْزِحَهُ عَنِ النَّارِ وَ لَا يَسْأَلُ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ، بَقِيَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ: يَا رَبِّ! مَا لِيْ هٰهُنَا؟ قَالَ: هٰذَا مَا كُنْتَ تَسْأَلُنِيْ يَا ابْنَ آدَمَ! قَالَ: بَلٰى يَا رَبِّ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَدَتْ لَهُ شَجَرَةٌ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ دَاخِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ: يَا رَبِّ! أَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ آكُلُ مِنْ ثَمَرِهَا وَ اَسْتَظِلُّ فِيْ ظِلِّهَا فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَ لَمْ تَكُنْ تَسْأَلُنِيْ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! أَيْن مِثْلُكَ فَمَا يَزَالُ يَرىٰ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنْ شَيْءٍ، وَ يَسْأَلُ حَتّٰى يُقَالَ لَهُ: إِذْهَبْ فَلَكَ مَا سَعَتْ قَدَمَاكَ وَ مَا رَأَتْ عَيْنَاكَ فيسمَّى حتى يكدَّ أَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ: هٰذَا وَ هٰذَا فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا لَكَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ فَيَرْضٰى حَتّٰى يَرَ أَنَّهُ أَعْطَاهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ

أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ: لَوْ أُذِنَ لِيْ لَأَدْخَلْتُ أَهْلَ الْجَنَّةِ طَعَامًا وَ شَرَابًا وَ كَسْوَةً مِمَّا أَعْطَانِي اللّٰهُ وَ لَا يَنْقُصُنِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۴/ ۳۹۴۴۲)

(۷۵۴) ترجمہ: عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں؛ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جنت میں داخل ہوگا، وہ حق تعالیٰ سے شروع میں سوال کرے گا کہ ربّ العالمین مجھ کو دوزخ سے بچالے، اور دخول جنت کا سوال نہیں کرے گا، جب فیصلہ وقضا کے بعد اہل جنت جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے، اس وقت تک یہ جنت ودوزخ کے درمیان کھڑا رہیگا۔ پھر عرض کرے گا: ربّ العالمین میں اس طرح درمیان میں کب تک کھڑا رہوں گا؟ ارشاد ہوگا، اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے اسی کا سوال کیا تھا، وہ عرض کرے گا: ہاں یارب صحیح ہے، اس درمیان میں ایک درخت جنت کے دروازے سے اس کو دکھائی دے گا جو ہوگا جنت کے اندر، وہ دیکھ کر عرض کرے گا: ربّ العالمین مجھ کو اس درخت کے قریب کردیجیے تاکہ میں اس کے پھلوں کو کھاؤں اور اس کے سایہ میں رہائش رکھوں؟ ارشاد ہوگا: اے آدم کے بیٹے اگر میں تیرے سوال کو پورا کردوں تو دوسری چیز کا سوال تو نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین! آپ جیسی کریم ورحیم ذات کس کی ہے؟ اے اللہ آپ کی کوئی نظیر ومثیل جود وعطا میں نہیں۔ اس طرح وہ ایک سے ایک اچھی چیزوں کو دیکھتا جائے گا اور حق تعالیٰ سے مسلسل مانگتا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ پاک اس سے فرمائیں گے: تو جنت میں جا اور تیرے قدم جہاں تک پہنچ سکیں اور جن جن چیزوں پر تیری نگاہ پڑسکے وہ سب کی سب تیری ہے۔ اللہ اکبر، اب وہ چلنا شروع کرے گا، یہاں تک کہ تھک جائے گا تو ہاتھ سے اشارے کرے گا کہ مجھ کو یہ بھی چاہیے، یہ بھی چاہیے، تو اس سے کہا جائے گا: جو جو تم نے مانگا ان سب کے ساتھ ساتھ اتنا ہی اور بھی تم کو دیا گیا، پس وہ شخص راضی ہوجائے گا، یہاں تک کہ اس کے دل میں خیال پیدا ہوگا اور وہ دیکھے گا بھی کہ تمام اہل جنت سے افضل واعلیٰ بہت زیادہ چیزیں اس کے پاس موجود

ہیں۔ پھر وہ کہے گا: اگر مجھ کو اجازت دی جاتی تو ہر ہر جنتی کو میں کھانا پینا، لباس جو مجھ کو اللہ پاک نے عطاء کیا ہے دیتا۔ پھر بھی میری نعمتوں میں کمی نہ آتی۔

ادنیٰ درجہ کے جنتی سے اللہ پاک کا مکالمہ

(۷۵۵) و للطبرانی عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ:

”آخِرُ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ، رَجُلٌ يَتَقَلَّبُ عَلَى الصِّرَاطِ ظَهْرًا لِبَطْنٍ كَالْغُلَامِ يَضْرِبُهُ أَبُوْهُ وَ هُوَ يَفِرُّ مِنْهُ يَعْجِزُ عَنْهُ عَمَلُهُ أَنْ يَسْعَى فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! بَلِّغْ بِي الْجَنَّةَ وَ نَجِّنِيْ مِنَ النَّارِ: فَيُوْحِي اللّٰهُ إِلَيْهِ: عَبْدِيْ اَنْجَيْتُكَ مِنَ النَّارِ وَ اَدْخَلْتُكَ الْجَنَّةَ، تَعْتَرِفُ لِيْ بِذُنُوْبِكَ وَ خَطَايَاكَ؟ فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ: نَعَمْ يَا رَبِّ! وَعِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ لَئِنْ نَجَّيْتَنِيْ مِنَ النَّارِ لَأَعْتَرِفَنَّ لَكَ بِذُنُوْبِيْ وَ خَطَايَايَ! فَيَجُوْزُ الْجِسْرَ وَ يَقُوْلُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ نَفْسِهِ لَئِنْ اِعْتَرَفْتُ لَهُ بِذُنُوْبِيْ وَ خَطَايَايَ لَيَرُدُّنِيْ إِلَى النَّارِ! فَيُوْحِي اللّٰهُ إِلَيْهِ: عَبْدٌ اِعْتَرَفَ لِيْ بِذُنُوْبِكَ وَ خَطَايَاكَ أَغْفِرُهَا لَكَ وَ أُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ: وَعِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ مَا أَذْنَبْتُ ذَنْبًا قَطُّ وَ لَا أَخْطَأْتُ خَطِيْئَةً قَطُّ! فَيُوْحِي اللّٰهُ إِلَيْهِ: عَبْدِيْ إِنَّ لِيْ عَلَيْكَ بَيِّنَةً فَيَلْتَفِتُ الْعَبْدُ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَلَا يَرَى أَحَدًا مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُهُ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أَرِنِيْ بَيِّنَتَكَ! فَيَسْتَنْطِقُ اللّٰهُ تَعَالٰى جِلْدَهُ بِالْمُحَقِّرَاتِ، فَإِذَا رَأَى ذٰلِكَ الْعَبْدُ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ عِنْدِيْ وَعِزَّتِكَ — الْعَظَائِمُ الْمُضْمَرَاتُ! فَيُوْحِي اللّٰهُ إِلَيْهِ: عَبْدِيْ أَنَا أَعْرِفُ بِهَا مِنْكَ اعترفُ لِيْ بِهَا أَغْفِرُهَا لَكَ وَ أُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ، فَيَعْتَرِفُ الْعَبْدُ بِذُنُوْبِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ، هٰذَا أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فَكَيْفَ بِالَّذِيْ فَوْقَهُ.“

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ١٤/ ٣٩٤٣١)

(۷۵۵) ترجمہ: حضرت ابوامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آخری شخص جو جنت میں داخل ہوگا پل صراط کی پشت پر پیٹ کے بل پلٹے کھائے گا، جیسے کہ وہ لڑکا جس کو اس کا باپ

مار رہا ہواور وہ بھاگ رہا ہو(کہ زمین پر پیٹ کے بل گرتا ہے، پھر بھاگتا ہے) وہ اس بات سے تو عاجز ہوگا کہ وہاں اب کوئی اعمال صالحہ کی سعی وکوشش کر سکے۔تو عرض کرے گا: پروردگارِ عالم مجھ کو جنت میں پہنچا دیجئے اور نار جہنم سے نجات دے دیجیے۔اس کے دل میں اللہ پاک القاء کریں گے کہ: میرے بندے اگر میں تم کو جہنم سے نجات دے دوں اور جنت میں داخل کردوں تو کیا تو میرے سامنے گناہ کا اعتراف واقرار کرے گا اوراپنی خطا کوتسلیم کرے گا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: ہاں یارب تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تو مجھ کو نارجہنم سے نجات دے دے گا تو میں تیرے سامنے اپنے گناہ وخطا کا اعتراف کرلوں گا۔پھر فوراً ہی وہ پل صراط کو پار کرلے گا۔ پار ہوتے ہی اس بندہ کے دل میں خیال آئے گا، دل ہی دل میں سوچے گا کہ اگر میں نے اللہ پاک کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا،تو پھر جہنم میں لوٹا دیا جاؤں گا،اب پھر اللہ پاک اس کے دل میں القاء کریں گے میرے بندے تو میرے سامنے اپنے گناہ وخطا کا اعتراف کر،تو میں تیری مغفرت کردوں گا، اور تجھے جنت میں داخل کروں گا۔ وہ بندہ عرض کرے گا: باری تعالیٰ تیری عزت وجلال کی قسم! میں نے تو کبھی بھی کوئی ایک گناہ نہیں کیا، نہ ہی کبھی کوئی خطا کی،اب پھر اللہ پاک اس بندہ کے دل میں القاء کریں گے، میرے بندے اس پر میرے پاس ثبوت وبیّنہ موجود ہے جو تیرے خلاف گواہی دیں گے،تو وہ دائیں بائیں دیکھے گا، کہ کوئی بھی نہیں جو اس کے دنیا میں کیے اعمال پر گواہی دے،تو وہ عرض کرے گا: پروردگار عالم مجھ کو دکھلا دے کون ہے؟ جو میرے خلاف گواہی دینے والا ہے۔ پھر فوراً ہی اس کے اعضاءِ جسم اس کے گناہ ومعاصی کی گواہی کے سلسلہ میں بول پڑیں گے،جس کو وہ بندہ دیکھ کر عرض کرے گا: پروردگار عالم تیری عزت کی قسم میرے پاس ایک بہت ہی عظیم پوشیدہ چیز ہے (مراد اس سے وہی اللہ پاک کے سامنے معاصی کا اعتراف کرلینا ہے،جس پر وعدہ ہو چکا تھا مغفرت اور دخول جنت کا) پس اللہ تعالیٰ اس کے دل میں القاء فرمائیں گے، میرے بندے! میں اس پوشیدہ چیز کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، وہ یہ کہ تو اپنے گناہوں کا اعتراف واقرار کرلے میں تیری مغفرت

کردوں گا اور تجھے جنت میں داخل کروں گا، پھر وہ بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے گا، تو جنت میں داخل کردیا جائے گا، یہ حال سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کا ہوگا، پھر اعلیٰ درجہ والوں کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا۔ اللہ اکبر کبیرا۔

حق تعالیٰ گناہوں کے بقدر نیکیاں دیں گے
پھر بندہ بڑے گناہوں کو یاد کریں گے

(٧٥٦) عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا اَلْجَنَّةَ، وَ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا، رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهِ وَ ارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا، فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهِ، فَيُقَالُ: عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا كَذَا وَ كَذَا، وَ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا كَذَا وَ كَذَا ،فَيَقُوْلُ: نَعَمْ. لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُنْكِرَ وَ هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانُ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُوْلُ: رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هٰهُنَا.

فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ١ ص١٧٧)

(٧٥٦) ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خوب اچھی طرح اس آخری شخص جنتی کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا اور اس آخری شخص کو بھی جو جہنم سے نکالا جائے گا۔ ایک شخص قیامت کے دن لایا جائے گا اور ارشاد ہوگا: اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں اور اس کے بڑے گناہوں کو اس سے چھپایا جائے۔ لہٰذا فرشتے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اس کے سامنے ظاہر کریں گے اور اس شخص سے کہا جائے گا: کہ فلاں دن تم نے فلاں فلاں گناہ کیے تھے؟ فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیے تھے؟ وہ بندہ عرض کرے گا: ہاں کیے تھے۔

ممکن ہی نہیں کہ وہ کیے ہوئے گناہوں کا انکار کرے جبکہ وہ دل ہی دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے خائف وڈر بھی رہا ہوگا کہ اس کے سامنے ظاہر نہ کیے جائیں۔اب اسے کہا جائے گا: اچھا تیرے لیے ہر گناہ ومعاصی کی جگہ ایک نیکی کے دیے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ انعام واکرام دیکھ کر وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب میں نے بہت سارے مختلف گناہ کیے ہیں جس کو یہاں نہیں دیکھتا ہوں (اس بندہ کا مقصد یہ ہوگا کہ میں نے بہت سارے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں جس کو نہیں دیکھ رہا ہوں)۔

راوی کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا وہ ہنسے، یہاں تک کہ ان کے داڑھ کے دانت ظاہر ہوگئے۔ (اخرجہ مسلم ۱/ ۱۷۷، الاتحاف ۵۲۴ و ۵۲۲)

صغیرہ پر نیکی ملی تو کبیرہ کی تلاش شروع ہوگئی

حق جل مجدہ کی ذات تصور سے بالاتر مہربان ہے، بس بندہ اپنا رشتہ اللہ سے نہ توڑے یعنی کفر وشرک نہ کرے،اور حتیٰ المقدور، بساط بھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے زندگی گزارے اوراگر کبھی کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً رجوع وانابت اختیار کرلے، معافی تلافی کے ذریعہ معاملہ صاف وستھرا کرلے،آخرت کے لیے نہ چھوڑے۔

قیامت میں ربّ العزّت ایک ایسے شخص کو لائیں گے جس کے چھوٹے بڑے سبھی گناہ ہوں گے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں ہوگا اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کرو، اور خطرناک بڑے گناہوں کو چھپا کر رکھو، الغرض تمام سیئات ومعاصی صغیرہ کا فرشتے اقرار کرالیں گے، بندہ اقرار کرلے گا اور دل ہی دل میں سنگین کبیرہ گناہوں کی بناپر خائف وترساں ہوگا، رحمت حق متوجہ ہوگی کہ ہر صغیرہ گناہوں کی جگہ اس کو نیکی دیدو، یہ سنتے ہی اس کو صبر نہ آئے گا اور فوراً بول پڑے گا، ربّ العزّت میرے تو اور بھی بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں، سبحان اللہ، ابھی تو بڑے گناہوں سے لرزاں وترساں تھا، خائف وہراساں تھا، اب جب رحمت الٰہی کی داد ودہش دیکھی تو صبر نہ ہوا، اور خود ہی بارگاہ رحم وکرم کی جود وعطاء دیکھ کر حضور حق میں

اپنے بڑے گناہوں کی عدم موجودگی کا شکوہ کررہا ہے۔ اہل توحید مسلمانوں کا اللہ کتنا مہربان ہے، جو حسنات کے ساتھ سیئات پر بھی بندے کو آخرت میں مغفرت کے ساتھ رحمت کی داد و دہش کا معاملہ کرے گا۔ اور اپنی عظیم قدرت وقوت کا ظہور فرما کر رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ کا جلوہ دکھلائے گا۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہُ وَحْدَہٗ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَ بِالرَّسُوْلِ مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے حدیث جب بیان کی تو آپ کو ہنسی آ گئی۔

خواہشات وتمناؤں سے دوگنی جنت

(۷۵۷) أبوهريرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ فذكر أحاديث منها: وقال رسول اللّٰہ ﷺ:

"إِنَّ أَدْنٰى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُوْلَ لَهُ: تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَ يَتَمَنّٰى: فَيَقُوْلُ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ." [صحيح] (أخرجه مسلم ج ۱ ص۱۶۷)

(۷۵۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں ایک کمتر ٹھکانہ جنتی والے سے کہا جائے گا: خواہش ظاہر کرو وہ اپنی خواہشات وآرزوؤں کو ظاہر کرے گا۔ حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو نے اپنی تمام تمنائیں، آرزوئیں پوری کرلیں؟ وہ عرض کرے گا: ہاں، پوری کرلیں۔ حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تیرے لیے جو تو نے تمنائیں اور آرزوئیں کیں، وہ سب کی سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی۔

(اخرجه مسلم۔ ۱/۱۶۷)

آخری جنتی کا ترش روہونا

(۷۵۸) للطبرانی فی الكبير من حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ابن مسعود يقول:

"إِنَّ مِنْ آخِرِ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلًا مَرَّ بِهِ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ لَهُ: قُمْ

فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَابِسًا فَقَالَ: وَ هَلْ أَبْقَيْتَ لِيُ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ لَکَ مِثْلُ مَا طَلَعَتْ عَلَيْهَا الشَّمْسُ أَوْ غَرَبَتْ.''

[حسن] (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج۹/۹۱۸۹)

(۷۵۸) ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک ایک آخری شخص جو جنت میں داخل ہوگا اس کے پاس سے حق جل مجدہ گزریں گے تو اس سے فرمائیں گے: کھڑا ہو جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی جنت میں چلا جا۔ یہ سن کر وہ منہ بگاڑ لے گا (اس کو گویا یہ ناگوار ہوگا) سبحان اللّٰہ بحمدہ۔ کہ محض جنت کا داخلہ ملا ہے، اس سے اور زیادہ خوب وسیع ترین جنت نہ ملی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تیری کوئی چیز میرے ذمہ باقی رہ گئی ہے کہ تو منہ بگاڑے ہوا ہے اور ترش رو بنا ہوا ہے؟ وہ بندہ کہے گا: ہاں۔ اللہ فرمائیں گے: جا تیرے لیے وہ سب کچھ ہے جس پر سورج طلوع وغروب ہوتا تھا۔ یعنی دنیا کے برابر تیری جنت ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر۔۹/۹۱۸۹)

بتاریخ ۲۱/رجب المرجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴/جولائی ۲۰۰۹ء بوقت ۱۲ بجے شب یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ یا اللہ اپنے فضل سے صدقہ جاریہ کے طور پر قبول کر لے، آمین یا سمیع الدعاء!

بتاریخ ۷/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۸/جولائی ۲۰۱۱ء شب جمعہ بوقت سوا تین بجے شب بفضل ربّی عوامی فائدہ مکمل ہوا۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسْنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَ آخِرًا

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَ صَلَّ اللّٰهُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْکَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. انک قریب مجیب!

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی

كِتَابُ الْبِرِّ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ

احسان اور صلہ رحمی کا بیان

بَابُ أَحَادِيْثَ فِي الْحِثِّ عَلٰى صِلَةِ الْاَرْحَامِ

باب: صلہ رحمی کی اہمیت

(۷۵۹) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ لَهُ: مَهْ! قَالَتْ هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ: أَ لَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى يَا رَبِّ! قَالَ: فَذَاكِ، قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: اِقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ أَرْحَامَكُمْ﴾

(سورة محمد : ۲۲)

[صحيح](أخرجه البخاری ج ٦ ص۱۰۷)

صلہ رحمی وقرابت داری کا مکالمہ ارحم الراحمین سے

(۷۵۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے جب مخلوق کو پیدا فرمادیا تو قرابت داری نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کے دامن کو تھام لیا۔ ارشاد ربّانی ہوا کہ کیا چاہتی ہو؟ قرابت نے عرض کیا: باری تعالیٰ قطع رحمی سے تیری پناہ چاہتی ہوں، یعنی رشتہ توڑنے سے، حق جل مجدہ نے فرمایا: "ہاں" کیا تو اس سے راضی نہیں ہوگی کہ میں اسے جوڑوں گا جو تجھ کو جوڑے قرابت کا خیال رکھے، اور اس شخص کو اپنی رحمت سے دور رکھونگا جو رشتہ وقرابت کو توڑے، بے تعلق ہوجائے، قرابت نے عرض کیا: میں راضی ہوں یارب، ارشاد ہوا: واپس جا یہ فیصلہ ہو چکا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ارشادفرمایا: اگر چاہو تو قرآن پاک کی آیت ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ

تُفْسِدُوْا فِی الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ أَرْحَامَكُمْ ﴾ (سورۂ محمد:۲۲) پڑھو،سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو۔

صلہ رحمی وقرابت کی فضیلت

رَحم،قرابت ورشتہ داری کو حق جل مجدہ کے اسم رحمٰن سے خاص نسبت حاصل ہے، کیونکہ لفظ رحمٰن ہی تمام رحمت دارین کا سرچشمہ ہے اور رَحم قرابت کو اسی نسبت خصوصی کی وجہ سے اس کا نام رحم رکھا گیا ہے،اور اس کی اہمیت شریعت میں اتنی ہے کہ جو اس لفظ رحم: قرابت؛ سے مناسبت پیدا کرے گا،گویا اس نے اصل منبع وسرچشمہ الرحمٰن سے نسبتِ رحمت حاصل کرلی اور جس کو یہ نسبت میسر آگئی اس کو اپنی رحمت سے وابستہ کرلے گا،یعنی ارحم الراحمین اپنی آغوش رحمت میں لے لے گا۔اور جو رَحم؛ قرابت؛ سے بے تعلق ہوگا،رحم قرابت کی نگہداشت سے جدائی رحمان عزوجل سے جدائی ہے اور رَحم قرابت کی نگہداشت رحمٰن کی رحمت سے لطف اندوز ہونا ہے،اس اہمیت کو حدیث میں، وَ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِیْ کے خوبصورت الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے تا کہ قرابت اور ناتہ رشتہ کی اہمیت کا لحاظ وخیال رکھا جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

رَحم،رحمت سے نکلا ہے،مراد قرابت ورشتہ داری ہے۔حدیث میں جو آیا ہے کہ رَحم قرابت کھڑی ہوگئی۔محدثین کے نزدیک اس کے کئی معنی بیان ہوئے ہیں۔ممکن ہے حق جل مجدہ نے اس کو مجسم بنا کر،متشکل کرکے،جسم عطا کردیا ہو،یہ بھی ممکن ہے کہ حق جل مجدہ کے حکم سے فرشتے نے کھڑے ہوکر ترجمانی کی ہو،اور بواسطہ فرشتہ یہ بات کہی گئی ہو،یہ بھی ممکن ہے یہ بات وکلام اپنے حقیقی معنی میں نہ ہو اور بطور تمثیل وتشبیہ بات بیان کی گئی ہو۔واللہ اعلم

قرابت کی عظمت اور رحمت کی فیاضی

حاصل یہ ہے کہ قرابت ورشتہ داری،جس کو حدیث میں رَحم سے تعبیر کیا گیا ہے،یہ ایک حقیقت ہے۔جس کے لیے قیام کرنا،پناہ مانگنا،جوڑنا،توڑنا،کاٹنا،مختلف تعبیرات کے

ذریعہ اس کی اہمیت وعظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ رَحم قرابت گویا ایک ہستی ہے یا ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو حق جل مجدہ کی بارگاہ ربّ العزّت میں کھڑا ہوا اور اس طرح کھڑا ہو کہ لنگی وازار کے باندھنے کی جگہ ہاتھ رکھ کر پناہ وامان چاہتا ہو اور اپنی طرف متوجہ کررہا ہے۔ (یہ عرب کے ایک خاص عادت وحالت کی طرف اشارہ ہے کہ پناہ وامان طلب کرنے والا، جس سے پناہ چاہتا ہو اس کو اپنی انتہائی بے بسی وبے کسی کے ساتھ متوجہ کرکے اس کی امان و پناہ میں آنا چاہتا ہے وہی اسلوب وتعبیر یہاں اختیار کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم) یعنی قرابت ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو بارگاہ ربّ العزّت میں نیازمندانہ کھڑا ہو اور حق جل مجدہ کی عظمت وقدرت کا دامن تھام کر رحمت کا دامن پکڑ کر پناہ وامان کا طلب گار ہو۔ ظاہر سی بات ہے رحمت جوش میں آئی اور قرابت کو دامن رحمت میں پناہ مل گئی۔ اس سے رشتہ داری وقرابت کی فضیلت واہمیت ثابت ہوئی اور قطع رحمی اور بے تعلقی کی مذمت خوب واضح ہوگئی۔ اس لیے رحم قرابت کا خیال رکھنا ضروری ہے اور قطع رحمی کے وبال سے بچنا ضروری ہے۔

آیت کا مفہوم ومعنی

روایت کے آخر میں جو آیت آئی ہے

﴿فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ أَنۡ تُفۡسِدُوا فِي الۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓا أَرۡحَامَكُمۡ﴾

حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ کیا ہے حکومت مل جانا، حضرت کا ترجمہ ہے:

پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ فوائد میں حضرت عثمانیؒ لکھتے ہیں:

یعنی حکومت و اقتدار کے نشے میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے، دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، پھر وہ جاہ وجلال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے کہ عام فتنہ وفساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ بعض لوگوں نے تولّی کو اعراض کے معنی میں لیا ہے، جس کا مطلب ہوا، اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کروگے تو ظاہر ہے دنیا میں امن وانصاف قائم نہیں

ہوسکتا اور جب دنیا میں امن وانصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد و بدامنی اور حق ناشناسی کا دوردورہ ہوگا۔ (فوائد عثمانیؒ)

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانۂ جاہلیت کی کیفیت عود کرآئے گی، جوخرابیاں وفساد اس وقت تھے اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر ناتے رشتے قطع ہوجاتے تھے وہی سب جاہلیت کی باتیں پھرعود کرواپس آجائیں گی۔ پھر خامیاں ہی رہ جائیں گی، خوبیاں رخصت ہوجائیں گی۔ واللہ اعلم!

صلہ رحمی کی سخت تاکید

صاحب معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور لفظ ارحام رحم کی جمع ہے جو ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کا مقام ہے۔ چونکہ عام رشتوں قرابتوں کی بنیاد وہیں سے چلتی ہے اس لیے محاورات میں رحم بمعنی قرابت اور رشتہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں اس جگہ اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ ذوی الارحام اور ارحام کا لفظ کن کن قرابتوں پر حاوی ہے۔ اسلام نے رشتہ داری اور قرابت کے حقوق پورے کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے دواصحاب سے اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قریب کریں گے اور جو رشتہ قرابت قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قطع کردیں گے جس سے معلوم ہوا کہ اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ اقوال وافعال اور مال کے خرچ کرنے میں احسان کا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔ حدیث مذکور میں حضرت ابوہریرہؓ نے اس آیتِ قرآن کا حوالہ بھی دیا کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی ایسا گناہ جس کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں اس کے علاوہ، ظلم اور قطع رحمی کے برابر نہیں۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی، ابن کثیر) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اس کی عمر زیادہ ہو اور رزق میں برکت ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے یعنی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے۔ احادیثِ صحیحہ

میں یہ بھی ہے کہ قرابت کے حق کے معاملہ میں دوسری طرف سے برابری کا خیال نہ کرنا چاہیے، صحیح بخاری میں ہے لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمَکَافِیِ وَ لٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو صرف برابر کا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسری طرف قطع تعلق کا معاملہ کیا جائے تو یہ ملانے جوڑنے کا کام کرے، اور اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی ایسے آدمی جو زمین میں فساد پھیلائیں اور رشتوں قرابتوں کو قطع کریں ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ یعنی ان کو اپنی رحمت سے دور کردیا ہے۔ (معارف القرآن ۸/۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زبانی دعوے بڑھ جائیں عمل گھٹ جائیں، زبانی میل جول ہو دلی بغض وعداوت ہو، رشتہ دار سے بدسلوکی کرے، اس وقت ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت ہوتی ہے، اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کردی جاتی ہیں۔ (ابن کثیر۔گلدستہ ۶/ ۹۵۶)

تجربہ ومشاہدہ

آج باہمی وخاندانی کشیدگی ومخاصمت کا بیشتر سبب قطع رحمی اور نفس پرستی ہے۔ شاید و باید کوئی خاندان اللہ والا ہوگا جہاں یہ آگ نہ لگی ہو، بھائی بہن میں نفرت وعداوت، خالہ پھوپھی سے ترکِ تعلق چچا بھتیجا کی جنگ الغرض ہویٰ پرستی اور نفسانی خواہشات نے اللہ و رسول کے قانون کو تو معاشرہ سے اٹھا ہی دیا۔ اگر اپنے حقوق کی ادائیگی میں انسان کوتاہی نہ کرے اور حقوق وصولنے کی لالچ وحرص کا ایثار کرے تو تمام جھگڑے مٹ جائیں۔ مگر اس مادّی دور پرفتن میں اب تو ناتے رشتے کٹتے نظر آرہے ہیں اور افسوس یہ کہ اس گناہ پر احساس ندامت بھی نہ رہا جبکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ قرآن مجید نے قطعیت رحم پر لعنت بھیجی ہے، مگر اس طرف لوگوں کا دھیان ہی نہیں رہا نہ ہی اللہ ورسول کا خوف رہا، اللہ تعالیٰ ہماری تمام لعنت و پھٹکار والے اعمال وافعال سے حفاظت فرما کر رحمت وبرکت والے اعمال کی توفیق بخشے۔

یارب یارب میری فریاد سن لے

(٧٦٠) عن أبی هريرةؓ عن النبیﷺ أنه قال:

”إِنَّ الرَّحِمَ مُشْجَنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، تَقُوْلُ: يَا رَبِّ إِنِّیْ قُطِعْتُ، يَا رَبِّ إِنِّیْ ظُلِمْتُ، يَا رَبِّ إِنِّیْ أُسِیْءَ إِلَیَّ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، فَيُجِيْبُهَا رَبُّهَا عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُوْلُ: أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟.“

[صحيح](أخرجه أحمد ج١٩/ ٩٨٧١)

(٧٦٠) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رحم، قرابت ورشتہ داری رحمٰن سے جڑی ہوئی ہے (قیامت کے دن) کہے گی: اے میرے رب! مجھے دھتکارا گیا، مجھ سے تعلقات کو توڑا گیا، یا رب! مجھ پر ظلم وستم ڈھایا گیا، یا رب! میرے ساتھ بہت ہی برا کیا گیا، ناانصافی کا معاملہ و برتاؤ کیا گیا، یا رب! یارب! میری فریاد سن لے، تو رشتہ داری کو حق تعالیٰ جواب دیں گے اور فرمائیں گے، کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ آج میں اس شخص کو اپنی رحمت سے نوازدوں گا جس نے تیرا خیال کیا تھا، اور اس شخص کو اپنی رحمت سے محروم کردوں گا جس نے تجھ پر ظلم وستم ڈھایا اور تعلق توڑا۔ (اخرجه احمد ١٩/ ٩٨٧١، الاتحاف ص٤٣٤)

قرابت رحمٰن سے جڑی ہوئی ہے

(٧٦١) عن أبی هريرة ؓ عن النبی ﷺ قال:

”إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ.“ [صحيح](اخرجه البخاری فی صحيحه ج٨ ص٧)

(٧٦١) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رحم، قرابت ورشتہ داری رحمٰن سے ملی ہوئی ہے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: جو تجھ سے جڑے گا ملے گا میں بھی اس سے رحمت کے ساتھ ملوں گا اور جو تجھ سے بے تعلق

ہوگا، میں بھی اپنی رحمت اس سے جدا رکھوں گا۔(اخرجہ البخاری ۷/۸)

میں رحمٰن ہوں یہ قرابت داری ہے

(۷٦٢) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمٰنُ وَ هِیَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ، مَنْ يَصِلُهَا أَصِلُهُ، وَ مَنْ يَقْطَعُهَا أَقْطَعُهُ فَأَبَتُّهُ.“ [صحيح(أخرجه أحمد ج۲ ص۴۹۸)

(۷٦۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم، قرابت ورشتہ داری ہے اور رحم کو رحمٰن سے نکالا جو ذوی الارحام سے ملے گا میں اس کو اپنی رحمت سے ملالوں گا اور جو ذوی الارحام سے تعلق توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے بالکل ہی الگ کردوں گا۔(اخرجہ احمد ۴۹۸/۲)

رحمٰن سے لپٹی ہوئی شئے

(۷٦٣) عن عائشه رضی الله عنها زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال:

”اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ.“

[صحيح](أخرجه البخاری، ج:۸، ص:۷)

(۷٦۳) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق تعالیٰ نے فرمایا: رحم قرابت مجھ سے لپٹی ہوئی ہے، جو قرابت کو جوڑے گا میں اس کو اپنی ذات حق سے ملاؤں گا اور جو قرابت کو توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے جدا کردوں گا۔(اخرجہ البخاری ۷/۸، الاتحاف ۳۹)

رحمٰن کی صفت اور رحمت کے مستحق لوگ

قرابت ورشتہ داری کا مقام عند اللہ بہت ہی اونچا اور اہم ہے؛ کیونکہ لفظ ”رَحِــمٌ“ حق جل مجدہ کے عظیم نام رحمٰن سے مشتق ہے، لہٰذا جو شخص بھی قرابت ورشتہ داری کا خیال

رکھے تو گویا کہ اس نے حق جل مجدہ کے نام، رحمٰن سے مناسبت تام پیدا کر لی ہے جب کہ اصول ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے، لہٰذا یہ فرع (یعنی صفت رحمت اہل قرابت) اپنی اصل کی طرف لوٹے گی اور اس کی اصل "الرحمن" ہے اور قیامت میں یہی رحمت عرش الٰہی پر "ورحمتی سبقت علی غضبی" اور کبھی "رحمتی وسعت کل شیء" بن کر ظہور پذیر ہو گی، اس لیے صفات رحمٰن کی صفت رحمت سے متصف لوگ بھی رحمت کے مستحق ٹھہریں گے۔ واللہ اعلم!

رشتہ داری نے تم کو جوڑ دیا

(٧٦٤) عن إبراهيم بن عبدالله بن قارظ أن أباه حدثه: أنه دخل على عبد الرحمٰن بن عوف ﷺ وهو مريض، فقال له عبدالرحن: وصلتک رحم، إن النبی ﷺ قال:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ، فَمَنْ يَصِلُهَا أَصِلُهُ، وَ مَنْ يَقْطَعُهَا أَقْطَعُهُ فَأَبَتُّهُ، أَوْ قَالَ: مَنْ يَبُتُّهَا أَبُتُّهُ."

[صحيح](أخرجه أحمد ج ٣/ ١٦٥٩١)

(٧٦٤) ترجمہ: ابراہیم بن عبداللہ بن قارظؒ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کو بتایا کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس گئے جب کہ وہ مریض تھے، تو عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا: رشتہ داری نے تم کو جوڑ دیا، نبی ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں رحمٰن ہوں میں نے ہی رحم کو پیدا کیا اور رحم کو رحمٰن سے نکالا، جو ذوی الارحام سے ملے گا میں اس کو اپنی رحمت سے ملاؤں گا اور جو رشتہ داری کو توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے جدا کروں گا، علیحدہ کر دوں گا، محروم رکھوں گا۔

میں نے ہی رشتہ داری کو پیدا کیا ہے

(٧٦٥) قال عبدالرحمن: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

"قَالَ اللّٰهُ : أَنَا اللّٰهُ وَ أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ

اِسْمِیْ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.''
[صحیح](أخرجه الترمذی ج ۱۹۰۷/٤)
(۷٦۵) ترجمہ: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے ہی رحم کو پیدا کیا ہے اور رحم وقرابت کو رحمٰن سے نکالا ہے، جو ذوی الارحام سے ملے گا میں اس کو اپنی رحمت سے ملاؤں گا اور جو رشتہ داری کو توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے جدا کر دوں گا۔
(اخرجه الترمذی ۱۹۰۷/٤)

میں اللہ و رحمٰن ہوں

(۷٦٦) قال عبدالرحمن بن عوف: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:
''یَقُوْلُ اللّٰهُ: أَنَا اللّٰهُ وَ أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَ مَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.''
[صحیح](أخرجه الحمیدی فی مسنده ج ٦۵/۱)
(۷٦٦) ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے فرمایا: میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن (نہایت مہربان) ہوں، رحم (ناتہ رشتہ) کو میں نے پیدا کیا ہے، اور میں نے ناتہ رشتہ کو اپنے نام سے نکال کر نام دیا ہے۔ یعنی الرحمٰن سے الرحم بنا ہے؛ لہٰذا جو ناتے رشتے کو جوڑے گا میں اس کو اپنے ساتھ جوڑوں گا اور جو رشتے کو توڑے گا، کاٹے گا، میں اس کو اپنے سے توڑوں گا کاٹوں گا۔
(اخرجہ الحمیدی فی مسندہ ٦۵/۱)
(۷٦۷) قال عبدالرحمٰن: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:
''قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا اللّٰهُ وَ أَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَ شَقَقْتُ لَهَا

مِنْ اِسْمِی، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَ مَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ."

[صحيح](أخرجه الحاكم فی المستدرك ج٤ ص١٥٨)

(٧٦٧) ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم، قرابت، رشتہ کو پیدا کیا ہے اور رحم یعنی رشتہ کو اپنے نام رحمٰن سے نکال کر نام دیا ہے۔ یعنی الرحمٰن سے الرحم بنایا ہے، تو جو ناتے رشتے کو توڑے گا میں اس کو اپنے سے کاٹوں گا، علیحدہ کردوں گا۔ (اخرجہ الحاکم ۴/۱۵۸)

رحمٰن نے رَحِم کو اپنے نام سے نکالا ہے

(٧٦٨) عن عبدالرحمن بن عوف انه سمع رسول اللّٰه ﷺ يقول:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ."

[صحيح](أخرجه البخاری ج٨/١٠٧)

(٧٦٨) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے:

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں رحمٰن ہوں، میں نے ہی رحم، ناتہ رشتہ کو پیدا کیا اور رحم کا نام میں نے اپنے نام رحمٰن سے رکھا ہے۔ جو اس کو جوڑے گا میں اس کو اپنے سے جوڑوں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو بالکل ہی اپنے سے کاٹ دوں گا۔

(اخرجه احمد ٣/١٦٨٠ الاتحاف ٣٤)

قرابت و ناتہ رشتہ کا اللہ تعالیٰ سے خاص ربط و تعلق اور وہ عرش سے جڑی ہوئی ہے

(٧٦٩) عن أنس عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم انه قال:

"إِنَّ لِلرَّحِمِ حُجْنَةٌ مُتَمَسِّكَةٌ بِالْعَرْشِ، تَكَلَّمَ بِلِسَانٍ ذَلِقٍ: اَللّٰهُمَّ صِلْ مَنْ

وَصَلَنِیْ، وَ اقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِیْ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: أَنَا الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، وَ إِنِّیْ شَقَقْتُ الرَّحِمَ مِنْ اِسْمِی، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ بَتَکَهَا بَتَکْتُهُ."

[ضعیف](أخرجه البزار کما فی کشف الأستار ج ۲/ ۱۸۹۵)

(۷۶۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رحم قرابت ورشتہ داری کا خاص تعلق ہے رحمٰن سے، وہ عرش رحمٰن سے جڑی ہوئی ہے، رشتہ داری نے رحمٰن سے فصیح زبان سے باتیں کیں: کہ اے اللہ! آپ اپنی ذات سے ملالیں اس کو جو مجھ سے ملے، اور کاٹ دیں اس کو جو مجھ سے کٹے۔ جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں، رحیم ہوں، میں نے رحم کا نام اپنے نام رحمٰن سے نکالا ہے، جو رشتہ داری کو جوڑے گا میں اس کو اپنے ساتھ جوڑوں گا اور جو تجھ سے رشتہ توڑے گا میں اس کو اپنے سے الگ کردوں گا۔ (کشف الاستار ۲/ ۱۸۹۵)

قرابت ورشتہ داری کے حقوق

(۷۷۰) عن جریر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

"إِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ فِیْ أُمِّ الْکِتَابِ قَبْلَ أَنْ یَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ: إِنِّیْ أَنَا الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ أَسْمَائِیْ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ."

[ضعیف](أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج ۲/ ۲۴۹۶)

(۷۷۰) ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے ام الکتاب میں زمین وآسمان کی پیدائش سے قبل یہ بات لکھ دی تھی کہ میں رحمٰن ورحیم ہوں اور میں نے رحم، قرابت ورشتہ داری کو اپنے نام رحمٰن ورحیم سے نکالا ہے، جو رحم، قرابت ورشتہ داری کو جوڑے گا، میں رحمٰن ورحیم اس کو اپنے سے ملاؤں گا اور جو رحم، قرابت ورشتہ داری کو قطع کرے گا، توڑے گا، تو میں اس کو اپنی رحمت سے دور کروں گا۔

قرابت کا مقام عنداللہ

(۷۷۱) عن أم سلمة قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

"اَلرَّحِمُ شُجۡنَۃٌ آخِذَۃٌ بِحُجۡزَۃِ الرَّحۡمٰنِ، تُنَاشِدُہٗ حَقَّھَا، فَیَقُوۡلُ: أَ لَا تَرۡضَیۡنَ أَنۡ اَصِلَ مَنۡ وَصَلَکِ، وَ اَقۡطَعَ مَنۡ قَطَعَکِ، مَنۡ وَصَلَکِ فَقَدۡ وَصَلَنِی، وَ مَنۡ قَطَعَکِ فَقَدۡ قَطَعَنِی."

[ضعیف] (أخرجہ الطبرانی فی الکبیر ج۲۳/ ۹۷۰)

(۷۷۱) ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرابت ورشتہ داری حق جل مجدہ کی ذات سے ملی اور جڑی ہوئی ہے، جو اپنے حقوق کے بارے میں حق تعالیٰ سے جھگڑے گی، ارشاد ہوگا: اے قرابت! کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں اپنی رحمت سے اس شخص کو نوازوں جس نے تیرا خیال رکھا اور اپنی رحمت سے اس شخص کو دور کردوں جس نے تیرا خیال نہیں رکھا؛ اس لیے کہ جس نے تیرا خیال رکھا اس نے گویا میرا خیال رکھا اور جس نے تیرا خیال نہیں رکھا اس نے میرا خیال نہیں رکھا۔

اہلِ قرابت کا مقام

(۷۷۲) لابن عساکر عن عامر بن ربیعۃ:

"یَقُوۡلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: اَلرَّحِمُ شُجۡنَۃٌ مِنِّیۡ، فَمَنۡ وَصَلَھَا وَصَلۡتُہٗ، وَ مَنۡ قَطَعَھَا قَطَعۡتُہٗ." [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج۳/ ۶۹۵۴)

(۷۷۲) ترجمہ: عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: رحم (قرابت) مجھ سے لپٹی ہوئی ہے، جو قرابت کو جوڑے گا میں اس کو اپنی ذات حق سے ملاؤں گا اور جو قرابت کو توڑے گا میں اس کو اپنی رحمت سے جدا کردوں گا۔

قیامت کے دن قرابت خوشی ومسرت کے ساتھ چلنے پھرنے لگے گی

(۷۷۳) و لسمویہ والضیاء المقدسی عن أبی سعید:

"اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحمٰنِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی، أَصِلُهَا فِي الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَ ثَبَتَ حَتّٰی تَتَعَلَّقَ بِحُجْزَةِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی، فَتَقُوْلُ : هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ، فَيَقُوْلُ : فَمَاذَا؟ ـــ وَ هُوَ أَعْلَمُ ـــ فَتَقُوْلُ : مِنَ الْقَطِيْعَةِ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُهُ، وَ مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُهُ."

[؟](كما فی كنزالعمال ج٣/٦٩٤٣)

(۷۷۳) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رحم ورشتہ داری ملی ہوئی ہے رحمٰن تبارک وتعالیٰ سے، جس کی بنیاد واصل کعبۃ اللہ میں ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو خوشی ومسرت کے ساتھ، چلنے پھرنے لگے گی، یہاں تک کہ حق جل مجدہ کی ذات سے مل جائے گی اور عرض کرے گی: رحمٰن ورحیم آج تیری ذات سے حق مانگنے اور پناہ چاہنے کا دن ہے، ارشاد ہوگا: کیا بات ہے؟ کس چیز کا حق اور کیا حق چاہیے؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، رحم عرض کرے گی: ان لوگوں سے جنھوں نے رشتہ توڑا تھا، ارشاد ہوگا: جس نے تجھ کو توڑا میں اس کو آج رحمت سے دور کرتا ہوں اور جس نے تیرا خیال کیا میں اس کو رحمت سے نوازوں گا۔

اہلِ قرابت کا احترام

(٧٧٤) و للحكيم عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : أَنَا الرَّحْمٰنُ وَ هِيَ الرَّحِمُ، جَعَلْتُ لَهَا شُجْنَةً مِنِّيْ، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَ مَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ، لَهَا يَوْمُ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ ذَلِقٌ."

[ضعيف](كما فی كنزالعمال ج٣/٦٩٥٥)

(۷۷۴) ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم (قرابت ورشتہ داری) ہے میں رحم کو اپنی ذات سے ملائے ہوا ہوں، جو اسکو اپنے سے ملائے گا میں اس کو اپنی ذات سے ملاؤں گا اور جو قطع تعلق کرے گا رشتہ داری کو توڑے گا، میں قیامت کے دن اس کو اپنی رحمت سے دور رکھوں گا۔ رحم ورشتہ داری کو قیامت کے دن تیز زبان عطاء کی جائے گی،

جس سے قطع تعلق کرنے والوں کی شکایت کرے گی اور رشتہ داری کا خیال رکھنے والوں کی اللہ پاک سے سفارش کرے گی۔

رشتہ داری کو اللہ پاک نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا

(۷۷۵) و للحکیم عن ابن عباس:

''قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی لِلرَّحِمِ: خَلَقْتُکِ بِیَدِیَّ وَ شَقَقْتُ لَکِ مِنْ اِسْمِیْ، وَ قَرَّبْتُ مَکَانَکِ مِنِّیْ، وَ عِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَأَصِلَنَّ مَنْ وَصَلَکِ، وَ لَأَقْطَعَنَّ مَنْ قَطَعَکِ، وَ لَا أَرْضٰی حَتّٰی تَرْضٰی.''

[ضعیف](کما فی کنزالعمال ج۳/ ۶۹۵۳)

(۷۷۵) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے رحم سے فرمایا: میں نے تجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنے نام (رحمٰن) سے نکالا اور تیرے مقام کو اپنی ذات سے قریب کیا، میری عزت وجلال کی قسم، میں ضرور اپنے سے اسے ملاؤں گا جو تجھ کو جوڑے گا، میں ضرور اس کو جدا کردوں گا جو تجھ سے جدا ہوگا اور میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک تو راضی نہ ہوجائے۔

باب أحاديث فی فضل التحاب فی اللّٰه

باب: آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنا

(۷۷۶) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

''إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ لِجَلَالِیْ؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّی يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّیْ.''

[صحيح](أخرجه مالك فی الموطأ ص۵۹۰/ ۱۳)

عرشِ اعظم کا سایہ

(۷۷۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے: کہاں ہیں آپس میں محض میری عظمت کی خاطر محبت کرنے والے؟ آج میں ان کو اپنے عرشِ اعظم کے سایہ میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سایہ کے علاوہ آج کوئی سایہ نہیں۔

خوش نصیب لوگوں کے لیے نداء ربّ العزّت

حق جل مجدہ کی ذات از حد رحیم وکریم ہے۔ ان کا رحم وکرم ہر ہر مقام پر اہل ایمان و ایقان پر نمایاں طور پر نظر آتا ہے، وہ اپنے بندوں کی دنیاوی زندگی میں بھی تربیتِ ایمانی کی راہ دکھلا کر عملی قدم کو اخلاص کے ساتھ اٹھواتا ہے اور کل قیامت میں بھی اپنی خاص الخاص رحمت ونعمت مقبولیت ومحبوبیت کا پیغام مسرت سنائے گا۔ اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ خوش نصیب جو محض اللہ کے لیے، اللہ کے دین کی سربلندی، شریعتِ الٰہی کی ترویج و اشاعت، قرآن کا پیغام ہدایت، اُمت کو نبی کی سنت وسیرت کے اسوۂ مبارکہ پر زندگی ڈھالنے کے لیے ایک دوسرے سے محبت ومؤدّت کرتے تھے۔ یہ اعلان علام الغیوب، خبیر وبصیر استفسار و استفہام کے لیے نہیں کرے گا، بلکہ تمام مخلوقات کے سامنے محشر میں ان مقبولانِ حق، مسعود بخت کی مقبولیت ومحبوبیت کا اعزاز ہوگا کہ محشر والو! دیکھ لو یہ ہیں وہ حق آگاہ جن کے دل میں آپس کا ملنا بھی محض عظمت دین اور رضاء ربانی اور فضل رحمانی کے حصول کی غرض سے تھا۔ آج ان کو یہ انعام ملے گا کہ حق جل مجدہ اپنے عرش کے سایہ میں، اپنے رحمت کے سایہ میں، اپنے لطف وعنایات خاص کے سایہ میں رکھے گا، جبکہ خلائق نہ معلوم کن کن مصائب وآلام وکرب میں ہوگی، دیکھ لو یہ ہیں بانصیب، بامراد، فائزین، نسبت بھی کتنا نصیب کو بلند کرتی ہے۔ وہ ملنا جو اللہ کے لیے ہو، وہ محبت جو اللہ کے لیے ہو، وہ انس وقربت جو اللہ کے لیے ہو۔ دوستو۔ اپنے دلوں کو، اللہ تعالیٰ کے لیے ملنے پر آمادہ کرو یہ نسبت ہی تو ہے کہ اللہ اپنے نام کی لاج رکھے گا اور ان کو محشر میں سب کے سامنے اعزاز واکرام سے پکار کر سب کو دکھلا کر، سنا کر، بتلا کر جتا کر، عزت وسعادت کا اعلان کر کے مقام قرب میں عرش کے سایہ میں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنی عظمت کی خاطر ملنے کی توفیق بخشے۔

اللہ کیلئے آپس میں محبت کرنے والے حق تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں

(٧٧٧) عن معاذ بن جبل ﷺ فإني سمعتُ رسولُ اللّٰهِ ﷺ يقول:

''قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِيُ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَ الْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ ، وَ الْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَ الْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ.''

[صحيح](أخرجه مالك فى الموطأ ص ٥٩١-٥٩٢/١٦)

(٧٧٧) ترجمہ: معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں اور آپس میں میری رضا کے لیے مل بیٹھتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات وزیارت کرتے ہیں، اور آپس میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ (اخرجہ مالک فی الموطا ص۵۹۱-۵۹۲)

میرے بندوں کے لیے میری محبت واجب ومقرر ہو چکی ہے

انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ جہاں بھی ہوگا اس کی طبیعت کا رجحان ومیلان لازمی طور پر کسی دوسرے کی طرف ہوگا، اور پھر اس زندگی میں اکیلا تو رہے گا نہیں ہر حال میں اس کو سبھی لوگوں کے ساتھ رہنا ہے۔ یہ محاسن اسلام میں سے ہے کہ تصور سے بالاتر انسانیت کو معراج ثریا پر پہنچایا گیا ہے۔ آپ جب کسی سے ملیں گے تو وہ آپ کا قریبی ورشتہ دار ہوگا، یا دوست واحباب میں سے ہوگا یا آپ کا محسن ہوگا، جو آپ کے ساتھ داد ودہش کا معاملہ کرتا ہے۔ جبھی آپ کی طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اسلام ہم کو بہت ہی سر بلند کرنا چاہتا ہے، عزت وسعادت کی راہ مخلوقات سے اٹھا کر خالق کی بارگاہ میں لانا چاہتا ہے۔ دنیاوی عزت سے ربّ العزّت کی بارگاہ قدس میں ہم کو بسانا چاہتا ہے، ہلکی پھلکی وقتی فانی لذتوں سے نکال کر ابدی ودائمی ، قیمتی غیر فانی نعمتوں، عنایتوں کی دنیا میں نعیم ومقیم کی حیات جاودانی کا پیغام مسرت سنانا چاہتا ہے، آپ عزیز ورشتہ دار سے ملیں یا دوست واحباب سے تعلق رکھیں یا اپنے محسن کے لیے فرشِ راہ بنیں، اسلام آپ کو نہیں روکتا، مگر اخلاق وآداب

صفت احسان کا پیدا کریں، ملیں مگر اللہ کے لیے ملیں، اہل قرابت سے ملنا بھی شریعت اسلام کے ایک حکم کو پورا کرنے کے لیے ملیں۔ دوست سے ضرور ملیں مگر دوست واحباب صالحین ہوں ان سے صلاح وتقوی کی بنیاد پر ملیں۔ محسنین کی خاطر داری کریں مگر اس لیے کہ احسان والوں کے ساتھ احسان کرنا اللہ کا حکم ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔

کسی پر خرچ کریں تو اللہ کی نعمت کا شکر ہو یہ نیت کریں، الغرض، اس طرح آپ کا ہر عمل قیمتی بن جائے گا اور اس کی قیمت کیا ہوگی۔ اللہ اکبر کبیراً۔ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کریں گے، اللہ کی رحمت آپ کا مقدر ونصیب بن جائے گی۔ آپ کا بخت خیر وفلاح کی شکل میں ظاہر ہوگا اللہ کے آپ محبوب بن جائیں گے۔ یہ تو ایسی عظیم نعمت ہے کہ آدمی پھولے نہ سمائے۔ اتنی عظیم عطا کہ ربّ العزّت بندہ کو محبوب بنالے اور ان اعمال وافعال پر جو صبح سے شام تک ہماری زندگی کا جز ہے۔ کسی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا، کچھ دینا لینا، یہ تو لگا ہی رہتا ہے مگر نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف ہے تو پھر یہی محبوبیت ومقبولیت کا عمل ہو جائے گا اور ربّ العزّت کے محبوب بن جائیں گے۔

اللہ ہماری نیتوں کو اخلاص کے ساتھ سنوار دے، کہ ہم بروز قیامت ان خوش نصیب لوگوں کی فہرست میں آجائیں جن کے لیے حق تعالیٰ کی محبت کا اعلان ہوگا اور رحمت ان کو اپنی آغوش میں لے کر عرش کے سایہ میں جگہ دے گی۔

حق تعالیٰ کی عظمت کے لیے آپس میں مل بیٹھنا

(۷۷۸) عن معاذ رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ یأثر عن اللّٰہ عزّوَجلَّ قال:

”وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَحَابُّوْنَ فِیَّ، وَ یَتَجَالِسُوْنَ فِیَّ ، وَ یَتَبَاذِلُوْنَ فِیَّ.“

[ضعیف] (أخرجه أحمد ج٥ ص٢٤٧)

(۷۷۸) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ، اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت یعنی رحمت، واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو محض میری رضا کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری خوشی کے لیے

آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ (اخرجہ احمد ۵/۲۴۷)

قیامت کے دن اللہ کے لیے محبت کرنے والے نور کے منبر پر ہوں گے

(۷۷۹) حدثنی معاذ بن جبل ﷺ قال: سمعتُ رسولَ اللّٰہِ ﷺ یقول:

"قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ. لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ، یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَ الشُّھَدَاءُ." [صحیح] (أخرجه الترمذی ج۴/ ۲۳۹۰)

(۷۷۹) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل ﷺ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری عظمت کی خاطر محبت کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے، ان پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے۔

دین کی فکر لے کر بیٹھنا

حق جل مجدہ کی عظمت بذاتِ خود عظیم نعمت ہے جب کہ قلب مؤمن میں گھر کر جائے اور حق جل مجدہ کی عظمت کی خاطر کسی بندۂ مومن سے محبت کرنا بڑی سعادت مندی اور فلاح دارین کی ضامن ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی کو علامتِ ولایت بتلایا گیا ہے۔ ہر دور میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جن کو محض اللہ کے لیے مل بیٹھنا، خالص اللہ عز وجل کی عظمت کے سبب سر جوڑ کر امت کی فکر کرنا، نصیب ہوا ہے۔ کل قیامت میں ایسے لوگوں پر انبیاء وشہداء تک رشک کریں گے اور ان پر رشک کرنا اس لیے ہوگا کہ یہ کیسے خوش نصیب ہیں جن کو حق جل مجدہ نے نور کے ٹیلوں پر بیٹھایا ہے اور ان کے اس ملنے پر جو دنیا میں محض اللہ کے لیے تھا کس قدر آج عظمت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

آج دعوت وتبلیغ کے ساتھیوں کو کس قدر الٹا سیدھا کہا جا رہا ہے، کل جب ان کو یہ نعمت نصیب ہوگی، لوگ اپنے کیے ہوئے پر حسرت کریں گے۔ اللہ ہمیں یہ نعمت عطاء فرمائے۔ آمین!

حق جل مجدہ کا سایہ کن لوگوں کو ملے گا

(۷۸۰) قال معاذ رضی اللہ عنہ: فإني سمعتُ رسول الله ﷺ يقول:

"إِنَّ الْـمُتَـحَابِّيْنَ بِجَلَالِ اللّٰهِ فِيْ ظِلِّ اللّٰهِ وَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ."

[صحيح](أخرجه أحمد ج۵ ص ۳۲۸)

(۷۸۰) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن کوئی سایہ اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔

احیاء العلوم میں ہے: ثابت ہوگئی میری محبت ان لوگوں کے لیے جو آپس میں میری رضاء کے لیے محبت کرتے ہیں، ثابت ہوگئی میری محبت ان لوگوں کے لیے جو آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں اور ثابت ہوگئی میری محبت ان لوگوں کے لیے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زیارت وملاقات کرتے ہیں۔ (اخرجہ احمد ۵/۳۲۸)

لوگوں پر فزع اور اللہ والوں پر سکون وقرار

(۷۸۱) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول:

"اَلْـمُتَـحَابُّـوْنَ فِـى الـلّٰهِ فِيْ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، يَفْزَعُ النَّاسُ وَ لَا يَفْزَعُوْنَ ، وَ يَخَافُ النَّاسُ وَ لَا يَخَافُوْنَ."

قـال: فـقـمـتُ مـن عـنـده فـلـقيتُ عبادة بن الصامت، فقال عبادةُ : وخيرٌ منها سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقولُ:

"حَـقَّـتْ مَـحَبَّتِـىْ لِـلْـمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِـىْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ." [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج۲۰/۱۵۴)

(۷۸۱) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو آپس میں محبت کرتے ہیں وہ

لوگ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، تمام لوگ فزع وگھبراہٹ میں ہوں گے اور ان لوگوں پر کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ تمام لوگ خوف وڈر میں ہوں گے اور ان پر کوئی خوف وڈر نہ ہوگا۔

ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ: میں معاذ بن جبلؓ کے پاس سے اٹھ کر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انھوں نے فرمایا: میں نے اس سے بہتر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو محض میری خوشی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی میری خوشی کے لیے آپس میں مل کر بیٹھنے کے لیے، اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی جو میری خوشی کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے زیارت وملاقات کرتے ہیں۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۲۰/۱۵۴)

نور کے منبر پر انبیاء وشہداء کا رشک کرنا

(۷۸۲) عن أبي مسلم خولاني قال: أَبشرْ إن كنتَ صادقاً سمعتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ يقول:

"اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ، يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَ الشُّهَدَاءُ."

قال: فخرجتُ فلقيتُ عُبَادَةَ بن الصامتِ فقلتُ: ياأبا الوليدِ الاأُحَدِّثُكَ بما حدثني معاذ بن جبل في المتحابين؟ قال: فأنا أحدثك عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يرفعه إلى الرب عزَّوجلَّ قال:

" حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَوَاصِلِيْنَ فِيَّ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج٥ ص٢٣٩)

(۷۸۲) ترجمہ: ابومسلم خولانی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خوش ہوجاؤ، اگر تم مجھ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہو، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر محبت

کرنے والوں کے لیے نور کا منبر ہوگا ان کی ایسی مجلسوں پر انبیاء وشہداء رشک کریں گے۔
ابومسلم خولانی فرماتے ہیں: میں وہاں سے نکلا کہ عبادہ بن صامتؓ سے ملاقات ہوگئی، میں نے ان سے کہا: اے ابوالولید! میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو معاذ بن جبلؓ نے آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کے سلسلہ میں سنائی ہے۔ تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واجب وثابت ہوگئی میری محبت ان لوگوں کے لیے جو آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی خوشی ورضا کے لیے محبت کرتے ہیں اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی خوشی ورضا کے لیے آپس میں زیارت وملاقات کرتے ہیں اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشی و رضا کیلئے آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی رضاء وخوشی کے لیے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ (اخرجہ احمد ۵/۲۳۹)

حق جل مجدہ کا پیغام مسرت

(۷۸۳) عن أبی مسلم قال: فأَبشرْ إن كنتَ صادقاً فإنی سمعتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ. يقول:

''اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ يَغْبِطُهُمْ بِمَكَانِهِمُ النَّبِيُّوْنَ وَ الشُّهَدَاءُ.''

قال: ثم خرجتُ فأَلقى عُبَادةَ بن الصامتِ قالَ: فحدثته بالذی حدثنی معاذُ فقال عبادة: سمعتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يَروِی عن ربه تبارک وتعالی أنه قال:

''حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ عَلَی الْمُتَزَاوِرِيْنَ فِیَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ عَلَی الْمُتَبَاذِلِيْنَ فِیَّ، عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمْ بِمَكَانِهِمُ النَّبِيُّوْنَ وَ الصِّدِّيْقُوْنَ.''

[صحيح] (أخرجه عبداللّٰه بن أحمد فی زياداته علی مسند أبيه ج٥ ص ٣٢٨)

(۷۸۳) ترجمہ: ابومسلم خولانی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: اگر سچ میں تم کو مجھ سے اللہ کے لیے محبت ہے تو خوش ہو جاؤ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، اور اُن کے حق تعالیٰ سے قرب کے مکان پر ہونے کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان پر غبطہ کریں گے (یعنی انبیاء وشہداء ان پر رشک کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو قرب کا مکان ملے گا۔)

ابومسلم خولانی فرماتے ہیں: میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلا کہ عبادہ بن صامتؓ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث بتلائی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ اللہ ربّ العزت سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت واجب ہوگئی آپس میں میری رضا کے لیے زیارت وملاقات کرنے والوں کے لیے اور میری محبت واجب ہوگئی جو آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، وہ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ تو ان کا قرب کا مکان دیکھ کر انبیاء وصدیقین ان کے اوپر رشک کریں گے۔

(اخرجه عبد الله بن احمد فی زیاداته علی مسندابیه ۳۲۸/۵)

انبیاء وشہداء ان پر رشک کریں گے

انسان کی عند اللہ صفات پر قیمت اور قدر ومنزلت بڑھتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے۔ صفات سے خالی انسان تو انسان کہلانے کا بھی حق دار نہیں ہے۔ ان صفات میں ایمان کا رتبہ سب سے پہلا ہے پھر اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ ایمانی صفات کو روشن اور قرب الٰہی کی منزل تک پہنچاتی ہیں۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے بے شمار ایسی صفات کا پتہ لگتا ہے۔ جن پر حق تعالیٰ نے تصور اور وہم وگمان سے زیادہ انعامات وبرکات کا اعلان فرمایا ہے، تاکہ ترغیب وتشجیع کے بعد بندہ سبقت کرکے ان صفاتِ حمیدہ

اور خصائلِ محمودہ کی طرف تیز رفتاری کے ساتھ ان کے حصول کی جدوجہد میں جان کھپادے۔ اور موعود ربانی کا تحفہ وصول کرلے۔ انہی صفات میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا، ملنا جلنا، ملاقات وزیارت کرنا، ایک دوسرے پر ایثار وقربانی کے ساتھ خرچ کرنا اوران تمام باتوں کا تعلق نہ تو قرابت ورشتہ داری سے ہوگا نہ ہی کسی ظاہر داری کے سبب بلکہ از اوّل تا آخر محض اللہ تعالیٰ کی نسبت اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نسبت کی وجہ سے ہوگا۔ ان کو یہ بھی انعام ملے گا۔ جبکہ قیامت میں لوگوں پر خوف وہراس ہوگا اس وقت یہ لوگ بے خوف اور مطمئن، سکون وقرار کے ساتھ ہوں گے۔ اور جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے یہ لوگ اس وقت بے غم ہوں گے، اوران کا وہی حال ہوگا جس کی بشارت قرآن مجید میں ہے اولیاء اللہ کو نہ غم ہوگا نہ خوف۔

نیز انبیاء وشہداء، ان کی حالت رفیعہ اور نوازش ربّانی، عطیہ وفضل رحمانی دیکھ کر رشک کریں گے۔ واہ خوب انعام ملا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ان کو انبیاء وشہداء سے رتبہ بلند ملے گا اور انبیاء وشہداء سے افضل ہوں گے۔ رشک کرنا۔ اش، اش کرنا اس وجہ سے ہوگا کہ حق تعالیٰ کی جانب سے نور کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جبکہ نبی وشہید انبیاء وشہداء ان انعامات ربّانی کو دیکھ کر اش، اش کریں گے۔ خوب داد وتحسین دیں گے، خوش ہوں گے کہ چھوٹوں کا انعام یافتہ ہونا بڑوں کو خوب ہی خوش کردیتا ہے۔ انبیاء وشہداء کی نگاہ میں ان صفات والوں کے انعام کو دیکھ کر ان کی واہ۔ واہ اور دھوم مچ جائے گی۔ غالبًا اسی کو رشک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ورنہ بلند رتبہ وافضل مقام تو انبیاء وشہداء کا ہوگا۔

لِلّٰہ محبت کا انعام

الغرض، ان لوگوں کو

(۱) عرش اعظم کا سایہ نصیب ہوگا، جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۲) حق جل مجدہ کی مقبولیت ومحبوبیت کا عام اعلان ان لوگوں کے حق میں ہوگا، اور تمام خلائق کے سامنے ان کی کامرانی کا غلغلہ ہوگا۔

(۳) نور کا منبر ان لوگوں کے لیے لگایا جائے گا، جس پر ان لوگوں کو بیٹھایا جائے گا۔

(۴) انبیاء وشہداء ان کے محبوبیت کے مقام قرب پر اش اش کریں گے۔ رشک کریں گے، دادِ تحسین دیں گے، ان کی کامیابی وکامرانی پر خوب خوش ہوں گے۔

(۵) عام لوگوں پر خوف وہراس، ہیبت ودہشت ہوگی، ان پر اطمینان وسکون اور سکینیت وتمکنت کی شادمانی اور بشاشت وبشارت کی تابناکی میں شاداں وفرحاں ہوں گے۔

(۶) عام انسان مبتلائے غم وہم، کرب وبے چینی میں ہوں گے اور ان لوگوں پر کوئی غم نہ ہوگا کہ نور کے منبر پر ہوں گے۔

(۷) لِلّٰـہ فِی اللّٰہ دوست گرچہ دنیا میں مشرق ومغرب میں تھے، کل قیامت میں حق تعالیٰ ان لوگوں کو ایک ساتھ کردے گا۔

حق جل مجدہ ہماری کمی کوتاہی کو معاف فرماکر ان لوگوں میں شامل فرمائے جن کو یہ بشارتیں ملیں گی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَحَابِّيْنَ فِيْكَ وَ الْمُتَجَالِسِيْنَ فِيْكَ وَ الْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيْكَ وَ الْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيْكَ وَ الْمُتَنَاصِرِيْنَ فِيْكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ بِجَاهِ نَبِيِّكَ الْاَمِيْنِ ، آمين يا ارحم الراحمين. (ثمین)

باعثِ قدر ومنزلت زیارت ومجالست

(٧٨٤) و للطبرانی عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ."

[صحيح] (كما فی كنز العمال ج ٩/ ٢٤٧١٢)

(۷۸۴) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: میری محبت ورحمت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے، جو آپس میں محض میری رضاء کے لیے محبت کرنے والے ہیں اور میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے، جو محض میری رضاء کے لیے آپس میں مل جل کر بیٹھنے والے ہیں اور میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے، جو محض میری ذات کے لیے ایک دوسرے سے ملنے جلنے والے ہیں۔

اللہ پاک کی رضاء کے لیے آپس میں محبت ونصیحت اور زیارت کرنے والوں کا انعام

(۷۸۵) لأحمد والطبراني والحاكم عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَوَاصِلِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَنَاصِحِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيَّ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ، يَغْبِطُهُمْ بِمَكَانِهِمُ النَّبِيُّوْنَ وَ الصِّدِّيْقُوْنَ وَ الشُّهَدَاءُ."

[صحيح] (كما في كنزالعمال ج۹/ ۲٤٦٧١)

(۷۸۵) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان کے لیے، جو محض میرے لیے محبت کرنے والے ہیں، میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان کے لیے، جو محض میری ذات کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے ہیں اور میری محبت واجب وثابت ہوگئی ان کے لیے، جو محض میری ذات کے لیے ایک دوسرے کو نصیحت کرنے والے ہیں اور میری محبت واجب و ثابت ہے جو محض میری ذات کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہیں، خصوصاً میری ذات کے لیے محبت کرنے والے (قیامت کے دن) نور کے منبروں پر ہوں گے، ان کی (بلند) جگہوں کی وجہ سے انبیاء وصدیقین اور شہداء انھیں دیکھ کر رشک کریں گے۔

اللہ پاک کے لیے محبت کرنے والے عرش کے سایہ میں

(۷۸٦) عن العرباض بن سارية رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ :

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ فِیْ ظِلِّ عَرْشِیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّی." [حسن] (أخرجه أحمد ج۴ ص۱۲۸)

(۷۸٦) ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: محض میری ذات کے لیے آپس میں محبت کرنے والے میرے عرش کے سایہ میں ہوں گے، اس دن جب کہ میرے سایہ کے سواء کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (قیامت کے دن اللہ واسطے محبت کرنے والے عرش اعظم کے سایہ میں ہوں گے)

ربّ العزّت کی محبت کا آسان نسخہ

(۷۸۷) عن عمرو بن عبسة قال: سمعتُ رسولُ الله ﷺ يقول:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَحَابُّوْنَ مِنْ أَجْلِیْ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَصَافُّوْنَ مِنْ أَجْلِیْ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَزَاوَرُوْنَ مِنْ أَجْلِیْ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَبَاذَلُوْنَ مِنْ أَجْلِیْ، وَ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِیْنَ یَتَنَاصَرُوْنَ مِنْ أَجْلِیْ." [حسن] (أخرجه أحمد ۴ص۳۸٦)

(۷۸۷) ترجمہ: عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: یقیناً میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو میری وجہ سے، آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کیلئے جو میری وجہ سے، آپس میں ملتے جلتے ہیں اور میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کیلئے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔

مشرق ومغرب کے دو دوست کی ملاقات

(۷۸۸) و للبیهقی فی شعب الإیمان عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"لَوْ أَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، وَاحِدٌ بِالْمَشْرِقِ وَ آخَرُ بِالْمَغْرِبِ، لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَقُوْلُ: هٰذَا الَّذِىْ كُنْتَ تُحِبُّهُ فِيَّ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال جلد۹ / ۲٤٦٤٦)

(۷۸۸) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اگر دو شخص آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اور ان میں ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دونوں کو قیامت کے دن یکجا جمع کر دے گا اور ارشاد فرمائے گا: یہ ہے وہ تیرا دوست جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔ (کنزالعمال ۹/۲۴۶۴۶)

سحر گاہی استغفار سے عذاب کا ٹل جانا

(۷۸۹) عن معمر رضی اللہ عنہ عن رجل من قریش وغیرہ یرجعونه إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"قَالَ اللّٰهُ : إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِىْ إِلَيَّ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيَّ الَّذِيْنَ يُعَمِّرُوْنَ مَسَاجِدِىْ، وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ بِالْأَسْحَارِ ، أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ إِذَا ذَكَرْتُ خَلْقِىْ بِعَذَابٍ ذَكَرْتُهُمْ فَصَرَفْتُ عَذَابِىْ عَنْ خَلْقِىْ."

[ضعیف] (اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ج۳ / ٤٧٤٠)

(۷۸۹) ترجمہ: حضرت معمر رضی اللہ عنہ قریش کے ایک آدمی اور اس کے علاوہ سے روایت کرتے ہیں، وہ سب اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بیشک میرے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ بندے وہ ہیں، جو آپس میں دینداری کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ مسجدوں کو آباد رکھتے ہیں اور سحر گاہی استغفار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں اپنے بندوں پر عذاب کا ارادہ کرتا ہوں تو ان لوگوں کو دیکھ کر اپنا عذاب اپنی عام مخلوق سے ہٹا لیتا ہوں۔

(اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ۳/ ٤٧٤٠)

مساجد کی عمارت وآبادی عذاب کو ٹال دیتی ہے

پہلے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ دین کی بنیاد پر آپس میں محبت رکھنا محبوبیت و مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہے۔اوران لوگوں کی ایک صفت مساجد کی تعمیر اور جس مقصد کے تحت مساجد بنائی گئی ہیں اس کو آباد رکھنا ہے،مسجد کی تعمیر اعمال سے ہی ہوتی ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی بنیادی علامت مساجد کو اعمال سے آباد رکھنا بتلایا۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے،نماز قائم رکھنا،تعمیرِ مساجد،ایمان والوں کا ہی کام ہے اس لیے جو شخص، مساجد کی حفاظت ، صفائی،ستھرائی، اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا ہے تا کہ مساجد کے اعمال میں اہل ایمان کو سہولت ہو،خلل اور پریشانی نہ ہو، نیز مسجد میں عبادت اور ذکر اللہ کے لیے آنا جانا،علم دین پڑھنا، پڑھانا،ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تو یہ تک بشارت دیدی ہے کہ جس کا دل مسجد میں ہی اٹکا ہوا ہو وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا،ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی حاضری کا پابند ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دیدو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ﴾۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح وشام مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا ایک درجہ تیار فرما دیتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسجد میں آیا، وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ مہمان کا اکرام کرے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمارت مسجد میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کو ایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لیے مسجدیں نہیں بنائی گئیں۔ مثلاً خرید و فروخت، دنیا کی باتیں، کسی گم شدہ چیز کی تلاش یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال، یا فضول قسم کے اشعار،لڑائی جھگڑا،اور شور وشغب وغیرہ۔ (معارف القرآن)

الغرض حدیث میں تین عمل بتلائے گئے ہیں جن سے عذاب وعقابِ الٰہی اللہ پاک بندوں سے ٹال دیتے ہیں۔

(۱) آپس کا میل محبت اللہ کی عظمت اور دین کی قدر ومنزلت کے لیے۔

(۲) مسجدوں کی آبادی وعمارت۔

(۳) سحر گاہی استغفار۔

اللہ اکبر کبیراً، گلی و محلے کے چند مفلوک الحال، خستہ وشکستہ غریب ومسکین، مفلس و قلاّش، سحر گاہی آہ وبکا میں مشغول، توبہ واستغفار کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں خطاؤں کی بخشش کے لیے حاضری دیتے ہیں اور حق تعالیٰ اتنا مہربان ہوتا ہے کہ تمام گلی و محلے والے، بستی وقریہ والوں سے عذاب کوٹال دیتے ہیں۔ **سبحان اللّٰہ، ھم قوم لایشقی جلیسھم** کا یہاں اتنا عموم کہ اللہ کے گھر کا حاضر باش، محلے کے مسجد کا عُمّار اللہ کے یہاں اتنا مقبول ہے کہ تمام لوگوں سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ جبکہ ان شکستہ لوگوں کو محلے والے بے قدر ومنزلت اور نا قابلِ التفات جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درگذر کرنے والے کو معافی مل گئی

(۷۹۰) عن أبی مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”حُوسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَلَمْ یُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَیْرِ شَیْءٌ إِلَّا أَنَّهُ کَانَ یُخَالِطُ النَّاسَ، وَ کَانَ مُوسِرًا، فَکَانَ یَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ یَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ، قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِکَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوا عَنْهُ.“

[صحیح] (أخرجه مسلم ج۳ ص۱۱۹۵)

(۷۹۰) ترجمہ: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت میں ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں پائی گئی، مگر اس کا لوگوں سے تعلق ومیل جول رہتا تھا اور وہ شخص خوشحال صاحب مال تھا، وہ ہمیشہ

اپنے خادموں، نوکروں کو حکم کرتا تھا کہ تنگدست ومفلوک الحال سے درگزر کر دیا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں اس سے زیادہ درگذر کرنے کا مستحق ہوں۔ اس شخص سے درگزر کر دو، یعنی اس کو بھی معاف کر دو۔ (اخرجہ مسلم ۳/۱۱۹۵)

کبھی تو نے خیر کا کام کیا تھا؟

(۷۹۱) حذیفة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَقَالُوْا: أَ عَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا. قَالُوْا: تَذَكَّرْ، قَالَ: كُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ، فَآمُرُ فَتَيَانِيْ: أَنْ يُنْظِرُوا الْمُعْسِرَ، وَ يَتَجَوَّزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ، قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: تَجَوَّزُوْا عَنْهُ." [صحيح] (اخرجه مسلم ج ۳ص ۱۱۹۴)

(۷۹۱) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امت کے ایک شخص کی روح سے فرشتوں کی ملاقات ہوئی، تو فرشتوں نے اس سے کہا: کیا تو نے کوئی نیکی بھی کی ہے؟ اس نے جواب میں کہا: نہیں کی ہے۔ فرشتوں نے اس سے کہا: غور کرلو، سوچ لو، دیکھ لو، اس نے جواب دیا: ہاں! میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، تو میں اپنے کارندوں کو حکم کرتا کہ تنگدست ونادار لوگوں کو مہلت وسہولت دیدیا کرو، اور مالداروں کے ساتھ ادائیگی کے وقت چشم پوشی کیا کرو (درہم ودینار لمبی مدت تک استعمال کے بعد گھس جانے سے گنتی میں تو پورے ہوتے اور وزن میں کم، اس سے چشم پوشی مراد ہے) حق تعالیٰ نے فرمایا: اس بندہ سے بھی چشم پوشی کرو۔ (اخرجہ مسلم ۳/۱۱۹۴)

ربّ العزّت سے ملاقات اور بات اور پھر نجات

(۷۹۲) قال حذيفة رضي الله عنه:

"رَجُلٌ لَقِيَ رَبَّهُ فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ؟ قَالَ: مَا عَمِلْتُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنِّيْ كُنْتُ رَجُلاً ذَا مَالٍ، فَكُنْتُ أُطَالِبُ بِهِ النَّاسَ، فَكُنْتُ أَقْبَلُ الْمَيْسُوْرَ، وَ

أَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَعْسُوْرِ، فَقَالَ: تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِیْ.''
قال أبومسعود: هكذا سمعتُ رسول اللّٰه ﷺ يقول.

[صحيح](أخرجه مسلم ج۳ ص۱۱۹۵)

(۷۹۲) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص کی ملاقات رب تبارک وتعالیٰ سے ہوئی، حق تعالیٰ نے فرمایا: تونے کوئی عمل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے کوئی نیکی نہیں کی، ہاں! مگر میں صاحبِ مال تھا اور لوگوں سے میں اپنا مال جو قرضہ میں دیا ہوا تھا، وصولتا تو جو آسانی سے دیدیتا اس کو قبول کرلیتا اور جو تنگدست ہوتا اس کو معاف کردیتا تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کو بھی معاف کردو۔

ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

(اخرجہ مسلم ۱۱۹۵/۳)

رحم وکرم قابلِ مغفرت صفت ہے

(۷۹۳) عن حذيفة رضي الله عنه قال:

''أُتِیَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهٖ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لَهُ: مَاذَا عَمِلْتَ فِی الدُّنْيَا؟ — قَالَ: وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا — قَالَ: يَا رَبِّ آتَيْتَنِیْ مَا لَکَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَ كَانَ مِنْ خُلُقِی الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَی الْمُوْسِرِ، وَ أُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، فَقَالَ اللّٰهُ أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْکَ، تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِیْ.''

[صحيح] (أخرجه مسلم ج۳ص۱۱۹۵)

(۷۹۳) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ کے پاس ایک ایسا بندہ لایا گیا، جس کو اللہ پاک نے مال ودولت عطا کیا تھا، اس سے کہا گیا: کہ تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اس بندہ نے جواب دیا: باری تعالیٰ میں نے تو کوئی عمل ہی نہیں کیا مگر یہ کہ آپ نے جو مال دیا تھا میں اس سے کاروبار، خرید وفروخت کیا کرتا تھا، اور میری عادت یہ تھی کہ مالدار وخوشحال لوگوں پر ادائیگی قیمت میں سہولت دیدیتا اور تنگ دست وفقیر کو مہلت و سہولت دیدیتا کہ حسب سہولت ادا کردیں، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں اس کا زیادہ

مستحق ہوں کہ اپنے بندوں پر تجھ سے زیادہ سہولت ورحمت کا معاملہ کروں، فرشتو! اس بندہ سے درگزر کرو۔

فائدہ: اللہ پاک کی مخلوق پر رحم کرنا، ترس کھانا اور سہولت ورخصت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ کا دل رحم وکرم سے لبریز ہے، اور صفت رحم، رحمٰن جل مجدہ کی صفات سے ہے، جو بہرحال رنگ لائے گی، اور لاتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ پاک کی رحمت کو رحم دل لوگوں کے پاس تلاشو جس کا مظہر اس تاجر پر ہوا۔

میں زیادہ مستحق ہوں کہ معافی دوں، درگذر کروں

(٧٩٤) عن حذيفة رضي الله عنه أن رجلًا أَتَى الله به عزَّوجلَّ فقال:

"مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: مَا عَمِلْتُ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَرْجُوكَ بِهَا، فَقَالَهَا لَهُ ثَلَاثًا، وَ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: أَيْ رَبِّ كُنْتَ أَعْطَيْتَنِيْ فَضْلًا مِنْ مَالٍ فِي الدُّنْيَا، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَ كَانَ مِنْ خُلُقِي أَتَجَاوَزُ عَنْهُ، وَ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ، وَ أُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: نَحْنُ أَوْلٰى بِذٰلِكَ مِنْكَ، تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ، فَغُفِرَ لَهُ."

فقال أبو مسعود: هكذا سمعت من في رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورجل آخر أمر أهله إذا مات أن يحرقوه، ثم يطحنوه، ثم يذرونه في يومٍ ريحٍ عاصفٍ، ففعلوا ذلك به، فجمع إلى ربه عزوجل فقال له:

"مَا حَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: يَا رَبِّ لَمْ يَكُنْ عَبْدٌ أَعْصَى لَكَ مِنِّيْ، فَرَجَوْتُ أَنْ أَنْجُوَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ، فَغُفِرَ لَهُ."

قال أبو مسعود: هكذا سمعته من في رسول الله صلى الله عليه وسلم.

[صحيح] (أخرجه أحمد ج٤ ص١١٨)

(۷۹۴) **ترجمہ:** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تو نے دنیا میں کیا عمل کیا تھا؟ اس نے اللہ

تعالیٰ سے عرض کیا: میں نے دنیا میں ذرہ برابر بھی کوئی خیر و بھلائی کا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ سے امید رکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ تیسری بار اس شخص نے عرض کیا: میرے رب! آپ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا تھا دنیا میں، جس سے لوگوں میں خرید و فروخت کرتا تھا، تو میری عادت تھی کہ لوگوں کو معاف کر دیتا تھا اور خوشحال لوگوں پر وصولی کے وقت آسانی کر دیتا تھا (کہ گھسے پٹے سکّے بھی لے لیا کرتا تھا) اور تنگدست لوگوں کو مہلت و سہولت دیدیتا تھا، اللہ عز وجل نے فرمایا: میں زیادہ مستحق ہوں تیرے مقابلہ میں کہ معاف کر دوں، میرے بندے سے درگزر کر دو، اس شخص کی مغفرت ہوگئی۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا اور ایک دوسرا شخص جس نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو جلا دینا، پھر اس کو پیس کر تیز ہوا کے دن اڑا دینا۔ گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اللہ پاک نے اس کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: تو نے یہ کیوں کیا؟ اس نے کہا: کہ اے رب! مجھ سے زیادہ گنہگار تیرے بندوں میں کوئی نہیں، اس حرکت کے ذریعہ میں آپ کے عذاب سے نجات پانا چاہتا تھا۔ اللہ عز وجل نے فرمایا: میرے اس بندہ کو معاف و درگذر کر دو، تو اس کی مغفرت ہوگئی۔

ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ (اخرجہ احمد ۱/۱۱۸)

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر، اللہ مہربان ہوگا عرشِ بریں پر

(۷۹۵) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال:

"إِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ، وَ كَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَيَقُوْلُ لِرَسُوْلِهِ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ، وَ اتْرُكْ مَا عَسُرَ، وَ تَجَاوَزْ لَعَلَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَمَّا هَلَكَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ قَالَ: لَا. إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لِيْ غُلَامٌ، وَ كُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا بَعَثْتُهُ لِيَتَقَاضِيَ، قُلْتُ لَهُ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ، وَ اتْرُكْ مَا

عَسُرَ، وَ تَجَاوَزْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا، قَالَ اللّٰهُ : قَدْ تَجَاوَزْتُ عَنْكَ."

[صحيح لغيره](أخرجه النسائي ج٧ص٣١٨)

(۷۹۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ایسا تھا جس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی اور لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، جب اس کا قاصد قرض وصولنے جاتا تو حکم دیتا کہ جو آسانی سے دیدیں تو لے لینا اور جو تنگدست ہوں کسی وجہ سے نہ دیں تو ان کو تنگ نہ کرنا چھوڑ دینا اور درگذر کرنا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے قیامت کے دن درگزر فرمائے۔ جب اس کی موت ہوگئی حق جل مجدہ نے فرمایا: اے بندہ! تونے کبھی کوئی نیکی کی؟ اس نے عرض کیا: نہیں، مگر ہاں! میرا ایک غلام تھا جب میں اس کو لوگوں کے پاس قرض وصولنے بھیجتا تو اس کو کہہ دیتا تھا: دیکھنا جو آسانی سے دے دیں تو لے لینا اور جو تنگدست ہوں ان کو چھوڑ دینا اور درگذر کرنا، شاید اللہ پاک ہم کو درگذر فرمادیں۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: میں نے بھی تجھ سے درگذر کیا۔

خالقِ عفو، معافی کو پسند کرتا ہے

تنگدست ومفلس کو مہلت دینا یا سہولت دینا اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً سب معاف کردیا جائے یا کچھ حصہ معاف کردیا جائے یا ادائیگی کے میعاد میں وقت ومدت کی حسب سہولت مہلت دیدی جائے۔ تنگی وسختی سے پیش نہ آئے، سبھی اس میں داخل ہیں، خواہ مالدار وخوشحال ہوں، سبھی کے ساتھ حسن اخلاق اور کریمانہ صفات کے ساتھ معاملہ کرنا سعادت کی دلیل ہے۔ یہ کتنی عظیم سعادت کی بات ہے کہ ربّ العزّت تنگدست کو مہلت دینے پر یا معافی پر یا مالدار سے وصولی کے وقت چشم پوشی پر اللہ تعالیٰ بھی معافی وچشم پوشی کا برتاؤ کرکے آخرت کے عذاب سے نجات کا پروانہ عطا کرتے ہیں۔ پھر اس دن جس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور انسان پل پل رحمتوں اور عنایتوں کا منجاب اللہ محتاج ومنتظر ہوگا اور رحمت خود چل کر اس بندہ کی طرف متوجہ ہوگی اور حق تعالیٰ کا فرمانا کہ بندہ نے اگر تجاوز وتسامح کی صفت کو اپنایا، تو خالقِ عفو کی ذات عفو وتسامح کا بندہ سے زیادہ مستحق ہے جس کی

صفت ہی دائمی عفو وکرم ہے۔ حکم ہوگا میرے بندہ کے ساتھ بھی عفو وتسامح کا معاملہ کرو اور بندہ کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ تخلقو بأخلاق اللّٰه کا مظہر اتم بنے رہو تاکہ تمہارے اوپر بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو۔

بَابٌ فِیْ تَحْذِیْرِ صَاحِبِ الدَّیْنِ مِنْ اِضَاعَةِ مَالِ النَّاسِ

باب: قرض کے ذریعہ لوگوں کے مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

(٧٩٦) عن عبدالرحمن بن أبی بکر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

”إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ لَیَدْعُوْ بِصَاحِبِ الدَّیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَیُقِیْمُهُ بَیْنَ یَدَیْهِ فَیَقُوْلُ: أَیْ عَبْدِیْ فِیْمَا أَذْهَبْتَ مَالَ النَّاسِ؟ فَیَقُوْلُ: أَیْ رَبِّ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّیْ لَمْ أُفْسِدْهُ، إِنَّمَا ذَهَبَ فِیْ غَرَقٍ أَوْ حَرَقٍ أَوْ سَرِقَةٍ أَوْ وَضِیْعَةٍ، فَیَدْعُو اللّٰهُ عَزّوَجَلّ بِشَیْءٍ فَیَضَعُهُ فِیْ مِیْزَانِهٖ فَتَرَجَّحُ حَسَنَاتُهُ.“ [صحیح] (مسند أحمد ج٣/١٧٠٧)

حق جل مجدہ مدیون بندہ کا قرض ادا کردیں گے

(٧٩٦) ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عز وجل قیامت کے دن قرض دار کو بلا کر سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندے تو نے لوگوں کے اموال کو کیوں ضائع وتلف کیا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے اس کو ضائع نہیں کیا وہ ڈوب کے ختم ہوگیا یا آگ سے جل کر ضائع ہوا یا چوری ہوگیا یا رکھا رکھا ضائع ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کچھ لا کر اس کے میزان پر رکھ دیں گے جس سے اس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔

اچھا تیرا قرض آج میں ادا کروں گا

(٧٩٧) عن عبدالرحمن بن أبی بکر رضی اللہ عنہ: أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

یَدْعُو اللّٰهُ بِصَاحِبِ الدَّیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، حَتّٰی یُوْقَفَ بَیْنَ یَدَیْهِ، فَیُقَالُ: یَا ابْنَ آدَمَ! فِیْمَا أَخَذْتَ هٰذَا الدَّیْنَ؟ وَ فِیْمَا ضَیَّعْتَ حُقُوْقَ النَّاسِ؟ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ

إِنَّکَ تَعْلَمُ أَنِّیْ أَخَذْتُهُ فَلَمْ آکُلْ وَ لَمْ أَشْرَبْ وَ لَمْ أَلْبَسْ وَ لَمْ أُضَیِّعْ، وَ لٰکِنْ أَتَی عَلَی یَدَیَّ إِمَّا حَرَقٌ وَ إِمَّا سَرَقٌ وَ إِمَّا وَضِیْعَةٌ ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: صَدَقَ عَبْدِیْ أَنَا أَحَقُّ مِنْ قَضٰی عَنْکَ الْیَوْمَ فَیَدْعُو اللّٰهُ بِشَیْءٍ ، فَیَضَعُهُ فِیْ کِفَّةِ مِیْزَانِهٖ، فَتَرَجَّحُ حَسَنَاتُهُ عَلٰی سَیِّئَاتِهٖ، فَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ.''

[صحیح](أخرجه أحمد ج ۱۷۰۸/۳)

(۷۹۷) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ قرض دار مدیون کو بلاکر سامنے کھڑا فرمائے گا، ارشاد ہوگا: اے آدم کے بیٹے! تو نے قرض کیوں لیا تھا؟ اور لوگوں کے حقوق (قرض ادا نہ کرکے) کیوں ضائع کیے تھے؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العٰلمین تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے قرض لے کر نہ تو کھایا، نہ ہی ضائع وبرباد کیا؛ بلکہ قرض لیتے ہی یا تو جل گیا یا چوری کی نذر ہو گیا یا تلف ہو گیا تھا، ارشاد ہوگا: میرا بندہ سچ کہتا ہے، اچھا تیرا قرض میں آج ادا کردوں گا، پھر حق جل مجدہ کوئی چیز اس مدیون بندہ کے اعمال نامہ میں ڈال دیں گے جس سے حسنات کا پلڑا سیئات پر بھاری ہوجائے گا، اور وہ بندہ حق جل مجدہ کے فضل ورحمت سے جنت میں داخل ہوجائے گا۔

تو نے لوگوں کے مال کو کیوں برباد کیا

(۷۹۸) و للطبرانی عن عبدالرحمن بن ابی بکر:

''یُؤْتٰی بِصَاحِبِ الدَّیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ: فِیْمَ أَتْلَفْتَ أَمْوَالَ النَّاسِ؟ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ إِنَّکَ تَعْلَمُ أَنَّهُ أَتَی عَلَیَّ إِمَّا حَرَقٌ وَ إِمَّا غَرَقٌ، فَیَقُوْلُ: فَإِنِّیْ سَأَقْضِیْ عَنْکَ الْیَوْمَ فَیُقْضٰی عَنْهُ.'' [؟](کما فی کنزالعمال ج ۱۵۵۱۲/۶)

(۷۹۸) ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن قرض دار کو لایا جائے گا اور حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو نے لوگوں کے اموال کو برباد کیوں کیا؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العٰلمین تو جانتا ہے کہ مجھ پر تباہ و برباد کردینے والا

زمانہ آیا، حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: آج عنقریب میں تیری جانب سے اس کو ادا کروں گا چنانچہ اس کی جانب سے ادا کیا جائے گا۔

قرض لیتے وقت نیت کیا ہو؟

(۷۹۹) و للبیهقی فی شعب الإیمان عن القاسم بن معاویة بلاغاً مرسلاً:

"مَنْ تَدَیَّنَ بِدَیْنٍ وَ هُوَ یُرِیْدُ أَنْ یَقْضِیَهُ، حَرِیْصٌ عَلٰی أَنْ یُؤَدِّیَهُ، فَمَاتَ وَ لَمْ یَقْضِ دَیْنَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَادِرٌ عَلٰی أَنْ یُرْضِیَ غَرِیْمَهُ بِمَا شَآءَ مِنْ عِنْدِهٖ، وَ یَغْفِرُ لِلْمُتَوَفِّیَ. وَ مَنْ تَدَیَّنَ بِدَیْنٍ وَ هُوَ یُرِیْدُ أَنْ لَا یَقْضِیَهُ، فَمَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ وَ لَمْ یَقْضِ دَیْنَهُ، فَإِنَّهُ یُقَالُ لَهُ: أَ ظَنَنْتَ أَنْ لَا نُوَفِّیَ فَلَانًا حَقَّهُ عَنْکَ، فَیُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَتُجْعَلُ زِیَادَةً فِیْ حَسَنَاتِ رَبِّ الدَّیْنِ، فَإِنْ لَمْ تَکُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ رَبِّ الدَّیْنِ فَجُعِلَتْ فِیْ سَیِّئَاتِ الْمَطْلُوْبِ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۶/۱۵۴۴۶)

(۷۹۹) ترجمہ: قاسم بن معاویہ سے مرسلاً روایت ہے کہ جو شخص قرض لیتے وقت اس نیت سے لیتا ہے کہ ادا کرے گا اور مر گیا ادا نہ کر سکا، تو اللہ پاک قادر ہیں کہ اپنے پاس سے قرض دینے والے کو دے کر راضی کر دیں اور مرنے والے کی مغفرت کر دیں، اور جو شخص قرض اس نیت سے لیتا ہے کہ ادا تو کرنا ہے نہیں اور مر جاتا ہے بغیر ادا کیے ہوئے، تو حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کو فرمائیں گے: کیا تو گمان کرتا تھا کہ میں فلاں شخص کا حق تجھ سے نہیں وصولوں گا؟ لہٰذا اس کی نیکیوں سے لے کر قرض دینے والے کو دے دیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو قرض دینے والے کی سیئات اس شخص کے ذمہ لگا دی جائے گی، اعاذ ناللّٰہ منہا۔

حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھیے

دارین کی عافیت اور راحت عظیم نعمت ہے۔ کل قیامت کے دن ان لوگوں کو بلایا جائے گا جنھوں نے لوگوں سے قرض و دین لیا تھا اور دنیا سے چل بسے اور اہل حقوق کا حق

ادا نہ کرسکے، اب ان کا معاملہ بارگاہ ربّ العزّت میں ہوگا، کیا بنے گا سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے، جگر پارہ پارہ ہوتا ہے، ہوش اُڑ جاتا ہے، بس معاملہ رحم وکرم، ربّ کریم کے فضل عظیم پر ہوگا، قرض لینے والوں کی نیّتوں اور دل کی صحیح سمت کو دیکھ کر ربّ العزّت اپنے اختیارِ کامل وکل سے فیصلہ فرمادیں گے۔ اگر نیّت ادائیگی کی تھی مگر اسباب ووسائل اور سہولت نہ تھی، ارحم الراحمین اس کی جانب سے اہل حقوق کو ادا کردے گا۔ اور مغفرت ونجات فضل عظیم سے مل جائے گا۔

ایک شخص کو اللہ طلب کریں گے۔ ہاں تم نے لوگوں کا مال لے کر کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت آپ کو بہتر معلوم ہے کہ میں نے لیا تو تھا ضرور، مگر میں نے نہ کھایا پیا، نہ پہنا، نہ ہی جان بوجھ کر ضائع کیا۔ ناگہانی بلاؤں اور آفات سے ضائع ہوگیا، یعنی غرق ہوگیا، یا جل گیا یا کہیں تلف وضائع ہوگیا۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے بندہ سچ بول رہا ہے، اللہ فرمائیں گے اچھا میرا بندہ میں زیادہ مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا کردوں، اللہ قرض بھی ادا کردیں گے اور اس کے صحیفۂ اعمال میں کچھ (رحمت) ڈال دیں گے جس سے بندہ کی بدی پر نیکی غالب آجائے گی اور اس طرح بندہ فضل رب سے جنت میں داخل ہوجائے گا۔

ایک اور شخص کو حق تعالیٰ بلوائیں گے جس نے قرض لیا تھا مگر لینے کے دن ہی سے اس کی نیّت خراب تھی۔ ادائیگی کی نیّت ہی نہیں تھی، اور اسی حال میں وفات پاگیا، حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تیرا تو ارادہ ہی نہیں تھا کہ اس کا قرض ادا کرے، لہٰذا اس کی نیکی لے کر دوسرے مطالبہ والوں کو دیدی جائے گی۔ یعنی جس کا قرض تھا، اس کو۔ اور اگر مدیون کے پاس نیکی نہ ہوئی تو پھر طالب حق کی سیئات وبدی مدیون ومقروض کے ذمہ لگادی جائے گی۔ اس طرح اپنی تمام نیکی مدیون کھودے گا، اور ہاتھ خالی رہ جائے گا، لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر ضرورت کے تحت قرض وغیرہ لینے کی نوبت پیش آئے تو ہر حال میں نیت ادائیگی کی رکھنی چاہیے اور ہر وقت ادائیگی کی فکر کرنی چاہیے۔ پھر بھی اگر ادا نہ ہوسکا تو طالب حق

سے معافی تلافی کا معاملہ کرلے تا کہ عالم آخرت کی حسرت وندامت کا سامنا نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ لِیْ ذُنُوْبًا فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ وَ ذُنُوْبًا فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَلْقِکَ اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ وَ مَا کَانَ مِنْھَا لِخَلْقِکَ فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ اِنَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ.

بَابٌ : اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ لِمَلَائِکَتِہٖ

باب: جب بچہ فوت ہوجائے تو اللہ فرشتوں سے کیا کہتے ہیں؟

(۸۰۰) عن أبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

"إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ لِمَلَائِکَتِہٖ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ ، فَیَقُوْلُ : قَبَضْتُمْ ثَمْرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ . فَیَقُوْلُ : مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَ اسْتَرْجَعَ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ: اُبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ، وَ سَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ." [حسن لغیرہ] (أخرجہ الترمذی ج۳/ ۱۰۲۱)

الحمد للّٰہ کہنے پر جنت میں بیت الْحَمْد

(۸۰۰) ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندے کا بچہ وفات پاجاتا ہے، تو حق جل مجدہ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح قبض کی ہے، وہ عرض کرتے ہیں: ہاں، یا رب! ارشاد ہوتا ہے: تم نے بندے کے دل کی چاہت وتمنا یعنی اس کے جگر گوشہ کو اٹھالیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں، یا اللہ! ارشاد ہوتا ہے: اچھا یہ تو بتلاؤ، جب تم نے روح قبض کی تھی، تو میرے بندے نے کیا کہا تھا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: بندہ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا تھا، ارشاد ہوتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کردو اور اس کا نام رکھو "بیت الحمد"۔

ربّ العزّت کے رحمت کی فیاضی اور جنت کا انعام

جان و مال، عزت و راحت، سکون و عافیت؛ الغرض زندگی کی ہر شئے بذات خود زندگی بھی، فضل عظیم کا عطیہ ہے، جس میں بندے کے کسی بھی عمل کا مطلق دخل نہیں اور سب کی سب اللہ جل مجدہ کی نعمت عظمیٰ ہیں، جو ہر وقت شکر و حمد کا تقاضا کرتی ہیں، مگر قدرت کی اس رحمت پر قربان جایئے اور بار بار حــمـد کیجیے کہ اولاد کے وجود میں ناپاک منی کے قطرہ کے سوا آپ کا کوئی دخل نہیں تھا، وہ قطرہ بھی ایک سیال اور قابل تذکرہ نہ تھا، گھن اور نفرت کا باعث تھا، مگر اسی قطرے کے ذریعے سمیع وبصیر نے علیم وحکیم، خبیر وقدیر محض اپنی قدرت کاملہ سے سمع وبصر اور علم وحلم کا حامل دانا وبینا، حسین وخوبصورت ننھا منا بچہ عطاء کردیا اور جو انسان اپنے جسم سے نکلے ہوئے قطرہ پر گھن کرتا تھا، آج گود میں لے کر بوسہ دیتا ہے، ایسے وقت میں جب قادر وخالق، حاکم حکیم نے روح نکالی اور بندہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ میرا اس میں کیا دخل تھا، جس کا تھا اس نے اپنی امانت لے لی، حمد واسترجاع، یعنی "انا للّٰہ" پڑھ لیتا ہے کہ میں بھی اپنی ذات کو بالآخر اللہ ہی کے سپرد کردوں گا، تو اللہ پاک بے حد خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو بندہ کو کتنی آرزو وتمنا کے بعد ایک جگر پارہ ملا تھا، اس کی وفات ہوگئی پھر بھی کہتا ہے: کہ بچہ اگر اللہ پاک نے لے لیا، تو کیا ہوا؟ میں بھی ان کے پاس جانے کو تیار ہوں، اللہ پاک اس پر خوش ہوکر جنت میں ایک محل تعمیر کرواتے ہیں، جس کا نام "بیت الحمد" ہے۔

باب : حديثُ مَا مِنْ مُؤْمِنِيْنَ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَـلَاثَةٌ

باب: تین بچوں کی وفات

(۸۰۱) عن ابن سيرين قال: جاء الزبير بابنه عبدالله إلى النبی ﷺ فقال النبی ﷺ: "مَـا مِنْ مُؤْمِنِيْنَ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَـلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُوْنَ: وَ آبَاؤُنَا؟ فَيُقَالُ لَهُمْ فِی الثَّالِثَةِ : وَ آبَاؤُكُمْ.

[صحيح] (أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ج ۱۱/ ۲۰۱۳۸)

تین بچّے کی وفات پر کیا ملے گا

(۸۰۱) ترجمہ: ابن سیرین فرماتے ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی مومنوں میں سے کسی کے تین بچے وفات پاجاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں سے فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ، تو وہ بچے عرض کریں گے: ہمارے والدین؟ تو حق تعالیٰ ان بچوں سے فرمائے گا تیسری مرتبہ: کہ تمہارے والدین بھی۔

(اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ۲۰۱۳۸/۱۱)

باب حديث مَا لِعَبْدِى الْمُؤْمِنِ اِذْ قَبَضْتُ صَفِيَّهُ

باب: محبوب چیز کے فوت ہوجانے پر اجر

(۸۰۲) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِى الْمُؤْمِنِ عِنْدِىْ جَزَاءً إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ." [صحيح] (أخرجه البخاری ج ۸ ص ۱۱۲)

محبوب پر صبر

(۸۰۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: مؤمن بندہ کی دنیاوی چیزوں میں سے جب میں سب سے محبوب چیز لے لیتا ہوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے، تو اس کی جزاء سوائے جنت کے میرے پاس کوئی دوسری چیز نہیں۔

باب : حديثُ ابنَ آدمَ اِن صبرْتَ وَ احتسبْتَ

باب: بندہ کے ثواب کی امید پر صبر کا اجر

(۸۰۳) عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”يَقُولُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ : ابْنَ آدَمَ! إِنْ صَبَرْتَ وَ احْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى لَمْ أَرْضَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ.“ [صحيح](أخرجه ابن ماجه ج ١/ ١٥٩٧)

صدمہ کی اطلاع ملتے ہی صبر پر جنت

(۸۰۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے آدم کے بیٹے! اگر تم نے صبر کیا اور ثواب کی امید صدمہ کی خبر ملتے ہی رکھی، تو جنت کے سوا ثواب پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتے۔
(اخرجه ابن ماجه ١٥٩٧/١)

قضاء پر سعادت وجنت ہے

قضاء وقدر تو ٹلتا نہیں، آنے والی آئے گی، تجھ سے نہ ٹالی جائے گی۔ پھر عبدیت کا کمال رتبہ یہ ہے کہ جو بھی خبر آئے، صدمہ پہنچے، سنتے ہی رضا بالقضا کا ثبوت دے اور فیصلۂ ربّانی پر مکمل سرِ تسلیم خم کردے۔ آخر جزع وفزع سے ملتا ہی کیا ہے۔ پھر جزع وفزع کے بعد بھی تو قابو میں دل کو رکھنا ہی پڑتا ہے، تو پھر اول مرحلہ میں اور پہلی بار ہی کیوں نہ رضا کا قدم بڑھا کر قضا کو قبول کرلے پھر اس رضا پر حق جل مجدہ کی رضا ملتی ہے۔ تو آسان بات ہوئی کہ آپ کی رضا بالقضاء پر حق تعالیٰ کی رضا کا نزول ہوگا اگر ہم لوگ اول اطلاع پر ہی اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی رضا وخوشی جو منجانب اللہ سب سے بڑا انعام ہے ہم کو عطا کرے گا، اور بندہ کو جنت میں مقامِ رضاءِ ربّانی مل جائے یہ تو بڑی سعادت کی بات ہے کہ قضا آئی جو ہر حال میں آنی تھی اور ہماری سعادت کا دروازہ کھول کر ہم کو جنت تک پہنچا گئی۔ الحمد للہ

باب : فِي الصَّبْرِ عَلٰى فَقْدِ الْعَيْنَيْنِ

باب: دونوں آنکھوں کے ضیاع پر صبر کا اجر

(٨٠٤) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: سمعت النبي ﷺ يقول:

"إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِیْ بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ."

[صحيح] (أخرجه البخاری ج٧ ص١٥١)

نعمتِ بصر

(٨٠٤) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: حق تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کی دونوں آنکھیں (دو محبوب چیز) لے کر، اس کو آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو میں اس کی دونوں آنکھوں کے عوض، اس کو جنت دوں گا۔

بس جنت کے سوا کچھ نہیں

(٨٠٥) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِذَا أَخَذْتُ كَرِيْمَتَیْ عَبْدِیْ فِی الدُّنْيَا، لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ." [صحيح] (أخرجه الترمذی ج ٤ / ٢٤٠٠)

(٨٠٥) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: جب میں اپنے بندہ کی پسندیدہ چیز (آنکھ) لے لیتا ہوں، تو آخرت میں اس کے لیے میرے پاس جنت ہی بدلہ وجزاء ہوگا۔

فانی پر باقی مل گیا

(٨٠٦) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَا أَخَذْتُ بَصَرَ عَبْدِیْ فَصَبَرَ عَلَيْهِ وَ احْتَسَبَ فَعِوَضُهُ عِنْدِی الْجَنَّةُ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج٣ ص١٥٦)

(۸۰۶) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میں اپنے بندہ کی آنکھ کی روشنی کو لے لیتا ہوں، وہ اس پر صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو اس کا بدلہ میرے نزدیک جنت ہے۔
(اخرجه احمد۳ص۱۵۶)

ایک آنکھ کی نعمت

(۸۰۷) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ رفعه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:
"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَا أَخَذْتُ كَرِيْمَتَىْ عَبْدٍ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً؟ قَالَ : وَ إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً."
[ضعيف] (كما فى المطالب العاليه ج ۲/۲۴۲۷)

(۸۰۷) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا جب میں اپنے بندہ کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو میں اس کے ثواب میں جنت سے کم کسی چیز پر راضی نہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ایک ہو تو، آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ ایک آنکھ ہو۔ (المطالب العالیہ۲/۲۴۲۷)

رویتِ باری اور حق تعالیٰ کا پڑوسی

(۸۰۸) و للطبرانی فی الأوسط:
عن أبی ظلال القَسْملَی أنه دخل علی أنس بن مالک رضی اللہ عنہ فقال له: یاأبا ظلال متی أُصیبَ بصرُکَ؟ قال: لا أَعْقلُه. قال: أَلا أحدِّثُکَ حدیثاً حدثنا به رسولُ اللّٰه ﷺ عن جبرائیل علیه السلام عن ربه تبارک وتعالیٰ؟ قال:
"إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: يَا جِبْرَائِيْلُ مَا ثَوَابُ عَبْدِىْ إِذَا أَخَذْتُ كَرِيْمَتَيْهِ إِلَّا النَّظَرُ إِلٰى وَجْهِىْ وَ الْجِوَارُ فِىْ دَارِىْ."
و قَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكُوْنَ حَوْلَهُ يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَذْهَبَ أَبْصَارُهُمْ.
[ضعيف] (كما فى مجمع الزوائد ج ۲ ص۳۰۹)

(۸۰۸) ترجمہ: ابوظلال قسملی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے انس رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ آپ کی بصارت و بینائی کب ختم ہوگئی؟ انھوں نے جواب میں عرض کیا: مجھ کو یاد نہیں۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جبرئیلؑ سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے جبرئیل! میرے بندہ کا کیا ثواب ہے جب میں اس کی دونوں آنکھوں کی روشنی لے لوں، سوائے اس کے کہ میرے (کرامت والے) چہرے کو دیکھا اس کی رہائش میرے پڑوس میں ہوگی اور میرے گھر کا پڑوسی ہوگا۔ اس کو مباح رکھوں گا اپنے چہرہ کا دیدار اور اپنے پڑوس میں اس کا ٹھکانہ۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ آپ کے ارد گرد روتے تھے اس بات کی تمنا کے طور پر کہ ان کے نگاہوں کی بینائی ختم ہو جاتی۔

(مجمع الزوائد ۲/ ۳۰۹)

(۸۰۹) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ رفعه إلى النبی ﷺ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ وَ احْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ." [صحيح](أخرجه الترمذی ج۴/ ۲۴۰۱)

جنت حتمی و یقینی ہے

(۸۰۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں جس کی دو پیاری آنکھیں لے لیتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے، تو میں اس کے لیے جنت کے علاوہ کسی بدلے سے راضی نہیں ہوتا، یعنی میں اس کو ضرور جنت عطا کروں گا۔ (اخرجہ الترمذی ۴/ ۲۴۰۱)

قوتِ بینائی کے ختم ہونے پر تنگ دل نہ ہونا چاہیے

(٨١٠) عن العرباص بن سارية عن النبی ﷺ — يعنی — عن ربه تبارک و تعالیٰ أنه قال:

''إِذَا سَلَبْتُ مِنْ عَبْدِیْ كَرِيْمَتَيْهِ وَ هُوَ بِهِمَا ضَنِيْنٌ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ إِذَا حَمِدَنِیْ عَلَيْهِمَا.''

[ضعيف](أخرجه ابن حبان فی صحيحه ٧٠٦ــــ موارد)

(٨١٠) ترجمہ: حضرت عرباص بن ساریہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے ربّ ذوالجلال سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں حالانکہ اس کو ان دونوں کی شدید حاجت وطلب تھی، تو میں اس کے عوض سوائے جنت کے کسی اور چیز سے راضی نہیں ہوتا، جب کہ بندہ اس پر میری حمد وثناء کرے۔

فائدہ: آنکھ کو حدیث میں ''کریمتان'' کہا گیا ہے، یہ عطیہ اللہ جل مجدہ کی عظیم نعمت ہے، مگر رحمت دیکھئے کہ من جانب اللہ اگر کسی کو نہ ملے تو اللہ جل مجدہ اس بندہ کے لیے اس آنکھ کے بدلہ بغیر جنت کے کسی اور چیز سے راضی ہی نہیں ہوتے۔ اللہ اکبر! تو اس بندے کا کیا حال ہوگا جس کو نعمت الٰہی اللہ کی رضاء سے ملے گی۔

صبر اور استقامت پر جنت

(٨١١) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

''يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی: إِذَا أَخَذْتُ كَرِيْمَتَیْ عَبْدِیْ فَصَبَرَ وَ احْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ.''

[صحيح](أخرجه ابن حبان فی صحيحه ٧٠٥ - موارد)

(٨١١) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کی دونوں محبوب آنکھیں لے لیتا ہوں

اور وہ اس پر صبر واستقامت کے ساتھ رہتا ہے، تو میں جنت کے سوا کسی اور چیز سے اس کی جزاء کے لیے راضی نہیں ہوتا۔

علمِ دین کی مشغولیت بہتر ہے عبادت کے انہماک سے

(۸۱۲) للبیهقی فی شعب الإیمان من حدیث عائشة رضی اللّٰه عنها:

”إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهُ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ، وَ مَنْ سَلَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ أَثَبْتُهُ عَلَيْهِمَا الْجَنَّةَ، وَ فَضْلٌ فِي عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ فَضْلٍ فِيْ عِبَادَةٍ، وَ مِلَاكُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ.“

[صحیح](کما فی صحیح الجامع الصغیر ج۲/ ۱۷۲۳)

(۸۱۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے جو طلب علم کے راستہ پر چلتا ہے، تو میں اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہوں، اور میں جس کی دو پیاری آنکھیں لے لیتا ہوں تو ان دونوں کے بدلے جنت واجب کر دیتا ہوں اور علم دین کی مشغولیت کی فضیلت بہت ہی بہتر ہے عبادت کی مشغولیت سے اور دین کا بھرپور حصہ ورع اور احتیاط و تقویٰ ہے۔ (الجامع الصغیر۔۲/۱۷۲۳)

علم کی برتری وفوقیت، عمل بھی ہوتو نورعلی نور

علمِ دین وشریعت کی راہ چلنا اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی سچی جستجو وطلب میں پھرنا تاکہ راہِ ہدایت روشن ہوجائے، گمراہی وضلالت واضح ہوجائے اور حق جل مجدہ کی رضا ومعبودِ حقیقی کی حضوری کا شعوری طور پر استحضار حاصل ہوجائے، اس نیتِ خیر کے ساتھ حصولِ علم شاہراہِ جنت ہے۔

علم سے مراد علم نبوت اور طریقہ سنت ہے۔ وہ علم جس سے حق جل مجدہ کی معرفت و خشیت میں اضافہ ہو۔ زہد تقوی اور طہارتِ قلب و انابت ہو، زندگی میں سلیقۂ بندگی کا جذبہ ہو، علم راہِ حق سے حضورِ حق میں پہنچادے، ربّ العزّت کی عظمت و ہیبت کا باطن پر ایسا گہرا اثر ہو کہ توحیدِ الوہیت میں کامل ومکمل رسوخ ہو، سرِ مو بھی غیر اللہ کی طرف دھیان نہ

جائے یعنی وہ تمام اعمال وافعال اورحرکات وسکنات جو اَز جنسِ عبادات ہیں، سب کی سب معبودِ حقیقی، ربّ ذوالجلال ہی کی شان کو زیب دیتی ہیں، اور ظاہراً و باطناً اعمال کا رخ محض حق جل مجدہ کی ذاتِ بے نیاز کی طرف ہو۔ اور توحید ربوبیّت یعنی استعانت و مدد کی امید محض ربّ کعبہ، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ، مُبْدِیءٌ وَ مُعِیْدٌ، رَبُّ الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ سے قوی تر رکھے۔ الغرض علم سے توحید الوہیت وتوحید ربوبیّت دونوں جہت کا رسوخ و استحکام اور مامورات کا امتثال، منکرات سے اجتناب، حلال کا استعمال، حرام سے دوری، ان تمام باتوں کا مدار صحیح علمِ دین کی جانکاری پر ہے۔ انسان جب حدود اور حقوقِ الٰہی سے ہی بے خبر و بے گانہ ہوگا تو صحیح وغلط کا نہ تو فیصلہ کرسکتا ہے، نہ ہی صحیح رخ کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔

معلوم ہوا وہ علم جو بندہ کو معبود سے متعارف کرائے، خالق کے حضور، مخلوق کی جبین کو بندگی کے آداب سے آراستہ کرے، جنت کا راستہ ہے۔ جو ہدایت پر استقامت کے ساتھ شریعت وسنت کی متابعت کی ساتھ منزلِ مقصود کی رہنمائی کرتا ہے۔

جنت کا راستہ ایمان وعمل سے آسان ہوتا ہے اور علم دین کے راستہ میں بے شمار رکاوٹیں ومشقتیں ہیں۔ خاص کر اس مادّی ریل پیل اور رنگینیت سے فریفتہ حالات میں جبکہ علم دین سے بیزاری اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا تصور بڑھتا جارہا ہے۔ ان تمام اسباب سے قطعِ نظر اور صرفِ ہمت کر کے جو علم دین کے حصول کیلیے کمر بستہ ہوکر کھڑا ہوگا اور اپنے کو اس راہ پر گامزن کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے اور پھر جو علمِ دین سیکھتا جائے، اس پر عمل بھی کرتا جائے۔ کیونکہ دین کا علم برائے علم مطلوب نہیں، نہ ہی برائے دنیا مطلوب ہے۔ بلکہ علمِ دین سے عمل مطلوب ہے۔ یا اس طرح تعبیر کر لیں کے علم دین سے دنیاوی وسائل مطلوب نہیں بلکہ علم دین سے فضائل و مکارمِ اخلاق، تزکیہ و احسان، ربّ العزّت کی غفران و رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی مطلوب ہے۔

اسی نیت سے دین کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ پھر اس میں برکت ہوگی اور یہی جنت

کا راستہ ہے، جو عمل صالح، علم نافع کی روشنی سے طے ہوگا۔

علمِ دین کا تعارف

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (دین کا) علم سیکھو، اسلیے کے اسکا اللہ (کی رضا)، کے لیے سیکھنا خشیت ہے۔اور اس کا طلب کرنا عبادت، اور اسکا مذاکرہ تسبیح، اور اسکا سمجھنا جہاد، اور جو نہیں جانتے اسکو سکھلانا صدقہ، اور جو اسکے اہل ہیں انکو پہنچانا قربت، اس لیے کے علم ہی کے ذریعہ حلال و حرام کا فرق واضح ہوتا ہے، (علم معالم ہیں) اور جنت کا روشن راستہ ہے۔ وحشت میں انیس، سفر کا ساتھی، تنہائی میں باتیں کرنے والا، خوشی و غمی میں راہبر، دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار، دوستوں کے درمیان زینت، اسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قوموں کو سر بلندی عطا کر دی کہ وہ خیر و بھلائی کے امام و پیشوا بن گئے۔انکے آثار و نقوش بطور نمونہ و قصص کے نقل کیے جانے لگے۔اور انکے اعمال و افعال کی اقتداء کی جانے لگی۔اور انکی رائے کو آخری فیصلہ مانا گیا۔ان کی صحبتوں میں فرشتے رہنے لگے (یعنی رحمت کے فرشتے ان کے ہم نشین بن گئے) اور اپنے بازؤں سے انکو چھپا لیا، اور ڈھانپ لیا۔اور ہر تر و خشک انکے لیے مغفرت کی دعا کرنے لگیں، یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور موذی حشرات، اور خشکی کے درندے اور چوپائے، کیونکہ علم دین ہی جہالت سے نکال کر دلوں کو حیات بخشتا ہے۔ ظلم و ستم کی تاریکی سے آنکھوں کو بصارت اور دل کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ بندہ علم دین کے ذریعہ اخیار کے منازل علیا تک پہنچ جاتا ہے۔اور دنیا و آخرت کے بلند مقام کو پالیتا ہے۔ اس کا فکر اور غور و خوض روزہ کے برابر ہے۔اور اسکا درس و تدریس (ثواب میں) رات کے قیام (وتہجد) کے برابر ہے۔علم کے ذریعہ ارحام کی صلح رحمی کی جاتی ہے۔اسی سے حرام وحلال جانا پہچانا جاتا ہے۔علم عمل کا امام ہے۔عمل علم کے تابع ہے۔سعید و نیکوکار کو ہی اسکا الہام کیا جاتا ہے۔اور علم دین سے بد بخت و اشقیاء کو محروم رکھا جاتا ہے۔ (ترغیب، ج۱، ص۹۵)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تو جا اور ایک

آیت کتاب اللہ کی سیکھ لے، یہ تیرے حق میں سو رکعات (نوافل) سے بہتر ہے۔اور جا کر علم (دین) کا ایک باب سیکھ لے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جا سکے، یہ ایک ہزار رکعات (نوافل) سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ،ترغیب)

علم کی روشنی میں جو عمل کیا جاتا ہے وہ جہالت و ضلالت سے پاک و صاف ہوتا ہے۔نفس و شیطان کی کید سے محفوظ ہوتا ہے۔شریعت وسنت سے مزین ہو کر قبولیت کے قریب ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَ عَمَلاً مُتَقَبَّلاً

آنکھ کے عوض میں کیا ملے گا

(۸۱۳) عن جریر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"مَنْ سَلَبْتُ کَرِیمَتَیْہِ عَوَّضْتُہُ مِنْھُمَا الْجَنَّۃَ."

[ضعیف](أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج۲ /۲۲٦۳)

(۸۱۳) ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق عزوجل نے فرمایا: میں جس کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو اس کے عوض اس کو جنت دیتا ہوں۔

بصارت یا جنت

(۸۱٤) عن أبی أمامة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: یَا ابْنَ آدَمَ! إِذَا أَخَذْتُ کَرِیْمَتَیْکَ فَصَبَرْتَ وَ احْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدَمَةِ الْأُوْلٰی لَمْ أَرْضَ لَکَ بِثَوَابٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ."

[صحیح] (أخرجه أحمد ج٥ص۲٥۸)

(۸۱۴) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے آدم کے بیٹے! جب میں تمہاری پسندیدہ چیز بینائی لے لیتا ہوں اور تو پہلے پہل اس پر صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے، تو میں جنت کے سوا اس سلسلہ میں کسی اور ثواب سے راضی ہی نہیں ہوں گا۔

آخرت میں جنت

اللہ تعالیٰ نے لاتعداد نعمتیں انسان کو دی ہیں، ان تمام نعمتوں میں ایک قیمتی اور پیاری نعمت دو آنکھیں ہیں۔ اگر کبھی آفات وبلیات کے ذریعہ اس نعمت پر بھی کوئی بلا نازل ہوجائے تو اس پر صبر وثواب کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنت کی بشارت وضمانت پر ہر تکلیف ومصیبت کو برداشت کرلے، کیونکہ اس کی جزاء وبدلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جنت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ یعنی آخرت میں جنت۔

باب : منه فِي الصّبر الْمَرَض وَ عدمِ الشّكوىٰ

باب: حالتِ مرض میں صبر اور گلے شکوے سے احتراز

(٨١٥) عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِى الْمُؤْمِنَ ، وَ لَمْ يَشْكُنِى إِلٰى عُوَّادِهِ أَطْلَقْتُهُ مِنْ إِسَارِیْ، ثُمَّ أَبْدَلْتُهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ ، وَ دَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ ، ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ الْعَمَلَ." [صحيح] (أخرجه الحاكم ج ١ ص ٣٤٨)

آزمائش و بیماری سے باطن جسم کا فاسد مادہ صالح اجزاء سے بدل دیا جاتا ہے

(٨١٥) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میں، اپنے مومن بندے کو بیماری کے ذریعے آزماتا ہوں اور وہ اپنی عیادت کے لیے آنے والوں سے گلے شکوے نہیں کرتا ہے، تو میں اس کو اپنی قید (جہنم) سے آزاد کردیتا ہوں، پھر اس کے گوشت وخون کو صالح خون سے بدل دیتا ہوں۔ پھر وہ نئے خون اور نئے گوشت سے اعمال صالحہ کی ابتداء کرتا ہے۔

آزمائش میں صبر واستقامت سے وہ مقام ملتا ہے جو ریاضت ومجاہدہ سے بھی نہیں ملتا

حق جل مجدہ کی ذات ہماری سوچ وفکر سے بھی بہت زیادہ مہربان وکریم ہے۔ بیماری یا کسی قسم کی، آزمائش وابتلاء ہماری روحانی ترقی کے لیے آتی ہے، ایسی ترقی جو ریاضت ومجاہدہ سے سالہا سال میں حاصل ہونے والی ہوتی ہے، وہ چند دنوں میں حق جل مجدہ اپنے فضل وکرم سے بندے کو عنایت فرمادیتے ہیں، مگر اس کی ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ صبر واستقلال کے ساتھ ایام ابتلاء کو جھیل جائے، پھر حق جل مجدہ اس خون و گوشت میں، جو فاسد مادہ ہوتا ہے اور انسان کو شر وفساد کی طرف لے جاتا ہے، اسے صالح اجزاء میں بدل دیتے ہیں کہ بندے کے دل میں، نفسانی وشیطانی اوہام کا گزر ہی نہ ہو اور بندہ اس وقت موہوبی طور پر رشد وہدایت کے منازل طے کرتا ہوا مقام اجتباء کا مکین بن جائے۔ اللہ اکبر! وہ اللہ کتنا رحیم وکریم ہے، جو عام مسلمانوں کو بھی خلد بریں کا ساکن بنانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بیمار کو عیادت کرنے والے سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا چاہیے

(٨١٦) عن عطاء بن يسار رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

”إِذَا مَـرِضَ الْـعَبْـدُ بَـعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ مَلَكَيْنِ فَقَالَ: اُنْظُرُوْا مَاذَا يَقُوْلُ لِعُـوَّادِهِ، فَـإِنْ هُـوَ إِذَا جَـاءُ وْهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ، رَفَعَا ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ ــــ وَ هُوَ أَعْلَمُ ــــ فَيَـقُـوْلُ : لِعَبْدِىْ عَلَيَّ إِنْ تَوَفَّيْتُهُ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَ إِنْ أَنَا شَـفَيْتُـهُ أَنْ أُبَـدِّلَ لَـهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ ، وَ دَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ، وَ أَنْ أُكَفِّرَ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ.“ [صحيح] (أخرجه مالک فى المؤطا : ٥/٥٨٤)

(٨١٦) ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ بیمار پڑتا ہے تو حق جل مجدہ اس کے پاس دوفرشتے بھیجتے

ہیں، پھر حکم ہوتا ہے: دیکھتے رہنا کہ عیادت کرنے والوں کو کیا جواب دیتا ہے، لہٰذا جب کوئی عیادت کرنے جاتا ہے اور وہ مزاج پرسی کے جواب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے، تو فرشتے اس جواب کو لے کر حق جل مجدہ کے پاس جاتے ہیں (اگرچہ حق تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے) اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: اگر میں بندہ کو وفات دوں تو جنت میں داخل کروں گا اور اگر میں نے بندہ کو صحت و عافیت دیدی تو پہلے گوشت سے بہتر گوشت اور پہلے خون سے بہتر خون اور اس بیماری کو اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بنادوں گا۔

تین پوشیدہ خزانے

(۸۱۷) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"ثَلَاثٌ مِنْ كُنُوْزِ الْبِرِّ: إِخْفَاءُ الصَّدَقَةِ، وَ كِتْمَانُ الشِكْوَى، وَ كِتْمَانُ الْمُصِيْبَةِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِبَلَاءٍ فَصَبَرَ، وَ لَم يَشْكُنِيْ إِلٰى عُوَّادِهِ، أَبْدَلْتُهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ، وَ دَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ فَإِنْ اَبْرَأْتُهُ أَبْرَأْتُهُ وَ لَا ذَنْبَ لَهُ وَ إِنْ تَوَفَّيْتُهُ فَإِلٰى رَحْمَتِيْ." (أخرجه أبو نعيم فی الحلية، ج: ۷، ص: ۱۱۷)

(۸۱۷) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں پوشیدہ خزانوں میں کی ہیں: (۱) صدقہ و خیرات کو چھپانا (کہ دینے والے ہاتھ کو خود نہ معلوم ہو کہ کتنا دیا، نہ یہ معلوم ہو کہ کس کو دیا، نہ لینے والے کو معلوم ہو کہ مجھ کو کس نے دیا جیسا کہ امام زین العابدینؒ کا معمول تھا) (۲) اپنی مصیبت و پریشانی کو چھپانا (حتیٰ المقدور جانی یا مالی خواہ جیسی مصیبت ہو اس کو چھپائے) (۳) بیماری و تکلیف میں عیادت کرنے والے سے اپنے مرض کی اذیت و تکلیف کو ظاہر نہ کرنا۔

حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میں اپنے بندہ کو کسی بلاء و پریشانی میں مبتلاء کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے، کسی عیادت کرنے والے سے شکایت نہیں کرتا، تو جب میں اس کو بیماری سے اچھا کرتا ہوں، تو پہلے جسم کے گوشت سے اچھا گوشت اور پہلے خون سے اچھا خون بدل دیتا ہوں اور وہ اس حال میں چلتا پھرتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں، اور

وفات دیتا ہوں تو اپنی رحمت کی طرف بلا لیتا ہوں۔

خزانے پوشیدہ ہی رکھے جاتے ہیں

قیمتی خزانے، بیش بہا موتیاں چھپا کر ہی رکھی جاتی ہیں۔اور جو جتنی ثمین ونفیس اشیاء ہوتی ہیں ان کو اتنے ہی اہتمام کے ساتھ پوشیدہ رکھنے کا رواج بھی ہے۔حق جل مجدہ نے بھی اپنی جنت کو چھپایا ہے، اور پھر جنت کے اندر بھی مزید چھپانے کا التزام واہتمام کیا گیا ہے۔ جنت کی حور کی صفت ہوگی مکنون، گویا موتیاں ہیں جو پوشیدہ رکھی گئی ہیں، حدیث میں جن تین چیزوں کو پوشیدہ خزانے میں سے بتلایا جارہا ہے اِخفاء الصدقہ، یعنی صدقہ وخیرات چھپا کر دینا، جس قدر چھپایا جائے گا، خلوص وللّٰہیت، دینے والے کا احترام، وعزت نفس ملحوظ ہوگا اوراجر وثواب زیادہ ہوگا، صدقاتِ نافلہ میں اخفاء وپوشیدہ رکھنا افضل ہے اور صدقات واجبہ زکوٰۃ کو اعلانیہ دینا مناسب ہے تا کہ لوگوں کو ترغیب اور ہمت ہو یہاں جس صدقہ کی فضیلت بتلائی جارہی ہے وہ صدقات نافلہ ہیں۔ حدیث میں نیکی کا خزانہ بتلایا جارہا ہے حضرت زین العابدین کے صدقات سے مدینہ منورہ میں دوسو سے زائد اہل خانہ کا ماہانہ گذر بسر تھا مگر اخفا کا یہ عالم تھا کہ وفات کے بعد راز فاش ہوا، کیونکہ حضرت رات کو اہلِ خانہ کے گھر کے اوپر سے کپڑے میں باندھ کر ڈال دیا کرتے تھے اور اہل خانہ کو صبح میں مل جاتا تھا جب حضرتؒ کا وصال ہوگیا یہ آمد بند ہوگئی، تب لوگوں کو اس کا علم ہوا اور بھی اکابر کا اس پر عمل رہا ہے اور آج بھی ایسے لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے۔

دوسری چیز ہے آلام ومصائب، کربات، درد ودکھ کو زبان پر نہ لانا، غم جس نے دیا ہے، اس کی کیا شکایت کی جائے، درد کا بھیجنے والا، دکھ کا نازل کرنے والا ارحم الراحمین، خیر الحافظین، خیر الناصرین ہے، خوشی وراحت کے دن زیادہ گذرے ہیں، مسرت وشادمانی کی مدت طویل ہے۔حق تو یہ ہے کہ اتنے ہی دن غم میں بیتیں، مگر ربّ کریم ایسا نہیں کرتا، خود ہی درگذر اور معافی اپنے فضل سے دیتا رہتا ہے۔لیکن اگر کبھی کوئی بات پیش آجائے تو اس پر بھی شکوہ وشکایت شیوۂ اہل وفا نہیں۔ پھر اس تکلیف میں بھی بہت حکمتیں پوشیدہ ہوتی

ہیں۔کبھی کسی آنے والی شدید والیم بلا کو ٹالنا مقصود ہوتا ہے کہ چھوٹی بلا، حجاب ورکاوٹ بن جاتی ہے بڑی بلا کے لیے، کبھی کسی خاص نعمت سے قدرت نوازنا چاہتی ہے۔کبھی ماضی کے احوال کی تنظیف وتطہیر ہوتی ہے۔کبھی محض اہل وفا کی آزمائش بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت کو اللہ ہی جانتا ہے، ہم تو بندہ ہیں بندگی کریں،

زبان شکر کے لیے ہے نہ کہ شکایت کے لیے

شاکرین وصابرین رہیں پھر آپ کا نام فائزین میں ہوگا

تیسری چیز جو پوشیدہ خزانہ کی ہے وہ مصیبت کا کتمان ہے۔یعنی جسمانی یا روحانی، مادّی یا معنوی جو بھی مصیبت ہو، حتی الوسع حسب استطاعت، بساط بھر اس کو چھپایا جائے، مصیبت کو چھپانے سے مصیبت کا غم ہلکا ہوجاتا ہے، اور کبھی مصیبت کو ظاہر کرنے سے مزید تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے، کیونکہ ہر آدمی کے کچھ اعداء ودشمن ہیں جب وہ جان جاتے ہیں کہ فلاں شخص مصیبت میں گرفتار ہے تو پھر ان بدخواہوں کی بدخواہی وبدزبانی وبدسلوکی و بدخلقی تیز ہوجاتی ہے اور مذاق وسخریہ، طنز وطعنہ، کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں۔اچھا اب اللہ کی پکڑ میں آگئے، بہت اونچا خواب دیکھ رہے تھے، قدم زمین پر نہ رکھتے تھے، پرواز بہت بلند تھی، وغیرہ وغیرہ۔یہ سب کب ہوتا ہے جب مصیبت کو ظاہر کردیا جائے یا ظاہر ہوجائے۔لہٰذا یہ بھی محاسن اسلام میں ہے کہ اپنی مصیبت کو مخلوق سے چھپاؤ، تاکہ مصیبت کا ایک ہی درد ہو، وہ دل کے اندر ہی ہو، یہ غم ہلکا ہے، جبکہ دوسرے مختلف قسم کے طعنوں سے دور بیٹھ کر اس کی مصیبت سے بڑھ کر مصیبت مسلّط کریں۔اس سے تو بچا ہوا ہے، اس لیے عقل وشعور دانائی وہوشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ مصیبت چھپائی جائے۔پھر ایک ایمان افروز لطف اس کو ملے گا وہ یہ کہ

﴿وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾

رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔

بِاَعْیُنِنَا کا ایمانی لطف، وجدانی سرور، ذوقی حلاوت، نگاہِ رحمت وعنایت اور دید کی لذت اُٹھایئے

یہ وہ راز ہے جس پر قلم نہیں اُٹھتا، زبان نہیں کھلتی، جذبات موجِ رحمت میں تلاطم کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ اللہ اکبر، کون دیکھ رہا ہے؟ کس کی نگاہ میں یہ سب کچھ پروان چڑھ رہا ہے، آخر وہ ہستی کون ہے جو عاجز بندہ کو اور اس پر آئی یا لائی ہوئی مصیبت کو دیکھ کر تربیت کررہا ہے، کیا وہ بندہ کی تڑپ سے غافل ہے۔ العیاذ باللہ، فرمایا بِاَعْیُنِنَا یہ سب میرے سامنے ہورہا ہے، بس ایسے وقت میں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجیے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

حاصل یہ کہ اپنے دل کو اُدھر مشغول رکھئے فکر وغم کا غلبہ نہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ اِنَّکَ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔

مریض کا تین دن سے پہلے شکوہ وشکایت کرنا مناسب نہیں

(۸۱۸) للطبرانی فی الأوسط من حدیث أبی ھریرة رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَا اشْتَکٰی عَبْدِیْ فَأَظْھَرَ الْمَرَضَ قَبْلَ ثَلَاثٍ فَقَدْ شَکَانِیْ." [ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج ۳/ ۶۷۳۸)

(۸۱۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میرا بندہ شکوہ شکایت کرتا ہے اور مرض وبیماری کو ظاہر کرتا ہے تین دن گزرنے سے پہلے، تو گویا اس نے میری شکایت کردی (بیماری کی حالت میں شکوہ شکایت کرنا ایمان ووفا کے مناسب نہیں)۔ (کنز العمال ۳/ ۶۷۳۸)

باب : منه فِي تلقى البلاء بالصبر والحمد

باب: بلا پر صبر کا انوکھا انعام

(٨١٩) عن أبى أمامة عن النبى ﷺ قال:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِمَلَائِكَتِهِ: اِنْطَلِقُوْا إِلٰى عَبْدِىْ فَصُبُّوا عَلَيْهِ الْبَلَاءَ صَبًّا، قَالَ فَيَأْتُوْنَهُ فَيَصُبُّوْنَ عَلَيْهِ الْبَلَاءَ صَبًّا، فَيَحْمِدُ اللّٰهَ فَيَرْجِعُوْنَ، فَيَقُوْلُوْنَ : يَا رَبِّ! إِنَّا صَبَبْنَا عَلَيْهِ الْبَلَاءَ صَبًّا كَمَا أَمَرْتَنَا، فَيَقُوْلُ : اِرْجِعُوْا فَإِنِّىْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ." [ضعيف](أخرجه البغوى فى شرح السنة ج ٥ ص ٢٣٦)

میرے بندوں پر بلائیں، مصیبتیں انڈیل دو

(۸۱۹) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندوں کے پاس چلے جاؤ اوران پر بلائیں، مصیبتیں انڈیل دو، پس فرشتے اس بندہ کے پاس آتے ہیں اور بلائیں اور مصیبتیں اس بندہ پر انڈیل دیتے ہیں، پس وہ بندہ جزع وفزع کے بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے، پس فرشتے حضور حق میں واپس آکر عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم نے اس بندہ پر بلائیں انڈیل دیں جس طرح آپ نے حکم دیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: واپس جاؤ اسی بندہ کے پاس؛ کیونکہ میں اس بندہ کی آواز سننا پسند کرتا ہوں۔ (اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ)

حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو پسند کرتا تو بلائیں آفتیں اس پر بہادی جاتی ہیں

(٨٢٠) لابن أبى الدنيامن حديث أنس رضی اللہ عنہ:قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يُصَافِيَهُ صَبَّ عَلَيْهِ الْبَلَاءَ صَبًّا، وَ ثَجَّهُ عَلَيْهِ ثَجًّا، فَإِذَا دَعَا الْعَبْدُ قَالَ: يَا رَبَّاهُ! قَالَ اللّٰهُ : لَبَّيْكَ يَا عَبْدِىْ لَا تَسْأَلُنِىْ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَيْتُكَ ، إِمَّا أَنْ أُعَجِّلَهُ لَكَ، وَ إِمَّا أَنْ أَدَّخِرَهُ لَكَ."

[ضعيف](كما فى الترغيب ج ٤ ص٥٢٦)

(۸۲۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو پسند کرتا اور دوست بناتا ہے یا جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس بندہ کو گناہوں سے پاک وصاف کردے، تو اس پر بلائیں انڈیل دی جاتی ہیں، آفتیں اس پر بہادی جاتی ہیں۔ پس بندہ جب اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: یا رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لبیک یا عبدی، میرا بندہ میں حاضر ہوں۔ تو جو چیز مانگے گا میں دے دوں گا یا تو میں فوراً ہی وہ چیز تم کو دیدوں یا تیری آخرت کے لیے ذخیرہ کرلوں۔

(الترغیب والترہیب ۵۲۶/۴)

مصیبت پر صبر کرنے والے کا اعزاز واکرام

(۸۲۱) و للحکیم الترمذی عن أنس رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: إِذَا وَجَّهْتُ إِلٰی عَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِیْ مُصِيْبَةً فِی بَدَنِهِ أَوْ فِیْ وَلَدِهِ أَوْ فِیْ مَالِهِ فَاسْتَقْبَلَهُ بِصَبْرٍ جَمِيْلٍ اِسْتَحْيَيْتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ اَنْصِبَ لَهُ مِيْزَانًا، أَوْ اَنْشُرَ لَهُ دِيْوَاناً." [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۶۵۶۱/۳)

(۸۲۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کی طرف مصیبت بھیجتا ہوں، خواہ وہ مصیبت جان کی ہو یا اولاد کی ہو یا مال کی، اور وہ بندہ میری نازل کردہ مصیبت کا صبر جمیل کے ساتھ استقبال کرتا ہے، تو کل قیامت کے دن مجھے شرم آئے گی کہ میں اس کے لیے میزان وترازو قائم کروں یا اس کے نامۂ اعمال کو کھولوں یعنی صحیفۂ عمل کی جانچ پڑتال کے لیے ادھیڑ بن کروں۔

مصیبت کے وقت کے کلماتِ حمد تعالیٰ کے پسندیدہ

انسانی زندگی کے دو ہی رُخ ہیں؛ خوشی یا غمی، مسرت یا مصیبت، صحت یا بیماری۔ انسان ہمہ وقت انہی دو کیفیتوں سے گذرتا ہے اور اپنی پوری زندگی کے قیمتی لمحات کو ایک اہلِ ایمان صبر وشکر کی عبادت واطاعت کے ساتھ، حسنات واعمالِ صالحہ کی شکل میں لے کر

حضورِ حق میں پہنچ جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی زندگی ہر حال میں خیر و بھلائی ہے۔ اگر نعمت ملی شکر کیا یہ عبادت ہے۔ اگر مصیبت و پریشانی آئی صبر کیا، یہ شکر سے بڑھ کر عبادت ہے۔ جس طرح شکر پر نیکی ملی صبر پر اس سے زیادہ ملے گی۔

دوسری عقیدہ کے طور پر ایک بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے اور عوام الناس کو بھی اس عقیدہ سے خوب باخبر کرتے رہنا چاہیے کہ دنیا ربّ العالمین کی ہے، یہاں کا ذرہ ذرہ بغیر حکمِ ربی ہل نہیں سکتا، حرکت و جنبش نہیں کرسکتا، کائنات عالم کے کسی مخلوق میں بغیر اِذنِ ربی نفع ونقصان کی یکسر صلاحیت نہیں ہے۔ اور جن جن اشیاء میں قوت تاثیر یا خواص ہیں وہ سب کی سب حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہیں۔ ان کی قوت تاثیر ذاتی نہیں، پھر وہ اشیاء قوت تاثیر میں مختار نہیں، کہ بغیر اذن ربی اپنی تاثیر کو ظاہر کردیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ اشیاء اپنے وجود میں جس طرح محتاج، تاثیر میں بھی محتاج اور ظہور خواص و تاثیر میں بھی اللہ ربّ العزّت کے امر و حکم اور اذن کے محتاج ہیں مثلاً زہر سب کو نہیں مار سکتی جب تک اللہ کا حکم نہ ہوگا، خالد بن ولیدؓ نے زہر ہلاہل کا گلاس پی لیا تھا، ابو مسلم خولانی تابعیؒ کو جھوٹے مدعی نبوت نے آگ میں ڈال دیا تھا، مگر نہ جلے، صحابہ کی پوری جماعت اپنے گھوڑوں کے ساتھ دریا پار کر گئی اور دریا ان کو غرق نہ کرسکا۔ بلکہ ایک مجاہد کا پیالہ دریا میں گر گیا جو دریا نے ان کو واپس کیا، ایک صحابی رسول عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بدر میں تلوار ٹوٹ گئی ان کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی دے دی جو تلوار بن گئی اور وہ اس سے جہاد میں استعمال کرتے رہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو شیر نے اپنی پشت پر بیٹھا کر جنگل پار کرایا اور مجاہدین کی رہائش گاہ تک چھوڑ کر آیا۔ اور واپسی پر آداب و تسلیمات کا عجیب کرشمہ دکھلایا، یہ حضرات انبیاء نہیں صحابۂ رسول ہیں، جبکہ انبیاء کا معجزہ قرآن میں موجود ہے الغرض، خوشی ومسرت، بلاء ومصیبت خود نہیں آتی بلکہ نازل کی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں اسی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جب بلاء وآلام، مصیبت و پریشانی آئے تو، ہوش نہ کھوئے، زبان کو بے قابو نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد ورضا کا جملہ بولے،

استغفار وانابت اختیار کرے، رجوع الی اللہ کی کیفیت کو بڑھا دے، خوشی کے ایام میں جس قدر اللہ کو یاد کرتا تھا اب اس میں اضافہ کردے کہ امتحان وآزمائش کی گھڑی ہے۔حق تعالیٰ بھی فرشتوں کو حکم دیتے ہیں میرے بندہ کے پاس جاؤ اور سنو وہ کیا کہہ رہے ہیں کہ مجھ کو اس کی آواز سننا پسند ہے۔ بندہ جب پریشانی میں یا ربّاہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، لبیک عبدی، ہاں میرا بندہ کیا چاہیے وہ تم کو دوں گا، یہ کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے کہ قیامت کے دن مصیبت زدہ لوگوں کا نامۂ اعمال کھولا ہی نہیں جائے گا، نہ ہی ان کے حساب وکتاب کے لیے میزان کو لگایا جائے گا۔ اور اس بات کو بیان کرنے کے لیے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ کو شرم وحیا ہوگی کہ اس بیچارے بندہ کا میزان پر کیا حساب لوں، جو دنیا میں بھی پریشان تھا اور اب پھر اس کو پریشان کروں۔ یہ ہے مصیبت پر نعمت، مگر انسان جلد باز ہے جلد گھبرا اُٹھتا ہے۔ اللہ عافیتِ دارین سے ہم کو مالا مال فرمائے۔ آمین!

مصیبت کی یاد پر اِنَّالِلّٰه... پڑھنے سے نیا اجر وثواب

(۸۲۲) و للدارقطنی فی الأفراد وابن عساکر عن الزهری مرسلاً:

"مَا مِنْ امْرَءٍ مُسْلِمٍ تُصِیْبُهُ مُصِیْبَةٌ تُحْزِنُهُ فَیُرَجِّعُ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَلَائِکَتِهٖ: أَوْجَعْتُ قَلْبَ عَبْدِیْ فَصَبَرَ وَ احْتَسَبَ، اِجْعَلُوْا ثَوَابَهُ مِنْهَا الْجَنَّةَ، وَ مَا ذَکَرَ مُصِیْبَتَهُ فَرَجَّعَ إِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَهَا."

[ضعیف] (کما فی الاتحافات ۷۱۰)

(۸۲۲) ترجمہ: زہری سے مرسلاً روایت ہے: جب کسی مسلمان کو ایسی مصیبت پہنچتی ہے جو غمگین کردے اور وہ ایسے وقت میں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لیتا ہے، تو اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: فرشتو! میں نے اپنے بندہ کے دل کو رنجیدہ کیا، اسے تکلیف پہنچائی، تو اس نے صبر کیا اور ثواب کی امید کیے ہوا ہے، تو اس کا اجر وثواب جنت ہے اور جب کبھی اس مصیبت کی یاد آنے پر اِنَّا لِلّٰهِ پڑھ لیتا ہے تو ہر بار منجانب اللہ نیا اجر وثواب ملتا ہے۔

ترغیب اور آخرت کا استحضار

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب کبھی پرانی مصیبت وغم یاد آجائے تو اس وقت بھی اِنَّـالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ پڑھ لینا چاہیے، تاکہ منجانب اللہ وہی اجر وثواب مل جائے جو پہلی بار ملا تھا، حق جل مجدہ دراصل مسلمانوں کو عالم آخرت میں بے شمار نعمتوں سے نوازنا چاہتا ہے، جس کا یہ سب ایک غیبی نظام ہے کہ بندہ کو ترغیب دی جائے اور آخرت کی نعمتوں کی طرف ذہن کو پھیرا جائے، دنیا چند دن کی زندگی ہے، اصل زندگی آخرت کی ہے، جہاں نہ دکھ نہ رنج وغم اور نہ ہی کسی قسم کی تکلیف دہ حالت وتصور یا خیال کا گزر ہوگا۔ اللہ پاک ہمیں بغیر حساب وکتاب عالم آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین! وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ۔

حالتِ قبض میں دل جمعی کے ساتھ اوراد و وظائف کی پابندی کرے

(۸۲۳) و لابن عساکر عن أبی ذر: عن أبی ذر رضي الله عنه قال: إن اللّٰه تعالیٰ یقول:

"يَا جِبۡرَئِيۡلُ! اِنۡسَخۡ مِنۡ قَلۡبِ عَبۡدِی الۡمُؤۡمِنِ الۡحَلَاوَةَ الَّتِیۡ كَانَ يَجِدُهَا، فَيَـصِيـرُ الۡـعَبۡدُ الۡمُؤۡمِنُ وَالِهًا طَالِبًا لِلَّذِیۡ كَانَ يَعۡهَدُ مِنۡ نَفۡسِهِ نَزَلَتۡ بِهِ مُصِيۡبَةٌ لَـمۡ يَـنۡـزِلۡ بِهِ مِثۡلُهَا قَطُّ، فَإِذَا نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيۡهِ عَلٰى تِلۡكَ الۡحَالِ، قَالَ: يَا جِبۡرِيۡلُ! رُدَّ إِلٰى قَـلۡـبِ عَبۡدِیۡ مَا نَسَخۡتُ مِنۡهُ فَقَدَ ابۡتَلَيۡتُهُ فَوَجَدۡتُهُ صَابِرًا، وَ سَأَمُدُّهُ مِنۡ قِبَلِـیۡ بِزِيَادَةٍ، وَ إِنۡ كَانَ عَبۡدًا كَذَّابًا لَمۡ يَكۡتَرِثۡ وَ لَمۡ يُبَالِ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۰۴۵۷/۴)

(۸۲۳) ترجمہ: حضرت ابوذر رضي الله عنه فرماتے ہیں، حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

اے جبرئیل! میرے فلاں مومن بندہ کے دل سے حلاوت ومٹھاس کو ختم کردو، مٹادو جو وہ محسوس کررہا تھا، اس وقت مومن بندہ شدتِ طلب میں بے تاب ونیم پاگل بن جاتا ہے، اس کیفیت وحلاوت کو جو اپنے نفس میں محسوس کرتا تھا کھوجانے کی مصیبت پر، جو اس پر پہلے کبھی نازل نہیں ہوئی تھی۔ حق جل مجدہ جب اس کی بے قراری وبے تابی کی کیفیت کو

دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں: اے جبریل! میرے بندہ کے دل میں وہ حلاوت ومٹھاس واپس کردو جو تم نے ختم کردیا تھا؛ کیونکہ میں نے بندہ کو ابتلاء وآزمائش میں ڈالا تو اس کو صبر کرنے والا پایا، اور میں اپنی جانب سے مزید کیفیت وحلاوت میں زیادتی کردوں گا اور بندہ اگر جھوٹا ہوتا ہے تو اس غم اور مصیبت کی کوئی پرواہ اور کوئی فکر نہیں کرتا (یعنی توبہ واستغفار کے ذریعہ رجوع الی اللہ اختیار نہیں کرتا تو دلیل ہے طلب صادق نہ ہونیکی۔ (کنزالعمال)

حالتِ قبض وبسط دونوں ہی نعمت ہے

مومن کی باطنی حالت وکیفیت کا بیان اس حدیث میں آیا ہے۔ کبھی مومن باطنی طور پر مسرور وپُرنور رہتا ہے اور کبھی محزون ومغموم، اس کا تعلق تربیتِ ربّانی سے ہے۔ حق جل مجدہ اطاعت وعبادت، مجاہدہ وریاضت، ذکر وتلاوت، استغفار وانابت کے بعد دیدۂ باطن پر جو رحمت نازل کرتے ہیں، سالک وعامل اس کو محسوس بھی کرتا ہے اور اس سے ایک گونہ طبیعت میں انبساط وسرور بھی وجدان وذوق میں پاتا ہے اور طبیعت خوب فرحت بخش کیفیت کے ساتھ جملہ اعمالِ صالحہ کی طرف تیزی سے چلتی ہے، اور دل جمعی وقرار کے عالم میں قربات وطاعات کی اُمنگوں میں مست ومگن رہتی ہے اور کبھی کبھی حق تعالیٰ اس کیفیت کو سالک سے چھینتے تو نہیں ہیں مگر رحمت کے نزول کی کیفیت کو، جو واردو نازل ہوتی ہے، اس کے ظہور کو سالک وعامل پر چھپادیتے ہیں۔ مخفی رکھتے ہیں تاکہ اس کو آزمایا جائے کہ عملی جدوجہد، ذکر وتلاوت، عبادت واطاعت، مجاہدہ وریاضت، استغفار وانابت میں سست تو نہیں پڑتا۔ خلل تو نہیں آتا، دل گیر ہوکر اعمال کو تو نہیں چھوڑتا، اور یہ آزمائش اس لیے ہوتی ہے کہ دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ سالک طالب رضائے مولا ہے یا طالب مزائے نفس وہویٰ ہے۔ اگر طالب مولا ہوگا، آہ وبکا، گریہ وزاری میں مشغول ہوگا خوب انابت واستغفار کرے گا مزید سے مزید تر اعمال میں منہمک ہوجائے گا۔ کیونکہ مطلوب مزہ نہیں رضاء ہے اور وہ اعمالِ صالحہ کے بعد مسلسل مل رہی ہے۔ ترقی ہورہی ہے مگر دید کی لذت چھپالی گئی ہے۔ اور اس میں بھی اس کو آگے کی منزلوں پر پہنچادیا جائے، کیونکہ حزن وملال میں عبدیت

وانکساری، عجز و نیازمندی، اپنی ہستی کی نیستی، ذات حق پر فنائیت وفدائیت کا غلبہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ الغرض اس طرح ٹوٹے ہوئے اور بکھرے ہوئے دل پر اللہ کی رحمت اترتی ہے، اور توڑا ہی اس لیے گیا تھا، بکھیرا ہی اس لیے گیا تھا تاکہ معیت ومحبت، رحمت وعنایت کا خاص معاملہ کیا جائے۔ حدیث میں آیا ہے **أَنَا عِنْدَ مُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ** میں بکھرے ہوئے دل کے ساتھ ہوں۔

حضرت مخدوم بہار شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا مشہور قول ہے چیزیں جس قدر ٹوٹتی ہیں بے قیمت وبے حیثیت ہوتی ہیں اور دل جس قدر ٹوٹتا ہے قیمت بڑھتی ہے، جتنی بار ٹوٹتا ہے قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ (بندہ ثمین کمترین عرض کرتا ہے اس کو اللہ کی عظمت کے خاطر توڑ دیجیے، اللہ کی عزت کے خاطر نفس کی لذت کو چھوڑ دیجیے، جاہ کی طلب چھوڑ دیجیے، باہ کی فکر نہ کیجیے، آج امت جاہ وباہ کی طلب میں الجھ کر رہ گئی)۔

حاصل یہ کہ بندہ قبض کی حالت میں صبر واستقامت کے ساتھ اعمال حسنہ میں سست نہ ہو، بلکہ پہلے سے زیادہ چست ہوجائے، پھر نصرت غیبی آئے گی اور اب جو کیفیت ظاہر ہوگی دوام وقرار کے ساتھ ہوگی، اس پر زوال نہیں ہوگا، اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لذت بھی ایک بت تھا، حق تعالیٰ نے تربیت کرکے مقصودیت کی طرف رُخ پھیر دیا کہ لذت چھوڑ واحدیت وصمدیت کی طرف متوجہ رہو، ﴿**قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضٍ يَلْعَبُوْنَ**﴾ یعنی بس مقصود اپنا اللہ کو بناؤ۔ بقیہ سب کو چھوڑو، اللہ تعالیٰ ہماری ہر طرح دست گیری فرمائے۔ آمین! واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اے موسیٰ، تم اس بندۂ خاص سے اپنے لیے دعا کراؤ

(٨٢٤) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

"إِنَّ مُوْسٰى بْنَ عِمْرَانَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَ هُوَ يَضْطَرِبُ، فَقَامَ يَدْعُو اللّٰهَ لَهُ أَنْ يُعَافِيَهُ، فَقِيلَ لَهُ: يَا مُوْسٰى! إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِيْ يُصِيْبُهُ حَظٌّ مِنْ إِبْلِيْسَ، وَ لٰكِنَّهُ جَوَّعَ نَفْسَهُ لِيْ فَهُوَ الَّذِيْ يَرَى أَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّاتٍ، أَ تَعْجَبُ مِنْ

طَاعَتِهِ لِیْ؟ فَمُرْهُ فَلْيَدْعُ لَکَ، فَإِنَّهُ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ عِنْدِیْ دَعْوَةٌ."

[ضعیف] (أخرجه الطبراني ج ١١/١١٦٩٥)

(۸۲۴) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ بن عمران علیہم السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو تکلیف واذیت میں بے چین تھا تو موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے اس کی صحت وعافیت کے لیے دعا کرنے لگے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ اس بندہ کو جو تکلیف واذیت پہنچی ہوئی ہے وہ اللہ نہ کرے ابلیس لعین کی جانب سے نہیں، بلکہ یہ جو تم دیکھ رہے ہو وہ بندہ محض میری رضاء وخوشنودی کے لیے اپنے آپ کو مشقت ومجاہدہ اور بھوک میں ڈال کر یہ حالت کیے ہوا ہے، اے موسیٰ! میں اس بندہ کو روزانہ بار بار نگاہ رحمت سے دیکھتا ہوں اور تعجب کے ساتھ اس کی عبادت واطاعت، مجاہدہ وقربانی کو دیکھتا ہوں، جو محض میری ذات کے لیے اٹھاتا ہے، اے موسیٰ! اس بندۂ خاص سے تم اپنے لیے دعا کراؤ، اس لیے کہ اس بندہ کی روزانہ نہ معلوم کتنی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور اس کی دعاؤں کا کتنا اونچا مقام ہے۔

لذّتِ مناجات وطالبِ دعاء

دعاء ایک عظیم عبادت ہے۔ حدیث میں ہے دعا عبادت ہے، دوسری حدیث میں ہے عبادت دعا ہے۔ معلوم ہوا عبادت بغیر دعا کے نہیں اور دعا بغیر عبادت کے نہیں، جہاں دعا ہوگی وہاں عبادت ہوگی، جہاں عبادت ہوگی وہاں دعا ہوگی۔ دعا ہر شخص دوسرے کو دیتا ہے اور خود کے لیے دوسروں سے کراسکتا ہے۔ سنت انبیاء بھی یہی ہے، ہر اعلیٰ ادنیٰ کو دعا دے اور ادنیٰ سے دعا لے بھی۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر روانہ کیا تو فرمایا: "یا اخانا! لا تنسانا فی الدعا۔" اے ہمارے بھائی! اپنی دعا میں ہم کو نہ بھول جانا۔ معلوم ہوا اُمتی سے دعا کرانا بھی ہمارے عبدِ کامل رسولِ اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ دعا کیا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی کے لیے بھی خیر وبھلائی کا سوال کرنا دعا کرنے والا کچھ دیتا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے سامنے اپنے لیے اور اپنے بھائی کے

لیے خیر و بھلائی کی صدا لگا دیتا ہے اور بس، دیتے تو ہیں ربّ العزّت، اور ربّ العزّت کی نیاز سب کو چاہیے کہ وہ بے نیاز ہے۔ خیر کا تمام خزانہ ربّ ذوالجلال کے دست قدرت میں ہے۔ کرامت ورحمت کا تمام تر خزانہ ربّ ذوالاکرام کے پاس ہے، اس سے اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے، اپنے پیشواؤں کے لیے دعا مانگنا عین مطلوب ہے، ہاں مانگتے تو سبھی ہیں، اور ملتا بھی سب کو ہے۔ مگر کچھ خاصانِ حق، بندگانِ بارگاہ حق، حق آگاہ حضور حق، سعید وخوش بخت ایسے ہوتے ہیں کہ رحمت منتظر رہتی ہے، ظہورِ رحمت کیلئے، بس ان کی زبان سے مناجات کے بول نکلے اور رحمتِ حق کی موسلا دھار بارش ہوئی، ہماری شریعت میں ان خوش خصال، رجال کو مستجاب الدعوات کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اکل حلال ہو، صدق مقال ہو، قلت اختلاط مع العوام ہو، اجتناب قیل وقال ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خوش خصال جو بحالت اضطراب تھا، دیکھا، ربّ العزّت سے اس کے لیے عافیت مانگی، موسیٰ علیہ السلام کو کیا پتہ کہ یہ اضطراب اس کا اختیاری تہذیب نفس، اور تزکیہ باطن اور طہارت قلب کے لیے ہے، اور اس نے نفس کو شکنجے میں محبوس رکھنے کے لیے یہ مشقت کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے، اور اس نے فانی لذتوں کو چھوڑ کر باقی نعمتوں کی جستجو وطلب میں اپنا حال شکستہ وخستہ کیا ہوا ہے۔ جسمانی اضطراب کو حضرت موسیٰ نے دیکھا اور التجاء وفریاد عافیت کر دی، مگر روحانی سکون قرار کو حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر منکشف کیا کہ اس کی ظاہری حالت نہ دیکھو، موسیٰ آپ نے ایک بار دیکھا اور اضطراب کو دیکھا اور میں حق جل مجدہ بار بار رحمت وعنایت کے ساتھ دیکھتا ہوں اور میں اس کی اطاعت وعبادت پر تعجب کرتا ہوں کہ اس نے میری خوشی ورضا کی جستجو میں کیا حال بنایا ہوا ہے۔ اے موسیٰ آپ اس کے لیے مجھ سے دعا کر رہے ہیں، آپ تو خود اس سے اپنے لیے دعا کرائیں کہ اس کی دعا کا میرے یہاں ایک مقام ہے۔ سچ ہے، کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔

العطایا علی متن البلایا، اللھم انی اسألک العفوء و العافیه.

باب : فِي الصّبر علىٰ عُموم الْبلاء والرّضاء الْقضاء

باب: بلا میں صبر اور رضا بالقضاء

(٨٢٥) عن أبی هند الداری رضی الله عنه قال: سمعتُ رسول اللّٰه ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی : مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِیْ ، وَ يَصْبُرُ عَلٰی بَلَائِیْ، فَلْيَلْتَمِسْ رَبًّا سِوَاىِ." [ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ٢٢/ ٨٠٧)

حق جل مجدہ کی تقدیر پر راضی نہ ہونے والے اپنا رب تلاش لیں!

(۸۲۵) ترجمہ: ابو ہند داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: کہ جو لوگ میرے فیصلے پر راضی نہیں ہوتے اور میری نازل کردہ 'بلا' پر صبر نہیں کرتے، انھیں چاہیے کہ میرے علاوہ اپنا رب ڈھونڈ لیں!

قضاء وقدر پر رضا ربّ العزّت کی رضا ہے

(٨٢٦) للبيهقی فی شعب الإيمان من حديث أنس رضی الله عنه:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِیْ وَ قَدْرِیْ، فَلْيَلْتَمِسْ رَبًّا غَيْرِیْ."

[ضعيف جداً] (كما فی كنز العمال ج ١/ ٤٨٢)

(۸۲۶) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو شخص میرے طے کیے ہوئے فیصلے اور (میری طرف سے لکھی گئی) تقدیر پر راضی نہیں ہوتا، اسے چاہیے کہ میرے سوا کوئی (دوسرا) رب ڈھونڈھ لے!!

تقدیر پر ایمان لانا، کمالِ ایمان ہے

حق جل مجدہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور تمام امورِ دینیہ اور دنیویہ لکھ دیئے۔ انسان تمام عمر وہی افعال واعمال کرتا ہے، جو پہلے سے مکتوب الٰہی میں ہیں۔ جو کچھ اللہ کی جانب سے لکھ دیا گیا ہے، اس پر بالفعل اپنی رضا ظاہر کرنا اور رضا مند رہنا، کمال ایمان کے لیے واجب وضروری ہے۔ چونکہ ایمان بالغیب کی ایک قسم، ایمان بالقدر بھی ہے، تو جب غیب

پر ایمان لا چکے پھر رضا بالقدر میں کیا اشکال؟

یہ الگ بات ہے کہ کسی کو ایمان بالغیب میں ہی کچھ تردد وشک ہو، تو ایسے لوگوں کو چاہیے کہ پہلے اس وسوسے کا ازالہ اور اس مرض کا علاج کریں۔

بہرحال حدیثِ الٰہی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہر شخص مکتوبِ الٰہی پر راضی رہے، جو کچھ اس کی تقدیر میں حق جل مجدہ لکھ چکے ہیں، اس پر بندہ صرف خاموش ہی نہ رہے؛ بلکہ وہ اپنی تمام تر رضا کا اظہار بھی کرے؛ کیونکہ بصورتِ دیگر، یعنی بندے کی جانب سے اس تقدیر پر عدم رضا کی صورت میں، کائنات عالم کا کوئی دوسرا رب تو ہے نہیں، جس کو وہ اپنا رب بنائے گا؛ لہٰذا تقدیر الٰہی پر بہرصورت راضی رہنا، کمالِ ایمان ٹھہرا۔

ارحم الراحمین کے حوالے ہو جانا ہی کمالِ عبدیت ہے؛ اس لیے کہ رحیم وکریم نے جو کچھ مقدر کیا ہے، اسی میں بندے کے لیے خیر وبھلائی ہوسکتی ہے، اگر چہ بندے کو اس میں خیر نظر نہ آئے؛ کیونکہ بندہ اپنے ناقص علم وجان کاری سے اپنے نفع ونقصان کا اندازہ لگاتا ہے اور علام الغیوب اپنے بندوں کے تمام احوال کا علم رکھ کر اسی کے مطابق دیتا ہے۔

ہم ڈاکٹر کی دی ہوئی کڑوی دوا اور اس کی نشتر زنی کو اپنے لیے اس وجہ سے مفید سمجھتے ہیں کہ اس میں ہماری بیماری کا علاج ہے، اور اس بات پر ہمیں بھروسہ ہے کہ اس نے جو یہ کڑوی دوا دی ہے، اس کے کڑوے پن اور نشتر زندنی کی اذیت ہمارے آئندہ کے راحت وآرام کے لیے ضروری ہے، اور ہمیں اس بات کی صلاح دینے والا ہمارا محسن وخیر خواہ ہے، تو پھر حضرتِ حق جل مجدہ جس کے علم میں سارے کائنات کے بھید ہیں، کیا اس کی ہمارے حق میں کی گئی تعیین غلط ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! امنت باللہ ورسولہ

ایمان باللہ کا تقاضا کیا ہے؟

(۸۲۷) و للطبرانی فی الأوسط عن أنس رضي الله عنه:

”مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَ یُؤْمِنْ بِقَدْرِ اللّٰہِ فَلْیَلْتَمِسْ إِلٰـھًا غَیْرَ اللّٰہِ.“

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۱/ ۴۸۶)

(۸۲۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے قضاء و فیصلہ سے راضی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان نہیں لاتا تو اس کو چاہیے کہ اپنا معبود اللہ تعالیٰ کے علاوہ تلاش لے اور ڈھونڈھ لے۔ (کنز العمال ۱/۴۸۶)

اچھی و بری تقدیر پر ایمان

(۸۲۸) و للشیرازی عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعا:

"قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ : قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: یَا مُحَمَّدُ! مَنْ آمَنَ بِیْ، وَ لَمْ یُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَ شَرِّهٖ فَلْیَلْتَمِسْ رَبًّا سِوَایَ."

[ضعیف جداً](کما فی کنزالعمال ج ۱/۶۰۷)

(۸۲۸) ترجمہ: حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے؛ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ پاک فرماتا ہے: اے محمد ﷺ! جو مجھ پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنا رب میری ذات کے سوا کسی کو بنالے۔

لوحِ محفوظ

(۸۲۹) و لابن النجار عن علیّ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"إِنَّ أَوَّلَ شَیْءٍ کَتَبَهُ اللّٰهُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، إِنِّیْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا لَا شَرِیْکَ لِیْ، إِنَّهُ مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَائِیْ، وَ صَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ، وَ رَضِیَ لِحُکْمِیْ، کَتَبْتُهُ صِدِّیْقًا، وَ بَعَثْتُهُ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۳/۸۶۵۹)

(۸۲۹) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے حق جل مجدہ نے لوح محفوظ میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، إنی أَنا اللّٰهُ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا لا شریکَ لی" الخ لکھا، بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا کوئی شریک نہیں، جو شخص میرے قضاء و فیصلہ پر سر تسلیم خم کردے اور میری نازل کردہ بلاؤں پر صبر کرے اور میرے حکم سے راضی رہے، اس کا نام صدیقین (بہت زیادہ سچ

بولنے والوں، نبوت کے رتبہ ومقام سے نیچے مقام) میں لکھتا ہوں اور قیامت کے دن صدیقین کے ساتھ حشر فرماؤں گا۔

مقادیر وتدابیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں

(۸۳۰) و فی الإحیاء للغزالی: قال رسول اللّٰہ ﷺ: قال اللّٰہ تعالیٰ:

”قَدَّرْتُ الْمَقَادِیْرَ، وَ دَبَّرْتُ التَّدْبِیْرَ، وَ أَحْکَمْتُ الصُّنْعَ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضَا مِنِّیْ حَتّٰی یَلْقَانِیْ، وَ مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ مِنِّیْ حَتّٰی یَلْقَانِیْ.“

[ضعیف جداً] (کما فی الاحیاء ج ٤ ص ٣٣٥)

(۸۳۰) ترجمہ: احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے ذکر کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں ہی مقادیر کو مقدر و متعین کرتا ہوں، تدبیر کو مرتب کرتا ہوں اور مخلوقات کے ہر کام کو محکم کرتا ہوں، (یعنی انسانی تقدیر وتدبیر اور جملہ امور کا وجود منجانب اللہ ہوتا ہے) پس جو شخص اس تقدیر وتدبیر پر راضی رہتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رضا مل جاتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوجائے اور جو اس تقدیر وتدبیر پر ناراض ہوتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مل جاتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوجائے۔ (احیاء العلوم ۴/۳۳۵)

دردِ سر اور معیتِ موسیٰ کلیم اللہ

(۸۳۱) و للدیلمی من حدیث عائشة رضی اللّٰہ عنها:

”قَالَ مُوْسٰی بْنُ عِمْرَانَ لَیْلَةَ النَّارِ: أَیْ رَبِّ! مَاذَا تُعْطِی عَبْدًا صُدِّعَ لَیْلَةً فَصَبَرَ؟ قَالَ: ابْنَ عِمْرَانَ! أَیُّمَا عَبْدٌ صُدِّعَ لَیْلَةً فَصَبَرَ، وَ رَضِیَ بِقَضَائِیْ، لَمْ أَعْرِفْ لَهُ جَزَاءً غَیْرَ مُرَافَقَتِکَ فِی الْفِرْدَوْسِ.“

[ضعیف جداً] (کما فی تنزیه الشریعة عن الاحادیث الموضوعة ج ١ ص ٢٤٥)

(۸۳۱) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے؛ موسیٰ بن عمران

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ والی رات ربّ العزّت سے عرض کیا: جب کسی بندہ کو رات میں دردسر ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو آپ اس کو کیا دیں گے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: عمران کے بیٹے! جس کسی کو دردسر ہو اور وہ اس پر صبر کرلے اور میرے فیصلہ پر راضی رہے، تو میں اس کی جزاء تیری معیت میں جنت الفردوس کے علاوہ نہیں جانتا۔ یعنی اس شخص کی جزاء یہ ہے کہ وہ جنت الفردوس میں تیرے ساتھ رہے گا۔ (تنزیہ الشریعۃ، ج:۱،ص:۲۴۵)

بلا پر صبر، نعمت پر شکر ضروری ہے

(۸۳۲) و فی الفوائد المجموعة فی الأحاديث الضعيفة والموضوعة:

''إِنِّیْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا : مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى بَلَائِیْ وَ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِیْ وَ لَمْ يَشْكُرْ نَعْمَائِیْ فَلْيَتَّخِذْ رَبًّا سِوَائِیْ.''

[ضعيف] (كما فی الفوائد المجموعة ص۲۵۲)

(۸۳۲) ترجمہ: بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سواء کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، جو شخص میری نازل کردہ بلاؤں پر صبر نہیں کرسکتا اور میرے فیصلے پر راضی نہیں رہ سکتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرسکتا تو اس کو چاہیے کہ میرے علاوہ اپنا رب کسی کو بنالے۔

(الفوائد المجموعة ص۲۵۲)

مصیبت وبلاء ایمانِ کامل کی دلیل ہے اور راحت ومسرت نقصِ ایمان کی

(۸۳۳) و للديلمی عن أنس رضی اللہ عنہ:

''يَقُوْلُ الْبَلَاءُ كُلَّ يَوْمٍ إِلٰى أَيْنَ أَتَوَجَّهُ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : إِلٰى أَحِبَّائِيْ وَ أُوْلِيْ طَاعَتِيْ أَبْلُوْ بِكَ أَخْيَارَهُمْ، وَ اخْتَبِرُ صَبْرَهُمْ وَ أُمَحِّصُ بِكَ ذُنُوْبَهُمْ وَ أَرْفَعُ بِكَ دَرَجَاتِهِمْ، وَ يَقُوْلُ الرَّخَاءُ كُلَّ يَوْمٍ: إِلٰى أَيْنَ أَتَوَجَّهُ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : إِلٰى أَعْدَائِیْ وَ أَهْلِ مَعْصِيَّتِیْ أَزِيْدُ بِكَ طُغْيَانَهُمْ، وَ أُضَاعِفُ بِكَ ذُنُوْبَهُمْ، وَ أُعَجِّلُ بِكَ لَهُمْ، وَ أُكْثِرُ بِكَ عَلٰى غَفْلَتِهِمْ.''

[ضعيف] (كما فی كنزالعمال ج ۳/ ۶۸۵۰، الإتحافات ۲۵۰)

(۸۳۳) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بلا وآفت روزانہ حق جل مجدہ سے عرض کرتی ہے: ربّ العالمین کس شخص کے پاس جاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: میرے دوستوں کے پاس اور مطیع وفرمانبردار کے پاس، کہ تیرے ذریعہ میں ان کی باتوں کی ثابت قدمی کو جانچوں گا اور تاکہ تیرے ذریعہ ان کے پیمانۂ صبر کو آزماؤں گا۔ تیرے ذریعہ میں ان کے گناہوں کو ان سے دفع کروں گا اور پھر تیرے ذریعہ ان کے درجات ومقام کو بلند کروں گا اور رخاء وتونگری بھی روزانہ سوال کرتی ہے: ربّ العالمین میں کہاں جاؤں؟ کس کے پاس جاؤں؟ حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: میرے دشمنوں اور میری معصیت کرنے والوں کے پاس جاؤ، اے تونگری تیرے ذریعہ میں اس کی سرکشی میں اضافہ کروں گا اور دوچند گناہ و ذنوب اس کے ذریعہ اس پر ڈالوں گا، اور تیرے ذریعہ جلد سے جلد میں اس کو عذاب و عقاب میں ڈالوں گا اور تیرے ذریعہ میں ان کی غفلت میں کثرت وزیادتی کروں گا۔

اولیاء اللہ اور خاصانِ حق کی کبھی آزمائش بھی ہوتی ہے جو دلیلِ قرب ہے

حق جل مجدہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ بلا ومصیبت، تکلیف واذیت، دکھ درد، الغرض آزمائش کی مختلف قسمیں اولیاء اللہ کی جانب حق جل مجدہ کی طرف سے ہوا کرتی ہیں اور اس میں حکمت یہ ہوا کرتی ہے کہ اللہ پاک اپنے مقرب بندے کو آزماتے ہیں؛ کیونکہ مشہور بات ہے ''نزدیکان را بیش بود حیرانی'' کبھی نزول رحمت بشکل مصیبت اور ترقی درجات بشکل بیماری اور کبھی تطہیر سیئات کے لیے ہوا کرتی ہے، جبکہ مقصد حق تعالیٰ کا یہ ہوتا ہے کہ بندہ کو منازلِ قرب مقامِ عبدیت اور ولایت کی نعمت سے نواز دیا جائے، بظاہر یہ سب ہوتی تو ہیں مصیبتیں مگر دیدہ و باطن میں صاحبِ ایمان راحتیں محسوس کرتا ہے، ایامِ مرض میں اس حقیر نے بعض نقشبندی مشائخ سے سنا ہے کہ جو کیفیت مرض میں نازل ہوئی پوری زندگی وہ تمنا ہی کرتے رہے، ترس کر ہی رہ گئے، اور خواہش رہی کہ پھر بیمار کردیا

جاؤں جو نزولِ فیض کا سبب بن جائے، مگر کہاں؟ یہ سب رموزِ الٰہیہ ہیں، ان پر اتنی ہی گفتگو کرنی چاہیے جتنی حدیث پاک میں بتلادی گئی ہے اور اس محرم راز کو محرم سینہ میں ہی رکھنا چاہیے، اس میں ایک حکمت اور بھی ہے کہ جب اولیاء اللہ پر فقر وفاقہ آئے گا تو توجہ اِلی اللہ کی کیفیت بڑھے گی، عبادت کی رغبت پیدا ہوگی کہ انسان فطری طور پر جب اسباب کی قلّت دیکھتا ہے دستِ سوال احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش کرتا ہے، اظہارِ عبودیت کرتا ہے، توبہ واستغفار کی کثرت کرتا ہے اور انہی راہوں سے انسان قرب کی منزلیں طے کرتا ہے۔ استغفار وانابت کی راہ سے جو منازلِ قرب طے ہوا کرتی ہیں، سالہا سال کی عبادت سے طے نہیں ہوتی، شرط استقامت اور افتقار کے ساتھ انابت ہے۔

اہلِ معاصی پر زحمت بصورت نعمت نازل ہوتی ہے جو دلیل غضب ہے

دوسری بات حدیث پاک میں کہی گئی ہے کہ فراخی وتونگری راحت وفرحت، عیش و عشرت کے اسباب ولوازم کو دیکھ کر نازاں وفرحاں نہ ہونا چاہیے کہ اہل معاصی پر ان اشیاء کا نزول زیادتی قہر وعذاب کے لیے ہوا کرتا ہے، تاکہ انھیں اسباب دنیا میں الجھ کر وہ معبود حقیقی کو فراموش کرتا چلا جائے اور وادی ہلاکت میں اتنا دور پہنچ جائے کہ جب عذاب و عقاب اترے تو اس کی فریاد کوئی سن بھی نہ سکے، ایسے وقت میں مومن کے لیے حکم ہے کہ وہ "فَـلَا يَغُرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ" کو پیش نظر رکھے اور ان مجرموں کو اللہ کی زمین میں دندناتا ہوا دیکھ کر دھوکہ نہ کھائے کہ یہ مستی ان پر وقتی ہے اور ابھی یہ خمار زائل ہونے والا ہے، یہ نعمت نہیں زحمت ہے، عطاء نہیں گرفت وبے قابو کرنے کی ایک شکل ہے۔ ڈھیل ہے خلاصی نہیں، کیوں کہ وہ ان نعمتوں کو معصیت وجرائم میں استعمال کرتا ہے اس لیے اللہ پاک نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا کہ: فراخی کے ذریعہ اس کی سرکشی میں اضافہ کرتا ہوں، گناہوں ومعاصی اور غفلت میں ڈالتا ہوں تاکہ عذاب جلد سے جلد اور شدید سے

شدید تر ہو، اور مہلت دے کر حجت تام کردی جائے ، یہ مست ہو رہا ہے اور ادھر سے ہلاکت کا بادل منڈلا رہا ہے اس سلسلہ میں ایک اصول یاد رکھنا چاہیے کہ اگر نعمت ظاہری کے ساتھ ذوق عبادت واطاعت بھی میسر ہے تو پھر یہ محض فضل ربانی اور حقیقت میں نعمت ہے، ہاں! اگر ان اسباب نعمت کے ملتے ہی ذوق عبادت میں خلل آجائے تو پھر جاننا چاہیے کہ یہ رحمت نہیں، اسباب نقمت جو زحمت ہی زحمت ہیں اور پھر اس کی تلافی استغفار سے کرنی چاہیے۔علامت ایمان تو یہ ہے کہ ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ﴾

اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجیے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور اس پر بھی مداومت دیجیے کہ میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں داخل رکھیے۔سورۂ نمل کی آیت نمبر ۱۹ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انابت حق جل مجدہ کی جانب کس خوبصورت اسلوب وپیرایہ میں آئی ہے نعمتِ الٰہی پر حمد وشکر دلیل سعادت ہے۔

دوسری جگہ حق جل مجدہ نے فرمایا:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (احقاف: ۱۵)

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو اسی پر مداومت دیجیے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت پیدا کردیجیے، میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرماں بردار ہوں۔

ان دونوں مقام پر حق جل مجدہ نے اہل ایمان کی انابت وتوجہ تام کا اتہ پتہ دیا ہے۔

بخلاف اس کے قارون کا قول بھی حق تعالیٰ نے نقل کیا ہے: انما اوتیہ علی علم عندی ۔ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے، یہ اترانا حق جل مجدہ کو ناپسند آیا تو پھر اس کا انجام ہلاکت ہی ہونا تھا، ﴿اَوَلَمۡ یَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَهۡلَکَ مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مَنۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُ قُوَّةً وَّ اَکۡثَرُ جَمۡعًا﴾ کیا یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت مالی میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع بھی ان کا اس سے زیادہ تھا۔

اور حق جل مجدہ نے پھر کیا کیا؟ ﴿فَخَسَفۡنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الۡاَرۡضَ﴾ پھر ہم نے اس قارون کو اس کے محل سرا کو اس کی شرارت بڑھ جانے سے زمین میں دھنسا دیا۔ (قصص:۸۱)

جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ کی روایت

(۸۳٤) عن أبی بکر الصدیق ﷛ قال: سمعتُ واللّٰه من حبیبی محمد ﷺ قال: ''سَمِعۡتُ وَ اللّٰهِ جِبۡرِیۡلَ، قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰه عَنۡ مِیۡکَائِیۡلَ ، قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰهِ مِنۡ إِسۡرَافِیۡلَ، قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰهِ مِنَ الرَّقِیۡعِ، قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰهِ مِنَ اللَّوۡحِ الۡمَحۡفُوۡظِ، قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰهِ مِنَ الۡقَلَمِ قَالَ سَمِعۡتُ وَاللّٰهِ الرَّبَّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَقُوۡلُ:

إِنِّیۡ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَمَنۡ آمَنَ بِیۡ، وَ لَمۡ یُؤۡمِنۡ بِالۡقَدۡرِ خَیۡرِهٖ وَ شَرِّهٖ، فَلۡیَلۡتَمِسۡ رَبًّا غَیۡرِیۡ فَلَسۡتُ لَهٗ بِرَبٍّ.''

[موضوع] (کما فی کنزالعمال ج ۱/ ۱۵۳۹)

(۸۳۴) ترجمہ: (یہ روایت ایک ہی ساتھ چار صحابہ کرام سے مروی ہے سب سے اخیر میں حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کا نام ہے) حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے روایت ہے کہ: قسم باللہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم باللہ میں نے جبریلؑ سے سنا۔ انھوں نے فرمایا: قسم باللہ میں نے میکائیلؑ سے سنا۔ انھوں نے فرمایا: قسم باللہ میں نے اسرافیلؑ سے سنا۔ انھوں نے فرمایا: قسم باللہ میں نے رقیع سے سنا، انھوں نے

فرمایا: قسم باللہ میں نے لوح محفوظ سے سنا، انھوں نے فرمایا: قسم باللہ میں نے قلم سے سنا۔ انھوں نے فرمایا: قسم باللہ میں رب تبارک وتعالیٰ سے سنا۔ ارشاد فرمایا: بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، مگر میں، پس جو مجھ پر ایمان لایا اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان نہیں لایا، تو وہ میرے علاوہ اپنا رب تلاش لے کہ میں اس کا رب نہیں ہوں۔

(کنز العمال ۱/۱۵۳۹)

کراماً کاتبین! میرے بندے کے تمام اعمال کامل لکھتے رہو

(۸۳۵) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"إِذَا ابْتَلَى اللّٰهُ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهِ ، قَالَ اللّٰهُ: اُكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهُ ، فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَ طَهَّرَهُ، وَ إِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَ رَحِمَهُ." [حسن] (أخرجه أحمد ج ۳ ص ۱۴۸)

(۸۳۵) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندہ کو جسمانی بلاء ومصیبت میں مبتلاء کردیتے ہیں، تو ارشاد فرماتے ہیں: کراماً کاتبین فرشتو! وہ تمام اعمال کامل ومکمل لکھتے رہو، جو بحالتِ صحت کیا کرتا تھا۔ اگر اللہ پاک مرض سے شفاء دیدیتے ہیں تو گناہوں سے پاک وصاف کردیتے ہیں اور اگر بندہ وفات پاجاتا ہے، تو اللہ پاک اس کی مغفرت کردیتے ہیں اور اس پر رحم وکرم کرتے ہیں۔

صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو

صحت وتندرستی مومن کے لیے سب نعمتوں سے قیمتی نعمت ہے، بشرطیکہ وہ یادِ الٰہی، ذکر وفکر اور ذوقِ عبادت واطاعت میں گزارنے لگے اور ہرغمِ حیات کو وصولتے ہوئے ذخیرۂ آخرت کا سرمایۂ سرمدی اور مایۂ اُخروی بنا کر گزارے، اس لیے حدیث میں آیا کہ صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو، تاہم اگر صحت کے دنوں میں عبادت واطاعت کرتا رہا

اور بیمار ہو بھی گیا تو نقصان نہیں، اعمال صالحہ فرشتوں کے دفاتر میں جاری وساری ہیں اور اگر صحت مل گئی تو بیماری تطہیر سیئات بن جاتی ہے اور وفات سبب مغفرت ورحمت ہے، الغرض مومن کے لیے ہر حال میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

مومن کے صحت ومرض دونوں یکساں ہیں

(۸۳۶) و لابن النجار عن أنس رضی اللہ عنہ:

''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُبْتَلٰى فِيْ جَسَدِهٖ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ: اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ أَفْضَلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِيْ صِحَّتِهٖ.'' [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ۳/ ۶۸۴۳)

(۸۳۶) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب کسی مسلمانوں کو جسمانی بلاء مثلاً بیماری وتکلیف پہنچتی ہے تو حق عزوجل فرماتے ہیں: فرشتو! میرے بندہ کے تمام اعمال اچھے طریقے سے لکھتے رہو جو وہ صحت میں کیا کرتا تھا (جو بیماری کی وجہ سے اب نہیں کر پا رہا ہے)۔

فائدہ: بیماری خود نہیں آتی منجانب اللہ بھیجی جاتی ہے اور صحت بھی منجانب اللہ عطا کی جاتی ہے، جو مؤمن صحت کو غنیمت جان کر اللہ پاک کی عبادت واطاعت میں مشغول رہتا ہے اللہ پاک کی طرف سے اس کا اکرام یہ ہوتا ہے کہ اس کے اعمال موقوف نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ صحت سے افضل اعمال بیماری کے لکھتے رہو۔ سبحان اللہ وبحمد اللہ۔

استقامت علی الطاعت کا فائدہ

(۸۳۷) عن عبداللّٰه بن عمر وبن العاص رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ، قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُؤَكَّلِ بِهٖ: اُكْتُبْ لَهُ مِثْلَ عَمَلِهٖ إِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى أطلقهُ أَوْ أَكْفِتَهُ إِلَيَّ.''

[حسن] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۲۰۳)

(۸۳۷) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بندہ جب عبادت کے اچھے طریقہ پر زندگی گزارتا رہتا ہے پھر اچانک بیمار پڑ جاتا ہے تو جو فرشتہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین رہتا ہے اس کو حکم ملتا ہے کہ اس کے تمام اعمال صالحہ جو وہ صحت وتندرستی میں کرتا تھا، لکھتے رہو یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو جائے یا میں اس کو اپنے پاس بلالوں۔ (اخرجہ احمد ۲/۲۰۳)

جسمانی بیماری سے عنداللہ خلل نہیں آتا

(۸۳۸) عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"مَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُصَابُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ إِلَّا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الْحَفَظَةَ الَّذِيْنَ يَحْفَظُوْنَهُ قَالَ: اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ مِثْلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ مِنَ الْخَيْرِ مَا دَامَ مَحْبُوْسًا فِيْ وَثَاقِيْ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج ٢ ص ١٩٨)

(۸۳۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی مسلمان کو جسمانی بیماری آلگتی ہے تو حق تعالیٰ محافظ اعمال فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ: میرے بندہ کے وہ تمام اعمال صالحہ رات ودن کے لکھتے رہو جو بندہ حالت صحت میں کیا کرتا تھا، اس وقت تک جب تک کہ وہ بیماری کے ذریعہ میری گرفت میں ہے۔

صحت واپس آنے تک فضلِ رب کا سایہ

(۸۳۹) عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِذَا اشْتَكَى الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَمَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى الَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ عَمَلَهُ فَقَالَ: اُكْتُبُوْا عَمَلَهُ إِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى أَقْبِضَهُ أَوْ أُطْلِقَهُ."

[صحيح] (أخرجه البزار ج ١/ ٧٥٩ كشف الأستار)

(۸۳۹) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی مسلمان کو بیماری کی تکلیف وشکایت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ محافظ اعمال فرشتوں کو حکم کردیتے ہیں کہ اس بندہ کے اعمال صالحہ کو لکھتے رہیں، جو وہ بحالت صحت و

تندرستی کرتا تھا یہاں تک کہ صحتمند ہوجائے یا پھر وفات پا جائے۔ (اخرجہ البزار: ۷۵۹/۱)

بیماری سے چھٹکارا

(٨٤٠) عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ يحدث عن النبی ﷺ أنه قال:

”لَيۡسَ مِنۡ عَمَلِ يَوۡمٍ إِلَّا وَ هُوَ يُخۡتَمُ عَلَيۡهِ فَإِذَا مَرِضَ الۡمُؤۡمِنُ قَالَتِ الۡمَلَائِكَةُ: يَا رَبَّنَا عَبۡدُكَ فُلَانٌ قَدۡ حَبَسۡتَهُ، فَيَقُوۡلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: اِخۡتِمُوۡا لَهُ عَلٰى مِثۡلِ عَمَلِهِ حَتّٰى يَبۡرَأَ أَوۡ يَمُوۡتَ.“ [صحيح] (أخرجه أحمد ج ٤ ص ١٤٦)

(۸۴۰) ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر روز کے عمل پر مہر ثبت کر دی جاتی ہے، جب مومن بیمار ہوجاتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ کے فلاں بندہ کو بیماری نے اعمال صالحہ سے روک لیا ہے۔ تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: ہر روز کے اعمال کے بقدر لکھ کر مہر ثبت کر دیا کرو، یہاں تک بیماری سے چھٹکارا مل جائے یا وہ وفات پا جائے۔ (اخرجہ احمد ۱۴۶/۴)

میں فرشتوں کے عمل سے تعجب میں ہوں

(٨٤١) عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: رفع رسول اللّٰه ﷺ بصره إلى السماء ثم خفضه فقلنا: يا رسول اللّٰه! مِمَّ صنعتَ هذا! قال:

”عَجِبۡتُ لِمَلَكَيۡنِ مِنَ الۡمَلَائِكَةِ نَزَلَا إِلَى الۡأَرۡضِ يَلۡتَمِسَانِ عَبۡدًا فِيۡ مُصَلَّاهُ فَلَمۡ يَجِدَاهُ، ثُمَّ عَرَجَا إِلٰى رَبِّهِمَا، فَقَالَا: يَا رَبِّ كُنَّا نَكۡتُبُ لِعَبۡدِكَ الۡمُؤۡمِنِ فِيۡ يَوۡمِهِ وَ لَيۡلَتِهِ مِنَ الۡعَمَلِ كَذَا وَ كَذَا، فَوَجَدۡنَاهُ قَدۡ حَبَسۡتَهُ فِيۡ حُبَالَتِكَ، فَلَمۡ نَكۡتُبۡ لَهُ شَيۡئًا، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: اُكۡتُبُوۡا لِعَبۡدِيۡ عَمَلَهُ فِيۡ يَوۡمِهِ وَ لَيۡلَتِهِ، وَ لَا تَنۡقِصُوۡهُ مِنۡهُ شَيۡئًا عَلٰى أَجۡرِ مَا حَبَسۡتُهُ، وَ لَهُ أَجۡرُ مَا كَانَ يَعۡمَلُ.“

[ضعيف] (أخرجه أبوداؤد الطيالسی فی مسنده، ص:٤٦)

(۸۴۱) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے اپنی نگاہ نبوت کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر نگاہ نیچے کر لی، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں فرشتوں کے درمیان دو فرشتوں کے عمل سے تعجب میں ہوں، دونوں زمین پر اترے اور بندہ کو اس کی عبادت گاہ میں تلاش رہے تھے تو وہاں نہیں پایا، پھر وہ دونوں اپنے رب کے پاس واپس گئے اور دونوں نے عرض کیا: اے رب ہم دونوں ہی آپ کے مومن بندہ کے دن ورات کے اعمال صالحہ کو اتنا اتنا لکھتے تھے اور اب اس کو اس حال میں پایا کہ آپ نے اس کو اپنی طرف سے بیماری میں گرفتار کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے کچھ بھی نہیں کر سکتا، پس حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے بندہ کے دن رات کے اعمال لکھتے رہو اور ذرہ بھی اس کے اجر وثواب میں کمی نہ کرو جب تک وہ بیماری کی وجہ سے اعمال سے رکا ہوا ہے اور اس کا اجرِ اعمال جو وہ کرتا تھا جاری رکھو۔ (اخرجه ابوداؤد الطيالسي في مسنده ص٤٦)

گویا کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے

(٨٤٢) قال شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سمعت رسول الله ﷺ يقول:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: إِنِّيْ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهُ، فَإِنْ يَقُوْمَ مِنْ مَضْجَعِهِ، ذٰلِكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا، وَ يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ : أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِيْ وَ ابْتَلَيْتُهُ، وَ أَجْرُوْا لَهُ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهُ وَ هُوَ صَحِيْحٌ." [حسن] (أخرجه أحمد، ج: ۴، ص: ۱۲۳)

(۸۴۲) ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، حق جل مجدہ کا فرمان ہے: جب میں اپنے کسی مومن بندے کو (مصائب میں ڈال کر) آزماتا ہوں اور وہ (اس مصیبت میں بھی گلہ شکوہ نہ کر کے) میری 'حمد وثنا' کرتا ہے اور میری نازل کردہ بلاؤں پر صبر کرتا ہے، تو وہ بستر مرض سے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر اٹھتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا تھا۔

اور حق جل مجدہ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ: میں نے ہی اپنے

اس بندے کو (ان اعمال سے، جو بسبب مرض اس سے نہیں ہوسکا تھا) روک کر بلاء و مصیبت میں ڈال رکھا تھا؛ لہٰذا تم ان تمام اعمال کا اجر اس بندے کے نام لکھ دو، جو یہ بندہ بحالت مرض نہیں کر سکا اور بصورت صحت و عافیت کیا کرتا تھا۔

حالتِ مرض میں حق تعالیٰ کی خوب حمد وثناء کرنی چاہیے

اس حدیث میں ان مومنین کو خوش خبری سنائی جارہی ہے، جو ہر حال میں حق جل مجدہ کی حمد وثنا میں رطب اللسان رہتے ہیں، خوشی و مسرت کے عالم میں تو حمد وثنا ہر شخص کرتا ہے، مگر آلام و مصائب کے وقت، دکھ اور تکلیف میں، مشکلات اور نا گفتہ بہ حالات میں اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرنا ایک عظیم سعادت اور بے شمار غیبی اعزازات وانعامات کا باعث ہے؛ اس لیے جو شخص حالت مرض میں اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرتا ہے، اس کو اللہ عزوجل کی طرف سے یہ انعام ملتا ہے کہ: اللہ جل مجدہ فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ تمام اعمال حسنہ جن کے کرنے سے وہ مریض بندہ عاجز رہ گیا تھا وہ تمام اعمال اس مریض بندہ کے اعمال نامہ میں لکھ دو؛ کیونکہ اس بندے پر مرض یا آلام ومصائب کا ورود، میں نے اپنی مخفی حکمتوں کی وجہ سے کیا تھا اور اس بندے نے ان تمام کو میری 'حمد' کے ذریعے جھیل لیا اور گلہ وشکوہ نہ کر کے میری تعریف میں مشغول رہا۔ ہاں! اس کا تو عالمِ آخرت میں بدلہ ملے گا، مگر وقتی طور پر اس کو سیئات سے ایسا پاک وصاف کر دیتا ہے، جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ایک بات جو خاص طور پر معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ: مومن پر مرض بھی رحمتِ الٰہی بن کر وارد ہوتا ہے؛ اس لیے اس حالت میں خوب دل جمعی کے ساتھ حمدِ باری میں اس عقیدے کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے کہ: دیدۂ باطن میں نورِ ایمان پیدا ہورہا ہے؛ تاکہ حمد باری میں لطف وسرور آئے۔ واللہ اعلم!

بندہ رحمتِ حق کی قید میں

(٨٤٣) عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا مَرِضَ أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مَلَائِكَتِهِ : يَا مَلَائِكَتِیْ أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِیْ بِقَيْدٍ مِنْ قُيُوْدِیْ ، فَإِنْ أَقْبِضْهُ أَغْفِرْ لَهُ، وَ إِنْ أُعَافِهِ فَحِيْنَئِذٍ يَقْعُدُ وَ لَا ذَنْبَ لَهُ.'' [صحیح لغیرہ] (أخرجه الحاكم فی المستدرک ج۴ ص۳۱۳)

(۸۴۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو حق جل مجدہ فرشتوں کو وحی کے ذریعہ بتلاتے ہیں کہ میں نے اپنے بندہ کو اپنے قید و بند میں سے ایک قید میں گرفتار کیا ہے، اگر میں اس کی روح قبض کروں گا تو اس کی مغفرت کروں گا اور اگر صحت وتندرستی دے کر بیٹھاؤں گا تو گناہ کو معاف کر کے ایسا کردوں گا کہ ایک بھی گناہ اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔

مریض ومسافر کے تمام اعمالِ صالحہ جاری رہتے ہیں

(٨٤٤) و للطبرانی عن أبی موسیٰ:

''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: يُكْتَبُ لِلْمَرِيْضِ أَفْضَلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِیْ صِحَّتِهِ مَا دَامَ فِیْ وَثَاقِهِ، وَ لِلْمُسَافِرِ أَفْضَلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِیْ حَضَرِهِ.''

(كما فی الإتحافات: ٤٢١)

(۸۴۴) ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں فرشتوں! مریض بندہ کے وہ تمام اعمال جب تک وہ بیماری کی حالت میں ہے خوب اچھی طرح لکھتے رہو جو وہ صحت وتندرستی کے دنوں میں کرتا تھا، اور مسافر کے بھی وہ تمام اعمال لکھتے رہو جو وہ حالت اقامت میں کیا کرتا تھا۔

صاحبِ یمین وشمال کو حکم ربّانی

(٨٤٥) و لابن عساکر عن مکحول مرسلاً:

”إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ يُقَالُ لِصَاحِبِ الشِّمَالِ: اِرْفَعْ عَنْهُ الْقَلَمَ، وَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْيَمِيْنِ : اُكْتُبْ لَهُ أَحْسَنَ مَا كَانَ يَعْمَلُ فَإِنِّيْ أَعْلَمُ بِهِ، وَ أَنَا قَيَّدْتُهُ.“

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ٣/ ٦٦٨٥)

(٨٤٥) ترجمہ: حضرت مکحول سے مرسلاً روایت ہے، جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو بائیں طرف والے فرشتہ سے کہا جاتا ہے: اس شخص سے قلم اٹھالو۔یعنی کچھ بھی نہیں لکھو،اور داہنی طرف والے فرشتہ سے کہا جاتا ہے: اس کے اچھے اچھے اعمال جو یہ کیا کرتا تھا لکھتے رہو، کہ میں اس کے احوال سے زیادہ باخبر ہوں اور میں نے ہی اس کو بیماری میں گرفتار کیا ہے۔ (کنزالعمال ٣/ ٦٦٨٥)

بہترین خون و گوشت کا تحفہ

(٨٤٦) و لهناد عن عطاء مرسلًا:

”إِذَا اشْتَكَى الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِكَاتِبَيْهِ: اُكْتُبَا لِعَبْدِيْ هٰذَا مِثْلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِيْ صِحَّتِهِ، مَا كَانَ فِيْ حَبْسِيْ، فَإِنْ قَبَضْتُهُ إِلٰى خَيْرٍ، وَ إِنْ هُوَ عَافَيْتُهُ أُبْدِلُهُ بِلَحْمٍ خَيْرٍ مِنْ لَحْمِهِ، وَ بِدَمٍ خَيْرٍ مِنْ دَمِهِ.“

[صحیح] (کما فی کنزالعمال ج ٣/ ٦٧٠٢)

(٨٤٦) ترجمہ: حضرت عطا سے مرسلاً روایت ہے،جب مومن بندہ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کاتب اعمال فرشتے سے عرض کرتے ہیں: تم دونوں اس کے اعمالِ صالحہ لکھتے رہو جو یہ صحت وتندرستی میں کیا کرتا تھا، جب تک یہ میری طرف سے بیماری میں قید ہے۔ اگر میں نے اس کو اٹھالیا یعنی وفات دیدی تو خیر کی طرف رواں دواں ہوگا اور اگر اس کو بیماری سے عافیت دے دی تو اس کے پہلے گوشت سے اچھا گوشت اور پہلے خون سے بہتر خون دے دوں گا۔ (کنزالعمال ٣/ ٦٧٠٢)

مریض کی آہ، تسبیح وتہلیل، سانس صدقہ اور نیند عبادت ہے

(٨٤٧) و للخطیب والدیلمی عن أبی هریرة رضی الله عنه:

"أَنِینُ الْمَرِیضِ تَسْبِیحٌ وَ صِیَاحُهُ تَهْلِیلٌ، وَ نَفَسُهُ صَدَقَةٌ، وَ نَوْمُهُ عَلَی الْفِرَاشِ عِبَادَةٌ، وَ تَقَلُّبُهُ مِنْ جَنْبٍ إِلٰی جَنْبٍ کَأَنَّمَا یُقَاتِلُ الْعَدُوَّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اُکْتُبُوْا لِعَبْدِیْ أَحْسَنَ مَا کَانَ یَعْمَلُ فِیْ صِحَّتِهِ فَإِذَا قَامَ وَ مَشٰی کَانَ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ." [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ٣/ ٦٧٠٥)

(٨٤٧) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مریض کی آہ وکراہ، اللہ پاک کے نزدیک تسبیح کے قائم مقام ہے اور چیخنا چلّانا تہلیل۔ یعنی لا إلـه الا الـلّٰه کے قائم مقام ہے اور سانس لینا صدقہ وخیرات، بستر پر نیند سے سونا عبادت واطاعت اور دائیں بائیں کروٹ بدلنا دشمن حق سے اللہ پاک کے راستے میں قتال وجہاد ہے اور اللہ پاک فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے کے وہ تمام اعمال حسنہ جن کو صحت و تندرستی میں کرتا تھا، لکھتے رہو، (جواب مریض ہونے کے سبب موقوف ہیں) اور جب وہ صحت مند ہوکر کھڑا ہوتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ اس پر کسی قسم کا گناہ نہیں، یعنی وہ تمام گناہ و معاصی سے پاک صاف ہے۔

صحت وتندرستی، بیماری وتنگدستی سبھی نعمت ہے

صحت وتندرستی جس طرح نعمت ربّانی ہے، ایک مومن کے لیے بیماری وتنگدستی بھی نعمت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، کہ مریض کا کراہنا سبحان اللّٰه، چیخ وپکار لا الله الا الـلّٰـه، سانس لینا صدقہ وخیرات، سونا عبادت، کروٹ بدلنا جہاد وقتال ہے، اسی طرح بیماری کے ذریعہ مریض کے گناہ صاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، بسا اوقات قرب کا جو مقام عبادت واطاعت سے بھی نہیں ملتا بیماری پر صبر واستقامت سے حاصل ہوجاتا ہے، بیماری کے ذریعہ انسان حق تعالیٰ سبحانہ کا مقرب وبرگزیدہ بن جاتا ہے، مگر صبر و

استقامت شرط اول ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو عافیت کی زندگی عطاء فرمائے۔ آمین!

باب: حديثٌ فِي جزاء من ابْتُلِيَ بِالسِّقطِ

باب: ناتمام بچہ کے اِسقاط پر کیا جزا ملے گی؟

(٨٤٨) عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ إِذَا أُدْخِلَ أَبَوَيْهِ النَّارَ، فَيُقَالُ: أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ! أَدْخِلْ أَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ، فَيَجُرُّهُمَا بِسُرَرِهِ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ."

[ضعيف] (أخرجه ابن ماجه ج ١/ ١٦٠٨)

اے ساقط ہونے والے ناتمام بچّے!

(۸۴۸) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماں کے پیٹ سے ساقط ہونے والا بچہ اللہ تعالیٰ پر ناراض ہوگا (حق تعالیٰ سے جھگڑے گا) جب اس کے والدین میں سے کوئی جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اے ناتمام ساقط ہونے والا بچہ، رب سے لڑنے والا، اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کردو۔ پس وہ بچہ ماں باپ کو ناف سے گھسیٹتے ہوئے جنت میں داخل کرے گا۔ (ولادت کے بعد بچہ کی ناف کاٹی جاتی ہے اور ناتمام بچہ جو ساقط ہوجاتا ہے پھر وفات پاجاتا ہے، اس کی تو ناف کاٹی نہیں جاتی اس لیے غالبًا اپنے ماں باپ کو وہ ناف کے ذریعہ گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔ (اخرجہ ابن ماجہ ج ۱/ ۱۶۰۸)

باب : حديث فى ابتلاء العبد المؤمن با لحُمٰى

باب: مومن کا بخار جہنم سے آزادی کا پروانہ

(٨٤٩) عن أبى هريرة رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ: أنه عاد مريضاً ومعه أبوهريرة رضي الله عنه من وعك كان به فقال له رسول الله ﷺ:

"أَبْشِرْ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: نَارِىْ أُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِى الْمُؤْمِنِ فِى

الدُّنيَا، لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ."

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد في المسند ج٢ ص ٤٤٠)

بخار دوزخ سے نجات کا ذریعہ وسبب

(۸۴۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک مریض کی عیادت کی جو بخارزدہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: خوش خبری سن لو! یہ میری آگ ہے جس کو میں اپنے بندۂ مومن پر بخار کی شکل میں دنیا میں مسلط کرتا ہوں، تاکہ قیامت کے دن نارِ جہنم کا بدل ہو سکے۔

نارِ جہنم کا بدل

بیماری و علالت تو ہے ہی رحمت جس سے مومن کی ایمانی و روحانی تربیت ہوتی ہے۔ خواہ ترقیٔ درجات ہو یا تطہیرِ سیئات ہو یا غفلت سے نکال کر اِنابت واطاعت کی شان پیدا کرتی ہو مگر بیماری میں بخار کو ایک خاص بات یہ حاصل ہے کہ نارِ دوزخ کا کفارہ دنیا میں بن جاتی ہے اور آخرت میں نجاتِ نار کا ذریعہ بن جاتی ہے اور بندہ آخرت میں اس طرح دوزخ کی آگ سے بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو کون جان سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عافیت وراحت سے نوازے۔ آمین

و في الحث على خلق التواضع

باب حديث من تواضع لي هكذا.. رفعته هكذا..

باب: تواضع اختیار کرنے سے سربلندی ملتی ہے

(٨٥٠) عن عمر رضي الله عنه — قال: لا أعلمه إلا رفعه — قال:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: مَنْ تَوَاضَعَ لِيْ هٰكَذَا _ وَ جَعَلَ (يَزِيْدُ) بَاطِنَ كَفِّهِ إِلَى الْأَرْضِ وَ أَدْنَاهَا إِلَى الْأَرْضِ _ رَفَعْتُهُ هٰكَذَا وَ جَعَلَ بَاطِنَ كَفِّهِ إِلَى

السَّمَاءِ وَ رَفَعَهَا نَحْوَ السَّمَاءِ.'' [صحيح] (أخرجه أحمد ج ۱/ ۳۰۹)

صفتِ تواضع

(۸۵۰) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا ہے: جو میری رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اس طرح۔ یزید راوی نے ہاتھ کی ہتھیلی یعنی اندر حصہ ہاتھ کا زمین کی طرف کیا اور ہاتھ کی ہتھیلی کو زمین سے قریب کیا۔ میں اس کو اس طرح اٹھاتا ہوں اور اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف کیا اور اسے آسمان کی طرف بلند کیا۔ (یعنی جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت دیتے ہیں۔)

وہ آسمان کی بلندی پر پہنچ گیا

اسلام اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ صفاتِ عبدیت کی تعلیم وتلقین کرتا ہے، اور جو جس قدر اونچے منزل پر ایمان کے ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ تواضع اور انکساری کی ہدایت دیتا ہے کہ عنداللہ درجہ ورتبہ کی ترقی کی کلید تواضع ہے۔ جو کچھ بھی جس کو ملا وہ اسی باب تواضع سے ملا۔ وہ خود متکبر ہے مخلوق کی صفت عبدیت تواضع اس کو پسند ہے۔ بقول مخدوم بہارؒ ربّ العزّت کی بارگاہ میں ذات وصفات کی ہر شان بلند وبالا واعلیٰ ہیں وہاں قدر کی نگاہ سے جس چیز کو دیکھا جاتا ہے وہ ہے خاکساری وانکساری، تواضع سے انسان عندالناس اور عنداللہ دونوں مقام پر عزّت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تواضع کرنے کا حکم کیا ہے، یہاں تک کہ نہ کوئی کسی پر فخر کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی، یعنی ہر شخص ایک دوسرے کا احترام واکرام کرے اور فخر وتکبر کی راہ سے احتراز کرے زیادتی نہ کرے۔ واللہ اعلم

باب : انّ ربّی اَمرنی ان أُعلّمکم ما جهلتم ممّا علّمنی یومی هذا

باب: تم کو وہ علم سکھاؤں جو اللہ نے مجھے سکھلایا ہے

(۸۵۱) عن عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال ذات یوم فی خطبته:

''أَ لَا إِنَّ رَبِّیْ أَمَرَنِیْ أَنْ أُعَلِّمَکُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ هٰذَا، کُلُّ مَالٍ نحلتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ، وَ إِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّهُمْ، وَ إِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ، وَ حَرَّمَتْ عَلَیْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَ أَمَرَتْهُمْ أَنْ یُشْرِکُوْا بِیْ مَا لَمْ أُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا، وَ إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ إِلٰی أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَ عَجَمَهُمْ إِلَّا بَقَایَا مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ، وَ قَالَ: إِنَّمَا بَعَثْتُکَ لِأَبْتَلِیَکَ وَ أَبْتَلِیَ بِکَ، وَ أَنْزَلْتُ عَلَیْکَ کِتَابًا. لَا یَغْسِلُهُ الْمَاءُ، تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَ یَقْظَانَ، وَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِیْ أَنْ أُحَرِّقَ قُرَیْشًا، فَقُلْتُ: رَبِّ إِذًا یَثْلَغُوا رَأْسِیْ فَیَدَعُوْهُ خُبْزَةً، قَالَ: اِسْتَخْرِجْهُمْ کَمَا اسْتَخْرَجُوْکَ، وَ اغْزُهُمْ نُغْزِکَ، وَ أَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَیْکَ، وَ ابْعَثْ جَیْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ، وَ قَاتِلْ مِمَّنْ أَطَاعَکَ مَنْ عَصَاکَ، قَالَ: وَ أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَ رَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَ مُسْلِمٍ، وَ عَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِیَالٍ، قَالَ: وَ أَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ: اَلضَّعِیْفُ الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَهُ، الَّذِیْنَ هُمْ فِیْکُمْ تَبَعًا لَا یَتْبَعُوْنَ أَهْلًا وَ لَا مَالًا، وَ الْخَائِنُ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَهُ طَمَعٌ وَ إِنْ دَقَّ إِلَّا خَانَهُ، وَ رَجُلٌ لَا یُصْبِحُ وَ لَا یُمْسِیْ إِلَّا وَ هُوَ یُخَادِعُکَ عَنْ أَهْلِکَ وَ مَالِکَ، وَ ذَکَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْکَذِبَ وَ الشِّنْظِیْرَ الْفَحَّاشَ''.

و لم یذکرُ أبوغسان فی حدیثه (و أنفقْ فسننفقُ علیک).

[صحیح](أخرجه مسلم ج ٤ ص۲۱۹۷)

کلام اللہ کو پانی نہیں دھل سکتا

(۸۵۱) ترجمہ: عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: آگاہ ہوجاؤ! مجھ کو میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو تم نہیں جانتے وہ تم کو سکھلاؤں، ان علوم سے جو آج کے دن میرے رب نے مجھ کو عطاء کیے ہیں۔ ہر مال جو میں نے اپنے بندوں کو دیا وہ حلال ہے (یعنی جواز حکم شریعت حلال ہو اور طریقہ شرع سے حاصل کیا گیا ہو) اور میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء پیدا کیا (یعنی مسلمان بنایا۔ گناہوں سے پاک، استقامت ہدایت کی قابلیت پر بعض حضرات کی رائے ہے کہ مراد حنفاء سے وہ عہد ہے، جو قبل تخلیق بنی نوع آدم سے لیا گیا تھا الست بربکم کی صورت میں) پھر ان کے پاس شیطان آیا اور ان کو دین حنیف سے روک دیا اور جن چیزوں کو میں نے حلال کیا تھا ان پر اس کو حرام کر دیا اور ان کو حکم کیا کہ میرے ساتھ شریک ٹھہرائیں جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور بیشک اللہ نے زمین والوں کو دیکھا اور سب پر ناراض ہوا قابل نفرت سمجھا خواہ عرب ہوں یا عجم بجز ان چند باقی ماندہ اہل کتاب کے جو سیدھی راہ پر تھے۔

(یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے افراد جو اہل توحید اور عقیدہ تثلیث کے منکر تھے) اور حق جل مجدہ نے فرمایا: کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے بھیجا ہے کہ (صبر اور استقامت میں کافروں کی اذیت وتکلیف پر) آزماؤں۔

اور ان (اہل کتاب) کو آزماؤں آپ کے ذریعہ (کہ کون ایمان ویقین کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے اور کون منکر ومنافق ہو کر رحمت الٰہی کے بجائے غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے) اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، پر ایسی کتاب اتاری جس کو پانی نہیں دھو سکتا ہے۔ (کیونکہ یہ مکتوب، لوح محفوظ میں محفوظ ہے اور ابن آدم کے سینوں میں منقوش ہے) جس کو آپ سوتے اور جاگتے پڑھتے ہیں (انبیاء علیہ السلام کی دونوں حالتیں یکساں ہوتی ہیں) (قرآن حافظ کے سینہ میں ہوتا، نہ پانی اسے دھو سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے کے لیے آنکھوں

سے دیکھنے کی ضرورت ہے) اور حق جل مجدہ نے مجھ کو حکم کیا قریش کے لوگوں کو جلا دینے کا (مراد جہاد و قتال ہے)۔

میں (محمد ﷺ) نے عرض کیا: اللہ! وہ تو میرا سر توڑ ڈالیں گے، روٹی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیں گے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: ان کو نکال کے بے گھر کرو، جس طرح انھوں نے آپ ﷺ کو نکالا اور ان سے جہاد کیجیے ہم آپ کی مدد کریں گے اور خرچ کیجیے ہم آپ کو دیں گے (راہِ حق میں خرچ کیجیے، خزائن السماوات والارض میرے قبضہ میں ہے، میں دیتا رہوں گا) اور آپ لشکر بھیجیں ہم ویسے ہی پانچ گنا زیادہ (فرشتوں کا) لشکر بھیج دیں گے اور جو آپ کی اطاعت کریں (اہلِ ایمان میں سے) ان کو لے کر جو آپ کی نافرمانی کرتے ہیں (اہلِ کفر کی جماعت) ان سے لڑیں اور حق جل مجدہ نے فرمایا جنتی تین ہیں (یعنی اہلِ جنت کے تین گروہ ہیں)۔

۱۔ ایک عادل بادشاہ (انصاف پسند حکمراں) راست گو (سچی خصلتوں کا مالک) نیکی کی توفیق ملی ہو (یعنی نیک اور اعمال صالحہ کا حریص ہو)۔

۲۔ جو مہربان و نرم دل ہو اہل قرابت (رشتہ داروں) پر اور ہر مسلمان پر۔

۳۔ جو عفیف و پاک دامن ہے، کثیر العیال و کثیر الاولاد ہونے کے باوجود دستِ سوال نہیں پھیلاتا ہو۔

اور دوزخ والے پانچ ہیں۔

۱۔ وہ ضعیف ناتواں جس کو تمیز نہیں کہ بری باتوں سے بچیں (مراد اس سے وہ ضعفاء ہیں جو باوجود ضعف کے بری عادتوں و خصلتوں سے احتراز نہیں کرتے) جو تم میں تابعدار ہیں ان کا مقصد نہ ہی اہل و اولاد ہے نہ احوال (یعنی جو لوگ محض بے فکری میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ حلال کی تمیز کرتے نہ حرام کی تفکیر)۔

۲۔ دوسرے وہ خائن جو اپنے طبع پر قابو نہیں پا سکے کہ اگر تھوڑی بہت مہلت مل جائے تو خیانت کر بیٹھے (مراد اس سے وہ حضرات ہیں کہ اگر حقیر بھی چیز ان کو مل جائے

تو موقع پاتے ہی چوری کا ارتکاب کر بیٹھیں)۔

۳۔ تیسرے وہ شخص جو صبح وشام تیرے اہل و مال کے بارے میں تجھے دھوکہ میں ڈالے۔

۴۔ چوتھا بخیل یا آنحضرت ﷺ نے جھوٹا بیان کیا۔

۵۔ شنظیر گالیاں بکنے والا یا برے اخلاق والا۔

ابوغسان کی حدیث میں ''وانفق'' آپ خرچ کریں''**سننفق علیک**'' اورآپ کواللہ دے گا کے الفاظ نہیں ہیں۔ واللہ اعلم (مسلم ۴/۲۱۹۷)

جامع ترین حدیث

انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد ہی اُمت کو علوم واحکام الٰہی سے باخبر کرنا اور مرضیاتِ ربّانی سے مطلع کرنا، تاکہ اللہ کے بندے گندی زندگی سے نکل کر اچھی بندگی اختیار کرلیں اور اللہ تعالیٰ کا انعام جو بندگی پر وعدہ ہے اس کو پالیں۔ اور بس۔ رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کردیا کہ ربّ العزّت نے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو نامعلوم سے باخبر کردوں؛ تاکہ تم انہیں راستوں پر چلو جو حق جل مجدہ کی متعین کردہ ہیں جس پر چل کر تم کو اللہ ملے گا اور ان کی تمام رحمات وبرکات اور خیرات وحسنات۔

(۱) ان میں سب سے پہلی چیز حلال وطیب کا استعمال ہے۔ خواہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں ظاہری وباطنی، ملبوسات وماکولات ہوں، سبھی جو از روئے شریعت حاصل کی گئی ہوں سبھی حلال ہیں۔ چیزوں کو حلال وحرام کرنے کا حق صرف ربّ العزّت کو ہے یا اس کے حکم سے حلت وحرمت ہوا کرتی ہے۔ مخلوق کو خالق کی حدود میں داخل ہونا نہیں چاہیے یہ جرم بہت ہی سنگین ہے، جس کا بیان آرہا ہے کہ

(۲) اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کو حنفاء پیدا کیا۔ یعنی دین فطرت، دین اسلام، دینِ قیم، خالص صفاتِ توحید پر، شرک سے پاک وصاف، گناہ ومعاصی کے اثر سے صفائی وستھرائی کے ساتھ، رشد وہدایت کو قبول کرنے کی صلاحیت کاملہ کے ساتھ، فطرت میں کسی

قسم کی آلودگی نہ تھی، طینت میں کسی قسم کی پلیدگی نہ تھی، حق کو قبول کرنے کی مکمل استعداد تھی۔ الحمدللہ!

یہ بات شیطان لعین کو نہ بھائی وہ مضطرب اور بے چین ہوگیا اور اپنی شیطنت شروع کردی، اور دین فطرت جو اصل جوہر و مایہ تھا اس سے منحرف کرانا شروع کردیا، اچکنا اور صراطِ مستقیم سے ہٹانا شروع کردیا، ان حُنَفاء نے بھی کچھ خاص اہمیت نہ دی اور عظیم وسنگین جرم کو ہلکا اور سہل جانا اور شیطان کے بہکاوے میں آکر حق سے ہٹ کٹ گئے۔ اور باطل سے چمٹ گئے، اور جو دین حنیف دے کر بھیجے گئے تھے، شیطان نے ان کو اس سے روک دیا اور یہ لوگ اب خود ہی لوگوں کی راہ میں دین سے رکاوٹ بن گئے، ہدایت یافتہ ہادی، ضال ومضل کے مبلغ بن گئے۔

اس وقت حق جل مجدہ نے تمام عرب وعجم کو دیکھا جو زمین پر بسے ہوئے تھے، تو جو لوگ اہلِ توحید تھے ان کے علاوہ سب پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تھی کہ ان کو بھیجا گیا تھا، کن کن صفاتِ رحمانی وربانی خوبیوں کے ساتھ اور انھوں نے ربّ العزّت کی بخشی ہوئی نعمتِ توحید کو چھوڑ کر نجاست ونحوست شرک کی گندگی وآلودگی میں پھنسایا ہوا ہے۔ طہارت کو چھوڑ کر نجاست، خوبیو کو پس پشت ڈال کر خامیاں، خوشبو کو چھوڑ کر بدبو کا انتخاب، جنت کو چھوڑ کر جہنم کی راہ، حق تعالیٰ خالق ومالک اور محسن عظیم کو بھول کر ابلیس لعین کا غلغلہ مچایا ہوا ہے۔ یہ سبب بنا حق جل مجدہ کی خفت وناراضگی کا اور بعث رسول اکرم ﷺ کا۔

(۴) شیطانی کید اور ابلیس کی سب سے خطرناک چال یہ ہوئی کہ حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کروایا، مشرکین عرب نے مختلف قسم کے جانور اپنے اوپر حرام کرلیے تھے جبکہ وہ جانور اپنی اصل کے اعتبار سے حلال تھے، مثلاً بحیرہ اور سائبہ، اور وصیلہ جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور ان کو اپنے اوپر حرام کرلیتے تھے، جبکہ حرام وحلال کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے نہ کہ کسی مخلوق کو۔ جبکہ شرک فی الطاعات ہو یا شرک فی العبادات، یا شرک فی الذات، سبھی شیطان ملعون کی اختراع ہے۔

(۵) ایسے شر وفساد اور شرک کی خرافات سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کے صبر وتحمل اور استقلال واستقامت علی الدعوت کی آزمائش تھی کہ قوم کو جب توحید کی دعوت دیں گے، قوم نور نبوت، نور توحید سے اجنبیت محسوس کر کے، رسول اللہ ﷺ کو ستائے گی، جملے کسے گی، اذیت دے گی، جس میں رسول اللہ ﷺ کے صبر وتحمل کا امتحان وآزمائش ہوگا، اور منکرین توحید ورسالت کا بھی بخوبی امتحان ہوگا کہ نبی اُمّی کو صادق وامین کہنے والے، معصومیت کا اعتراف کرنے والے رسول کے صدق وصفا کو آزمانے کے بعد، صادق وامین کہنے کے بعد توحید ورسالت کا انکار کر رہی تھی، ہاں یاد رکھنی چاہیے کہ یہ ان کا انکار فداہ ابی وامی رسول اللہ ﷺ کا نہ تھا بلکہ وحی ربّانی اور توحیدِ ربّانی کی صداقت سے انحراف وانکار تھا، جبکہ توحید ورسالت کی صداقت پر رب السمٰوات والارض کی شہادت ثبت ہے۔

﴿شهد اللّٰه انه لا إلٰه إلّا هو﴾ آلاية

(٦) پھر قرآن کریم کی جامعیت اور رسول مکرم ﷺ کی خاتمیّت اور ایک ایسی صفت بیان کی گئی جو جامع ترین ہے کہ قرآن کوئی عام کتاب نہیں، یہ ربّ ذوالجلال کا کلام ہے۔ اس لیے لوازم کتاب وکتابت سے بے نیاز ہے۔ قرآن خالق کا کلام ہے، کلام اللہ ہے۔ کتاب کو دھویا جاسکتا ہے، کلام اللہ ہونے اور یہ کلام اللہ انسانیت کے قلوب کی گندگی کو دھودے گا، قرآن کو دھویا نہیں جاسکتا قرآن قلوب کو دھل دے گا، صاف کر دے گا، نجاست وغلاظت کو دل سے دھل کر اللہ کی تجلی کے قابل کر دے گا، قرآن کی تلاوت سے دل تجلی گاہ ربّ بن جائے گا، ازدیادِ ایمان کا سبب بنے گا، ایمان وایقان عطا کرے گا، اس کی تلاوت کا یہ عالم ہوگا کہ سویا ہو یا بیدار، اندھا ہو یا بینا، بچہ ہو یا جوان، عورت ہو یا مرد، خوبی یہ کہ پڑھے لکھے ہوں یا ناخواندہ، سبھی اس کی تلاوت کریں گے اور یہ خصوصیت صرف قرآن مجید کی ہے کہ اس کی تلاوت کے لیے آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت نہیں، حافظ قرآن بینا ہو یا اندھا، دونوں یکساں اس کی تلاوت کرتے ہیں اور یہ بھی قرآن کی

خصوصیت ہے کہ اس کی حفاظت خود ربّ العالمین کرتے ہیں۔جن کا کلام ہے۔اللہ کے کلام وخطاب کوکون دھوسکتا ہے۔

﴿انه لقرآن کریم، فی کتب مکتون، لایمسه الا المطهرون﴾

دیکھوقرآن کریم کوکوئی بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے۔

(۷) پھر ربّ العزّت نے حکم دیا کہ قریش کوصفحۂ ہستی سے مٹادوتو رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ میں عرض کیا پھرتو وہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے اورٹوٹی ہوئی روٹی کی طرح کردیں گے، حکم الٰہی ملا کہ قریش کواسی طرح باہر نکال پھینکیں جس طرح انھوں نے آپ کو مکہ سے نکالا ہے، حکم ملا جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے وہ اہل ایمان اورلشکر اسلام پر خرچ کردیں اور آپ کوخزائن السموات والارض کا مالک اپنے پاس سے دے گا۔اور جواتباعِ توحیدورسالت سے انحراف کرے اس سے قتال کریں،مومنین ومطیعین کی معیت میں۔

صفاتِ اہلِ جنت

(۱) عادل وانصاف پسند بادشاہ وحکمراں، راست گواور سچی خصلتوں کا مالک،جس کونیکی کی توفیق ملی ہو۔اورنیکی کا خوگر ہو۔

(۲) رحیم ومہربان شخص جس کے دل میں مادہ رحم ہوسبھی اس کے مہربانی وشفقت سے مستفیدومستفیض ہوتے ہوں۔کیا اپنے کیا بیگانے ،اس کی شان دادودہش سبھی پر یکساں ہو۔

(۳) جوکثرت عیال کے باوجودعفیف وپاکدامن ہوکسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلاتا ہو، اوراپنی حاجت وضرورت کودباکر زندگی بسرکرتا ہے، اللہ سے ہی سوال کا ہاتھ پھیلاتا ہے، مخلوق سے نہیں اور حدیث میں اہل نار کی پانچ علامت بتلائی گئی ہے، اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمین۔جس کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔

بے مقصد زندگی

(۸۵۲) عن عياض بن حمار أخي بن مجاشع قال: قام فينا رسول الله ﷺ ذات يوم خطيباً فقال:

"إن الله أمرني......"

وساق الحديث بمثل حديث هشام عن قتادة وزادفيه:

"وَ إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضِعُوْا، حَتّٰى لَا يَفْخُرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ، وَ لَا يَبْغٰى أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ."

و قال في حديثه:

"وَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعًا لَا يَبْغُوْنَ أَهْلًا وَ لَا مَالًا."

فقلت: فيكون ذلك؟ يا أبا عبدالله! قال: نعم والله لقد أدركتُهم في الجاهلية وإن الرجلَ ليرعى على الحيِّ مابه إلا وليدتُهم يطؤُها.

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص۲۱۹۸)

(۸۵۲) ترجمہ: بنومجاشع کے بھائی عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ اس کے بعد راوی نے ہشام عن قتادہ والی حدیث (جو ابھی حدیث نمبر ۸۵۱ میں گزری) بیان کی اور اس میں اتنا اضافہ کیا: اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی ہے کہ میں تواضع اختیار کروں اتنا کہ کوئی کسی پر نہ فخر کرے نہ ہی کوئی کسی پر زیادتی کرے (یعنی تواضع اللہ کے بندوں میں اتنا عام و تام ہو جائے کہ لوگوں کے اندر فخر و تکبر اور ظلم و زیادتی کا جذبہ ہی ختم ہو جائے۔)

اسی حدیث میں پھر یہ ہے کہ: تم میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کا مقصد حیات کوئی با مقصد زندگی گزارنا نہیں ہوگا کہ اہل و اولاد ہو۔ بس یونہی بے مقصد زندگی ہوگی۔

میں نے کہا (راوی کہتے ہیں): اے ابوعبداللہ کیا ایسا ہوگا؟ تو انھوں نے کہا:

ہاں! اللہ کی قسم میں نے پایا ہے ایسے لوگ زمانہ جاہلیت میں کہ ایک شخص قبیلہ کی بکری چراتے ہوئے جب ان کے ساتھ کوئی لونڈی ہوتی تو اس کے ساتھ جماع کر لیتا۔

(اخرجه مسلم۔٤/٢١٩٨)

کسی پر زیادتی نہ کرو

(٨٥٣) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ: أَنْ تُوَاضِعُوْا، وَ لَا يَبْغِ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ."

[حسن] (أخرجه ابن ماجه ج ٢/٤٢١٤)

(٨٥٣) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ تواضع اختیار کریں اور تم میں سے بعض بعض پر زیادتی نہ کرے۔ (ابن ماجہ ۲/۴۲۱۴)

داعی اور دعوت الی اللہ کا اصول

(٨٥٤) عن عياض بن حمار المجاشعي أن رسول الله ﷺ قال يوماً:

"أَلَا أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ فِي الْكِتَابِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ وَ بَنِيْهِ حُنَفَاءَ مُسْلِمِيْنَ، فَأَعْطَاهُمُ الْمَالَ حَلَالًا لَا حَرَامَ فِيْهِ، وَ عَبَدُوا الطَّوَاغِيْتَ، وَ أَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَهُمْ فَأُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ جَبَلَهُمْ عَلَيْهِ، فَخَاطَبْتُ رَبِّىْ إِنْ أَتَيْتُهُمْ ثَلَغَتْ قُرَيْشٌ رَأْسِىْ كَمَا تُثْلَغُ الْخُبْزَةُ، فَقَالَ لِىْ: أَمْضِ أُمْضِكَ، وَ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ، وَ قَاتِلْ مَنْ عَصَاكَ بِمَنْ أَطَاعَكَ فَإِنِّىْ سَأُعْطِىْ مَعَ كُلِّ جَيْشٍ تَبْعَثُهُ عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، وَ نَافِخٌ فِىْ صُدُوْرِ عَدُوِّكَ الرُّعْبَ، وَ نُعْطِيْكَ كِتَابًا لَا يَمْحُوْهُ الْمَاءُ، أُذَكِّرُكَهُ نَائِمًا وَ يَقْظَانًا فَأَبْصِرُوْنِىْ وَ قُرَيْشًا هٰذِهِ، فَإِنَّهُمْ دَمُّوْا وَجْهِىْ، وَ سَلَبُوْنِىْ أَهْلِىْ، وَ أَنَا مُبَادِئُهُمْ فَإِنْ أَغْلِبْهُمْ يَأْتُوْا مَا دَعَوْتُهُمْ إِلَيْهِ طَائِعِيْنَ أَوْ كَارِهِيْنَ، وَ إِنْ يَغْلِبُوْنِىْ (فَإِنِّىْ كُنْتُ، عَلٰى شَيْءٍ أَدْعُوْكُمْ إِلَيْهِ)." [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ١٧/٩٩٧)

(۸۵۴) ترجمہ: عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: کیا میں تم کو وہ بات نہ بتلاؤں جو اللہ پاک نے مجھ کو کتاب میں بتلائی ہے، اللہ جل مجدہ نے آدمؑ اور ان کی اولاد کو خالص توحید پر مسلمان پیدا کیا اور حلال وطیب مال عطا فرمایا جس میں کسی حرام کا شبہ بھی نہ تھا (جس نے چاہا اسی حلال پر قناعت وصبر سے کام لیا اور جس نے چاہا کاروبار کھیتی کو اختیار کیا، یعنی قناعت نہیں کی اور زیادہ کی حرص و طلب میں لگ گیا) تو لوگوں نے جو کچھ اللہ پاک نے دیا تھا، اس میں حلال وحرام کو شامل کرلیا اور انھوں نے شیاطین کی پرستش کی اور اللہ پاک نے مجھ کو حکم دیا کہ ان کے پاس جاؤں اور دین فطرت اور توحید اسلام کو لوگوں کے سامنے واضح کروں، جس پر ان کو پیدا کیا گیا تھا، تو میں نے ربّ العالمین سے عرض کیا: اگر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں گا تو قریش میرے سر کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے، جیسے روٹی کھانے کے لیے توڑ دی جاتی ہے، ارشاد ہوا: جایئے اور ضرور جایئے (یعنی دین فطرت اور توحید کی ہر حال میں جا کر دعوت دیجیے، کیونکہ داعی دعوت کو لے کر جاتا ہے اور مدعو اپنے مقام پر رہتا ہے) اور جو کچھ آپ کے پاس ہوا کرے اس کو خرچ کردیا کیجیے (یعنی داعی پر ضروری ہے کہ اکرام کے لیے مدعو اور غیر مدعو پر خرچ کیا کرے اور ساتھیوں کا اکرام کرے تنگی اور کمی کا خطرہ دل میں نہ لائے اس لیے کہ داعی کو میں دوں گا) آپ کو میں اپنے خزانۂ غیب سے دوں گا، اور اپنے مطیع ومتبع کو ساتھ لے کر نافرمان و بددین سے قتال ولڑائی کیجیے اور میں ہر جماعت وجیش کے ساتھ دس گنی فرشتوں کی جماعت نصرت ومدد کے لیے ساتھ کردوں گا اور دشمنوں کے دل میں آپ کا رعب و دبدبہ ڈال دوں گا اور آپ کو ایک ایسی کتاب مجید دوں گا، جس کو پانی سے مٹایا نہیں جاسکتا (کہ معصوم بچوں کے سینوں میں نقش کا لحجر ہوگا) اس کو سوتے جاگتے سبھی پڑھیں گے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ کو دیکھو اور قریش کو کہ انھوں نے میرے مبارک چہرہ کو خون سے رنگین کردیا اور میرے اہل کو مجھ سے (ہجرت کے وقت) دور کردیا، میں تو ان کو دینِ حق کی طرف بلا رہا ہوں، اگر میں قریش پر غالب آگیا تو ہر حال میں ان کو میری

اطاعت وفرماں برداری قبول کرنی ہوگی، خواہ خوشی سے کریں یا ناگواری کے ساتھ (جیسا فتح مکہ کے دن ہوا) اور اللہ نہ کرے اگر قریش نے مجھ کو مغلوب کر دیا، تو یوں سمجھ لو کہ میری دعوت کوئی چیز نہیں۔ اور میں تمھیں کسی چیز کی طرف نہیں بلا رہا ہوں یعنی میری دعوت لاحاصل ہے۔ (اللہ اکبر! رسول عربی ﷺ کی یہ آواز کس قدر پُرخطر ماحول میں دعوتِ حق کے غلبہ وسربلندی کا تحدی وچیلنج ہے، جو الحمدللہ تکمیل تک پہنچ کر رہی، حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے خواہ باطل بظاہر کتنا ہی دلفریب اور وقتی طاقت سے لیس ہو (یعنی اگر قریش مجھ پر غالب آگئے، تو پھر وہی ہوگا جو آپ نے بدر میں فرمایا تھا کہ قیامت تک اللہ تعالی کا نام لینے والا کوئی نا ہوگا)۔ فَلِلّٰہِ الحمد کہ رسالت وختم نبوت قیامت تک سربلند رہے گا۔)

دعوت کا اصول

حدیث مذکور میں رسول اکرم ﷺ کو قریش کی طرف دعوت کے لیے مبعوث کیا گیا تھا جو دنیا کی سب سے سرکش قوم تھی دعوت کا اصول بتلایا گیا:

(۱) پہلی بات یہ کہ سامنے خواہ کتنی ہی سرکش قوم ہو داعی کو اس پر گھبرانا نہیں چاہیے اور نگاہ ربّ العالمین کی ذات پر رکھنی چاہیے، کہ بندوں کے قلوب کا مالک احکم الحاکمین، ارحم الراحمین ہے۔ (۲) دوسری بات یہ کہ داعی ہمیشہ مدعو کا اکرام کرے اور مالی قربانی دعوت کے لیے ہر وقت دے، خزانۂ غیب سے اللہ پاک داعی کی کفالت کا ضامن ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ داعی دعوت کے سلسلہ میں مال کو جان کو عزت کو اور اپنی ذاتی حیثیت کو بالائے طاق ڈال کر، دین حق کی سربلندی کی خاطر سب کچھ ہر وقت جھیلنے کو تیار رہے، اللہ پاک ہمیں صراط مستقیم کی راہ چلائے۔ آمین۔

باب: حديث ١ فملكًا نبيًا يجعلك او عبدًا رسولًا

باب: آپ بادشاہ و نبی بننا چاہتے ہیں یا بندہ و رسول

(٨٥٥) عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال:

”جَلَسَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: إِنَّ هٰذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: أَ فَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ أَوْ عَبْدًا رَّسُوْلًا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: بَلْ عَبْدًا رَّسُوْلًا.“

[صحيح](أخرجه أحمد ج ٢ ص ٢٣١)

رسول اللہ ﷺ نے عبدیت ورسالت کو اختیار کیا

(۸۵۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جرائیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کے بیٹھے اور آسمان کی طرف نظر اٹھایا، تو دیکھا کہ ایک فرشتہ نازل ہو رہا ہے۔ تو جبریلؑ نے فرمایا کہ: یہ فرشتہ جب سے پیدا کیا گیا ہے کبھی بھی نازل نہیں ہوا، قیامت سے پہلے، جب نازل ہو گیا تو اس نے فرمایا: اے محمد ﷺ مجھے آپ کے پاس رب تبارک وتعالیٰ نے بھیجا ہے کہ آپ سے معلوم کروں کہ آپ کو بادشاہ اور نبی بناؤں یا رسول و بندہ بناؤں؟ تو جبریلؑ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ تو اپنے رب کے لیے تواضع اختیار کیجیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ بندہ و رسول۔ (اخرجہ احمد۔۲/۲۳۱)

رب تبارک وتعالیٰ کا سلام

(٨٥٦) عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ :

”يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيْ جِبَالُ الذَّهَبِ، جَاءَ نِيْ مَلَكٌ إِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِى الْكَعْبَةَ، فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَ يَقُوْلُ: إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا؟ وَ إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا؟ فَنَظَرْتُ إِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ ضَعْ نَفْسَكَ ، قَالَ: فَقُلْتُ : نَبِيًّا عَبْدًا. قَالَتْ: وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَأْكُلُ مُتَّكِئًا، يَقُوْلُ: آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ، وَ أَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أبوالشيخ فى أخلاق النبى ص١٩٧:١٩٨)

(۸۵۶) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اگر میں چاہتا تو میرے لیے پہاڑ سونا بن جاتا (سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چل پڑتے)۔ ایک فرشتہ میرے پاس آیا جس کے ازار باندھنے کی جگہ کعبہ کے برابر ہوگی، تو اس نے کہا کہ: آپ کو رب تبارک وتعالیٰ نے سلام کہا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو بندہ و نبی رہیں اور اگر چاہیں تو نبی و بادشاہ ہونا اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے نفس کے لیے تواضع کی راہ اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے کہا بندہ اور نبی رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ اس کے بعد ٹیک لگا کر نہ کھاتے تھے اور آپ فرماتے کہ میں اسی طرح کھاؤں گا جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھوں گا جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔

(اخرجہ ابوالشیخ فی اخلاق النبی ص ۱۹۷، ۱۹۸)

جبرئیل علیہ السلام کا مشورہ

(۸۵۷) کان ابن عباس رضی اللہ عنہ یحدث:

"أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَ إِلٰى نَبِيِّهِ ﷺ مَلَكًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَعَهُ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ الْمَلَكُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُخَيِّرُكَ بَيْنَ أَنْ تَكُوْنَ عَبْدًا نَبِيًّا وَ بَيْنَ أَنْ تَكُوْنَ مَلِكًا نَبِيًّا، فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى جِبْرِيْلَ كَالْمُسْتَشِيْرِ لَهُ، فَأَشَارَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهِ: أَنْ تُوَاضِعَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَلْ عَبْدًا نَبِيًّا. فَمَا أَكَلَ بَعْدَ تِلْكَ الْكَلِمَةِ طَعَامًا مُتَّكِئًا حَتّٰى لَحِقَ بِرَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ."

[صحيح لغيره] (أخرجه أبوالشيخ فى أخلاق النبى ص۱۹۸)

(۸۵۷) ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی طرف فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجا، جبریلؑ کے ساتھ ساتھ، پس اس فرشتہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبدیت و نبوت کو اختیار کریں یا بادشاہت و نبوت، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جبریلؑ کی طرف مشورہ کے لیے

متوجہ ہوئے۔تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کریں (ہاتھ سے نیچے کی طرف اشارہ کیا) اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ عبدیت و نبوت اختیار کرتا ہوں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگا کر کبھی کھانا نہیں کھایا۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت کے پاس تشریف لے گئے۔ (وصال حق ہوگیا)

(اخرجه ابو الشيخ فی اخلاق النبیؐ ،ص۱۹۸)

اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونا بن جاتا

(۸۵۸) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ يقول: سمعت النبی ﷺ يقول:

”لَـقَدْ هَبَطَ عَلَيَّ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ مَا هَبَطَ عَلٰى نَبِيٍّ قَبْلِـيْ، وَ لَا يَهْبُطُ عَـلٰى أَحَدٍ مِنْ بَعْدِيْ، وَ هُوَ إِسْرَافِيْلُ، وَ عِنْدَهُ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ! ثُمَّ قَالَ: أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ إِلَيْكَ أَمَرَنِـيْ أَنْ أُخَيِّرَكَ: إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْـدًا، وَ إِنْ شِـئْـتَ نَبِيًّـا مَـلِـكًـا؟ فَـنَـظَـرْتُ إِلٰى جِبْرِيْلَ فَأَوْمَأَ جِبْرِيْلُ إِلَيَّ: أَنْ تَوَاضَعْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: نَبِيًّا عَبْدًا.“ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

”لَوْ أَنِّي قُلْتُ نَبِيًّا مَلِكًا ثُمَّ شِئْتُ لَسَارَتِ الْجِبَالُ مَعِيَ ذَهَبًا.“

[صحيح لغيره] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ۱۲/۱۳۳۰۹)

(۸۵۸) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہوئے کہ مجھ پر ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا، جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا، نہ ہی میرے بعد کسی پر نازل ہوگا اور وہ اسرافیل علیہ السلام تھے اور ان کے ہمراہ جبریل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے کہا، السلام علیک یا محمد! پھر فرمایا: میں آپ کی طرف آپ کے رب تبارک وتعالیٰ کا فرستادہ ہوں، اس نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دوں کہ آپ چاہیں تو نبوت وعبدیت اختیار کریں یا چاہیں تو نبوت و ملوکیت اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے جبریلؑ کو دیکھا تو انھوں نے اشارہ کیا کہ میں تواضع اختیار کروں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے اس وقت نبوت وعبدیت کو اختیار کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہتا کہ نبوت وملوکیت پھر چاہتا تو اس وقت میرے ساتھ پہاڑ سونا بن جاتا۔(اخرجه الطبرانی فی الکبیر ۱۲/ ۱۳۳۰۹)

ہاتھ پھیلاتا تو آسمان کو چھو لیتا

(۸۵۹) عن أبی عمران الجونی عنه:

”أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ فِیْ مَلَأٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَأَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَنَكَتَ فِیْ ظَهْرِهِ، قَالَ فَذَهَبَ بِیْ إِلٰی شَجَرَةٍ فِیْهَا مِثْلُ وَكْرَیِ الطَّیْرِ، فَقَعَدَ فِیْ أَحَدِهِمَا، وَ قَعَدْتُ فِی الْاٰخَرِ، فَنَشَأَتْ بِنَا حَتّٰی مَلَأَتِ الْأُفُقَ، فَلَوْ بَسَطْتُ یَدَیَّ إِلَی السَّمَاءِ لَنِلْتُهَا، ثُمَّ دُلِّیَ سَبَبٌ فَهَبَطَ النُّوْرُ، فَوَقَعَ جِبْرِیْلُ مَغْشِیًّا عَلَیْهِ كَأَنَّهُ حِلْسٌ ، فَعَرَفْتُ فَضْلَ خَشْیَتِهِ عَلٰی خَشْیَتِیْ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ:أَنَبِیًّا عَبْدًا؟ أَوْ نَبِیًّا مَلِكًا؟ وَ إِلَی الْجَنَّةِ مَا أَنْتَ، فَأَوْمَی إِلَیَّ جِبْرِیْلُ وَ هُوَ مُضْطَجِعٌ : بَلْ نَبِیًّا عَبْدًا.“

[ضعیف](أخرجه البغوی فی شرح السنة ج ۱۳/ ۳۶۸۲)

(۸۵۹) ترجمہ: ابوعمران الجونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، پس جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک میں ہاتھ لگا کر متوجہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مجھ کو لے کر ایک درخت کے پاس گئے ،جس میں پرندے کے گھونسلے کے مانند دو گھونسلے تھے۔ تو جبریلؑ ایک میں بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھا، تو میرے ساتھ نئے نئے انوارات و تجلیات، فیوض و برکات کا معاملہ کیا گیا، یہاں تک کہ ان انوارات وتجلیات سے تمام خلاو آسمان بھر گیا کہ اگر میں اپنا ہاتھ پھیلاتا تو آسمان کو چھو لیتا پھر قریب کر دی گئی سیڑھی و زینہ۔ اس سے نور اُترنے لگا، پس جبریلؑ اس کے سبب بے ہوش ہوگئے گویا کہ وہ ہمیشہ اسی کیفیت میں جمے ہوتے ہیں۔ جس کے سبب میں نے جبریلؑ کی حق تعالیٰ سے خوف وخشیت کی فضلیت اپنی خشیت پر پہچان لی۔ اب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ عبدیت و نبوت یا نبوت و ملوکیت، دونوں میں سے کیا چاہیے؟ اور جنت کی طرف ہر حال میں۔ تو

جبریلؑ نے مجھ کو اشارہ سے بتلایا جبکہ وہ چت لیٹے تھے کہ نبوت وعبدیت اختیار کیجیے۔
(اخرجه البغوی فی شرح السنه ۱۳/ ۳۶۸۲)

خاتم النّبیین کی عبدیت وخاتمیّت کا کمال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مکارمِ اخلاق کی تتمیم وتکمیل کے ساتھ ساتھ نورِ ہدایت کی راہ سے عبدیت کے کمالات کو نمایاں طور پر اُجاگر کرنا ہے۔ ہدایت کی روشنی عبدیت کے ساتھ چلتی ہے، ملوکیت وشہنشاہیت پر سطوت وشوکت کا خمار ہوتا ہے۔ جبکہ عبدیت پر نورِ ہدایت، نورِ شریعت کا جمال وکمال ہوتا ہے۔ ربّانی صفات، مکارمِ اخلاق کی شکل میں عبدیت پر ظاہر ہوتی ہے، پانی مٹی میں ہی داخل ہو کر گل وگلزار پیدا کرتا ہے، قدرت اگر حکومت کے ساتھ عبدیت بھی دے دے تو یہ اس کی شان سے بعید نہیں، جیسا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو عطا کیا۔

یہاں تو عبدِ کامل کی شانِ عبدیت کے انتخاب وپسند کا تذکرہ ہے کہ شاہِ کونین کو ربّ العزت کی جانب سے پیغام ملا کہ نبوت کے ساتھ ساتھ آپ ملک وبادشاہ بننا پسند کریں گے یا نبوت کے ساتھ عبدیت کو پسند کریں گے، قربان جایئے رسول مکرم ومعظم ﷺ پر نبوت کے ساتھ عبدیت کو اختیار فرمایا۔ کیونکہ بادشاہوں کے درباروں میں مخاطبوں پر جو رعب پڑتا ہے وہ ان کی شاہانہ سطوت وشوکت کا اثر ہوتا ہے اور یہاں اس کمال سادگی و بندگی میں جو رعب تھا، وہ آپ کی کمال عبدیت وبندگی کا اثر تھا، جب عبدیت کامل ہو جاتی ہے تو اس کا رعب صرف عام انسانوں ہی تک محدود نہیں رہتا وہ بادشاہوں پر بھی پڑتا ہے۔ بلکہ حیوانات پر بھی اس کا اثر پہنچتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کے چند نمونے

(۱) حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، آنحضرت ﷺ اپنے گھر میں آ کر کیا کیا کرتے تھے؟ فرمایا: اپنے اہلِ خانہ کی ضروریات

پوری فرماتے تھے، مگر جہاں نماز کا وقت آتا بس اسی وقت نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ (بخاری۔ترجمان السنہ۳/ ۲۳۷)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی چپل کو خود درست فرمالیا کرتے، اپنے کپڑے خود ہی سی لیتے، اور اپنے گھر میں اسی طرح سب کام کاج کرلیا کرتے تھے، جیسا کہ تم سب لوگ کرلیا کرتے ہو، اور فرماتی تھیں آپ ﷺ بھی ایک بشر ہی تھے، اپنے کپڑے کی جوئیں تلاش کرلیتے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے، اور اپنی ضروریات کو خود انجام دے لیتے۔ (ترمذی، ترجمان السنہ۳/ ۲۳۶)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، مجھ کو اگر ذرا سے گوشت پر دعوت دی جائے تو میں اس کو بھی قبول کرلوں گا اور اگر میرے سامنے بکری کی ایک دست کا بھی ہدیہ پیش کیا جائے تو میں اس کو بھی قبول کرلوں گا۔ (رواہ البخاری)

(۴) حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کچھ بات کی تو وہ مارے خوف کے کانپنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: یا میاں گھبراؤ مت میں کوئی بادشاہ تو نہیں، میں تو ایک قریشی عورت کا لڑکا ہوں، جو سوکھا ہوا گوشت بھی کھالیا کرتی تھی۔ (ابن جوزی)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوجاتے، سوت کا بنا ہوا کپڑا بھی پہن لیتے، اور غلام کی دعوت بھی قبول کرلیتے، جنگ خیبر میں میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا جس کی باگ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔

(ابوداؤد الطیالسی۔ترجمان السنہ۳/ ۲۳۸)

(۶) عبداللہ بن بسر روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے یہاں ایک اتنا بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھا کر لاتے تھے، اس کا نام غرّاء تھا، ایک مرتبہ جب لوگ چاشت کی نماز ادا کرکے حاضر ہوئے تو یہ پیالہ سامنے لایا گیا، اس میں روٹی کے ٹکڑے، گوشت کے شوربے میں پکے ہوئے تھے، لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے، جب مجمع زیادہ ہوگیا تو

آنحضرت ﷺ (جگہ کی تنگی کی وجہ سے) اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، اس پر ایک بادیہ نشین شخص نے کہا نشست کا یہ کیا طریقہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک شریف بندہ بنایا ہے۔ ان اللّٰہ جعلنی عبدًا کریمًا متکبر اور سرکش نہیں بنایا۔ ولم یجعلنی جبارًا عنیدًا اس کے بعد فرمایا: کنارہ کنارہ سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ، کھانے میں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)

نمونے کے طور پر چند روایات نقل کردی گئی ہیں، جس میں عبدِ کامل کی عبدیت کا نمایاں وصف ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی عبدیت شریعت کا نمونہ تھی

یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ یاد رکھنی چاہیے کہ ہر انسان کی بیرونی اور اندرونی زندگی میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بلند انسان کیوں نہ ہو، بلکہ اس کی اندرونی زندگی میں ایک نہ ایک گوشہ ضرور ایسا ہوتا ہے جو خود اس کی نظروں میں بھی اس کی کمزوری کا ثبوت ہوتا ہے اسی لیے وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اندرونی زندگی کا ہر گوشہ باہر آجائے، لیکن انبیاء علیہم السلام کی شان عبدیت و بشریت بھی عجیب درعجیب ہوتی ہے ان کی ان دونوں حالتوں میں ذرا فرق نہیں ہوتا، بلکہ ان کی اندرونی زندگی بھی، اسی طرح شریعت کا ایک جزو ہوتی ہے جیسا کہ بیرونی زندگی۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر ازواج کی کثرت ان کے حق میں نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوتی ہے، انسانی معیشت کی خوبی یہ ہے کہ اس کو اپنے گھر کے کسی کام سے عار نہ ہو وہ ایک طرف گھر کا آقا بھی ہو اور دوسری طرف اپنی ہر ضرورت کو بے تکلف خود بھی انجام دے لیتا ہو۔ جو تین کام حدیث میں مذکور ہیں گو یہ بہت معمولی سے ہیں، مگر انسان کی عبدیت کے ثبوت کے لیے بہت اہم ہیں۔ الغرض رسول معظم ﷺ نے عظیم الشان قرب ورتبہ کے بعد جو چیز پسند فرمائی وہ عبادت کا خاص طریقہ اور عبدیت کی ایک نرالی شان کا انتخاب تھا اور پوری زندگی بندگی وعبدیت ہی عبدیت تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے تو خود حق جل مجدہ نے قرآن میں عبداللہ کا خطاب

اختیار کیا ہے۔ فَلَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰه ، رسول اللہ ﷺ کا خاص وصف ومقام عبدیت ہے۔ عبدِ کامل وہی ہے جو بندوں کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے مولیٰ کے حقوق بھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کا کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا کو بھی دین بنادیا اور اپنی امت کو بھی دنیا کو دین بنانے کی راہ ہدایت پر ڈال گئے، اور ان کی دنیا دین وآخرت سے کسی جگہ بھی علیحدہ وجدا نہیں۔ اور جہاں ضرورت پڑتی فوراً اصلاح کردیتے اور ٹوک دیتے۔ تا کہ ہر جگہ عبدیت وبندگی اور شریعت کا دامن ساتھ رہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کی عبدیت میں کمال عطا فرمادیتے ہیں تو اس کی نظر لباس، سواری جیسی معمولی اشیاء سے بلند فرمادیتا ہے، وہ وقت وحاجت کے مطابق ہر جائز چیز کے استعمال میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا، وہ اس پر یقین رکھتا ہے کہ اگر عبدیت کا کمال حاصل ہے تو لباس یا سواری کی کمتری سے وہ کمتر نہیں ہوسکتا، اور اگر انسان عبدیت کے کمال سے محروم ہے تو صرف لباس یا سواری کی برتری سے برتر نہیں ہوسکتا، صدر ہر جا کہ نشیند صدر است۔ انسان ہونا ضرور ایک کمال ہے مگر انسان کا سارا کمال عبدیت کے ساتھ ہے۔

پھر ایک عام بات ہے کہ رشد وہدایت کی تبلیغ عبدیت کے راستہ دونوں کے لیے سہل ہے۔ افادہ بھی عام ہوگا اور استفادہ بھی عام ہوگا، قربان جایئے رسول اللہ ﷺ کی عبدیت تو بڑے بڑے بادشاہ کے شوکت وسطوت سے بڑھ کر تھی کہ بے سروسامانی میں بھی ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر رعب ودبدبہ کا غلغلہ رہتا تھا۔ پھر وہ نبی کیسا نمونۂ عبدیت ہوگا، عبدیت رحمت کا نمونہ ہوتی ہے، عبدیت ہمہ وقت رب السموات والارض کی عنایت و معیت میں پروان چڑھتی ہے، عبدیت کی نگاہ ربوبیت میں تربیت ہوتی ہے، عبدیت میں مسکنت ومسکینیت ہوتی ہے، عبدیت نمونۂ اطاعت وعبادت ہوتی ہے، عبد کامل کی عبدیت کو دیکھ کر اسراء ومعراج کا رتبہ ملا، عبد کامل واکمل کی عبدیت پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا صلاۃ ودرود نازل ہوا اور عبدِ اکمل پر مومنوں کو بھی درود کا حکم ملا۔ عبد اکمل کی عبدیت ہی تو تھی کہ خندق میں دو پتھر شکم پر باندھ کر نمونۂ اطاعت بنا۔ عبد اطہر کی عبدیت ہی تو تھی کہ اُحد میں

دندان مبارک کی شہادت پیش کر کے امت کو جہاد کی ترغیب دی، عبدِ ازکا کی عبدیت ہی تو تھی کہ بدر کے قیدیوں کو قتل وخونریزی سے درگذر کیا۔ وہ عبدانور ہی کی عبدیت تھی کہ فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان فرما کر سرکش متمرد کو انتم الطلقاء تم سب آزاد ہو، لا تثریب علیک الیوم آج تم پر کوئی ملامت نہیں، الیوم یوم المرحمة، آج تم پر رحم کیا جائے گا، یہ کوئی بادشاہ نہیں کہہ سکتا تھا، بادشاہ ہوتا تو آج مکہ کے پہاڑوں کو، کعبہ کے دیواروں کو خون سے رنگین کر دیتا، مگر واہ رے نبیِ رحمت، نبیّ امام عبدیت، نبیِّ امام عفو و تسامح، نبیِّ بلند حوصله، نبیّ خاتم الخلق، نبیّ خاتم الجمال، نبیّ خاتم الكمال، نبیّ خاتم الصفات، نبیّ خاتم البركات، نبیّ خاتم العطيات، نبیّ خاتم الشاكرين، نبیّ خاتم الذاكرين، نبیّ خاتم السموات و الارض، نبیّ خاتم الكون، نبیّ خاتم المكان، نبیّ خاتم اللوح، نبیّ خاتم القلم، نبیّ خاتم العرش، نبیّ خاتم الفرش، نبیّ خاتم التحميد، نبیّ خاتم التكبير، نبیّ خاتم الكتب، نبیّ خاتم ناسخ الكتب، نبیّ خاتم امام الانبياء ، نبیّ خاتم النبيين ، نبیّ خاتم الرسل، نبیّ خاتم المرسلين، نبیّ خاتم النبوة، نبیّ خاتم الرسالة، نبیّ خاتم الهداية، نبیّ خاتم الشفاعة، نبیّ خاتم الحمد، نبیّ خاتم بيده لواء الحمد، نبیّ خاتم امته الحمادون، نبیّ خاتم الحمادين، نبیّ خاتم له مقام محمود نبیّ خاتم کو اللہ قیامت میں حمد کا القا کرے گا۔ دوستو! یہ سب کا سب عبدیت کا کمال ہے۔ جس کی عبدیت جتنی زیادہ ہوگی عنایت ورحمت بھی بقدر عبدیت ہوگی، ہمارے آقا ومولا، عبدیت لے کر آئے، عبدیت کا انتخاب کیا، عبدیت کی شاہ راہ پر زندگی گذاری، عبدیت کا نغمہ سننا ہو، پڑھنا ہو، دیکھنا ہو، برتنا ہو، سیکھنا ہو، زندگی گزارنا ہو، قربِ الٰہی کی سیر کرنی ہو، تجلیات ربّانی کے حصول کی تمنا وخواہش ہو، دیدۂ باطن کو نورِ نبوت کے عکس سے منور کرنا ہو، قرآن کی آیات بیّنات سے دل کو مزکّی ومجلّی کرنا ہو، دل کا رخ اللہ کی ذات کی طرف پھیرنا ہو، اللہ ورسول کی چاہت ہو، طلب ہو، عبدیت

اختیار کیجیے، فنائیت کا ملکہ پیدا کیجیے، شریعت پر فدائیت کی شان پیدا کیجیے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی مناجات و دعا کا سحر گاہی آہوں میں التزام کیجیے، عبدیت و بندگی سے اسرار عبودیت کھلیں گے عبدیت پر قدرت کا سایۂ رحمت مدام ہے۔

مولانا الیاسؒ بانی تبلیغ فرماتے ہیں: عبدیت و بندگی یہ ہے کہ، امر الٰہی کے ماننے میں مزہ آنے لگے، تم اللہ کے آگے نرم ہو جاؤ تو ہر چیز تمہارے لیے نرم ہو جائے گی۔
(کشکول)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے عبدیت و بندگی کی جو اصل انسانیت و بشریت کا جوہر لازوال ہے، جس پر حق جل مجدہ کی جانب سے ملکوت السموات والارض کا فیضان ہو، یہ وہی قابل استعداد عبدیت و بندگی ہے۔ عبدیت کی عبادت واطاعت کا لطف و سرور ملکِ مقرب کو بھی حاصل نہیں۔ وہ تو فقط اوامر کا امتثال جانتے ہیں، نواہی کے اجتناب سے، حدود و حقوق کی ادائیگی سے جو عبدیت کا راز دل پر کھلتا ہے وہ ملک مقرب کو کیا پتہ، وہ تو محض تسبیح و تقدیس کا خوگر ہے۔ خلائق کے حقوق کی ادائیگی پر کیا ملتا ہے، وہ ملائک کو کیا پتہ، تقاضائے بشریت پر اعتدال کے ساتھ عبدیت و شریعت کو قائم و دائم رکھنا اور اس پر عبدیت کا اعتراف کرنا کہاں پہنچاتا ہے، اس کا اندازہ ملک مقرب کو کیا ہوگا؟ یہ تو کوئی عبد کامل ہی عبدیت کی راہ پر گامزن ہو کر بارگاہ بے نیاز سے نیاز حاصل کرے گا، اور یہ فقط محمد ﷺ کی عبدیت کا طغرۂ امتیاز و تمغہ افتخار ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ صَلَوٰاتِکَ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔ آمین!

باب : حديثٌ اَنَّ نَبِيًّا فِي مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَعْجَبَتْهُ كَثْرَةُ أُمَّتِهِ

باب: ایک نبی کا اپنی امت کی کثرت پر تعجب کرنا

(٨٦٠) عن صهيب رضي الله عنه قال:

كان رسول الله ﷺ إذا صلّى همس شيئًا لا نفهمه و لا يحدثنا به قال: فقال

رسول اللہ ﷺ:

"فَطَنْتُمْ لِيْ؟ قَالَ قَائِلٌ : نَعَمْ." قَالَ:

"فَإِنِّيْ قَدْ ذُكِرْتُ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، أُعْطِيَ جُنُوْدًا مِنْ قَوْمِهِ، فَقَالَ: مَنْ يُكَافِئُ هٰؤُلَاءِ ؟ أَوْ مَنْ يَقُوْمُ لِهٰؤُلَاءِ ؟ أَوْ كَلِمَةً شَبِيْهَةً بِهٰذِهِ - شَكَّ سُلَيْمَانُ —— قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: اِخْتَرْ لِقَوْمِكَ بَيْنَ إِحْدٰى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، أَوِ الْجُوْعِ، أَوِ الْمَوْتِ. قَالَ : فَاسْتَشَارَ قَوْمَهُ فِي ذٰلِكَ، فَقَالُوْا: أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ نَكِلُ ذٰلِكَ إِلَيْكَ فَخِرْ لَنَا، قَالَ: فَقَامَ إِلٰى صَلَاتِهِ، قَالَ: وَ كَانُوْا يَفْزَعُوْنَ إِذَا فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: فَصَلّٰى قَالَ: أَمَّا عَدُوٌّ مِنْ غَيْرِهِمْ فَلَا، أَوِ الْجُوْعُ فَلَا، وَ لٰكِنَّ الْمَوْتَ. فَقَالَ: فَسُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَمَاتَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، فَهَمْسِي الَّذِيْ تَرَوْنَ أَنِّيْ أَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ بِكَ أُقَاتِلُ وَ بِكَ أُصَاوِلُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج ٤ ص٣٣٣)

ایک نبی کا قوم کی قوت وکثرت پر تعجب اور ستر ہزار کو موت کی سزا

(۸۶۰) ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو چپکے چپکے کچھ کہتے جس کو ہم سمجھ نہ پاتے اور نہ ہی آپ ﷺ ہم سے بیان کرتے۔ راوی کہتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھ کو متنبہ کر دیا، ہوشیار کر دیا تو ایک کہنے والے نے کہا کہ: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے نبیوں میں سے ایک نبی کا ذکر کیا گیا، جن کو ان کی قوم کی کثرت وطاقت خوب خوب دی گئی۔ جس کو دیکھ کر تعجب ہوا اور فرمایا کہ: ان لوگوں کی برابری کون کر سکے گا؟ یا اُن کا مقابلہ کون کر سکے گا؟ یا اس جیسی کوئی بات کہی، سلیمان راوی کو شک ہے۔ رب تعالیٰ نے اس نبی کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لیے تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کیجیے۔

ایک یہ کہ ان پر میں کسی دشمن کو ان کے علاوہ مسلط کر دوں، جو ان کی قوت وکثرت

کو خاک میں ملا دے گا یا بھوک کی شدت سے ان کو مٹا دوں۔ یا پھر موت مسلط کر دوں۔ انھوں نے اپنی قوم سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا (کہ حق تعالیٰ کا ایسا ایسا حکم ملا ہے تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟) ان کی قوم نے جواب دیا کہ: آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ معاملہ حق تعالیٰ نے آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ ہی ہمارے لیے ان تینوں میں سے ایک امر کو اختیار کر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ نبی نماز میں مشغول ہوگئے، آپ نے فرمایا: اور ان کی قوم کا حال یہ تھا، جب وہ نبی نماز میں حق تعالیٰ کی طرف گریہ وزاری میں مشغول ہوتے تو ان کی قوم بھی حق تعالیٰ کے سامنے رونے بلبلانے لگتی تھی، آپ نے فرمایا کہ: وہ نبی نماز میں مشغول ہوگئے اور حق تعالی سے عرض کیا کہ: ان پر غیروں سے دشمن تو مسلط نہ کریں اور بھوک بھی مسلط نہ کریں۔ البتہ موت کے ذریعہ ان کی کثرت وقوت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر تین دن تک موت کو مسلط رکھا، جس سے ستر ہزار کی تعداد فوت ہوگئی، وفات پا گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو دیکھا کہ میں آہستہ آہستہ، چپکے چپکے کچھ کہہ رہا تھا وہ یہ تھا اللّٰھُمَّ یارِبِّ بکَ أقاتلُ وبِکَ أصاولُ ولا حولَ ولا قوۃَ إلَّا باللّٰہِ. اے اللہ، اے رب تیری ہی طاقت سے میں قتال و جہاد کرتا ہوں اور تیری ہی قوت سے میں اپنے دشمن پر فتح پاتا ہوں، و لا حولَ و لا قوۃَ إلَّا باللّٰہِ۔

(اخرجه احمد ٤/٣٣٣)

پہلے انبیاء میں سے ایک نبی کثرت امت پر گھبرا گئے جبکہ اِس اُمت کی کثرتِ تعداد باعثِ غبطہ ہے

(٨٦١) عن صهيب رضی اللہ عنہ:

أن رسول اللّٰه ﷺ كانَ أيامَ حُنَيْنٍ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ بعدَ صلاةِ الفجرِ بشيءٍ لم نكنْ نراه يفعلُهُ فقلنا: يا رسول اللّٰه ﷺ إنا نراكَ تفعلُ شيئًا لم تكنْ تفعلُهُ! فما هذا الذی تحرِّكُ شفتيكَ؟ قال:

"إِنَّ نَبِيًّا فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ،أَعْجَبَتْهُ كَثْرَةُ أُمَّتِهِ، فَقَالَ: لَنْ يَرُومَ هٰؤُلَاءِ

شَیْءٌ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ: أَنْ خَیِّرْ أُمَّتَکَ بَیْنَ إِحْدیٰ ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ نُسَلِّطَ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِهِمْ فَیَسْتَبِیْحُهُمْ، أَوِ الْجُوْعَ، وَ إِمَّا أَنْ أُرْسِلَ عَلَیْهِمُ الْمَوْتَ، فَشَاوَرَهُمْ فَقَالُوْا: أَمَّا الْعَدُوُّ فَلَا طَاقَةَ لَنَا بِهِمْ، وَ أَمَّا الْجُوْعُ فَلَا صَبْرَ لَنَا عَلَیْهِ، وَ لٰکِنِ الْمَوْتَ.

فَأَرْسَلَ عَلَیْهِمُ الْمَوْتَ فَمَاتَ مِنْهُمْ فِیْ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

فَأَنَا أَقُوْلُ الْآنَ ـحَیْثُ رَأَی کَثْرَتَهُمْ ـ: اَللّٰهُمَّ بِکَ أُحَاوِلُ وَ بِکَ أُصَاوِلُ وَ بِکَ أُقَاتِلُ.'' [صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج ۴ ص ۳۳۳)

(۸۶۱) ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایام حنین میں فجر کی نماز کے بعد کچھ پڑھنے کے ذریعہ اپنی ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے، جو ہم پہلے نہیں دیکھتے تھے، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ ﷺ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، جو آپ نہیں کیا کرتے تھے، تو یہ کیا ہے، جس کی وجہ سے آپ اپنی ہونٹوں کو حرکت دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پچھلے انبیاء میں سے ایک نبی کو اپنی امت کی کثرت تعداد نے تعجب میں ڈال دیا، تو انھوں نے کہا کہ: اتنی کثیر تعداد کا کوئی بھی چیز ارادہ نہیں کرسکتی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ آپ کو اپنی امت کے لیے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے:

(۱) ایک یہ کہ میں امت پر موت کو مسلط کردوں (کہ سب کے سب مرنا شروع ہوجائیں گے پھر تعداد کم ہوجائے گی)۔

(۲) دوسرے یہ کہ میں امت پر دشمنوں کو مسلط کردوں جو ان کے خون بہائیں (کہ دشمنوں اور مخالفوں کے ذریعہ امت کے افراد کو ہلاک و برباد کردیا جائے گا)۔

(۳) تیسرے یہ کہ بھوک اور قحط سالی میں مبتلا کردیا جائے۔ ان تینوں باتوں کا اختیار دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ آپ اللہ پاک کے نبی ہیں، آپ کو ان میں سے کسی ایک کے

انتخاب کا اختیار ہے، جس کو آپ چاہیں پسند کر کے آگاہ کردیں، توانھوں نے (نبی نے) قوم سے مشورہ کیا، توان سب نے عرض کیا: بھوک وقحط سالی کے برداشت کی صلاحیت نہیں اور نہ ہی دشمنوں کے ساتھ ہلاکت وبربادی کی طاقت وسکت ہے، البتہ موت، پھر اللہ پاک نے ان کی امت پر موت کو مسلط کردیا تو ان کی امت وقوم تین دن میں ستر ہزار مرگئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: آج میں کہتا ہوں اللّٰھُمَّ بکَ أحاولُ وبِکَ أصاولُ وبک أقاتلُ۔

غلبہ کثرت سے نہیں ہے بلکہ مدد ونصرتِ الٰہی سے ہے

رسول اللہ ﷺ کو پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے ایک نبی کا واقعہ بتلایا گیا کہ وہ نبی اپنی امت کی کثرت تعداد پر متعجب ہوئے، حیرت زدہ ہوئے کہ اتنی کثیر تعداد ہے کہ عادتاً اتنی تعداد کو نقصان پہنچانے والے کوئی ضرر ونقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ جبکہ قوت وغلبہ، اورضرر ونقصان، کثرت وقلّت پر نہیں حق تعالیٰ کی مدد ونصرت پر موقوف ہے۔ قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ عَلٰى فِئَةٍ كَثِيْرَةٍ﴾ کتنی جماعت تھوڑی سی ایسی ہے جو بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ غلبہ اور سربلندی، فتح و کامرانی مکمل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ﴿وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ نصرت اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بہرصورت کثرت امت نے پہلے نبی علیہ السلام کو تعجب میں ڈالا، اور زبان سے ایک ہلکی سی بات نکل گئی، کہ ان کی برابری کون کرسکے گا، یعنی اتنی بڑی تعداد سے مقابلہ کون کرسکتا ہے، اور کس کی ہمت ہوگی کہ اس تعداد کو پسپا کرسکے، بس کیا تھا، نبی کی بات تھی اور اللہ رب العزت کو یہ بات پسند نہ آئی، جبکہ ان کا مقصد یقیناً یہ ہوگا کہ مخلوقات میں ان کا مقابلہ کرنا کسی قوم کے لیے آسان نہ ہوگا، مگر گرفت منجانب اللہ ہوگئی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا، بڑا عالم میں ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف علم کو منسوب نہ کیا تو پھر ربّ العزّت نے اس پر حضرت موسیٰؑ کو خضرؑ کی طرف رہنمائی فرمائی کہ بڑا عالم خضرؑ ہے اور پورے واقعہ کی تفصیل ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ قدرت کی گرفت سے بھی یہ آزاد ہے، العیاذ باللہ، مگر بات نبی کی شان کی ہے اور رب العزت کی اپنی شان کی ہے۔حق تعالیٰ نے اب نبی کو بتلایا کہ تین باتوں میں سے ایک کا انتخاب کریں اور بالآخر ستر ہزار تین دن میں موت کے دامن میں پہنچ گئے۔اور کثرت تعداد قلت میں بدل گئی۔

حُنین کا پس منظر

حنین میں اصحابِ رسول ﷺ چودہ ہزار تھے جو اسلامی قوت وشوکت کے لیے گئے تھے، اور مشرکین کی کل تعداد چوبیس یا اٹھائیس ہزار تھی جس میں عورتیں بچے سبھی تھے، مگر لڑنے والے جوان چار ہزار تھے، گویا کہ مقابلہ چودہ ہزار صحابہ کا صرف اور فقط چار ہزار غیر مسلم نوجوانوں سے تھا۔ہزار سے زائد کا مقابلہ حق تعالیٰ کی تائید غیبی سے فتح کرلیا تھا۔ مسلمان مجاہدین نے اپنی تعداد کی کثرت پر جب نظر ڈالی بعض حضرات کی رائے ہے کہ بارہ ہزار صحابہ ہی جنگ کی نیّت سے گئے تھے، اور دو ہزار ان کے ہمراہ تھے ان کا جنگ کا ارادہ نہ تھا، مگر ساتھ تھے، الغرض بارہ ہزار کا یہ لشکر جرار جب حنین کی طرف بڑھا تو ایک شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلے:

لن تغلب الیوم من قلة آج ہم قلّت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔

جس میں شائبہ فخر اور اعجاب (خود پسندی) کا تھا، جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہے، خاص کر جنگی تربیت نگاہ نبوت ورسالت میں ہوئی ہو، ان کی زبان سے اس قسم کا لفظ حق تعالیٰ کو ناپسند ہوا، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ ان جدید مسلمانوں کی زبان جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئے تھے، اور آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، اور ابھی تک اسلامی مزاج میں رسوخ پیدا نہ ہوا تھا، اور دل میں اسلام راسخ نہ ہوا تھا۔اس قسم کے بول سے انوارات وبرکات میں رکاوٹ اور تائید غیبی میں خلل واقع ہوجاتا ہے اور فتوحات غیبیہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات اس کا اثر پوری جماعت اور دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔اور جو لوگ ہمراہ ہوتے ہیں وہ بھی انوارات وبرکات، خیرات وتجلیات سے محروم ہوجاتے ہیں۔جس کا اثر

ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو جو لفظ پسند نہ آیا اس کی وجہ سے پہلے مرحلہ میں ہی مسلمانوں کو شکست و سخت دشوار مرحلہ پیش آیا اور وہ سب برداشت کرنا پڑا، اور دیکھنا پڑا جو سوچا بھی نہ تھا، بڑے بول کا سر نیچا، کا تجربہ ہوا، اور ایک بول کی سخت سزا ملی۔ جبکہ یہ بات کسی جدید العہد کی تھی، اللہ اکبر کبیراً، حق تعالیٰ نے ہی اس کو قرآن کی آیت میں بیان کیا۔ جس کا ترجمہ ہے:

''اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈال دیا، وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پشت پھیر کر بھاگے، اس کے بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین اتاری اپنے رسول ﷺ پر اور اہلِ ایمان کے قلوب پر، اور ایسے لشکر اتارے جس کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔'' (سورۂ توبہ آیت ۲۵۔۲۶)

ہوا یہ کہ جب لشکر اسلام صبح کی تازگی میں اُدھر سے گذرے بیس ہزار کافروں نے حملہ کردیا، لشکر اسلام منتشر ہوگیا، صرف دس یا بارہ صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار پکار کر کہا، اے لوگو! ادھر آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں، اور محمد بن عبداللہ ہوں، **انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب** ۔ میں سچا نبی ہوں، اللہ نے مجھ سے جو فتح ونصرت اور میری عصمت وحمایت کا وعدہ کیا ہے وہ بالکل حق ہے۔ اس میں کذب و جھوٹ کا امکان نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بآواز بلند یہ نعرہ لگایا۔ **یَا معشر الانصار یااصحاب السُّمُرہ** ۔ اے گروہ انصار، اے وہ لوگ جنھوں نے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی...... صحابہ آواز سنتے ہی پروانہ کی طرح سب شمع نبوت کے گرد جمع ہوگئے، اور نبی اللہ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا اور ایک مشت خاک لے کر بے ایمانوں کی طرف پھینکی اور فرمایا: **شاھت الوجوہ** ۔ برے ہوئے یہ چہرے۔ مسلم کی روایت میں ہے، **انھزموا ورب محمد** ، قسم ہے رب محمد ﷺ کی انھوں نے شکست کھائی۔ اور اللہ نے آسمان سے فرشتوں کو بھیج کر نصرت ومدد فرمائی، اس

لیے رسول اللہ ﷺ نے بعد نماز فجر حنین میں دعا مانگی آہستہ آہستہ، چپکے چپکے، اے اللہ اے رب تیری ہی طاقت سے میں قتال و جہاد کرتا ہوں۔ اور تیری ہی قوت سے میں اپنے دشمن پر فتح و نصرت پاتا ہوں اور دشمن سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی فتح و کامیابی کی قوت ہے مگر تیری ہی ذات سے۔ ولاحول ولاقوة إلا بالله ۔حق جل مجدہ کا ہزار ہزار احسان ہے پچھلے نبی ﷺ نے کثرت کو تعجب سے دیکھا تو ستر ہزار کی اموات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے اصحاب کو وقتی انتباہ سے لشکر کو منتشر کر کے تربیت ربّانی کا ایک عظیم درس عبرت دیا اور پھر فتح و نصرت دی، مال غنیمت دیا، چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، اور چار ہزار اوقیہ چاندی، بعد میں مسلمانوں کے مشورہ سے چھ ہزار قیدی آزاد کر دیے گئے، جس میں شیماء بھی تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کی رضائی بہن تھیں، رضی اللہ عنہا، تفصیل کے لیے تاریخ و سیر میں حنین کا واقعہ دیکھ لیں۔ واللہ اعلم ثمین اشرف۔

بَاب : اَلْعِزُّ اِزَارِیْ وَ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي

باب: عزت میری تہبند اور تکبّر میری چادر ہے

(٨٦٢) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ و أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اَلْعِزُّ إِزَارِیْ، وَ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِیْ، فَمَنْ نَازَعَنِیْ بِشَیْءٍ مِنْهُمَا عَذَّبْتُهُ." [صحيح](أخرجه البخاری فی الأدب المفرد/ ٥٥٢)

حق جل مجدہ کے لیے عظمت و کبریائی خاص ہے

(٨٦٢) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: عزت میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر، ان دونوں میں سے جو بھی تھوڑا مجھ سے لینے کی کوشش کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔ (اخرجہ البخاری فی الادب المفرد ۵۵۲)

رداءِ حق

(٨٦٣) عن أبی سعید الخدری ﷺ وأبی هریرة ﷺ قالا: قال رسول الله ﷺ:

"اَلْعِزُّ إِزَارُهُ، وَ الْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ، فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ."

[صحيح] (أخرجه مسلم فی صحیحه ج ٤ ص٢٠٢٣)

(٨٦٣) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷺ اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر۔ (اللہ تعالیٰ کہتا ہے) جو مجھ سے اس کو چھینے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔ (مسلم)

اِزارِ عظمت

(٨٦٤) عن أبی هریرة ﷺ: قال رسول الله ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَ الْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ." [صحيح] (أخرجه أبو داود فی سننه ج ٤/ ٤٠٩٠)

(٨٦٤) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: کبریائی وتکبر میری چادر ہے اور عظمت میری ازار، جو مجھ سے ان دونوں میں سے ایک بھی چھینے گا میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔

مخلوق کے لیے اسبابِ ذِلّت ورسوائی

(٨٦٥) عن أبی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ فیما یحکی عن ربه عزوجل قال:

"اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ نَازَعَنِي رِدَائِي قَصَمْتُهُ."

[صحيح] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج ١ ص ٦١)

(٨٦٥) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: تکبر میری چادر ہے، جس نے مجھ سے میری چادر چھینا میں نے اس کو ذلیل ورسوا کیا۔

کبر انسان کو زیب نہیں

(۸٦٦)عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ : اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ، وَ الْعَظْمَۃُ إِزَارِیْ، فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِنْھُمَا أَلْقَیْتُہُ فِی النَّارِ.“ [صحیح لغیرہ] (أخرجہ ابن ماجہ ج ۲/ ۱۷۵ ۴)

(۸٦٦) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ فرماتے ہیں: کبر میری چادر ہے اور عظمت وعلوّ شان میری تہبند ہے، جس نے ان دونوں میں سے ایک کو بھی مجھ سے چھینا (یعنی کبر کرنا شروع کیا یا بڑا بننا چاہا) میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

فائدہ: تکبر و بڑا بننے کے جذبہ کی اس حدیث میں مذمت ہے۔آج ایسے کتنے لوگ ہیں جو محض بڑا بننے کے جذبہ کے تحت لاکھوں مال قربان کر کے، جانیں ضائع کر کے اور جہنم میں جانے کی سعی کر رہے ہیں۔اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔آمین!

تکبر اللہ پاک کی چادر ہے

(۸٦۷) عن علی کرم اللّٰہ وجھہ فی الجنۃ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: إِنَّ الْعِزَّۃَ اِزَارِیْ، وَ الْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ، فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْھِمَا عَذَّبْتُہُ.“

[صحیح لغیرہ] (أخرجہ الطبرانی فی الصغیر ج ۱ص ۱۱۹)

(۸٦۷) ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: عزت میری تہبند ہے اور کبر وتکبر میری چادر ہے، جو ان دونوں میں سے ایک کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اس کو عذاب دوں گا (یعنی عزت ورتبہ ملنے کی تمنا رکھنا اور غرور وتکبر کرنا عذاب نار کا موجب ہے۔انسان اس جذبۂ بڑائی سے ذلیل و خوار ہوگا اور عذاب میں داخل ہوگا۔

خالق کی صفاتِ ذاتیہ وجلالیہ کی طرف بندہ کا جانا ہلاکت ہے

احادیث میں تین الفاظ آئے ہیں:

(۱) **العزّ یا العزّۃ ازاری**۔ آیا ہے اور عزت میری ازار ہے، اور کہیں۔

(۲) **و العظمۃ ازاری** اور عظمت میری ازار ہے۔

(۳) اور پھر **الکبریاء ردائی** آیا ہے، اور کبریائی، سربلندی میری چادر ہے،

یعنی عزت وعظمت، رب العزت کو ہی زیب دیتی ہے، اور عزت وعظمت رب العزت کی صفات میں ایسی صفت خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہی شایانِ شان ہے، لہٰذا جو واجب الوجود کے اس صفتِ جلالیہ وتنزیہہ میں قدم رکھے گا، سوائے ذلت وضلالت کے کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے گا، حدودِ عبدیت ہی میں قدم جمانا مناسب ہے، بندہ کا خالق کی صفاتِ جلالیہ کی راہ چلنا ہلاکت کا باعث ہے، اور حق جل مجدہ کی عظمت وکبریائی کا اعتراف واقرار کر کے عبدیت کی راہ چلنا سعادت وصالحیت ہے، عزت وعظمت کو جو اِزار ولنگی کہا گیا ہے، اس کا معنی ہے عزت وعظمت کا مستحق ذاتیہ ہونا، کیونکہ **عزّ وعظمۃ** اپنی ذات میں ربّ العزت کے لیے علی وجہ الکمال ہے، کہ حق تعالیٰ صفات ذاتیہ وصفات جلالیہ کا مالک ہے، اس کی یہ صفت ذاتی ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے، اپنی جملہ صفات میں وہ کسی کا محتاج نہیں، اس کی عظمت وعزت مخلوقات کے تصور تنزیہہ وتقدیس سے بہت بلند ہے، بلکہ وراء الوراء، ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

سبحان الذی تعطف بالعزِ وقال بہ ، سبحان ذی الجلال والاکرام۔

اسی طرح **الکبریاء**، علوِّشان، رفعت وکبریاء اس کی خاص صفت ہے، کیونکہ وہ قدیمِ ازلی وابدی ہے، اس کا حق ہے، کہ اپنی مخلوقات پر جلالت شان اور صفت کبریائی کے ساتھ اپنا تعارف کرائے اور آگاہ کردے کہ میرے بندو، عبدیت کی تمام راہیں کھلی ہوئی ہیں، جن سے تم ربّ العزت کی جانب سے عزت کا مقام پاسکتے ہو، اور صفات الٰہیہ میں عفوء ودرگذر، رحم وکرم، جود وعطا بھی تو ہیں، تم بھی ان خوبیوں کا اپنے کوخوگر وعادی بناؤ،

تا کہ ذات عفوء وغفور، رحیم وکریم تم پر حد درجہ ان صفات کی وجہ سے مہربان ہواور تم تَخَلَّقُوْا بِـاَخْلَاقِ اللّٰـہِ کے مظہر بنو۔ اور رہو، اور صفات جمالیہ کے نمونہ بنے رہو۔ مگر وہ صفاتِ ذاتیہ، جلالیہ، تنزیہیہ جو محض ذات حق کے لیے خاص ہیں، اس کی طرف قدم نہ بڑھاؤ، عظمت وعزت کا مستحق وہی ایک اکیلا ہے۔ العزیز، کو ہی عزت زیب دیتی ہے، اور عزّت العزیز کی خاص صفت ہے۔ العظیم کے ہی عظمت شایان شان ہے جو عظمت کا مستحق ہے کہ یہ خاص اس کی صفت ہے، اس کا حق ہے کہ بندے اس کی عظمت کریں کہ وہ عظیم ہے، بندے اپنے وجود میں، بقاء میں ہر لمحۂ زندگی میں ربّ العزت کی نگاہِ رحمت کے محتاج محض ہیں، تو سمجھ لو کہ جو محتاج ہے وہ عزت وعظمت کا لوگوں سے کیوں خواہاں طلب گار بنتا ہے، وہ لوگوں سے عظمت وعزت کرا کر بھی ہزار ذلت کے ساتھ موت کے آغوش میں چلا جائے گا، عزت وعظمت کی خیالی وفانی کرسی پر بیٹھ کر بھی ذلت سے اتارا جائے گا، اور اپنے ہی حفاظتی دستہ وگارڈ کی گولیوں سے ذلت کی موت تڑپ تڑپ کر مرے گا، جس جاہ ومنصب کی کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کو آہنی سلاخوں میں بند کرایا کرتا تھا، آج خود اسی ذلت کی آہنی دیواروں میں قید وبند کی زندگی گزار رہا ہے۔ جن کے کتّوں کو سرکاری خزانوں سے اچھی خوراک ملتی تھی، اور انسانیت بھوک وپیاس سے نان وشبینہ کے لیے ترستی تھی، اب اسی کو کتّے کی خوراک سے کم تر قید خانہ کی کھچڑیاں ملتی ہیں۔ (عبرت کرو) کیوں بابو، یہ وہی ربّ العزت کی جانب سے سزا ذلت ہے کہ خالق کی حدود میں فانی ہوکر داخل ہو رہا تھا۔ سنو، عزّت ربّ العزت کے لیے ہے اور اب یہ ذلت کی سزا دنیا میں بھگت رہا ہے۔ اور آخرت تو ابھی آنے والی ہے، جس دن آواز دی جائے گی، ایـن الجبّارون، کہاں ہیں ظلم وزیادتی کرنے والے؟ ایـن الـمتـکبّرون کہاں ہے تکبّر وغرور میں رہنے والے؟ وایـن ابـنـاء الـملوک کہاں ہیں شہزادے؟ یہ سب وہ لوگ ہیں جن پر جاہ وباہ کا نشہ وخمار تھا، اور خام خیالی میں تھے کہ صدا ان کی یہ تکبر وغرور کی ادا باقی رہے گی۔

پھر حدیث میں بتلایا گیا کہ الـکـبـریـاء ردائی، تکبر اللہ پاک کی عظمت کی چادر

ہے، تم لوگوں سے عظمت کے خواہشمند و متمنی نہ رہو، دل سے یہ خیال فاسد نکال دو کہ لوگ میری عظمت کریں، عظمت کا مقام دیں، یاد رکھو، یہ خمار ذلت کی دریا میں ڈبو دے گا، اور سنو بھائی، ازار یا چادر یہ ویسے بھی کسی کی نہیں چھیننی چاہیے، کہ چھیننے والے کی کمینہ پنی اور خست اور بے ہودگی کی دلیل ہے۔ کسی انسان کی چھینو تو تم کو معاشرہ کا بدترین، بدخُلق و بدبخت کہا جاتا ہے، گھٹیا درجہ کا چھچھورا و کمینہ کہا جاتا ہے، بدتہذیب و بدتمیز جنس قماش کا شمار کیا جاتا ہے، تو اللہ اکبر کبیرا، **رب السموات والارض، لاتأخذہ سنۃ ولانوم، ھو الحیی القیّوم، سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی، فعال لمایرید، رب ذوالجلال والاکرام، رب العرش العظیم** کے ساتھ جو ایسا کرے گا اس کی ذلت کتنی سنگین ہوگی۔ لہٰذا دوستو! لوگوں کے سامنے تواضع اختیار کرو، ہر شخص کے لیے دل میں عظمت وحرمت رکھو، خود کے لیے کسی سے عظمت وعزت کے طالب نہ بنو، بڑے بول نہ بولو، بڑے بول کا سر نیچا سنا ہوگا، ہماری کیا عظمت اور کیا عزت، مرنے والا نہ عظمت والا، نہ عزت والا، اللہ حی وقیوم ہے اس لیے عظمت اس کی، عزت اس کی، انسان دو پیشاب گاہوں سے نکل کر آنے والا تکبر کیوں کرے گا، پھر خود بھی ناپاک قطرہ سے بنا ہے وہ کیونکر تکبر کرے گا، بول و براز خارج کرنے والے تکبر نہ کر، سر جھکا سر بلند نہ کر، نہ تو رہے گا نہ تیری کرسی، نہ معلوم تو کہاں کس حال میں مرے گا، دفن ہونا بھی نصیب ہوگا یا نہیں، تجھ کو مومنین کے قبرستان میں ملک کی مٹی بھی نصیب ہوگی یا نہیں، تجھے نہیں معلوم لوگ تجھ پر لعنت کریں گے یا دعاء رحمت و مغفرت، تو تکبر نہ کر، بڑا بننے کی کوشش نہ کر، یا اللہ تو ہمیں عبودیت وعبدیت، رشد وہدایت کی راہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ صادقین و صدیقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز فرمادے، اور ہلاکت وضلالت کی تمام راہوں سے بچا کر اپنا مقرب بنالے، **آمین برحمتک یا ارحم الراحمین**۔

باب : حديثٌ مَا مِن آدَمِيّ اِلّا فِیْ رَأْسِهٖ حِكْمَةٌ

باب: حکمت فرشتوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو تواضع سے بڑھادیا جاتا ہے

(٨٦٨) عن ابن عباس ﷺ عن رسول اللّٰه ﷺ قال:

''مَـا مِـنْ آدَمِـيّ إِلّا فِـیْ رَأْسِــهٖ حِـكْـمَةٌ بِيَدِ مَلَكٍ، فَإِذَا تَوَاضَعَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ: اِرْفَعْ حِكْمَتَهُ، وَ إِذَا تَكَبَّرَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ: ضَعْ حِكْمَتَهُ.''

[صحيح لغيره] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ١٢ / ١٢٩٣٩)

ہر شخص کے دماغ میں حکمت ہوتی ہے جو تواضع کے بعد اضافہ ہو جاتا ہے

(٨٦٨) ترجمہ: ابن عباس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ ہر آدمی جس کے سر میں حکمت و دانائی ہے، جو ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بندہ جب تواضع اختیار کرتا ہے تو فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس کی حکمت و دانائی میں اضافہ کر دو، عزت بلند کر دو اور جب بندہ تکبر و غرور کی راہ اختیار کرتا ہے تو فرشتہ کو حکم ہوتا ہے اس کی حکمت کو اس سے ختم و ضائع کر دو۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲/۱۲۹۳۹)

تواضع پر متعین حکمت کا فرشتہ

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ عبدیت کے مناسب تواضع ہے اور تواضع کی کوئی حد نہیں بلکہ جس قدر عبدیت میں رسوخ اور کمال پیدا ہوگا بندہ میں تواضع کی صفت بڑھتی چلی جائے گی۔ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر ہمارے رسول ﷺ کا تواضع کتنا بلند ہے کہ آپ ﷺ کو منجانب اللہ جس قدر مقام و رتبہ ملا آپ ﷺ نے جملہ مراتب علیا پر فرمایا و لا فخر، کہ میں فخر نہیں کرتا، فضل پر حمد و شکر ہونا چاہیے نہ کہ فخر و غرور اور ترقی کی راہ بھی یہی ہے کہ انعامات پر بندہ جھکتا چلا جائے، پھلدار درخت ہمیشہ جھکتا ہے اور پتھر کھا کر لوگوں کے سامنے پھل پیش کرتا ہے، حدیث بتلاتی ہے کہ حکمت و دانائی کی اساس و بنیاد تواضع ہے۔ بندہ جب تواضع اختیار کرتا ہے تو فرشتہ حکم الٰہی سے اس کی حکمت و دانائی میں اضافہ کر دیتا ہے، اور

جب تکبر وغرور میں مبتلا ہوتا ہے تو حکمت سے محروم کر دیا جاتا ہے، بھائی، دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔

باب : حدیثٌ اِنَّ لِلّٰہِ ثَلاثَۃُ اَثْوَابٍ اِتَّزَرَ الْعِزَّۃَ

باب: حق تعالیٰ کی خاص تین صفات ذاتیہ جلالیہ وجمالیہ

(٨٦٩)عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ رفعه قال:

"إِنَّ لِلّٰهِ ثَلاثَةَ أَثْوَابٍ: إِتَّزَرَ الْعِزَّةَ، وَ تَسَرْبَلَ الرَّحْمَةَ ، وَ ارْتَدَأَ الْكِبْرِيَاءَ ، فَمَنْ تَعَزَّزَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّ هُ اللّٰهُ فَذٰلِكَ الَّذِیْ يُقَالُ: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ، وَ مَنْ رَحِمَ النَّاسَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الَّذِیْ تَسَرْبَلَ بِسِرْبَالِهِ الَّذِیْ يَنْبَغِیْ لَهُ، وَ مَن نَازَعَ اللّٰهَ رِدَاءَ هُ الَّذِیْ يَنْبَغِیْ لَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: لا يَنْبَغِیْ لِمَنْ نَازَعَنِیْ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ." (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج٢ ص ٤٥١)

حق جل مجدہ کی صفاتِ خاص

(٨٦٩) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، حق جل مجدہ کی ذات کے لیے عظمت ورفعت کے تین لباس ہیں، عزت اللہ پاک کی تہبند ہے اور رحمت ورفعت شلوار اور کبر وتکبر حق تعالیٰ کی چادر، جو اپنی ذات کے لیے ایسی عزت ومقام کا خواہاں ومتمنی ہوتا ہے، جو اللہ پاک کی دی ہوئی عزت فطری (کلمہ لاالٰہ الا اللّٰہ) کے علاوہ ہو، تو یہی وہ ہے جس کو کہا جائے گا:

﴿ذق انک انت العزیز الکریم﴾ چکھ تو بڑا معزز ومکرم ہے (یعنی بطور استہزاء کہا جائے گا کہ یہی تیری تعظیم ہو رہی ہے، جیسا تو دنیا میں اپنے کو معظم ومکرم سمجھ کر ہمارے احکام سے عار کیا کرتا تھا) (الدخان:٤٩)۔

اور جو لوگوں پر رحم وکرم کرتا ہے اللہ پاک کی رحمت کی وجہ سے یہ صفت ایسی ہے جس کو اپنانا ہر شخص کے لیے مناسب ہے (یعنی رحمت ورأفت اللہ پاک کی شلوار ہے جس کو

اپنانے سے اللہ پاک کی رحمت ہوگی) اور جو تکبر وغرور کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اللہ پاک کی چادر چھیننے کی کوشش کی ہے، جبکہ یہ چادر صرف ذات حق کے لیے مناسب وزیبا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ممکن نہیں کہ جو شخص مجھ سے جھگڑا کرے میں اس کو جنت میں داخل کروں۔

تیری عزّت اور سرداری کہاں گئی

حدیث مذکور میں حق جل مجدہ کی تین صفات کا تذکرہ ہے جس میں عزت وکبریائی کا تذکرہ ہے جو اور بھی احادیث میں آیا ہے، اس میں عزت کے متعلق ارشاد ہے کہ جتنی عزت اللہ پاک نے ہر انسان کو دی ہے بس اتنی ہی کافی ہے، یعنی اللہ پاک نے انسان بنایا، بندر خنزیر نہیں بنایا کیا یہ عزت کافی نہیں؟ پھر انسان کو عقل وشعور والا بنایا مجنون و پاگل نہیں، کیا یہ شرافت کافی نہیں؟ پھر صحیح الاعضاء بنایا، لنگڑا، لولا نہیں، اور پھر سب نعمتوں سے بالا تر سب عزتوں سے بلند تر عزت، کلمہ کی عزت عطاء فرمائی کہ دارین کی سعادت اسی میں پوشیدہ ہے، پھر ایک انسان ظاہری کروفر، ظلم وتعدی، اور غنڈہ گردی سے جب عزت کا خواہاں ہوگا تو اس کے لیے ذق انک انت العزیز الکریم کی وعید ہے یعنی تو وہی ہے جو دنیا میں بڑا معزز ومکرم سمجھا جاتا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا، اب وہ عزت اور سرداری کہاں گئی، عذاب کا مزہ چکھ تو اپنے خیال میں بڑی عزت اور بزرگی والا تھا۔ رحمت ورأفت کو شلوار کہا گیا ہے اور اس کو اپنانے کی دعوت دی گئی ہے کہ صفت رحمت حق کی طرف انابت واطاعت کی دعوت دیتی ہے اور رحمٰن ورحیم کی رحمت کو واجب کرتی ہے۔

انتقالِ مکان کی حکمت

(۸۷۰) لابن عساکر عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ:

”أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى عِيْسٰى أَنْ: يَا عِيْسٰى! اِنْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ إِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰى ، فَوَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَأُزَوِّجَنَّكَ أَلْفَ حُوْرَاءَ ، وَ لَأُوْلِمَنَّ

عَلَيْکَ أَرْبَعَمِائَةِ عَامٍ."

[ضعيف جداً] (كما فى كنزالعمال ج ٣ / ٥٩٥٥ ، وفى الاتحافات ٥٥٠)

(٨٧٠) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جایا کریں (یعنی کسی مقام پر رہائش وقرار نہ پکڑیں) تا کہ لوگ آپ کو نہ پہچان سکیں، ورنہ آپ کو تکلیف دیں گے۔ مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم میں آپ کی شادی دو ہزار حوروں سے کروں گا اور چار سو سال آپ کا ولیمہ کروں گا۔

فراغت وجمعیتِ خاطر کا نسخۂ کیمیاء

ایسی جگہ جہاں انسان فراغتِ خاطر کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو، مناسب ہے کیونکہ جس قدر لوگوں میں تعارف اور ملاقات کا سلسلہ ہوتا ہے، بسا اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی غیر ضروری، بے سود مشغولیت کا شکار ہو جاتا ہے، جس سے انتشار خاطر اور جمعیت باطن پر بہت اثر پڑتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کا مشہور شعر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں سے ملنا ملانا کچھ سودمند نہیں سوائے ہذیان وبکواس اور قیل وقال کے۔ حق جل مجدہ نے روح اللہ کو ہدایت دی کہ آپ ایک جگہ مقیم نہ رہیں کہ یہود و بے بہبود آپ کو اذیت وتکلیف دیں گے، ویسے بھی حرکت میں برکت، اور گمنامی میں عبادت کی فراغت اور جمعیت خاطر ہے، شہرت وریا سے خلوت میں عافیت ملتی ہے۔ جبکہ ذکر وفکر اور انابت و اطاعت کی کیفیت کے ساتھ ہو۔

اے آدم! باتیں کم کرو تا کہ میرے پڑوس میں جگہ پالو

(٨٧١) و للديلمى عن أنس رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ آدَمَ قَامَ خَطِيبًا فِيْ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا مِنْ وُلْدِهِ وَ وُلْدِ وُلْدِهِ ! وَ قَالَ: إِنَّ رَبِّيْ عَهِدَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا آدَمُ! أَقْلِلْ كَلَامَکَ تَرْجِعُ إِلٰى جُوَارِيْ."

[موضوع] (كما فى كنز العمال ج ٣ / ٧٨٣٩)

(۸۷۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت آدمؑ اپنی دو پشت تک کی چالیس ہزار اولاد کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ اے آدم باتیں کم کرو تا کہ تم میرے پڑوس میں جگہ پالو۔

(کنز العمال ۳/ ۷۸۳۹، الاتحاف/ ۶۷۷)

حلال پر قناعت کیجیے ورنہ حرام کا خطرہ ہے

(۸۷۲) ولا بن عساکر عن أنس رضی اللہ عنہ: عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی : مَا مِنْ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ تَوَاضَعَ لِیْ عِنْدَ خَلْقِیْ إِلَّا وَ أَنَا أُدْخِلُہُ جَنَّتِیْ ، وَ مَا مِنْ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ تَکَبَّرَ عِنْدَ خَلْقِیْ إِلَّا وَ أَنَا أُدْخِلُہُ نَارِیْ، وَ مَا مِنْ عَبْدٍ مِنْ عَبِیْدِی اسْتَحْیَا مِنَ الْحَلَالِ إِلَّا ابْتَلَاہُ اللّٰہُ بِالْحَرَامِ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج۳/ ۸۵۰۷)

(۸۷۲) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری مخلوق کے ساتھ تواضع اختیار کرتا ہے، تو میں ضرور اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جب کوئی بندہ میرے بندوں میں سے میری مخلوق کے سامنے تکبر اختیار کرتا ہے تو میں اس کو ضرور جہنم میں داخل کروں گا اور جب کوئی بندہ حلال وطیب سے شرماتا ہے تو میں اس کو ضرور حرام میں مبتلا کروں گا۔ (کنز العمال ۳/ ۸۵۰۷)

حلال تھوڑا بھی نفع بخش ہے

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بندہ جب حلال پر قناعت نہیں کرتا اور حرص وطمع میں مبتلا رہتا ہے، تو پھر انجام کار حرام میں پھنس جاتا ہے اور پھر جب ایک بار حرام منہ کو لگ جائے تو ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ ایمانی حس ختم ہو جاتی ہے اور حلال کا مزہ جاتا رہتا ہے اور حرام کی جستجو وطلب تیز ہو کر انسانیت کو مردہ کر دیتی ہے، پھر تو تمیز وفرق کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے کہ حلال کی حلاوت کیا ہے اور حرام کی نحوست وخباثت کیا ہے؟ اس لیے حلال تھوڑا بھی نفع

بخش ہے اور حرام تو دنیا وآخرت دونوں کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾ (المؤمنون:٥١)

اے نبی طیب کھایئے اور اعمال صالحہ بجا لایئے۔ معلوم ہوا طیبت کے ساتھ اعمال صالحہ کا قوی ربط ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ہر حال میں حفاظت فرمائے۔ آمین!

متکبرین کب لکھا جاتا ہے

(٨٧٣) و لأبی بكر بن لال و عبد الغنی بن سعید عن أبی أمامة:

"اِجْتَنِبُوا الْكِبْرَ فَإِنَّ الْعَبْدَ لَا یَزَالُ یَتَكَبَّرُ حَتّٰى یَقُوْلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اُكْتُبُوْا عَبْدِیْ هٰذَا فِی الْجَبَّارِیْنَ." (كما فی كنز العمال ج٣/ ٧٧٢٩)

(٨٧٣) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، تکبر سے بچو! اس لیے کہ بندہ جب تکبر کا عادی بن جاتا ہے اور مسلسل تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کا نام جبارین ومتکبرین میں لکھ لو۔ (کنز العمال)

جو اللہ پاک کی عظمت کے لیے تواضع اختیار کرے

(٨٧٤) و لأبی نعیم عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ لَانَ لِحَقِّیْ، وَ تَوَاضَعَ لِیْ، وَ لَمْ یَتَكَبَّرْ فِیْ أَرْضِیْ، رَفَعْتُهُ حَتّٰى أَجْعَلَهُ فِیْ عِلِّیِّیْنَ." (كما فی كنز العمال ج ٣/ ٥٧٤١)

(٨٧٤) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: جو میری عظمت ونعمت کی وجہ سے نرمی اختیار کرے، میری ذات کے لیے تواضع اختیار کرے اور میرے روئے زمین پر تکبر اختیار نہ کرے، تو میں اس کو اتنا بلند کرتا ہوں کہ بلند مرتبۂ علّیّین تک پہنچا تا ہوں۔

خاکساری صفات عبدیت سے ہے

تواضع وخاکساری منجملہ صفات عبدیت میں سے ہے اور یہ ایسی عظیم صفت ہے جو انسان کو، حقیقی انسان بنادیتی ہے، دوسرے لفظوں میں مستحق رحمت بنادیتی ہے، بلکہ مقام ولایت ،درجہ علیا اور مقام علیین جو مقربین بارگاہ کا مسکن ہے، وہاں لے جا کر چھوڑ آتی ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

عظمت وکبریائی اللہ پاک کی ذات کے لیے خاص ہے

(۸۷۵) و للحکیم الترمذی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: لِی الْعَظْمَۃُ وَ الْکِبْرِیَاءُ وَ الْفَخْرُ ، وَ الْقَدْرُ سِرِّیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِّنْهُنَّ کَبَّبْتُهُ فِی النَّارِ۔“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات/ ۲۴۰، وکنزالعمال ج۳/ ۷۷۸۰)

(۸۷۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: عظمت وکبریائی اور فخر میرے لیے خاص ہے اور قدر میرا بھید ہے، جو کوئی اس میں سے ایک بھی مجھ سے چھینے گا، میں اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دوں گا۔

چھوٹی منہ بڑی بات

عظمت وکبریائی ، یا فخر ومنزلت جتلانا، کسی چیز کے متعلق اپنی قوت ذاتیہ کی بنیاد پر دعوے کرنا، یہ محض احکم الحاکمین رب العالمین کی ذات کے شایان شان ہے، مخلوقات میں جو کچھ بھی قابل تعریف صفات ہیں ،وہ عاریۃً حق جل مجدہ کی جانب سے ودیعت کی گئی ہیں، خواہ قوت وطاقت ہو، دولت وثروت ہو، علم وہنر ہو، ملک ومال ہو، فہم وفراست اور بصیرت ہو، الغرض! کچھ بھی ہو، یہ منجانب اللہ عطیہ ہے، اس پر ناز کرنا یا اس عارضی چیز پر قدر ومنزلت جتلانا یا طاقت وقوت کی بنیاد پر کسی کو دبانا، یہ سب حدودِ الٰہیہ میں قدم رکھنے کے مترادف ہے، اس لیے اللہ پاک عجز وتواضع کو پسند کرتے ہیں اور تکبر وغرور کرنے

والے کو ناپسند کر کے ذلیل و پست کر دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور سیدھی راہ کی رہنمائی فرمائے آج کل تحدیث نعمت کے نام پر فخر وغرور اور شکر و نعمت کے نام پر قدر و منزلت کو جتلانا عام ہو گیا، اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

تکبر باعثِ ذلت، تواضع باعثِ امن وامان

(٨٧٦) و لابن عساكر عن أبي بن كعب رضي الله عنه:

"مَنْ رَفَعَ فِيْ نَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا قَمَعَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا، بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَانْتَشَطَهُ مِنْ بَيْنِ الْجَمْعِ فَقَالَ: أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ! يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَيَّ إِلَيَّ فَإِنَّكَ مِمَّنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ." [ضعيف](كما فی الاتحافات ٦٤٧ وفی كنزالعمال ج ٣/٦٤٧٥)

(٨٧٦) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو شخص اپنے آپ کو دنیا میں بڑا بنانا چاہتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلیل ورسوا کر کے کمترین کریں گے۔

اور جو شخص دنیا میں تواضع و خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے دن فرشتوں کو بھیج کر تمام مجمع کے سامنے اس کو خوش کریں گے اور اس کو اے عبد صالح فرمایا جائے گا، پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے: میری طرف آؤ، میری طرف آؤ، اس لیے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر آج نہ تو کسی قسم کا خوف ہے نہ ہی غم۔

بکھرے ہوئے دِلوں کا مقام

(٨٧٧) و للغزّال ـــ لم يُذْكَرْ راويه من الصحابة:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ."

[ضعيف](كما فی الاتحافات / ١٦٥)

(٨٧٧) ترجمہ: (اس حدیث کا کوئی راوی صحابہ میں سے مذکورہ نہیں ہے)

حق تعالیٰ نے فرمایا: میں نرم دلوں کے پاس ہوتا ہوں۔

حرام لذتوں سے نظروں کو بچانا

وہ لوگ جو نرم دل، منکسر المزاج اور رحم دل ہوتے ہیں، حق تعالیٰ ان کا ساتھی اور مصاحب ہوتا ہے، کہ نرمی ورحم بذات خود حق سبحانہ وتقدس کی صفات میں سے ہے، اور جو بندہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے معیت الٰہی کی نعمت سے مالا مال ہوتا ہے (**اللھم اجعلنا منھم برحمتک یاارحم الراحمین**) بکھرے ہوئے دل وہ خاصان حق ہیں، جو ہمہ وقت عظمت رب کے سامنے عجز وافتقار کے ساتھ رہتے ہیں دنیاوی لذتوں، حرام نظروں سے اپنے آپ کو بچا بچا کر جلے بھنے رہتے ہیں اور خاص کر اس دور میں جب کہ ہر طرف عریانی وفحاشی کا غلبہ ہے، ہر لحہ نفس امارہ کو تقویٰ کا لگام لگائے ہوئے ہیں۔ **اللھم اجعلنا منھم !** حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں: کہ دنیا کی ہر چیز ٹوٹنے کے بعد بے وقعت ہو جاتی ہے مگر دل کا معاملہ عجیب ہے، یہ جس قدر عظمت رب میں بکھرتا اور ٹوٹتا ہے، اس کی قیمت اور قدر ومنزلت اسی قدر بڑھتی ہے۔ لہٰذا اس کو یاد حق میں مشغول رکھو اور عظمت رب میں پگھلا دو۔ نفس امّارہ کی شہوتوں اور لذتوں کو شریعت وسنت کا پابند و عادی بناؤ اسی میں تزکیہ وسلوک اور طینت رخسانی کا راز پوشیدہ ہے۔

سماحت وسخاوت کے ذریعے عزّت حاصل کرو

(۸۷۸) للرافعی عن أنس رضی اللہ عنہ:

"سَمِعْتُ جِبْرِيْلَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ مِيْكَائِيْلَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ إِسْرَافِيْلَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: هٰذَا دِيْنٌ اِرْتَضَيْتُهُ لِنَفْسِيْ، وَ لَنْ يُصْلِحَهُ إِلَّا السَّخَاءُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ، أَلَا فَأَكْرِمُوْهُ بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوْهُ." (کما فی کنز العمال ج۶/۱۶۲۱۴)

(۸۷۸) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا، جبریلؑ فرماتے تھے کہ میں نے میکائیلؑ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے اسرافیلؑ سے سنا،

فرماتے تھے کہ حق جل مجدہ نے فرمایا: یہ ایسا دین ہے جس کو میں نے اپنی ذات کے لیے پسند کیا۔ یہ دین سنور نہیں سکتا مگر سخاوت اور اچھے اخلاق کے ذریعہ۔ خبردار تم لوگ ان دونوں کے ذریعہ عزت وشرافت حاصل کرو۔ جب تک تم ان دونوں سے متصف رہو گے عزت وشرافت ملتی رہے گی۔ (کنز العمال ۶/۱۶۲۱۴)

حُسنِ خُلق

(۸۷۹) عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ یقول: سمعتُ رسول اللّٰہ ﷺ یقول:

"قَالَ جِبْرِیْلُ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: هٰذَا دِیْنٌ اِرْتَضَیْتُهُ لِنَفْسِیْ، وَ لَنْ یُصْلِحَهَ إِلَّا السَّخَاءُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ."

[ضعیف] (أخرجه الخرائطی فی مکارم الأخلاق ص۵۳)

(۸۷۹) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا، جبریلؑ نے فرمایا: کہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ ایسا دین ہے جس کو میں نے اپنی ذات کے لیے پسند کیا ہے اور یہ دین درست وسنور نہیں سکتا مگر سخاوت وکشادہ دلی اور حسن اخلاق کے ذریعہ۔ (مکارم الاخلاق، ص۵۳؛ الاتحاف)

اسلام اور کشادہ دِلی

کشادہ دلی اور اخلاق حمیدہ کے ذریعہ آج بھی پوری دنیا میں عزت کا مقام حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب اسلام کی عطاء ہے ورنہ اسلام سے پہلے دنیا درندگی کے صفات میں ملوث تھی اور سماحت وحسن خلق کا عملی نمونہ پیغمبر اسلام ﷺ نے طائف سے لے کر میدان جنگ تک پیش کیا اور عملاً اسلامی اخلاق کا سکّہ غیروں کے دل میں بھی جمایا، اسی سماحت و حسن خلق کے ذریعہ عرب جاہلیت کو آپ نے مسخر کیا اور آپ کے عملی نمونہ واسوہ کو دیکھ کر وحشی ودرندہ قوم حلقہ بگوش اسلام ہوتی گئی اور اسلام کا سورج عالم کو منور کر گیا اور جہالت و گمراہی گورغریباں کا مقدر بن گئی (اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی)

اچھے اخلاق کا ثمرہ جنت ہے

(۸۸۰) و للحکیم والطبرانی فی الأوسط عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ: يَا خَلِيْلِيْ حَسِّنْ خُلُقَكَ وَ لَوْ مَعَ الْكُفَّارِ تَدْخُلْ مَدَاخِلَ الْأَبْرَارِ، فَإِنَّ كَلِمَتِيْ سَبَقَتْ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ أَنْ أُظِلَّهُ فِيْ عَرْشِيْ وَ أَنْ أُسْكِنَهُ حَظِيْرَةَ قُدْسِيْ، وَ أَنْ أُدْنِيَهُ مِنْ جِوَارِيْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۳/ ۵۱۵۹)

(۸۸۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: اے خلیل! اپنے اخلاق کو اچھا رکھیں اگرچہ کافر ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو، آپ اخلاق حسنہ کے ذریعہ ابرار کا مقام حاصل کرسکیں گے، اس لیے کہ میرا کلام اچھے اخلاق والوں کے لیے پہلے ہی صادر ہو چکا ہے کہ میں ان لوگوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا اور میں ان لوگوں کو حظیرۃ القدس میں ٹھہراؤں گا اور اپنے پڑوس میں جگہ دوں گا۔

اللہ پاک جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو اچھے اخلاق عطا کرتے ہیں

(۸۸۱) و لأبی الشیخ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا اللّٰهُ خَلَقْتُ الْعِبَادَ بِعِلْمِيْ، فَمَنْ أَرَدْتُ خَيْرًا مَنَحْتُهُ خُلُقًا حَسَنًا، وَ مَنْ أَرَدْتُ بِهِ سُوْءًا مَنَحْتُهُ سَيِّئًا. [؟] (کما فی کنزالعمال ج ۳/ ۵۲۳۴)

(۸۸۱) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ ہوں اور میں نے اپنے علم سے بندوں کو پیدا کیا۔ تو جس کے ساتھ میں نے بھلائی کا ارادہ کیا، اس کے لیے اچھے اخلاق پر چلنا آسان کردیا اور جس کے ساتھ میں نے برائی کا ارادہ کیا، اس کے لیے برے اخلاق پر چلنا آسان کردیا۔

اچھے یا بُرے اخلاق انسان کے باطن کے ترجمان ہیں

اچھے یا برے اخلاق انسان کے باطن کے ترجمان ہوتے ہیں اور ظاہر کی تربیت باطن کی کیفیت کا مظہر ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق والا انسان معاملات میں، مخلوقاتِ الٰہی کو نہ تکلیف دے گا اور نہ ہی ان کا حق دبائے گا اور برے اخلاق کا انسان بذات خود بُرا ہے جس سے کسی بھی خیر کی امید نہیں کی جاسکتی۔

'اخلاق' کا لفظ شریعت اسلامی میں جامع اور ہمہ گیر ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی صفت کے بارے میں فرمایا تھا: ''کان خلقه القرآن ''پورا قرآن ہی رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تھا۔جس میں عبادات ومعاملات، اخلاقیات وسیاسیات ، غرض مکمل اسلامی نظام زندگی کو لفظ اخلاق بول کر مراد لیا گیا ہے۔یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی اخلاق کا نمونہ ہونا سعادت کی دلیل ہے اور اسلامی اخلاق سے خالی ہونا شقاوت و بدبختی کی دلیل ہے،اس لیے رسول اللہ ﷺ دعاء مانگتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَایَهْدِیْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَ قِنِیْ سَیِّیءَ الْأَعَمَالِ وَ سَیِّیءَ الْأَخْلَاقِ لَا یَقِیْ سَیِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ '' (نسائی).

اکرامِ مُسلم کا ثواب

(۸۸۲) وللخطيب وابن عساكر عن علي رضي الله عنه:

''أَوْحَی اللّٰهُ إِلٰی دَاؤُدَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَأْتِی بِالْحَسَنَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأُحَكِّمُهُ بِهَا فِی الْجَنَّةِ، قَالَ دَاؤُدُ: یَا رَبِّ! وَ مَنْ هٰذَا الْعَبْدُ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ يَسْعَی لِأَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ فِیْ حَاجَةٍ أَحَبَّ قَضَاءَ هَا قُضِيَتْ عَلٰی يَدِهِ أَوْ لَمْ تُقْضَ.''

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۶/ ۱۶۴۵۴)

(۸۸۲) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،اللہ پاک نے داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ قیامت کے دن ایک شخص اچھی نیکی لے کر حاضر ہوگا،تو میں اس کے لیے

جنت کا فیصلہ کروں گا، داوٗدؑ نے عرض کیا: رب العالمین! یہ بندہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: ایک مومن ہے جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش میں نکلا تھا اور چاہتا تھا کہ بھائی کی حاجت پوری ہوجائے (یہ ثواب اسی عمل کا ہے) میں اس کے ذریعہ حاجت پوری کروں یا نہ کروں (لہٰذا یہ نیکی اس کے جہد وکوشش کی ہے)۔

دوسروں کا درد وغم

اس زمین پر دوطرح کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں، ایک وہ جو محض اپنی جان ومال اورعزت نفس کے لیے زندگی گزارتے ہیں، اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسروں کی خاطر جیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا درد وغم دل میں رکھتے ہیں، ہوتا تو وہی ہے جو مکتوب الٰہی ہے مگر اپنی جانب سے ایک ایمان والے کا اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ دوسروں کے غم میں شریک ہو اور بھرپور مسلمان کی حاجت کی تکمیل میں سعی بلیغ کرے، اس پر اللہ تعالیٰ اس کو کیا دیں گے اسی کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

مَا وَرَدَ فِیْ بَعْضِ اَعْمَالِ الْخَیْرِ وَ الْبِرِّ

خیر و بھلائی کا تفصیلی بیان

باب : حدیثُ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ قَالَ: اِذْھَبْ فَسَلِّمْ

باب: آدم نے سب سے پہلے فرشتوں کو حکم الٰہی سے سلام کیا

(۸۸۳) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ طُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَہٗ قَالَ: اِذْھَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی أُوْلٰئِکَ النَّفَرِ ـــ وَ ھُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ جُلُوْسٌ ـ فَاسْتَمِعْ إِلٰی مَا یُحَیِّیُوْنَکَ، فَإِنَّھَا تَحِیَّتُکَ وَ تَحِیَّۃُ ذُرِّیَتِکَ، قَالَ: فَذَھَبَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ، فَزَادُوْہُ: وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ، قَالَ: فَکُلُّ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَلٰی صُوْرَۃِ آدَمَ طُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ حَتّٰی الْآنَ.“ [صحیح](أخرجہ عبدالرزاق فی المصنف ج١٠ /١٩٤٣٥)

آدمؑ نے سب سے پہلے فرشتوں کو حکمِ الٰہی سے سلام کیا

(۸۸۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، پھر ارشاد فرمایا: اے آدمؑ! جاؤ ملائکہ کی جماعت جو بیٹھی ہوئی ہے، ان کو سلام کرو، اور غور سے سنو کہ وہ تحیہ کا کیا جواب دیتے ہیں، پس وہی آپ کا اور آپ کی ذریت کا تحیہ وسلام ہوگا، آدم علیہ السلام تشریف لے گئے اور السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب میں السلام علیک و رحمۃ اللّٰہ کہا، تو ان سب نے و رحمۃ اللّٰہ کا اضافہ کیا، سو جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں جائے گا، جبکہ لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، اس کے بعد اب تک برابر لوگوں کا لمبا قد چھوٹا ہوتا گیا۔

خلیفۃ اللہ کی تعلیم وتربیتِ ربّانی

ربّ ذوالجلال نے آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تو ضروری ہوا کہ خلیفہ کو تمام آدابِ عبودیت وعبادت اور آدابِ تحیۃ وتسلیم سکھلا دیے جائیں۔ خلیفہ کا معنی ہے معتمد جو امرِ الٰہی کو نافذ کرے گا۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کے قالب وجسم عنصری میں جان وروح ڈالی گئی تو ان کو چھینک آئی، جس پر انھوں نے اِذن واجازتِ ربّانی سے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہا، **فَقَالَ لَہٗ رَبُّہٗ رَحِمَکَ یَا آدَمَ**۔ جواب میں رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تم پر رحم کردیا گیا اے آدمؑ۔ یہ آدمؑ کی پہلی حمد وعبودیت اور بارگاہِ ربّ العزّت میں تحیۃ تھی، معلوم ہوا کہ مخلوق کی جانب سے خالق کی جناب میں **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** ہی تحیۃ ہے۔ اب آدمؑ کو مخلوق کی مخلوق سے تحیۃ وملاقات کے آداب سکھلائے جارہے ہیں، حکم ہوا، آدم جاؤ فرشتوں کی جو جماعت بیٹھی ہوئی ہے اس کو سلام کرو اور وہ جو جواب دیں اس کو غور سے سنو۔ خلیفۃ اللہ گئے اور ملائکۃ اللہ کو **السلام علیکم** کہا، جواب میں ملائکۃ اللہ نے کہا **السلام علیک ورحمۃ اللّٰہ**، آدمؑ تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو، فرشتوں نے رحمت کا اضافہ کیا، اب ہماری شریعت میں آدابِ ملاقات یہ ہوا کہ ہم جب بھی کسی اہل ایمان سے ملیں تو **السلام علیکم** کی سنت کو زندہ کریں اور اگلا ہم کو جواب میں **وعلیکم السلام** کہے۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ الفاظ وآدابِ تحیّہ بھی ہم کو سکھلا دیے گئے ہیں اور ان الفاظ میں بہت ہی خوبیاں ہیں، دل سے کدورت ونفرت کو ختم کرتی ہے، سینہ کو کینہ سے صاف کرتی ہے، عداوت کو محبت سے بدل دیتی ہے، کینہ سے طہارت قلب کے لیے بہت ہی مفید کلمہ ہے۔ یہ وہ جملہ وکلمہ ہے جو خود رب تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے۔ **سلام قولا من رب الرحیم** فرشتے بھی اہل جنت کو سلام علیکم سے خطاب کریں گے، ہمارا مذہب اسلام، ہمارا تحیہ، السلام علیکم، ہماری جنت درالسلام۔

ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا: **لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُوْمِنُوْا ، وَ لَا تُوْمِنُوْا**

حَتّٰی تَحَابُّوْا، اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔

تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اور مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے، جب تک کہ آپس میں محبت واخوّت نہ ہو، اور کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلا دوں، کہ جب تم اس کی پابندی کرنے لگو گے تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا السلام علیکم کو آپس میں رائج کرو۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اجنبی وغیروں کی روش نہ چلیں، اسلامی تعلیمات کی پابندی کریں السلام علیکم حق تعالیٰ کا سکھلایا ہوا بول ہے اس میں بہت برکت اور سلامتِ دارین کی عافیت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

باب : حديثُ يَـا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ

باب: آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا مگر تو نے میری عیادت نہ کی

(٨٨٤) عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ؟ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِىْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِىْ عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ، قَالَ: يَا رَبِّ وَ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِىْ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِىْ، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِىْ؟" [صحيح](أخرجه مسلم ج۴ ص١٩٩٠)

اخوت و ہمدردی کے لیے ترغیب کا عجیب پہلو

(۸۸۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے آدم کی اولاد! میں بیمار ہوا تھا، تو تم نے میری مزاج پرسی اور عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا: الٰہی آپ کی مزاج پرسی کیسے کرتا کہ آپ تو ربّ العالمین ہیں، ارشاد ہوگا: کیا تجھے یہ بات معلوم نہ تھی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا؟ اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اور کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس بندہ کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا، اے آدم کی اولاد! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہ کھلایا، بندہ عرض کرے گا: الٰہ العالمین! آپ کو کیسے کھلا سکتا تھا؟ جب کہ آپ ربّ العالمین (کھانے پینے سے بے نیاز) ہیں، ارشاد ہوگا: کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے نہیں کھلایا؟ کیا تجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ اگر تو اس بندہ کو کھانا کھلاتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا؟ اے آدم کی اولاد! میں پیاسا تھا اور تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھ کو سیراب نہیں کیا، بندہ عرض کرے گا: الٰہ العالمین! آپ کو کیسے سیراب کرسکتا تھا کہ آپ تو ربّ العالمین ہیں۔ ارشاد ہوگا: تجھ سے میرے ایک بندہ نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اس کو نہیں پلایا، کیا تجھے اس کا علم نہ تھا کہ اگر تو اس بندہ کو سیراب کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا؟ (مسلم)

ترغیب وتشویق کے لیے ربّ العزّت کا نرالا اسلوب

حق جل مجدہ کی ذات، بیماری وتکلیف اور کھانے پینے سے پاک ہے، مگر اس حدیث میں انسانی ہمدردی کی ترغیب کے لیے بلیغ انداز کو اختیار کیا گیا تاکہ بندہ دوسرے بندوں کے ساتھ انسانیت کا معاملہ کرے، حیوان ودرندہ نہ بن جائے کہ پڑوس میں ایک آدمی بیمار ہے اجنبی ہے جس کا جاننے والا، پہچاننے والا کوئی نہیں تو وہ اپنے کو اکیلا محسوس نہ کرے؛ بلکہ دوسرے مسلمانوں پر اس کا منجانب اللہ یہ حق ہے کہ اس کی مزاج پرسی،

عیادت تیمارداری، کھانے پینے کی حاجت وضرورت کوحسبِ استطاعت پوری کرے اور اپنی ذات سے جوبھی تعاون واخوت کا معاملہ کرسکتا ہے اس میں دریغ نہ کرے، نیز دروازہ پرسائل و بھکاری آجائے تو اس کے ساتھ سخت تلخ لہجہ میں گفتگو نہ کرے کہ قیامت میں اللہ پاک فرمائیں گے کہ میں نے سوالی بن کر تجھ سے کھانا مانگا تھا، پیاس کے عالم میں پانی مانگا تھا اس وقت انسان حیران ہوگا کہ ربّ العالمین کی ذات پاک تو ان جھمیلوں سے بے نیاز تھی پھر کیوں کر کھانا مانگنے آئی تھی، اب اس کو حق جل مجدہ فرمائیں گے: میں سائل کے پاس تھا، تم اس سائل کو کھانا نہیں کھلا رہے تھے گویا کہ مجھ کو کھلا رہے تھے، اگر واپس کیا تھا تو وہ واپس جانے والا سائل نہ تھا بلکہ ربّ العالمین کی پاک ذات تھی۔ الغرض ترغیب کا جو سب سے قابل توجہ پہلو ہوسکتا تھا ان احادیث قدسیہ میں اس کو اختیار کیا گیا ہے، اللہ پاک ہمیں صراط مستقیم کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

بندہ کی مزاج پرسی وسیرابی، میری مزاج پرسی وسیرابی ہوتی

(٨٨٥)عن أبی هريرة رضي الله عنه عن النبی ﷺ عن اللّٰه عزَّ وجلَّ أنه قال:

"مَرِضْتُ فَلَمْ يَعُدْنِي ابْنُ آدَمَ، وَ ظَمِئْتُ فَلَمْ يَسْقِنِي ابْنُ آدَمَ، فَقُلْتُ: أَتَمْرَضُ يَا رَبِّ؟ قَالَ: يَمْرَضُ الْعَبْدُ مِنْ عِبَادِيْ مِمَّنْ فِي الْأَرْضِ فَلَا يُعَادُ فَلَوْ عَادَه كَانَ مَا يَعُوْدُهُ لِيْ، وَ يَظْمَأُ فِي الْأَرْضِ فَلَا يُسْقٰى، فَلَوْ سَقٰى كَانَ مَا سَقَاهُ لِيْ." [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ١٨/ ٩٢٣١)

(٨٨٥) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ ﷺ اللہ ربّ العزّت سے روایت کرتے ہیں: کہ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں بیمار پڑا اور ابن آدم نے میری عیادت ومزاج پرسی نہیں کی اور پیاسا تھا اور آدم کے بیٹے نے مجھ کو سیراب نہیں کیا، تو میں نے کہا: اے رب! کیا آپ بھی مریض و بیمار ہوتے ہیں؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میرے بندہ میں سے ایک بندہ زمین میں بیمار پڑا اس کی کسی نے عیادت ومزاج پرسی

نہیں کی، اگر اس کی عیادت کی جاتی تو اسکی عیادت و مزاج پرسی کے بجائے میری مزاج پرسی وعیادت ہو جاتی اور میرا ایک بندہ زمین میں پیاسا تھا جس کو کسی نے پانی نہیں پلایا، اگر اس کو پانی پلایا جاتا تو اس کو پانی پلانا مجھ کو پانی پلانا ہو جاتا۔ (اخرجہ احمد ۹۲۳۱/۱۸)

باب : إِذَا زَارَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

باب: مسلمان جب محض اللہ کی رضا کیلئے مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے

(٨٨٦) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِذَا زَارَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ - فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ - أَوْ عَادَهُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : طِبْتَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا." [حسن] (أخرجه أحمد ج ٢ ص ٣٢٦)

بیمار پرسی پر فرشتہ کی دعا اور جنت کا ٹھکانہ

(٨٨٦) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص کسی دینی بھائی سے ملاقات کرتا ہے یا کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: خوش رہ تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا۔ (اخرجہ احمد)

شرح: باہمی انس ومحبت خاص ایمانی صفت ہے۔ مومن کو چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے مومنوں سے محبت کریں، انسیت پیدا کریں، مانوس ہوں اور ایک دوسرے کے غم میں مغموم ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کو نفع پہنچائیں خیر کا ذریعہ بنیں۔ آپس کا ملنا بھی الفت ومحبت کی دلیل ہے، اس پر آخرت میں عظیم انعامات ملنے کا وعدہ ہے اس حدیث میں فرشتے نے دو دعائیں دی ہیں۔ ایک خوش گوار زندگی کی، جس کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے۔ دوسرے جنت میں مقام بنانے کی اس کا تعلق آخرت کی زندگی سے ہے۔ گویا بیمار پرسی سے دنیوی واُخری دونوں ہی زندگی کا منجانب اللہ انعام ملتا ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے: خوش رہ اور تیرا چلنا اچھا ہو اور تو جنت میں اپنا مقام بنالے۔

اللہ کے لیے ملنے والوں کا انعام

(۸۸۷) عن أنس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتٰی أَخَاهُ یَزُوْرُهُ ۔ فِی اللّٰهِ ۔ إِلَّا نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ : أَنْ طِبْتَ وَ طَابَتْ لَکَ الْجَنَّةَ، وَ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِیْ مَلَکُوْتِ عَرْشِهِ: عَبْدِیْ زَارَ فِیَّ وَ عَلَیَّ قِرَاُهُ. فَلَمْ یَرْضَ اللّٰهُ لَهُ بِثَوَابٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ."

[حسن لغیرہ] (أخرجه البزار ج ۲/۱۹۱۸۔ کشف الأستار)

(۸۸۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان بندہ اپنے دینی بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے، تو اللہ پاک کی جانب سے ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ تو نے اچھا کیا، اللہ پاک تجھ کو جنت سے خوش کریں گے۔ پھر حق تعالیٰ ملکوتِ عرش سے ارشاد فرماتے ہیں: میرا بندہ محض میری رضاء کے لیے اللہ واسطے زیارت کے لیے گیا، اس کی میزبانی وضیافت میرے ذمہ ہے اور حال یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی میزبانی میں مہمان کے لیے جنت سے کم چیز پر راضی نہیں ہوتے۔

فرشتہ کے ذریعے بشارت

اسلامی شریعت میں اخوت وزیارت کا اہم مقام ہے، اور عنداللہ اس کا اجر وثواب ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک شخص اپنے ایک دینی و اسلامی بھائی کی ملاقات وزیارت کو جارہا تھا حق جل مجدہ نے ایک فرشتہ کو اس کے راستہ پر متعین کردیا، یہ شخص جب اس فرشتہ کے سامنے سے گزرا تو اس نے سوال کیا تو کہاں جارہا ہے؟ بندہ نے جواب دیا میرا ایک اسلامی بھائی فلاں بستی میں رہتا ہے جس کی ملاقات کو جارہا ہوں، فرشتہ نے سوال کیا: کیا کوئی تیرا اس پر حق وغیرہ تو نہیں؟ جو تو نے اس پر احسان کیا ہو، جس کا جواب اس نے دیا: نہیں کچھ بھی نہیں۔ بس میں تو اس کو اللہ کے لیے چاہتا ہوں، اور اللہ کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں، یہ بات سن کر فرشتہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیری طرف بھیجا گیا ہوں تو جس طرح اس بندہ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ

تم سے محبت کرتے ہیں۔(مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی بن جاتا ہے بشرطیکہ تمام زیارت وملاقات محض للہ وفی اللہ ہو، کسی دنیاوی مفاد وتعلق کی وجہ سے نہ ہو۔ نہ خونی و قرابت کا رشتہ ہو، زیارت کا سبب محض اللہ تعالیٰ کی نسبت پر ہو۔

ہزار سال کی عبادت، قیامِ لیل، صومِ نہار کا ثواب

(۸۸۸) و لأبی یعلی عن أنس ﷜ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ يَعُوْدُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ إِلٰى حقويه، فَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الْمَرِيْضِ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ، وَ كَانَ الْمَرِيْضُ فِيْ ظِلِّ عَرْشِهِ، وَ كَانَ الْعَائِدُ فِيْ ظِلِّ قُدْسِهِ، وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلَائِكَةِ: اُنْظُرُوْا كَمْ احتسبوا عِنْدَ الْمَرِيْضِ العواد؟ قَالَ: يَقُوْلُ أَیْ رَبِّ فواقا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ: اُكْتُبُوْا لِعَبْدِی عِبَادَةَ أَلْفِ سَنَةٍ. قِيَامُ لَيْلِهِ وَ صِيَامُ نَهَارِهِ، وَ أَخْبِرُوْهُ أَنِّیْ لَمْ أَكْتُبْ عَلَيْهِ خَطِيْئَةً وَاحِدَةً، قَالَ: وَ يَقُوْلُ لِلْمَلَائِكَةِ: اُنْظُرُوْا كَمْ اِحْتَسَبُوْا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ سَاعَةً إِنْ كَانَ اِحْتَسَبُوْا سَاعَةً، فَيَقُوْلُ: اُكْتُبُوْا لَهُ دَهْرًا، وَ الدَّهْرُ عَشْرَةُ آلَافِ سَنَةٍ ، إِنْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَ إِنْ عَاشَ لَمْ يَكْتُبْ عَلَيْهِ خَطِيْئَةً وَاحِدَةً، وَ إِنْ كَانَ صَبَاحًا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفِ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِیَ، وَ إِنْ كَانَ مَسَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفِ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ ، وَ كَانَ فِیْ خرافِ الْجَنَّةِ.“

[ضعیف] (کما فی مجمع الزوائد ج ۲ ص۲۹۶)

(۸۸۸) ترجمہ: حضرت انس ﷜ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: (اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کی عیادت کی، وہ تفصیلی واقعہ یہاں درج ہے، اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے جو بات کہی وہ یہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے گھر سے کسی دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے نکلتا ہے تو کمر تک رحمت میں

رہتا ہے اور جب مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو آغوش میں لے لیتی ہے اور مریض عرش کے سایہ میں رہتا ہے اور عیادت کرنے والا صفات قدسیہ کے سایہ میں، حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھتے رہو عیادت کرنے والا کتنی دیر مریض کے پاس ٹھہرتا اور رُکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: جاں کنی کے وقت، یعنی جسم سے نکلنے والی آخری ہچکی و سانس تک، تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے بندہ کے لیے ایک ہزار سال کی عبادت، قیامِ لیل اور صیامِ نہار یعنی رات کی عبادت اور دن کا روزہ لکھ لو اور اس بندہ کو آگاہ و خبردار کردو کہ میں اس کا ایک گناہ بھی نہیں لکھوں گا اور حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھتے رہو عیادت کرنے والا مریض کے پاس کتنی دیر ٹھہرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: ایک گھنٹہ۔ اگر فرشتے ایک گھنٹہ شمار کرتے ہیں تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اس عیادت کرنے والے کے لیے ایک دہر (لمبی مدت) لکھ لو اور دہر لمبی مدت دس ہزار سال کے برابر ہے۔ اگر وہ بندہ اس سے پہلے وفات پا جاتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر زندہ رہتا ہے تو اس کے خلاف ایک گناہ بھی نہیں لکھا جاتا اور اگر صبح کو مریض کی عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا رحمت کرتے ہیں اور اگر شام کو مریض کی عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعاء رحمت و مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جنت کے پُر بہار باغ میں ہوتا ہے۔ یعنی اس کی زندگی جنتی زندگی ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۲۹۶)

مرض و علاج اور عیادت کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر بیماری کی دوا ہے، جب دوا بیماری کے موافق ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا ہوجاتا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ شانہ نے مرض بھی نازل کیا اور دوا بھی اتاری اور ہر مرض کے لیے دوا پیدا کی اس لیے دوا کرو، البتہ حرام چیز سے علاج مت کرو۔‘‘ (زاد المعاد)

علاج کا اہتمام اور اس میں احتیاط

حضورِ اکرم ﷺ حالتِ مرض میں خود بھی دوا کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو علاج کروانے کی تلقین بھی فرماتے، ارشاد فرمایا: اے بندگانِ حق دوا کیا کرو کیونکہ اللہ نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے، بجز ایک مرض کے، لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہت زیادہ بڑھاپا''۔ (ترمذی، زادالمعاد)

نادان طبیب کو طبابت سے منع فرماتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔ (زادالمعاد)

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے، ارشاد فرماتے: اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔ (زادالمعاد)

مریضوں کی عیادت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو بیمار ہو جاتا، حضورِ اکرم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ (زادالمعاد)

مریض کی عیادت کے لیے کوئی دن مقرر کرنا آنحضرت ﷺ کی سنتِ طیبہ میں سے نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ دن ورات تمام اوقات میں (حسبِ ضرورت) مریضوں کی عیادت فرماتے۔ (زادالمعاد)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلہ میں شور وشغب نہ کرنا اور کم بیٹھنا بھی سنت ہے۔ (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ مریض کے قریب تشریف لے جاتے اور اس کے سرہانے بیٹھتے اس کا حال دریافت فرماتے اور پوچھتے ''طبیعت کیسی ہے؟'' (زادالمعاد)

آنحضرت ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لیے وہ چیز منگواتے اور فرماتے مریض جو مانگے وہ اس کو

دو، اگر مضر نہ ہو۔ (حصن حصین)

تسلّی و ہمدردی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو، (یعنی اس کی عمر اور اس کی زندگی کے بارے میں اس کو خوش کرو) اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو رد تو نہ کرسکیں گی اس سے اس کا دل خوش ہوگا اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجه، معارف الحدیث)

کبھی آپ ﷺ مریض کی پیشانی پر دست مبارک رکھتے، پھر اس کے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اور دعا کرتے، اے اللہ اسے شفا دے، اور جب آپ ؐ مریض کے پاس تشریف لے جاتے، تو فرماتے فکر کی کوئی بات نہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہوجائے گا، بسا اوقات آپ ؐ یہ فرماتے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ اور طہور بن جائے گی۔ (زادالمعاد)

عیادت کے فضائل

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندۂ مومن جب اپنے صاحبِ ایمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنّت کے باغ میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ یا کسی قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو اس کے سامنے بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو، کیونکہ تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے اس لیے کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

مریض پر دَم اور اس کے لیے دعائے صحت

آپ ﷺ مریض کے لیے تین بار دعا فرماتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی، اے اللہ! سعد کو شفا دے، اے اللہ! سعد کو شفا دے، اے اللہ! سعد کو شفا دے۔ (زادالمعاد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے:

اذهب الباس رب الناس الخ

''اے سب آدمیوں کے پروردگار! اس بندے کی تکلیف دور فرما دے، اور شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، بس تیری ہی شفاء شفاء ہے، ایسی کامل شفا عطا فرما جو بیماری کو بالکل نہ چھوڑے''۔ (صحیح بخاری ومسلم، معارف الحدیث)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خود بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دَم فرمایا کرتے اور خود اپنا دستِ مبارک اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپ ﷺ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تو میں وہی معوذات پڑھ کر آپ ﷺ پر دَم کرتی جن کو پڑھ کر آپ ﷺ دَم کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا دستِ مبارک آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضور ﷺ مریض کی پیشانی یا دکھی ہوئی جگہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

''اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور فرما، اور شفاء دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے جو ذرا مرض نہ چھوڑے''۔

یہ دعا بھی وارد ہے:

اَللّٰھُمَّ اِشْفِہٖ اَللّٰھُمَّ عَافِہٖ

''اے اللہ! اس کو شفا دے اور اس کو عافیت دے''۔

یا سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے:

اَسْأَلُ اللّٰہُ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

''میں سوال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو بڑا ہے اور عرش عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفا بخشے''۔

جس شخص نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت نہ آئی ہو اور یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس مرض سے ضرور شفا دے گا۔

(مسلم، بخاری، ترمذی، زاد المعاد، ابوداؤد، حصن حصین)

حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جو ان کے جسم کے کسی حصّہ میں تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہے اور تین دفعہ کہو بِسْمِ اللّٰہ ، اور سات مرتبہ کہو اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ (میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کی اس تکلیف کے شر سے جو میں پا رہا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہے) کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور فرما دی۔ (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھ کر حضرات حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے:

اُعِیْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَامَّۃٍ وَّ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ.

''میں تمھیں پناہ دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کی ہر شیطان کے شر سے اور ہر زہریلے جانور سے ہر اثر ڈالنے والی آنکھ سے''۔

اور فرماتے تھے کہ تمہارے جدامجد ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں

اسماعیل اور اسحٰق علیہما السلام پر ان کلمات سے دَم کرتے تھے۔ (معارف الحدیث، رواہ البخاری)

جس کے زخم یا پھوڑا یا کوئی تکلیف ہوتی، آپ ﷺ اس پر دم کرتے، چنانچہ شہادت کی انگلی زمین پر رکھ دیتے، پھر دعا پڑھتے:

بِسۡمِ اللّٰهِ تُرۡبَةُ اَرۡضِنَا بِرِیۡقَةِ بَعۡضِنَا یُشۡفٰی سَقِیۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا

''میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے، یہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دے گی''۔ اور اس جگہ انگلی پھیرتے۔ (زاد المعاد)

حالتِ مرض کی دعا

جو شخص حالت مرض میں یہ دعا چالیس مرتبہ پڑھے اگر مرا تو شہید کے برابر ثواب ملے گا اور اگر اچھا ہو گیا تو تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنۡتَ سُبۡحَانَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ

اگر مرض میں یہ دعا پڑھے اور مر جائے تو اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکۡبَرُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡکَ لَهٗ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الۡمُلۡکُ وَ لَهُ الۡحَمۡدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجه)

زمانۂ بیماری میں صدق دل اور سچے شوق سے یہ دعا کیا کرے۔ (معارف الحدیث)

اَللّٰهُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ شَهَادَةً فِیۡ سَبِیۡلِکَ وَ اجۡعَلۡ مَوۡتِیۡ بِبَلَدِ رَسُوۡلِکَ۔

(حصن حصین)

''اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت کی توفیق عطا فرما اور کیجیے میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں''۔

بیماری میں زمانہ تندرستی کے اعمال کا ثواب

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر میں جائے اور اس بیماری یا سفر کی وجہ سے اپنی عبادت وغیرہ کے معمولات پورا کرنے سے مجبور ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعمال اس طرح لکھے جاتے ہیں، جس طرح وہ صحت وتندرستی کی حالت میں اور زمانۂ اقامت میں کیا کرتا تھا۔

(صحیح بخاری ،معارف الحدیث)

تکلیف رفعِ درجات کا سبب

محمد ابن خالد سلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ ان کے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندۂ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہوجاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پاسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ یا پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے، پھر اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے، یہاں تک کہ ان مصائب وتکالیف (اور ان پر صبر) کی وجہ سے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے جو اس کے لیے پہلے سے طے ہوچکا تھا۔

(معارف الحدیث، مسند احمد، سنن ابی دائود)

بیماری کفارۂ سیئات ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مومن کو جو بھی بیماری، جو بھی پریشانی، جو بھی رنج وغم اور جو بھی اذیت پہنچتی ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی اس کے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ذریعہ اس کے گناہوں کی صفائی فرمادیتا ہے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم، معارف الحدیث)

موت کی یاد اور اس کا شوق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! موت کو

یاد کیا کرو، اور اس کو یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے“۔

(جامع ترمذی ، سنن نسائی ، سنن ابن ماجه، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”موت مومن کا تحفہ ہے“۔ (شعب الایمان للبیہقی ،معارف الحدیث)

موت کی تمنّا اور دعا کرنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی تکلیف اور دکھ کی وجہ سے موت کی تمنّا نہ کرے اور نہ دعا کرے اور اگر اندر کے داعیہ سے بالکل ہی مجبور ہو تو یوں دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ.

”اے اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھا لے۔“ (صحیح بخاری وصحیح مسلم،معارف الحدیث)

موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو کیا کریں؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والوں کو لا إله اِلَّا اللّٰه کی تلقین کریں۔(صحیح مسلم،معارف الحدیث)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔ (معارف الحدیث ،مسند احمد،سنن ابی داؤد،سنن ابن ماجہ)

باب : حديث فِي جَزَاء مَنْ عَزّى الثكلى

باب: لڑکے کے فوت ہوجانے پر عورت کی تعزیت کرنے والے کا ثواب

(٨٨٩)عن أبى بكر الصديق رضی اللہ عنہ و عمران بن حصين رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ

قال:

”قَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لِرَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ : مَا جَزَاءُ مَنْ عَزَّی الثَّکْلٰی؟ قَالَ: أَجْعَلُهُ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّی.“

[ضعیف] (أخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة/٥٨٨)

تعزیت کرنے والوں کو عرشِ رحمٰن کا سایہ

(٨٨٩) ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربّ العالمین سے پوچھا کہ یا اللہ جو کسی ایسی عورت کی تعزیت کرے جس کا لڑکا فوت ہو گیا ہو اس کی جزاء کیا ہے؟ یعنی اس کو کیا ثواب ملے گا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کو اپنے ایسے سایہ میں جگہ دوں گا، جس دن میرے سایہ کے سواء کوئی سایہ نہ ہوگا۔

مغموم کو کلماتِ خیر سے تسلی دینا

تعزیت نام ہے مغموم کو تسلی دینے کا، کلماتِ خیر کہنے کا، تھوڑی دیر کے لیے ساتھ بیٹھ کر اس کی دل جوئی کرنے کا، عہد صحابہ میں فرض نماز جماعت سے چھوٹ جانے پر صحابہ ایک دوسرے کی تعزیت کرتے تھے، کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک جس کی نماز باجماعت چھوٹ جاتی وہ سب سے زیادہ حالات کا شکار سمجھا جاتا تھا۔ حدیث پاک میں جس عورت کا بچہ فوت ہو جائے اس کی تعزیت میں جانے والے کے ثواب کو بتلایا گیا ہے کہ حق جل مجدہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ دیں گے۔ یہ تو ثواب ہے تعزیت میں جانے والے کا، خود اس ماں کو کیا ملے گا؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق جل مجدہ ایک مکان تعمیر کرتے ہیں جس کا نام ہے بیت الحمد، مگر اس شرط کے ساتھ کے جزع فزع نہ ہو بلکہ اللہ کی حمد کرے اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے، یہ نہ ہو کہ تعزیت کو جانے والے کے سامنے حق تعالیٰ کے گلے شکوے شروع کر دے بلکہ راضی برضاء الٰہی رہے اور تعزیت میں آنے والوں کا حمد و شکر کے ساتھ استقبال کرے نہ یہ کہ شکوہ شکایت کا باب کھولے۔

باب : حديث فی تشييع الميت و تعزية الحزين
باب: میت کے ساتھ چلنا اور غمگین کو تسلی و دلاسا دینا

(۸۹۰)لابن عساکر والديلمی عن ابن مسعود ﷺ :

قَالَ دَاؤُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : يَا إِلٰهِيْ! مَا جَزَاءُ مَنْ شَيَّعَ مَيِّتًا إِلٰى قَبْرِهِ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ أُشَيِّعَهُ مَلَائِكَتِيْ فَتُصَلِّي عَلٰى رُوْحِهِ فِي الْأَرْوَاحِ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ فَمَا جَزَاءُ مَنْ عَزَّى حَزِيْنًا اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ؟ قَالَ: أَنْ أُلْبِسَهُ التَّقْوىٰ فَأَسْتُرُهُ بِهِ مِنَ النَّارَ وَ أُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ مَا جَزَاءُ مَنْ عَالَ يَتِيْمًا اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ أُظِلَّهُ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ فَمَا جَزَاءُ مَنْ سَالَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وجنتَيْهِ مِنْ مَخَافَتِكَ ؟ قَالَ: أَنْ أَقِيَ وَجْهَهُ فَيْحَ جَهَنَّمَ، وَ أُؤَمِّنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْفَزَعَ الْأَكْبَرَ.''

[ضعيف] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۳/ ۴۵۵۹)

حضرت داؤدؑ کا بارگاہِ ربّ العزّت میں استفسار اور حضورِ حق سے جواب

(۸۹۰) ترجمہ : حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی ! جو تیری رضا کے لیے میت کو قبرستان تک پہنچائے اس کی جزاء کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ خود اس شخص کی میت کو فرشتے قبرستان تک لے جائیں گے، ساتھ ساتھ اس کی روح پر عالم ارواح میں نماز جنازہ پڑھیں گے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: یا اللہ ! اور اس شخص کا کیا ثواب ہے جو کسی غم زدہ مغموم کو محض تیری رضا کے لیے تسلی دے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کو تقویٰ کا لباس عطاء کروں گا، جس کے ذریعہ نارجہنم سے بچاؤں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: یا اللہ! جو یتیم نادار کی خبر گیری و نگرانی تیری رضا کے لیے کرے تو اس کا ثواب کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: اس کا ثواب یہ ہے کہ میں اس کو

اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جس دن میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ: یا اللہ! اس شخص کا ثواب کیا ہے جس کے آنسو بہہ پڑیں محض تیرے خوف سے، حق تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے چہرہ کو نارِ جہنم کی لپیٹ سے بچاؤں گا اور قیامت کے دن فزعِ اکبر، عام گھبراہٹ سے، اس کو امن وامان میں رکھوں گا۔

چار نعمتیں

حضرت داؤد علیہ السلام نے حق جل مجدہ سے چار چیزوں کے اجر وثواب کو معلوم کیا اور حق تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی وضاحت فرمائی ہے۔

۱۔ پہلی چیز جنازہ کے ساتھ ساتھ چلنے والوں کا ثواب، جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے میت کا قبرستان تک ساتھ دیتے ہیں، کسی قرابت یا کسی وجاہت کی بنیاد پر نہیں؛ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کرنے کو، ان کا اجر بتلایا گیا کہ ایسے شخص کو جب وہ خود مرے گا تو فرشتے اس کے جنازہ کے ساتھ چلیں گے اور عالم ارواح میں اس کی نماز جنازہ ملکوتی فرشتے ادا کریں گے۔

۲۔ دوسرے جو مغموم وپریشان کی دل بستگی وسرور کا خیال رکھتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ تقویٰ کا ایسا لباس عطاء فرمائیں گے جس کے ذریعہ وہ شخص نارِ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہوگا۔

۳۔ تیسرے جو یتیم کی خبر گیری اور بھلائی کے لیے نگرانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دیں گے، مگر بعض ناعاقبت اندیش لوگ آج کل یتیم کے ساتھ محض اس لیے دوستی کرتے ہیں تاکہ یتیم کے اموال میں بے جا تصرف کرکے ان کے مال کو اپنا بنایا جائے اور یہ سب کچھ ہمدردی کے نام پر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کو کھانے کی سزا قرآن میں بتلائی ہے کہ وہ پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں جو قیامت میں بھٹی بن کر ظاہر ہوگی۔ العیاذ باللہ، الامان والحفیظ!

۴۔ چوتھے جس کی آنکھ سے خوفِ الٰہی کی بنیاد پر آنسو نکل جائے اللہ پاک اس کو جہنم

کی لپیٹ سے بچالیں گے اور عام گھبراہٹ سے امن و امان کے اندر رکھیں گے۔ واللہ اعلم!

بھلائی کرنے والے کا جس نے شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا

(۸۹۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَثِيْرًا مَا يَقُوْلُ لِيْ: يَا عَائِشَةُ مَا فَعَلَتْ أَبْيَاتُكِ؟ فَأَقُوْلُ: وَ أَيُّ أَبْيَاتِيْ تُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهَا كَثِيْرَةٌ؟ فَيَقُوْلُ: فِي الشُّكْرِ. فَأَقُوْلُ: نَعَمْ بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ قَالَ الشَّاعِرُ:

اِدْفَعْ ضَعِيْفَكَ لَا يَحِرْبُكَ ضُعْفُهُ
يَوْمًا فَتُدْرِكُهُ الْعَوَاقِبُ قَدْ نَمَا
يَجْزِيْكَ أَوْ يُثْنِيْ عَلَيْكَ وَ إِنَّ مَنْ
أَثْنَى عَلَيْكَ بِمَا فَعَلْتَ كَمَنْ جَزَى
إِنَّ الْكَرِيْمَ إِذَا أَرَدْتَ وِصَالَهُ
لَمْ تُلْفِ رَثًّا حَبْلُهُ وَاهِي الْقُوَى

قَالَتْ: فَيَقُوْلُ: يَا عَائِشَةُ! إِذَا حَشَرَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ اِصْطَنَعَ إِلَيْهِ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِهِ مَعْرُوْفًا: هَلْ شَكَرْتَهُ؟ فَيَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ عَلِمْتُ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْكَ فَشَكَرْتُكَ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: لَمْ تَشْكُرْنِيْ إِذَا لَمْ تَشْكُرْ مَنْ أَجْرَيْتُ ذٰلِكَ عَلٰى يَدَيْهِ."

[ضعيف] (أخرجه الطبراني فی الصغير ج۱ ص۱۶۳)

(۸۹۱) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر مجھ کو فرماتے: تیرے اشعار کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے کون سے اشعار کے متعلق آپ دریافت فرمارہے ہیں کہ اشعار تو بہت سارے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شکر کے سلسلہ میں۔ تو میں نے عرض کیا کہ ہاں! میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ شاعر کہتا ہے:

کمزور وضعیف کی طرف سے ہٹاؤ۔ دور کرو، تجھے اس کی کمزوری حیران نہ کرے، کسی دن اس کو عمدہ نتیجہ ملے گا۔ وہ تجھے بدلہ دے گا یا تیری تعریف کرے گا اور جس نے تیرے کیے کی تعریف کی وہ یہ دینے والے ہی کی طرح ہے۔ بلاشبہ جب تم سخی سے ملنا چاہو گے (ملے رہو گے) تو اس کی اسی (سخاوت) کو بوسیدہ اور کمزور نہیں پاؤ گے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوقات کا حشر فرمائے گا تو بندوں کے درمیان ایک بندہ سے ارشاد فرمائے گا کہ ایک بندہ نے میرے بندوں میں سے تیرے ساتھ معروف و بھلائی کا معاملہ کیا تھا تو کیا تو نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا؟

وہ بندہ عرض کرے گا: ربّ العزّت! مجھے یقین تھا کہ یہ بھلائی جو مجھ کو اس کی طرف سے پہنچی وہ آپ ہی کی جانب سے تھی، تو اس پر میں نے آپ کا شکر ادا کیا۔ ارشاد ہوگا: تو تو میرا شکر ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ اس شخص کا شکر ادا نہیں کرے گا جس کے ذریعہ تجھے بھلائی و خیر پہنچی تھی۔ یعنی جس کے ہاتھ سے تجھے خیر و بھلائی ملے جب تک تو اس کا شکر ادا نہیں کر لیتا میرا بھی شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ (طبرانی صغیر ۱/۱۶۳)

كِتَابُ الْاَنْبِيَاءِ وَ السَّابِقِيْنَ وَ مَا يَكُوْنُ فِى آخِرِ الزَّمَانِ

کتاب انبیاء وسابقین کا تفصیلی بیان

باب: فی قصة آدم و داوٗد

باب: قصۂ آدم وداوٗد علیہما السلام

(٨٩٢) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنه قال: لما نزلت آية الدين قال رسول اللّٰه ﷺ:

”إِنَّ أَوَّلَ مَنْ جَحَدَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَوْ أَوَّلُ مَنْ جَحَدَ آدَمُ؛ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَأَخْرَجَ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْ ذُرَارِى إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَ يَعْرِضُ ذُرِّيَّتَهُ عَلَيْهِ فَرَأَ ى فِيهِمْ رَجُلًا يَزْهَرُ فَقَالَ: أَىْ رَبِّ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُكَ دَاوٗدُ، قَالَ: أَىْ رَبِّ كَمْ عُمْرُهُ؟ قَالَ: سِتُّوْنَ عَامًا، قَالَ: رَبِّ زِدْ فِىْ عُمْرِهِ، قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ أَزِيْدَهُ مِنْ عُمْرِكَ، وَ كَانَ عُمْرُ آدَمَ أَلْفَ عَامٍ، فَزَادَهُ أَرْبَعِيْنَ عَامًا، فَكَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ كِتَابًا، وَ أَشْهَدَ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةَ ، فَلَمَّا احْتُضِرَ آدَمُ، وَ أَتَتْهُ الْمَلَائِكَةُ لِتَقْبِضَهُ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ بَقِىَ مِنْ عُمْرِىْ أَرْبَعُوْنَ عَامًا، فَقِيْلَ: إِنَّكَ قَدْ وَهَبْتَهَا لِابْنِكَ دَاوٗدَ، قَالَ: مَا فَعَلْتُ، وَ أَبْرَزَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَ شَهِدَتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ٤ / ٢٢٧٠)

آدم وداوٗد علیہما السلام کی سرگزشت

(٨٩٢) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب دَین کی آیت (آیت دَین) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک سب سے پہلے جس نے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام ہیں یا آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے آدمؑ نے انکار کیا، بیشک اللہ

عزوجل نے جب آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت کو نکالا اور ان کے سامنے ان کی ذریت کو پیش کیا۔ اس ذریت کے اندر آدمؑ نے ایک شخص کو چمکتا دمکتا دیکھا۔ تو عرض کیا: ربّ العزّت یہ کون ہے؟۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیرا بیٹا داوٗدؑ ہے۔ آدمؑ نے سوال کیا: ربّ العزّت اس کی عمر کتنی ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: اس کی عمر ساٹھ سال ہے۔ آدمؑ نے عرض کیا: ربّ العزّت! اس کی عمر میں اضافہ کر دیجیے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس کی عمر اتنی ہی ہے، ہاں! تم اپنی عمر سے اس کو دے سکتے ہو اور آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ تو داوٗدؑ کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ کر دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس بات کو کتاب میں لکھ دیا اور اس پر فرشتوں کی گواہی بھی ثبت کر دی۔ اب جب آدم علیہ السلام کی موت کا وقت آ گیا تو ان کے پاس فرشتے آ گئے تاکہ ان کی روح قبض کریں، تو آدمؑ نے فرشتوں کو کہا کہ: میری عمر کا ابھی چالیس سال باقی ہے۔ تو ان کو فرشتوں نے یاد دہانی کرائی کہ آپ نے تو اپنے بیٹے داوٗدؑ کو چالیس سال، پہلے ہی ہبہ کر دیا تھا۔ اس کے جواب میں آدمؑ نے کہا: نہیں، میں نے ایسا نہیں کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کتاب ان کے سامنے ظاہر کی جو لکھا ہوا تھا اور فرشتوں نے گواہی دی۔ (اخرجہ احمد ۴/۲۲۷۰)

تحیہ وسلام کا جنتی طریقہ

(۸۹۳) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَ نَفَخَ فِيهِ الرُّوْحَ عَطَسَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِهِ، فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ! اِذْهَبْ إِلٰى أُوْلٰئِكَ الْمَلَائِكَةِ إِلٰى مَلَإٍ مِنْهُمْ جُلُوْسٌ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، قَالُوْا: وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى رَبِّهِ فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ بَنِيْكَ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ اللّٰهُ لَهُ وَ يَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ: اِخْتَرْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، قَالَ: اِخْتَرْتُ يَمِيْنَ رَبِّيْ وَ كِلْتَا يَدَيْ رَبِّيْ يَمِيْنٌ مُبَارَكَةٌ، ثُمَّ بَسَطَهَا، فَإِذَا فِيْهَا آدَمُ وَ ذُرِّيَّتُهُ، فَقَالَ: أَيْ

رَبِّ مَا هٰـؤُلَاءِ ؟ فَـقَالَ: هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُکَ، فَإِذَا کَانَ کُلُّ إِنْسَانٍ مَکْتُوْبٌ عُمُرُهُ بَيْـنَ عَيْـنَيْـهِ، فَـإِذَا فِيْهِمْ رَجُلٌ أَضْوَؤُهُمْ أَوْ مِنْ أَضْوَئِهِمْ، قَالَ: يَا رَبِّ مَنْ هٰذَا؟ قَـالَ: هٰـذَا ابْـنُکَ دَاؤٗدُ قَـدْ کَتَبْتُ لَهُ عُمْرَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، قَالَ: يَا رَبِّ زِدْهُ فِي عُـمُـرِهِ، قَـالَ: ذَاکَ الَّـذِیْ کَتَبْـتُ لَـهُ، قَـالَ: أَیْ رَبِّ! فَإِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُـمُـرِیْ سِتِّيْنَ سَنَةً، قَالَ: أَنْتَ وَ ذَاکَ، قَالَ: ثُمَّ أُسْکِنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أُهْبِـطَ مِـنْهَا فکَانَ آدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهِ، قَالَ: فَأَتَاهُ مَلَکُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: قَدْ عَـجَّـلْـتَ قَـدْ کُتِبَ لِیْ أَلْفُ سَنَةٍ، قَالَ: بَلٰی وَ لٰـکِنَّکَ جَعَلْتَ لِابْنِکَ دَاؤٗدَ سِتِّيْنَ سَنَةً ، فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ ، وَ نُسِّیَ فَنُسِّيَتْ ذُرِّيَّتُهُ ، قَالَ فَمِنْ يَوْمَئِذٍ أُمِرَ بِالْکِتَابِ وَ الشُّهُوْدِ.'' [صحيح لغيره] (أخرجه الترمذی ج ۵ /۳۳٦۸)

(۸۹۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان میں روح ڈال دی تو انھوں نے اَلْـحَمْدُ لِلّٰه کہا، حق جل مجدہ نے اَلْـحَمْدُ لِلّٰه کے جواب میں رَحِمَکَ اللّٰه فرمایا: اے آدم علیہ السلام! ملائکة اللّٰه کی فلاں جماعت جو بیٹھی ہوئی ہے ان کے پاس جاؤ اور السلام علیکم کہو، وہ گئے اور السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب میں وعلیکم السلام و رحمة الله کہا، پھر آدم علیہ السلام ربّ العالمین کے پاس لوٹے تو ارشاد ہوا: اے آدم علیہ السلام! یہی طریقہ تحیہ وسلام وملاقات ہے، آپ کے لیے اور آپ کی اولاد اور ان کی اولاد کا، پھر حق تعالیٰ نے اپنی دونوں بند ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرما کر کہا: ان میں سے ایک جو جی چاہے منتخب کرلو۔ انھوں نے عرض کیا: میں ربّ العالمین کی داہنی ہتھیلی کو پسند کرتا ہوں، جب کہ حق جل مجدہ کے دونوں ہاتھ مبارک ویمین ہیں، پھر حق تعالیٰ نے اپنی بند ہتھیلی کو کھول دیا، جس میں آدمؑ اور ان کی ذریت تھی، دیکھتے ہی انھوں نے پوچھا: ربّ العالمین یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا: یہ آپ کی ذریت ہے، اور ہر فرد و بشر کی عمر اس کی پیشانی پر لکھی ہوئی تھی، ان روحوں میں ایک روح تمام ارواحوں کے درمیان چمکتی ہوئی تھی،

انھوں نے عرض کیا: ربّ العالمین یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: یہ آپ کا بیٹا داوٗد ہے، جس کی عمر میں نے چالیس سال لکھی ہے، انھوں نے عرض کیا: ربّ العالمین اس کی عمر میں کچھ اضافہ فرمادیں، ارشاد ہوا: بس جو لکھی جاچکی ہے وہی مقدر ہے، انھوں نے عرض کیا: پروردگار عالم میں نے اپنی عمر سے اس کو ساٹھ سال عطا کیا، ارشاد ہوا: تمہارے لیے منظور ہے۔

پھر وہ جنت میں جب تک اللہ پاک نے چاہا رہے، پھر جب زمین پر اتارے گئے تو اپنی عمر کو شمار کرتے رہے، جب اجل پوری ہونے کے بعد ملک الموت ان کے پاس تشریف لائے، تو انھوں نے ملک الموت سے کہا کہ: تم نے آنے میں جلدی کی؛ کیوں کہ میری عمر ایک ہزار سال لکھی گئی تھی (اور ابھی ساٹھ باقی ہے) ملک الموت نے عرض کیا: ہاں! آپ کی عمر ہزار سال تھی، مگر آپ نے اپنے بیٹے داوٗد کو ساٹھ سال دے دیا تھا، پس آدم علیہ السلام نے اس کا انکار کردیا، تو ان کی ذریت بھی انکار کرے گی اور آدم علیہ السلام پر بھول طاری ہوگئی تو ان کی ذریت بھی بھولے گی، سو اسی دن کے بعد کتاب وگواہ کا حکم ہوگیا۔ (یعنی لکھا جانے لگا اور اس پر گواہی ثبت کی جانے لگی)۔

ذُرّیتِ آدم کا چمکتا ہوا نور

(۸۹۴) عن أبی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ:

"لَمَّا خلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، أَمْثَالَ الذَّرِّ، ثُمَّ جَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُم وَبِيْصًا مِنْ نُوْرٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى آدَمَ، فَقَالَ آدَمُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا رَبِّ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأَى آدَمُ رَجُلًا مِنْهُمْ أَعْجَبَهُ وَبِيْصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُكَ دَاوٗدُ يَكُوْنُ فِي آخِرِ الْأُمَمِ، قَالَ آدَمُ: كَمْ جَعَلْتَ لَهُ مِنَ الْعُمْرِ؟ قَالَ: سِتِّيْنَ سَنَةً، قَالَ: يَا رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِيْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً حَتّٰى يَكُوْنَ عُمْرُهُ مِائَةَ سَنَةٍ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَنْ يُكْتَبُ وَ يُخْتَمُ فَلَا يُبَدَّلُ، فَلَمَّا انْقَضَى عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِقَبْضِ رُوْحِهِ، قَالَ آدَمُ: أَوَ لَمْ يَبْقَ

مِنْ عُمْرِیْ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ لَهُ مَلَکُ الْمَوْتِ: أَوَ لَمْ تَجْعَلْهَا لِابْنِکَ دَاوُدَ؟ قَالَ: فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّیَّتُهُ، وَ نَسِیَ وَ نَسِیَتْ ذُرِّیَّتُهُ، وَ خَطِئَ فَخَطِئَتْ ذُرِّیَّتُهُ." [صحیح](أخرجه الحاکم فی المستدرک ج۲ ص۳۲۵)

(۸۹۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت کو خالق نے ظاہر فرمایا، پھر ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان ایک چمکتا ہوا نور رکھا اور آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا، انھوں نے دیکھ کر عرض کیا: پروردگار عالم یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا: یہ تمہاری ذریت ہے، جس میں ایک شخص کو دیکھ کر جس کی آنکھوں کے درمیان نور تھا، تعجب کے ساتھ پوچھنے لگے، ربّ العالمین یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: یہ آپ کی آخری امتوں میں داؤد علیہ السلام ہیں، انھوں نے عرض کیا: اس کی عمر کتنی ہے؟ ارشاد ہوا: ساٹھ سال۔ انھوں نے عرض کیا: ربّ العالمین میری عمر سے چالیس سال ان کو دے دی جائے، ارشاد ہوا: اچھا، اب لکھ لیا گیا اور اس پر مہر لگا دیا گیا اور اس میں رد و بدل نہیں ہوگا، جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی اور مکتوب عمر گزر گئی، تو ان کے پاس ملک الموت روح نکالنے آئے تو انھوں نے عرض کیا کہ: میری عمر سے چالیس تو ابھی باقی ہے؟ ارشاد ہوا: اے آدم علیہ السلام! کیا آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو چالیس سال نہیں دے دیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا، تو ان کی ذریت بھی انکار کرے گی، آدمؑ بھول گئے ان کی ذریت بھی بھولے گی اور آدم سے غلطی ہوئی تو ان کی ذریت بھی غلطی کرے گی۔

خلیفہ اپنے اصل مالک کے کمالات کا مظہر

نسلِ انسانی کو جو جو اہم اسباق قدرت کو سکھانے تھے وہ ابتداء سے ہی اصلِ انسانی میں ودیعت فرما دیے تھے تا کہ وہ انسانی فطرت کا جزء بن جائیں۔ پھر جب اس کو اپنی خلافتِ خاصہ سے نواز کر کرہ ارض پر اپنا نائب بنایا تو یہ بھی ضروری ہوا کہ خلیفہ اپنے اصل

مالک کے کمالات کا مظہر ہو اور اس لیے بھی مناسب ہوا کہ تاج پوشی کی رسم کے لیے ایک بار خلیفہ کے حق میں بھی انقیاد و تسلیم کا وہ نقشہ دکھلایا جائے جو اصل مالک کے لیے مخصوص تھا یعنی سجدہ تحیہ۔

نیز جب آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو ضروری ہوا کہ ان کی ماتحت مخلوق کی فطرت میں جذبۂ انقیاد کا تخم بھی ڈالا جائے اس لیے سب سے قوی مخلوق کو جو بقیہ تمام مخلوق پر نگراں بنائی گئی تھی سجدہ کا حکم دیا گیا تا کہ بقیہ تمام مخلوق میں آدم علیہ السلام کی اطاعت شعاری ان کی سرشت بن جائے، اور کسی کو سرتابی کا حوصلہ نہ رہے اسی عام تسخیر کو جو آسمانوں سے لے کر ارضی مخلوق تک نظر آتی ہے قرآن کریم میں بھی جا بجا بطریقِ امتنان ذکر فرمایا گیا۔

جدید فلسفہ کہتا ہے کہ یہ قوی کے ضعیف پر غیر محدود زمانہ کے تسلط کا اثر ہے۔ مگر مذہب یہ بتاتا ہے کہ یہ قدرت کی پوشیدہ کارفرمائیاں ہیں پھر جب یہ عام تسخیر مقدر ہوئی تو یہ بھی ضروری ہوا کہ اس خلیفہ کو اصل کے خاص کمالات کا مظہر بنایا جائے اور اس کے خاص صفات میں سے صفت علم میں سب سے ممتاز بنایا جائے حتیٰ کہ ملائکۃ اللہ سے بھی۔

اسی نکتہ سے فرشتوں کی نظر چوک گئی اور انھوں نے اپنی تسبیح و تقدیس اور عبودیت کو پیش کیا حالانکہ اگر یہ کمال تھا تو مخلوق اور عبد کا کمال تھا، حاکم اور خالق کا تو نہ تھا۔ آدم علیہ السلام اگر کسی دوسرے مخلوق کے خلیفہ ہوتے تو ان کی بحث شاید برمحل ہوتی۔ مگر یہاں خلافتِ الٰہیہ کا منصب عطا ہو رہا تھا یہاں عبودیت کی خاص صفت کی بجائے اصل مالک کی خاص صفات کا مظہر ہونا لازم تھا۔ حیات و قدرت، سمع و بصر، مشیت و ارادہ، کلام کے آثار تو دوسری مخلوق میں بھی کم و بیش موجود تھے ان سب میں نمایاں اور خاص صفت علم کی صفت تھی اس لیے اسی کو معیار مقرر کیا گیا اور اسی پر خلافت کی بحث ختم کر دی گئی۔ اور اسی وقت یہ راز مخلوق پر روشن ہو گیا کہ جو اصل خالق کے کمالات کا سب سے بڑا مظہر ہو وہی اس کی خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہونا چاہیے۔ اب رہی بات یہ بحث کہ ساٹھ ذراعِ شرعی جو ہمارے تیس ذراع ہوتے ہیں، اس طول کے انسان دنیا کے کسی دور میں ہونا عصری

تحقیقات کے خلاف ہے تو یہ صرف ایک قیاسی بحث ہے اور اس پر عقلی طور پر گفتگو کرنے کی بہت گنجائش ہے اب جس پر اپنی تحقیق کا غلبہ ہوگا وہ اسی طرف جھکتا رہے گا اور جس پر اخبار شریعت کا غلبہ ہوگا وہ اسی پر اعتماد و وثوق کرے گا۔ صرف عقلی میدان میں کسی کو بازی لے جانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت میں ”ستون ذراعا فی السماء“ کی تصریح ہے۔ حضرت شیخ (انور شاہ کشمیریؒ) اس کی مراد یہ بیان فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام کے قد کی یہ درازی جنت میں تھی جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو اس میں مناسب تخفیف کر دی گئی۔ (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۴۶۸)

حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں ”خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ“ اس میں محدثین کی بے شمار تحقیقات ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کا اس حدیث کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اس حدیث کی کوئی تاویل بیان کرنے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ اس طرح کے متشابہات میں سلف کا یہی مذہب ہے۔

(۱) بعض دوسرے علماء اس کی تاویل کرتے ہیں اور اس کی مشہور تاویل یہ ہے کہ لفظ صورت سے مراد صفت ہے، جس طرح عام محاورات میں کہا جاتا ہے۔ اس مسئلے کی صورت یہ ہے اور فلاں معاملہ کی صورت حال یہ ہے۔ اب حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہوگا۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان صفات کا موصوف بنایا جو اس کی صفات کا پرتو ہیں تو اسے حی، عالم، قادر، متکلم، سمیع بصیر، پیدا فرمایا۔

(۲) حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اضافت شرافت و بزرگی کے اظہار کے لیے ہے جیسے بیت اللہ، روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیل، لطیف صورت پر پیدا فرمایا اور آپ کی ذات کو جمیع اسرار و لطائف کا مجموعہ بنایا۔

(۳) تیسری تاویل یہ ہے کہ ضمیر ”ہ“ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی اللہ

تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کے بالکل ابتدائی حال پر بالکل ٹھیک اور تناسب الاعضاء پیدا فرمایا کہ آپ کا طول ساٹھ گز تھا۔ (یعنی عام بنی آدم کی تخلیق کے ادوار واطوار سے الگ اور بے نیاز ہوکر مکمل کامل الاعضاء پیدا فرمایا) اس جواب پر بعض حضرات نے ایک دوسرے حدیث سے اعتراض کیا ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں یوں آیا ہے ”خلق الله آدم علی صورة الرحمٰن“۔

اس کا جواب آسان ہے کہ صورة کی اضافت رحمٰن کی طرف تشریف وتکریمِ آدم علیہ السلام کے لیے ہے کہ آپ کمال وجمال میں اپنی مثال آپ تھے۔

(۴) چوتھی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک صورت خاصہ پر پیدا فرمایا ہو، جو تمام مخلوقات کا نسخہ جامع ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایسی کوئی مخلوق نہیں جس کی مثالی صورت آدم میں نہ ہو اسی لیے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

(۵) پانچویں تاویل یہ ہے کہ صورت سے مراد شان اور امر ہے کہ آپ مسجود ملائکہ ہیں اور تمام کائنات کو مسخر (تابع) کرنے والے ہیں اور ان میں (بحکم الٰہی) تصرف کرنے والے ہیں۔ بعض جاہل 'علی صورة' کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ العیاذ باللہ، یہ محض جہالت ہی نہیں بلکہ گمراہ کن الفاظ وعقیدہ ہیں جن سے توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ کی شان ﴿لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ﴾ ﴿وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ اس کی شانِ امتیازی ہے۔

سنن ابوداؤد میں ابوموسیٰ کی روایت ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ جس کے الفاظ ہیں” اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ آدَمَ مِنۡ قَبۡضِھَا مِنۡ جَمِیۡعِ الۡاَرۡضِ فَجَاءَ بَنُوۡ آدَمَ عَلٰی قَدۡرِ الۡاَرۡضِ“ اسکی شرح میں شارحین لکھتے ہیں کہ ربّ العالمین نے آدم علیہ السلام کو عدم سے وجود میں لانے سے قبل چھ کیفیتوں میں تبدیل فرمایا وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا اَرَادَ خَلۡقَ آدَمَ وَ اِبۡرَازَہٗ مِنَ الۡعَدَمِ اِلَی الۡوُجُوۡدِ قَلَّبَہٗ فِی

السِّتَةِ الْاَطْوَارِ، (۱) طَوْرُ التُّرَابِ (۲) طَوْرُ الطِّيْنِ اللَّازِبِ (۳) طَـوْرُ الْحَمَأِ الْمَسْنُوْنِ (۴)طَـوْرُ الصِّلْصَالِ (۵) طَـوْرُ التَّسْوِيَةِ (وَ هِيَ حَبْلُ الْخَزِفَةِ الَّتِيْ هِيَ الصِّلْصَالِ عَظْمًا وَ دَمًا) (۶) ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ.

فَجَاءَ بَنِي آدَمَ عَلٰى قَدَرِ الْاَرْضِ کامفہوم یہ ہے کہ جس طرح مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اسی طرح انسانی مزاج ورنگ مختلف ہوں گے، جس طرح مٹی کی خاصیتیں مختلف ہوتی ہیں انسانی مزاج بھی مختلف ہوں گے، یہی حال شکل وصورت کا ہوگا۔ کیونکہ بنی آدم کی اصلیت مٹی ہے اوراس میں بیحد راز مضمر ہے۔ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح مٹی خاموش ہے اور ہرے بھرے درخت اگاتی ہے تم بھی خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اعمال صالحہ کے درخت لگا کر خود بھی راحت وآرام میں رہو اور دوسروں کو بھی درخت کی طرح سایہ پہنچاؤ اور تم بھی پھلدار درخت کی طرح پتھر کھا کر دنیا کو پھل کھلاؤ نہ کہ اس کے برعکس۔ گویا جس طرح زمین مظہر عبودیت ہے تم بھی اے سکّان خلدِ بریں، شان عبودیت کو فراموش نہ کرو، ورنہ تم اپنی اصلیت کو کھو کر کہیں خلد بریں کو نہ کھودو، آدم وحوا علیہما السلام کی تخلیق گویا شعوری ووجدانی طور پر قدرت ربّ العالمین کی مکمل یقین دہانی میں اہم اور غیر معمولی ایمان بالغیب اور یقین کا سبق دیتے ہیں۔ خالق کی قدرت کو انسانیت کیا سمجھ سکتی ہے اور کس طرح خیال وتصور میں لائے یہ تو ربّ العالمین کا رحم وکرم ہے کہ خود انسانیت کو بطور نزول اور پیش قدمی کر کے مظاہرہ قدرت دکھاتی ہے، آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حوا کو بغیر ماں کے پیدا کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور تمام کائنات عالم کو ماں باپ کے مسلسل طریقہ عادی سے اور اسی پر بس نہیں بلکہ تمام کائنات عالم کو بدون آدم وحوا علیہما السلام کے چھ اطوار کے تبدل وتغیر کے مسلسل گزرگاہوں سے رواں دواں کر کے عالم اجسام کی شکل وصورت میں ڈھال کر ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ کی لازوال نعمت سے نوازا۔ اور وہ چھ اطوار جس سے ہر فرد وبشر لازمی طور پر گزرتا ہے۔ یہ ہیں:

(۱)نطفه (۲)علقه (۳) مضغه (۴)عظام (۵) کسوۃ العظام لحمًا (۶) نــفــخ روح. اس غیر معمولی تبدیلی میں بھی بے حد حکمتیں مخفی ہیں جس کا یہ محل نہیں، یہاں تو صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ پھر بھی ربّ العالمین نے ﴿وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ﴾ ﴿وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِیْ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ کے نورانی خطاب سے نوازا۔

صاحبِ ترجمان تحریر فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے رنگوں کا معمولی سا اختلاف بھی قدرت کا پیدا کردہ ہے زمین کے مختلف رنگ بھی قدرت نے بنائے۔ پھر جو مخلوق ان سے مرکب کی اس کے رنگ بھی مختلف ہوئے۔ مگر یہ اس لیے نہیں کہ یہ ان کے مادہ کا اقتضاء تھا، بلکہ یہ بھی براہِ راست قدرت کا فیض ہے۔ فطرت پرست تو دو چیزوں کے مابین صرف ظاہری تناسب دیکھ کر ایک کو دوسرے کے ساتھ مربوط کر کے فارغ ہو جاتا ہے مگر قدرت کا قائل صرف اسی حد پر جا کر ٹھہر نہیں جاتا وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ قدرت کے وسیع احاطہ میں کالے سے سفید اور سفید سے کالا بنانا بھی ہے لیکن وہ بس اس تناسب کا نقض پسند نہیں کرتی اور اس عالم کی زیبائش قائم رکھنے کیلئے کالے سے کالا اور گورا سے گورا ہی بناتی رہتی ہے۔ پس مواد میں جو خواص ہیں وہ بھی قدرت نے رکھے ہیں اور ان آثار کا ترتّب بھی قدرت کے تحت ہی رہتا ہے اور یہ کچھ اسی ایک جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دائرہ مخلوقات میں یہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے کہ جو خواص اس نے مادہ میں رکھے ہیں وہ ان کے مناسب ہی ان پر آثار مرتب فرماتی رہتی ہے اور اس صورت میں ایک طرف قدرت کا کمال دوسری طرف عالم کی مرتب زیبائش دونوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ (ترجمان ج۳ص۴۷)

اور درحقیقت تمام مخلوقات خواہ علوی ہوں یا سفلی انسان ہی کی خاطر پیدا کیے گئے ہیں اور انسان کو اللہ نے ہر دو مخلوق یعنی شریف ووضیع کے مابین پیدا فرمایا اور ہر دو کی صفات وخواص عطا کیا اب انسان کو دیکھنا ہے کہ تمام عالم میں قوی اور شان امتیازی کے ساتھ ممیّز ہے اور ساتھ ہی خلد بریں کا ساکن بھی ہے، اگر انسان کے اندر سفلی علوم دیکھیں تو حیوان کی طرح شہوت پرست بھی ہے اور علوی علوم کی طرف نظر دوڑائیں تو ملائکہ کی صفت

ہے۔ عقل، علم کی شان پائی جاتی ہے اور انسان ہی کو نبوت کی خصوصیت سے نوازا گیا اگر نبوت کے خواص کی طرف نظر ڈالی جائے تو گویا انسان وملائکہ کے مابین کا ایک راستہ نکلتا ہے جو نبی کی ذات میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً ملکوت السموات والارض کے مغیبات کی جب اطلاع دیتے ہیں تو گویا کہ ملائکہ کی خصوصیت کے متحمل ہوتے ہیں، بلکہ اس سے آگے جہاں جبرئیلؑ کو بھی پر مارنے کی گنجائش نہیں وہاں کی اطلاع اور مشاہدہ بیان کردیتے ہیں، اور جب دنیاوی زندگی کے لوازم بشریت پر نظر ڈالی جائے تو ایک انسان کی طرح کھانا پینا بازاروں میں چلنا، شادی بیاہ وغیرہ کی عائلی زندگی کا نظام حیات بنی نوع انسان کو عطا کرتے ہیں۔ جب بھی انسانیت اس امتیاز کو اٹھادیتی ہے تو پھر بھٹکتی ہی رہتی ہے اور کبھی علوی علم کی طرف طبیعت مائل ہوگئی تو بشریت کا انکار کردیتی ہے اور جب سفلی علوم کی طرف نظر جمی رہتی ہے تو نبوت کا ہی انکار کردیتی ہے اور ہمیشہ کے لیے نار جہنم کا طوق ڈال کر سرگرداں نظر آتی ہے۔ راہ نجات درمیانی راہ ہے کہ ہر نبی جملہ خصوصیات نبوت کے ساتھ مغیبات اور وحی ربّانی کے متلوعلیہ ہونے کے باوجود بشریت حمیدہ کی صفات حسنہ لیے ہوتے ہیں۔ بلکہ اکمل البشر اشرف الخلق ہوتے ہیں۔

عام انسانوں میں اگر نفسی نجاستیں اور بدگمانی گندگیاں موجود نہ ہوں تو ایسے لوگ بھی گویا کہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں۔ (قرآن عزیز میں ایسے لوگوں کے لیے ارشاد ہوا) ﴿وَ الْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

اصل کی طرف رجوع اور حضرت مجددؒ کی فیصلہ کن تحریر

اب ہم اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اور ان اللّٰہ خلق، آدم علی صورته کی تشریح، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیش کرکے بحث ختم کرتے ہیں۔ انسان ایک نسخۂ جامع ہے جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطور حقیقت موجود ہیں اور مرتبہ وجوب بطور صورت ''ان

اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ ‘‘ اوراسی جامعیت پرانسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا دل میں موجود ہے۔ لہٰذا قلب انسانی کوحقیقت جامعہ کہتے ہیں قلب کی اسی وسعت وکشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے جامعیت ووسعت قلب کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔ (اشارہ اسی مکتوب کے آخری حدیث قدسی کی طرف ہے)۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ،

مکتوب بنام سید احمد بجواڑہ، دفتر اول، حصہ دوم ج:اص: ۲۶۵۔ پر تفصیلی بحث دیکھیں۔

نیز آدم علیہ السلام کوجس سلسلہ کی تعلیم دی گئی تو اس سے السلام علیکم کی مشروعیت بھی معلوم ہوئی اور ربّ العالمین نے باب مودت اور تالیف قلوب کے اہم اصول کی بھی وضاحت فرمادی۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا، وَ لَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا ، اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔

تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اورمومن اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس میں محبت واخوت نہ ہو۔ اور کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلادوں کہ تم جب اس کی پابندی کرنے لگو تو آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی۔ لہٰذا ’’السلام علیکم‘‘ کو آپس میں رائج کرو۔

اس میں اسلامی مزاج تعلیم کی اہم اور بنیادی اصول کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ کیونکہ السلام علیکم میں السلام ذات باری عزاسمہ کا اسم صفاتی ہے نیز دارالسلام مؤمنین کا مستقر بھی ہے۔ اسلام مسلمانوں کا مذہب ان الدین عنداللّٰہ الاسلام ،لہٰذا ایک مسلمان جب اپنے بھائی کو السلام علیکم سے دعا خیر اور مزاج پرسی کرتا ہے اور اس کا بھائی اسے وعلیکم السلام کی جوابی ڈالی پیش کرتا ہے تو اس میں بے حد لطیف اشارہ خلد بریں کے تمکین کی طرف ہے۔

تو ایک ہی لفظ السلام علیکم میں ''السلام'' ذات باری کا اسم صفاتی ہونے کی وجہ سے ذکر بھی ہوگیا اور مذہب اسلام کے اعتراف کی دلیل اور اعلان بھی ہوگیا۔ ساتھ ہی دعا بھی ہوگئی۔ کہ اللہ تم کو دارالسلام کی سکونت عطا فرمائے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جنت میں بھی آپ ملائکۃ اللہ سے باب مودت کو اسی لفظ سے کھولیں۔ اور السلام علیکم کے مظہر حقیقی کا مشاہدہ دارالسلام میں ہی کرلیں لہٰذا فرشتوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ بھی کردیا کہ اللہ آپ پر مہربان ہو کہ آپ نے آج ہی السلام علیکم کی صدا بلند کردی۔ اور ربّ العالمین کل قیامت کے دن اپنے مومن بندوں کی ضیافت **سَلَامٌ قَوۡلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيۡم** سے کریں گے۔

مگر آج ہماری نئی نسل آدم علیہ السلام کی اس سنت کو جو بحکم الٰہی جنت سے رائج ہوکر دنیا میں آئی تھی بالکل ہی فراموش کررہی ہے۔

اور بدبختی یہ کہ ہم اجنبی لفظوں کے استعمال کو فخر سمجھتے ہیں اور خلد بریں کے الفاظ سے اجنبیت محسوس کرتے ہیں۔ گویا کہ درپردہ اعلان ہے کہ **العیاذ باللّٰہ** نہ ہم ذات باری کے صفاتی اسم السلام سے خوش ہیں نہ مذہب اسلام کی تعلیمات سے مطمئن ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں دارالسلام کی عظمت عطا فرمائے۔ آمین۔ اور درحقیقت یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم نہ اسلامی تعلیمات سے واقف ہیں اور نہ ہی ہم نے اس کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا ہے۔ حالانکہ آج بھی اسلام کی عظمت غیروں کے دل میں اتنی ہے جتنی ہم میں نہیں۔

فکل من یدخل الجنّۃ علی صورۃ آدم، حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں آپ کو تمام کائنات عالم میں حسن بھی بے مثال و باکمال عطا ہوا تھا۔

اور کیونکہ آپ ہی ابوالبشر ہیں تو حسن بھی ابوالبشر کے شایان شان عطا ہوا تھا، اور آپ کا طول ستون ذراعاً جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اب انقلاب ایام نے جس طرح جملہ مخلوقات کو اپنی کروٹوں میں دبا دیا بنی آدم بھی دن بدن ان حالات میں بدلتے گئے۔ حسن بھی بدلا۔ قد وقامت میں بھی کوتاہی ہوتی گئی۔

عقول بشریت میں بھی سقوط وزوال آیا۔ اوہام افکار بھی مائل بہ پستی ہوئے۔ اور مزید انسانیت نے جو ظلم کیا وہ تھا توحید باری میں تعدد اور صفات باری کی تقسیم غرض ہر ہر شعبہ حیات میں زلزلہ در زلزلہ ہوا۔ لیکن یہ سب تغیر وتبدل عالم دنیا میں ہوا ہے نہ کہ عالم معاد میں۔ لہٰذا جب بھی بنی آدم معاد کی طرف لوٹیں گے تو پھر اپنے اسی تقدم کے ساتھ مقدم کیے جائیں گے۔ پھر وہی حسن و جمال، وہی قد وقامت اسی دارالسلام کے اخلاق کے ساتھ اور عالم دنیا کے جملہ حشو وزوائد کے سقوط کے ساتھ دخول جنت ہوگا۔ لیکن یاد رہے تمام حشو وزوائد تو ساقط ہوسکتی ہے مگر توحید اور صفاتِ باری کے زوائد موجبِ خسرانِ ابدی بن جائیں گے۔ **اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ**۔ آمین!

حضرت حکیم الامت کی رائے

حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہ **ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ** کی تشریح یوں فرماتے ہیں جو بے حد جامع ہیں۔ **ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ** مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان سے کمالات حق کا ظہور ہوتا ہے۔ پس صورت حق سے مراد ظہور حق ہے اور اس میں انسان کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ اس معنی کے لحاظ سے تمام عالم صورت حق ہے۔ یعنی مظہر حق، کیونکہ مخلوق سے خالق کا ظہور ہوتا ہے۔ افعال سے فاعل کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن آدم کی تخصیص حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ انسان سے بہ نسبت دوسری مخلوق کے حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اتم واکمل ہوتا ہے،

(انفاس عیسیٰ ج:۱، ص۳۷۵۔)

مراتبِ تقدیر

تقدیر کی حدیث سے پہلے مراتبِ تقدیر کو سمجھ لینا ضروری ہے تا کہ آئندہ شکوک و شبہات کا دروازہ ہمیشہ کے لیے مغلق ہوجائے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تقدیر کے پانچ مراتب تحریر فرمائے ہیں سب سے پہلا مرتبہ ارادۂ ازلیّہ ہے جو تمام کائنات کا اصل مبداء ومنشاء ہے اس کے بعد دوسرا کتابت

ہے۔

تیسرا نمبر وہ ہے جبکہ اس نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمالیا اور ارادہ کیا کہ نوع انسانی کی ان سے بنیاد قائم ہو تو ان کی تمام اولاد کو ان سے نکالا اور ان میں مطیع وعاصی اور مومن وکافر کی تقسیم فرمائی، چوتھا نمبر وہ کتابت ہے جو رحم مادر میں ہوتی ہے۔ پانچویں نمبر کی تفصیل یہاں عوام کیا بلکہ خواص سے بھی بالاتر ہے۔ اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ (دیکھیں حجۃ اللہ البالغہ)۔

حافظ ابن قیم نے تقدیری مراتب کو ایک دوسرے پیرایہ میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں ایک تو وہ مرتبہ ہے جو زمین وآسمان کی پیدائش سے بھی پچاس ہزار سال پہلے لکھا گیا تھا۔

دوسرا وہ ہے جو شکم مادر میں لکھا جاتا ہے اور چوتھا مرتبہ ''حولی'' ہے یعنی وہ سالانہ لکھا جاتا ہے یعنی شب قدر اور پانچواں ''یومی'' یعنی روزمرہ لکھا جاتا ہے۔ **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ** حق تعالیٰ کی شان ہر دن نرالی ہے کسی کو پست کرتا ہے اور کسی کو بلند ان میں سے ہر مرتبہ پہلے مرتبہ کی صرف ایک تفصیل ہی ہوتی ہے۔

(شفاء العليل ص: ٢٣-٢٤، ترجمان ج:٣- ص٥٥-٥٦)

تقدیر کی ضمنی بحثیں بے پناہ وسیع ہیں مگر اس میں غوطہ لگانا سواء ہلاکت کے کچھ نہیں، جو منکر تقدیر ہو اس کی مجلس میں بیٹھنے اور سلام کرنے سے بھی حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ **لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدْرِ وَ لَا تُفَاتِحُوْهُمْ** مومن کی شان تو فقط انقیاد اور حکم ربّانی کا امتثال ہے بڑے بڑے علماء نے بھی احتیاط سے قدم رکھا ہے اور اگر کہیں کچھ تحریر فرمایا تو محض عوام کی یک گونہ تسلی اور ازالہ شکوک وشبہات کے لیے۔ کتابت تقدیر میں بے شمار فوائد ہیں جن کو علماء نے بیان بھی کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

فوائد کتابتِ تقدیر

(۱) تقدیر اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کو جمیع مخلوقات کا عمل پہلے سے حاصل تھا کیونکہ یہ بدیہی ہے کہ جب تک کسی کو پہلے سے علم حاصل نہ ہو وہ کسی مخلوق کو کسی حکیمانہ

نظام کے ساتھ پیدا نہیں کرسکتا۔ تعجب ہے بعض غالی معتزلہ نے بندوں کے افعال پر حق تعالیٰ کے علم ازلی کا بھی انکار کردیا ہے۔

(۲) تقدیر میں چونکہ ہر چیز کا پورا پورا اندازہ اور اس کی مخصوص مقدار و شکل بھی لکھی ہوئی موجود ہے، اس لیے یہ اس کے عمل کی اور واضح دلیل ہے۔ گویا خلق اور پیدا کرنے کے لیے جہاں پہلے سے اس شئے کا علم ضروری ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کا صحیح صحیح اندازہ اس کی پوری پوری شکل کا بھی علم ہوتا کہ اسی کے مناسب اس کو پیدا کیا جاسکے۔ ارشاد ہے: ﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (سورۂ طلاق) اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا اپنے علم میں ایک اندازہ مقرر کررکھا ہے ﴿خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ (سورۂ فرقان) یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا فرمایا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا۔

(۳) تقدیری حالات چونکہ مخلوقات کے وجود سے بھی پیشتر مفصلاً لکھ کر رکھ دیے گئے ہیں جس کا بقدر ضرورت انکشاف انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ان کے وقوع سے قبل بھی ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ اس بات کا اور بدیہی ثبوت ہوگا کہ جب ان امور کا علم بندوں کو ممکن ہے تو پھر خالق کو بھلا کیونکر نہ ہوگا۔

(۴) تقدیر کی کتابت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عالم حق تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے پیدا ہوا ہے اس طرح نہیں جیسا کہ آفتاب سے دھوپ کا صدور اضطراراً ہوتا ہے۔

(۵) چونکہ تقدیر عالم کے وجود سے قبل لکھی گئی اس لیے جہاں ایک طرف یہ حق تعالیٰ کے اختیار و مشیت کی دلیل ہے اسی طرح تمام مخلوق کے حدوث کی بھی دلیل ہے۔ حدوث کے معنی یہ ہیں کہ یہ تمام کی تمام مخلوق کسی زمانہ میں معدوم تھی پھر مشیت الٰہیہ اور اس کی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ یوں نہیں کہ ہمیشہ سے اسی طرح بنی بنائی موجود تھی۔
(شرح عقیدۃ الطحاوی)

علامہ رشید رضا مرحوم تفسیر المنار میں فرماتے ہیں کہ جب صانع عالم نے عالم کو پیدا فرمایا اور اس طرح پیدا فرمایا کہ اس کے ساتھ عرش و کرسی بھی پیدا فرمائے۔ اس کے نظام

قائم رکھنے کے لیے ابر و باد بھی بنائے اور باطنی نظام چلانے کے لیے ملائکۃ اللہ بھی مقرر فرما دیے تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اس کا نظام بھی مقرر فرما کر لکھ دیا جاتا بس یہی قضا اور قدر اور اس کی کتابت کی حکمت ہے۔ (تفسیر المنار۔ ج ۷۔ ص ۴۷۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن طاہر نے ایک مرتبہ حسین بن فضل سے پوچھا سب کچھ طے ہو کر لکھا بھی جا چکا ہے تو کہیے پھر ''کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ'' کا کیا مطلب ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ ''ھِیَ شُئُوۡنٌ یُبۡدِیۡھَا لَا شُئُوۡنٌ یَبۡتَدِیۡھَا'' (فتح الباری۔ ج ۱۱، ص ۳۹۶) یعنی اپنی ان نئی نئی شانوں کا وہ ہر دن اظہار فرمایا کرتا ہے اگرچہ طے پہلے کر چکا تھا یہ نہیں کہ ان کی ابتدا ہی اب کرتا ہے۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن طاہر امیرِ خراسان اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔ (ترجمان السنہ، ج ۳، ص ۵۳۔۵۴)

حضرت داوٗد علیہ السلام کی عمر میں اضافہ سے تقدیر و علم الٰہی میں کوئی تغیر نہیں ہوا

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب حدیث کا مفہوم پیش خدمت ہے۔ تقدیر کی کتاب کے پانچ نمبروں میں سے یہ دوسرا نمبر ہے۔ جس کو ابھی آپ بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہؒ پڑھ چکے ہیں۔ اس پہلے مرتبہ علم الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اس مرتبہ کے لحاظ سے حضرت داوٗد علیہ السلام کی عمر سو سال ہی کی تھی مگر اس حساب سے ۶۰ + ۴۰ = ۱۰۰ (کہ ساٹھ میں چالیس سال کا اضافہ کر کے سو پورا کر دیا جائے گا) یعنی حق تعالیٰ جس کو عالم کا ذرّہ ذرّہ روشن ہے یہ جانتا تھا کہ آئندہ واقعہ اس طرح پیش آئے گا ان کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ ہوگا اور مجموعہ سو ہو جائے گا۔ پس اگر اس تفصیل کو دیکھو تو یہی کہہ دو کہ چالیس سال کا اضافہ ہوا اور اگر نظر ذرا اس سے اور اوپر کر کے دیکھو تو حق تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے آخری بات یہی تھی کہ ان کی عمر سو سال ہوگی۔ اس لیے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

۱۔ مولانا بدر عالم ترجمان السنہ جلد ۳ حدیث نمبر ۱۲۱۰ کے تحت فرماتے ہیں: واضح رہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے مذکورہ بالا واقعہ کو اپنی تالیف میں دو جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب

القدر، اور باب السلام میں، اور دوسری جگہ اس میں اربعین کی جگہ ''ستین سنۃ'' کا لفظ نقل فرمایا ہے یعنی آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر میں سے ساٹھ سال عطا فرمائے تھے مگر اس روایت میں داؤد علیہ سلام کی عمر چالیس سال مذکور ہوئی ہے۔ اور پہلی روایت میں جہاں آدم علیہ السلام کا چالیس سال اپنی عمر سے زائد عطا فرمانا مذکور ہے وہاں داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ سال بیان فرمائی گئی ہے۔

ہمارے نزدیک دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی درخواست ان کی عمر پوری سو سال ہونے کے متعلق تھی۔ پس اگر ان کی عمر ساٹھ سال تھی تو اس میں چالیس کی کسر تھی اور اگر چالیس سال تھی تو ساٹھ سال کی کسر تھی۔ دونوں صورتوں میں ان کی عمر سو سال پوری ہو جاتی ہے۔

راویوں کو یہاں اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اصل عمر کیا بیان فرمائی تھی۔ اس لیے سو سال کی تکمیل میں بھی اسی حساب سے ان کو مختلف رہنا چاہیے تھا۔

(یہاں حدیث کی جو توجیہ ملا علی قاریؒ نے نقل فرمائی ہے وہ مشکوٰۃ کے حواشی میں دیکھ لی جائے) اس کے حساب سے ان کی عمر ۱۲۰ سال بن جاتی ہے۔ اپنی رائے ناقص ہم بیان کر چکے ہیں، شارحین کی نظر یہاں صرف آخری حصہ پر گئی ہے۔ یعنی یہ کہ آدم علیہ السلام نے ان کو چالیس سال بخشے تھے یا ساٹھ اور اسی پر بحث شروع کر دی ہے۔ اگر اس طرف بھی ان کی نظر چلی جاتی کہ یہاں دوسرا اختلاف اس سے پہلے داؤد علیہ السلام کی اصل عمر میں بھی موجود ہے۔ تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(ترجمان السنہ ج ۳ ص ۴۷۰)

ایک روایت میں یوں ہے ''پھر ربّ العالمین نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ہزار سال عطا کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی مکمل سو سال عطا کیا''۔ (کیونکہ خزانۂ ربّ العالمین میں کمی نہیں ہوتی) (ترمذی)

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد خلیفۃ اللہ کا لقب صرف داؤد علیہ السلام کو کیوں ملا؟

یاد رہے کہ دوسری مرتبہ اس ذرا سی ہیر پھیر سے حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں اتنا نمایاں اثر پیدا ہوگیا کہ قرآن کریم نے انبیاء علیہ السلام کی اتنی بڑی تعداد میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد خلیفہ کا لقب صرف انھیں کو دیا ہے۔ **يَادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ** ان کے علاوہ جتنے اور انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ظاہر ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام خلیفۃ اللہ ہی تھے۔ مگر چونکہ اصل خلیفۃ اللہ کی عمر کے چالیس سال صرف داؤد علیہ السلام ہی کو ملے تھے اس لیے تقدیر کی اس حقیقت کا اثر قرآنی الفاظ میں بھی اتنا سا نمایاں ہونا ضروری ہوا، عالم غیب حقیقت میں حقیقت کا عالم ہے وہاں جو بھی ہوتا ہے اس عالم میں اس کا اثر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ رہا اس جگہ یہ سوال کرنا کہ کیا کسی اور نبی کی پیشانی کا نور اتنا پیارا نہ تھا؟

یہ محض بے علمی کا سوال ہے، عالم غیب کی ساری تفصیل نہ ہم کو بتائی گئی ہے نہ اس کی ضرورت تھی۔ اس حدیث میں تمام انبیاء کی خصوصیات بیان کرنے کا ارادہ ہی نہیں کیا گیا۔ قضا وقدر کا یہ ایک واقعہ بھی کسی خاص مصلحت کے لیے معرض بیان میں آگیا ہے۔ جو عالم ہم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور قصداً پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس کی کچھ کچھ جزئیات اس لیے بھی ذکر کر دی جاتی ہے کہ اس عالم میں اس عالم کی باتیں سن سن کر یہ تنبیہ ہوتا رہے کہ اس عالم کے سوا کوئی اور دوسرا عالم بھی ہے اور اس طرح اس پر ایمان لانے میں مدد مل سکے۔

(ترجمان السنہ ج:۳۔ص:۹۰)

حضرت آدم علیہ السلام اسرارِ الٰہیہ کا نمونہ تھے

فَجَحَدَ آدَمُ، فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُه حضرت آدم علیہ السلام جس طرح تخلیق انسانی کی اساس تھے اسی طرح قدرت کے بہت سے اسرار تکوینیہ کا ایک مرکب نسخہ بھی تھے، ان کا

کالبد مختلف رنگ و بو کی مٹی سے بنایا گیا۔ تو ان کی ذریت میں ہر رنگ کا انسان اور اس میں نرمی وگرمی ہر قسم کی خو پیدا ہوگئی۔ اسی طرح جب سہو ونسیان اور جحود وخطا کا تخم بھی گو کسی حیثیت کا ہو ان میں بو دیا گیا تو وہی تخم بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قہر ومہر کا سامان بن گیا یعنی سہو و نسیان بڑھا تو غفلت کی شکل بن گئی خطاء نے ترقی کی تو عمد کی صورت ظاہر ہوگئی اور جب جحود کی خصلت بڑھی تو کفر رونما ہوگیا۔

والعیاذ باللہ! اگر طینتِ آدم علیہ السلام میں مختلف رنگوں کی مٹی شامل نہ ہوتی تو نہ تو نسلِ انسانی کے رنگوں میں اختلاف نظر آتا اور نہ ان کے خصائل وطبائع میں۔ سب ایک ہی باپ کی اولاد تھے اور اس لیے اپنے رنگ و بو میں بھی سب یکساں ہوتے اسی طرح اگر ان میں بنیادی طور پر انسانی ضعف نہ رکھا جاتا تو نسل انسانی میں بھی کمزوری کا اثر نظر نہ آتا۔
(ترجمان السنہ ج۳: ص۴۶۹۔۴۷۰)

اس سے یہ اندازہ کر لینا چاہیے کہ سہو ونسیان جحود وعصیان کی نسبت گو انبیاء علیہم السلام کی جانب بھی آ گئی ہے مگر ان میں اس کی حقیقت کیا ہوگی کہ ان کی سہو ونسیان اور جحود پر بھی رحمت کی اتنی بارشیں ہوتی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی ذریّت کے لیے نمونہ تقدیر تھے سہو ونسیان اور جحود وعصیان کی جو جو خصلتیں ان کی ذریت میں مقدر تھیں وہ سب ان کے آئینہ میں پہلے سے نظر آ گئیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ شدت وخفت کے لحاظ سے اس کی نوعیت میں وہ اختلاف پیدا ہوگیا جو صورت وحقیقت میں ہوتا ہے یہاں صرف ان کی صورت ہی صورت تھی اور آگے چل کر وہ صورت ترقی کر کے حقیقت کا رنگ اختیار کر گئی یہ بھی ایک ارتقائی حرکت سمجھنی چاہیے۔ (ترجمان السنہ ج:۳۔ص۴۷۱)

اَخبار آدمَ و حوّاء

آدم وحواء کی باتیں

(٨٩٥) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال:

"لَمَّا أَكَلَ آدَمُ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي نُهِيَ عَنْهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ عَصَيْتَنِيْ؟ قَالَ: رَبِّ زَيَّنَتْ لِيْ حَوَّاءُ، قَالَ: فَإِنِّيْ أَعْقَبْتُهَا أَنْ لَا تَحْمِلَ إِلَّا كُرْهًا، وَّ لَا تَضَعَ إِلَّا كُرْهًا، وَ دَمَّيْتُهَا فِي الشَّهْرِ مَرَّتَيْنِ، فَلَمَّا سَمِعَتْ حَوَّاءُ ذٰلِكَ رَنَّتْ، فَقَالَ لَهَا عَلَيْكِ الرِّنَّةُ عَلٰى بَنَاتِكِ."

[صحيح] (أخرجه الحاكم ج ٢ ص ٣٨١)

حمل وولادت کی تکلیف

(٨٩٥) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب آدمؑ نے اس درخت کا پھل کھایا جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے منع کیا تھا، تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے آدمؑ! کس بات نے تم کو میری نافرمانی پر مجبور کیا تھا۔ آدمؑ نے عرض کیا: ربّ العزّت حواءؑ نے اس بات کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: میں اس بات پر اس کو سزا دوں گا کہ حالتِ حمل میں تکلیف ہوگی اور وضعِ اولاد میں بھی تکلیف ہوگی اور مہینہ میں دوبار ماہواری کا خون نکلے گا۔ جب حواءؑ نے اس بات کو سنا تو رونے لگیں۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا: اے حواءؑ تو بھی رو اور تیری بیٹیاں بھی روئیں گی۔ (اخرجہ الحاکم ۳۸۱/۲)

آدم خلیفہ اللہ، مظہر کمالاتِ ربانیہ ہیں

قرانِ کریم نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی تخلیق سے لے کر اِخراجِ جنت تک کی تمام تفصیلات کو آیاتِ بیّنات میں بیان کردیا ہے اور خلیفۃ اللہ جن کو مظہرِ کمالاتِ ربانیہ کا نمونہ بنا کر بھیجا جارہا ہے اس کی تمام تر سرگزشت کلام اللہ میں موجود ہے۔ وہاں یہ بھی موجود ہے کہ آدم علیہ السلام کی تسکین وانس کا سامان ذی روح

حواء ہوں گی۔ جنت تھی اور جنت کی تمام نعمتیں تھیں۔ خالق کے خلیفہ آدم کو ان نعمتوں میں جی نہیں لگ رہا ہے۔ حواء کو دل بستگی و دلجوئی اور موانست ومودّت اور آپس میں الفت و محبت کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ گویا کہ آدم علیہ السلام کو زندہ کھلونا حواء کی شکل میں عطا ہوا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا یا یوں کہہ لیں جیسے دل بہلانے کی خاطر ابّا بچوں کو گریا دیتے ہیں۔ ربّا نے آدم کو حواء عطا کر دیا...... تاکہ آدم دل بہلائیں، خوش رہیں نیز انسانی زندگی میں بیوی کا اثر ورنگ شوہر پر ضرور ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ دامن چولی کا ساتھ ہے، اور خوشگوار زندگی کے لوازمات میں آپس کی ہم آہنگی اور فکر ونظر کا اتحاد ضروری ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک دوسرے کی بات کو مانیں، قبول کریں، اور خوش وخرم زندگی گزاریں، کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ ایک دوسرے کی بات تو مان لیتے ہیں مگر اس سے نقصانات بھی اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ ہم انسان ہیں۔ آنے والے حالات سے ہم بے خبر ہیں اور ہمارا اللہ باخبر ہے کہ وہ خبیر وبصیر ہے۔ تقدیر الٰہی اور تدبیر ربّانی سے وہی ہوا جو ہونا پہلے سے اٹل اور طے تھا۔ اور خلیفہ اللہ کو منع تو ضرور کر دیا گیا تھا، مگر اکل شجرہ سے کیا کیا مخفی امور کا ظہور ہوگا وہ تو محض علم الٰہی میں تھا۔ اور علم الٰہی ازلی محیط کا کون احاطہ کرسکتا ہے......

الغرض آدم علیہ السلام سے امر الٰہی ٹوٹا تو ربّ العزّت نے ان سے سوال کیا آدم میرے حکم کو آخر کس سبب سے توڑا۔ کیا بات پیش آئی؟ انھوں نے صاف صاف عرض کر دیا میری مونس حواء نے اس بات کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا اور میں آپ کے حکم کو بھول گیا تھا۔ اور امر الٰہی ٹوٹ گیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا پھر حواء کو اس کی سزا دوں گا وہ یہ کہ ایام حمل میں تکلیف ومشقت اور ولادت وضع حمل میں بھی تکلیف ومشقت۔ اور ہر ماہ دم حیض کا خروج دومرتبہ، یہ بھی بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر حواء رونے لگیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو بھی رو اور تیری بیٹیاں بھی روئیں گی منجانب اللہ حوا کو سزا ملی۔

حق جل مجدہ نے گویا حوائؑ کو سزا دی کہ حمل میں مشقت وتکلیف اور ولادت میں بھی مشقت وتکلیف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا۔

﴿حَمَلَتۡهُ اُمُّه كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا﴾

یعنی حمل جب کئی مہینہ کا ہوجاتا ہے اس کا ثقل محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس حالت میں اور تولد کے وقت ماں کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کرتی ہے، پھر دودھ پلاتی ہے اور برسوں تک اس کی ہر طرح نگہداشت رکھتی ہے، اپنی آسائش و راحت کو اس کی آسائش و راحت پر قربان کردیتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

تکلیف تو حمل کا ظہور ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے کبھی قئے، کبھی متلی، کبھی طبیعت میں بوجھ، کبھی سر کا چکرانا، کھانے پینے کی اشیاء میں بدبو اور دل کا مائل نہ ہونا، پھر مستقل ایک وزن اور بوجھ کو لے کر اٹھائے رکھنا، یہ پوری مدت ہر لحہ جھیلنا، برداشت کرنا پڑتا ہے ......اور پھر ولادت کے وقت اللہ اکبر پورا گھرانہ بارگاہ ربّ العزّت میں دست بدعا ہے۔ عافیت وراحت کے ساتھ فراغت کی التجا کررہا ہے۔ اور حاملہ ہے کہ بلبلا رہی ہے۔ تڑپ رہی ہے۔ چیخ وچلاّ رہی ہے۔ حق تعالیٰ بتلارہے ہیں کہ یہ سزا ہے اس جرم کی جو جنت میں حوا سے ہوئی تھی۔ ورنہ شاید یہ سب مشقت وتکلیف نہ ہوتی، پھر ہر ماہ چند دن عادت و مزاج کے حساب سے ایام ماہواری میں دم حیض کی تکلیف بھی اسی سزا کی ایک یاد ہے۔ یہ سن کر حواء علیہا السلام رونے لگیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو کیا روتی ہے، اس کی سزا میں تیری بیٹیاں بھی قیامت تک روتی رہیں گی۔ یعنی حمل کی مشقت وتکلیف اور ایام حیض کی تکلیف میں رونا تو اب زندگی بھر لگا رہے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَفۡوَ وَ الۡعَافِیَةَ وَ الۡجَنَّةَ

ایامِ ماہواری کفارہ وطہور

(٨٩٦) للدارقطنی فی الأفراد عن عمر رضی اللہ عنہ:

"أَخۡبَرَنِیۡ جِبۡرِیۡلُ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَهُ إِلٰی أُمِّنَا حَوَّاءَ حِیۡنَ دَمِیَتۡ فَنَادَتۡ رَبَّهَا: جَاءَ مِنِّیۡ دَمٌ لَا أَعۡرِفُهُ. فَنَادَاهَا: لَأُدۡمِیَنَّکِ وَ ذُرِّیَّتَکِ وَ لَأَجۡعَلَنَّهُ لَکِ کَفَّارَةً وَ طَهُوۡرًا." [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج٩/٢٢٧٦٢)

(۸۹۶) ترجمہ: مجھ کو جبریلؑ نے اطلاع دی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کو ہماری ماں حواءؑ کے پاس بھیجا، جب ان کو ایام کا خون آیا، تو انھوں نے اللہ عزوجل کو پکارا کہ مجھ کو خون آ گیا جو میں نہیں جانتی کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حواءؑ کو آگاہ کیا کہ تجھے خون ضرور آئے گا، تیری ذریت کو بھی اور میں اس کو تیرے حق میں کفارہ اور باعث طہارت بنا دوں گا۔ (کنز العمال ۹/۲۲/۲۶۷)

خلّاقِ عالم کی تدابیر

ربّ العزّت خلاقِ جہاں ہے، اس کی جو تخلیق اور تخلیق کی داخلی و خارجی تدبیر اَنگنت و لا تعداد حکمتوں سے معمور ہے۔ بندہ اپنے خالق کی تدبیر اور اس کی حکمتوں سے بالکل ہی بے خبر ہے۔ کبھی وہ فرثِ و دم سے لبنِ خالص بناتا ہے اور کبھی دم طمس کو خارج کر کے نسوانیت کو نشو و نما کی راہ پروان چڑھاتا ہے اور پھر اس کی قدرت کا عجیب کرشمہ کہ پھر حمل کے قرار کے بعد اسی خون کو جنین و بچہ کی پرورش کے لیے خوراک بنا دیتا ہے، وہ اپنی خلاّقی کا تنہا مالک الکل ہے اور خالق الکل بھی۔ وہ ہمارے تصورات و تخیلات کی آماجگاہ سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔ زمین و آسمان کی کبریائی اسی واجب الوجود، حی و قیوم کی ہے۔ **سبحانه ما اعظم شانه۔**

بارِ امانت قبول کرنے کا داعیہ

(۸۹۷) و لأبی الشیخ من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِآدَمَ: يَا آدَمُ! إِنِّيْ عَرَضْتُ الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ فَلَمْ تُطِقْهَا فَهَلْ أَنْتَ حَامِلُهَا بِمَا فِيْهَا؟ قَالَ: وَ مَا لِيْ فِيْهَا يَا رَبِّ؟ قَالَ: إِنْ حَمَلْتَهَا أُجِرْتَ، وَ إِنْ ضَيَّعْتَهَا عُذِّبْتَ، قَالَ: فَقَدْ حَمَلْتُهَا بِمَا فِيْهَا، فَلَمْ يَلْبَثْ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْأُوْلٰى إِلَى الْعَصْرِ حَتّٰى أَخْرَجَهُ الشَّيْطَانُ مِنْهَا." [ضعیف] (کما فی الاتحافات ۱۱۹)

(۸۹۷) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق عز وجل نے آدمؑ سے فرمایا: اے آدم! میں نے آسمانوں اور زمینوں پر امانت (شریعت) پیش کی، تو ان دونوں میں صلاحیت نہ تھی کہ امانت کو قبول کریں۔ تو کیا تُو جملہ احکام کے ساتھ اس امانت کے تحمل کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انھوں نے پوچھا: ربّ العالمین! اس میں آخر میرے لیے کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر تو امانت کو ادا کرے گا، تو ثواب واجر کا مستحق ہوگا اور اگر امانت کو ضائع کرے گا تو عذاب وعقاب میں گرفتار ہوگا۔ یہ سنتے ہی آدمؑ نے بارامانت کو قبول فرمالیا، مگر بارامانت قبول کرنے کے بعد جنت میں صبح سے عصر تک کا وقت نہیں گزرا تھا کہ شیطان رجیم نے ان کو (دھوکہ وفریب دے کر جنت سے) نکلوادیا۔

قبول امانت کا داعیہ، جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا

فطرتِ انسانی میں روزِ اوّل سے طمع وحرص ہے، جس کی وجہ سے کبھی نفع اور کبھی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، جس کی مثال، عالم آخرت میں بھی، ابونا آدم علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی، اجروثواب، قربِ الٰہی کی منزلیں اور ہمیشگی کی سیر وسیاحت کی لالچ نے بارامانت کے قبول کرنے کا داعیہ پیدا کیا اور اپنے عواقب پر غور وفکر سے کام نہ لیا کہ: اگر بارامانت و تکلیف ادا نہ ہوئی تو مواخذہ بھی شدید ہوگا۔ بالآخر حضرت آدمؑ نے بارامانت قبول کرلیا کہ اجر وثواب کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں (اور دوسری طرف شیطان نے بھی حرکت شروع کردی خواہ قصہ کچھ بھی ہوا ہو یہی کہ: شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوادیا)۔

آدم علیہ السلام ابھی اس بارِ امانت کو قبول کرنے کے بعد، صبح سے شام بھی نہ کرپائے تھے کہ شجر ممنوعہ کے ذریعہ جنت سے نکالے گئے اور شجر ممنوعہ بھی اسی لالچ وطمع میں کھایا کہ: جنت میں ہمیشگی اور قرار مل جائے؛ اس لیے اسلام میں طمع وحرص کو منع کیا گیا ہے۔ ثواب کے لالچ نے بارامانت کو قبول کرایا اور جنت کی دائمی زندگی کی لالچ نے جنت سے نکلوایا، حالانکہ بذات خود یہ دونوں طمع اپنی جگہ بجا تھیں؛ مگر قدرت کی تدبیر وتقدیر کی پوشیدہ حکمت دنیا میں لے آئی۔

سونا چاندی کو منجانب اللہ عزّت ملی

(۸۹۸) وللديلمي وابن النجار عن أنس رضي الله عنه:

"لَمَّا أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَى الْأَرْضِ حَزِنَ عَلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ جَاوَرَهُ إِلَّا الذَّهَبُ وَ الْفِضَّةُ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِمَا: جَاوَرْتُكُمَا بِعَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِيْ ثُمَّ أَهْبَطْتُهُ مِنَ جُوَارِكُمَا فَحَزِنَ عَلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ جَاوَرَهُ إِلَّا أَنْتُمَا، فَقَالَا: إِلٰهَنَا وَ سَيِّدَنَا أَنْتَ أَعْلَمُ أَنَّكَ جَاوَرْتَنَا بِهِ وَ هُوَ لَكَ مُطِيْعٌ، فَلَمَّا عَصَاكَ لَمْ نُحِبَّ أَنْ نَحْزِنَ عَلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِمَا: وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَأُعِزَّنَّكُمَا حَتّٰى لَا يُنَالَ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا بِكُمَا."

[ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ٣/ ٦٣٤٤، والاتحافات/ ٦٩٠)

(۸۹۸) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو کائنات عالم کی تمام چیزیں جو پاس تھیں آدم علیہ السلام کے غم پر اظہارِ غم کرنے لگیں، مگر سونا اور چاندی نے اظہارِ غم نہیں کیا، اللہ پاک نے دونوں پر وحی بھیجی میں نے تم دونوں کے پڑوس میں اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو اتارا اور خاص کر تمہارے پڑوس میں ان کو ٹھہرایا تو تمام چیزوں نے ان پر اظہارِ غم کیا مگر تم دونوں نے افسوس ظاہر نہیں کیا، ان دونوں نے عرض کیا: ہمارے معبود وسردار! آپ جانتے ہیں کہ آپ نے آدم کو اس وقت تک اپنے پڑوس میں ٹھہرایا جب تک وہ مطیع وفرماں بردار رہے، جب ان سے نافرمانی کا صدور ہوگیا تو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ ایسے شخص کے غم میں شریک ہوں (جو آپ کا نافرمان ہو) اللہ پاک نے ان دونوں پر وحی بھیجی: مجھ کو عزت و جلال کی قسم تم دونوں کو ایسی عزت بخشوں گا کہ بغیر تیرے دنیا کا کوئی معاملہ ہی طے نہیں ہوگا (یعنی سونا چاندی کے ساتھ اتنی محبت ہوگی کہ بچہ سے لے کر بوڑھے تک سبھی دوست رکھیں گے)۔

ہر غم میں ساتھ دینا ضروری نہیں

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو حق جل مجدہ نے جنت سے دنیا میں جب بھیج دیا تو ہر چیز حضرت آدمؑ کے غم میں مغموم ومحزون ہوئی کہ خلیفۃ اللہ کو غم لاحق ہے۔ مگر سونا چاندی نے اس غم میں ان کا ساتھ نہیں دیا، حضرت حق جل مجدہ نے سوال کرلیا، کہ تم آدمؑ کے غم میں کیوں شریک نہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آدمؑ سے حکم الٰہی پورا نہ ہوا، یعنی معصیت ہوئی ہے تو معصیت کی سزا میں دنیا میں بھیجا گیا، اس پر ان کو غم لاحق ہے، تو اس غم میں ان کا ساتھ دینا ہم پسند نہیں کرتے۔ ربّ العزّت نے ان دونوں کی بات سن کر ان کے قدر ومنزلت میں چار چاند لگادیا کہ ہر شخص سونا چاندی سے محبت کرتا ہے اور دنیا میں نظام ثمنیّت وثمن کی اصل بنیاد واساس بھی آج سونا وچاندی ہے اور کسی بھی ملک وسلطنت کی اقتصادیات کا انحصار بھی انہیں دونوں پر ہے۔ بادشاہوں کے بیویوں کی تاج کی زینت، رانی وشہزادیوں کے گلے کا طوق، دلہنوں اور عروس کی زیبائش وآرائش، مالداروں کے ظروف کی نمائش اور نہ معلوم کہاں کہاں سونا چاندی عزت پاتا ہے۔ حق جل مجدہ ان دونوں کے فتنہ سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

باب : فی قصة یعقوب علیه السلام و ذهاب بصره

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ اور ان کی بینائی چلے جانے کا ماجرا

(۸۹۹) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

”کَانَ لِیَعْقُوْبَ النَّبِیّ عَلَیْهِ السَّلَامُ أَخٌ مُؤَاخِیًا فِی اللّٰهِ، فَقَالَ ذَاتَ یَوْمٍ: یَا یَعْقُوْبُ! مَا الَّذِیْ أَذْهَبَ بَصَرَکَ؟ وَ مَا الَّذِیْ قَوَّسَ ظَهْرَکَ؟ فَقَالَ: أَمَّا الَّذِيْ أَذْهَبَ بَصَرِیْ فَالْبُکَاءُ عَلٰی یُوْسُفَ، وَ أَمَّا الَّذِیْ قَوَّسَ ظَهْرِیْ فَالْحُزْنُ عَلَی ابْنِیْ یَامِیْنَ، قَالَ: فَأَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: یَا یَعْقُوْبُ! إِنَّ اللّٰهَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ، وَ یَقُوْلُ لَکَ أَمَا تَسْتَحِیِ تَشْکُوْنِیْ إِلٰی غَیْرِیْ، فَقَالَ

يَعْقُوْبُ: إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّىْ وَ حُزْنِىْ إِلَى اللّٰهِ، قَالَ: فَقَالَ جِبْرِيْلُ: أَعْلَمُ مَا شَكَوْ يَا يَعْقُوْبُ! قَالَ: ثُمَّ قَالَ يَعْقُوْبُ: أَىْ رَبِّ! أَ مَا تَرْحَمُ الشَّيْخَ الْكَبِيْرَ اَذْهَبْتَ بَصَرِىْ وَ قَوَّسْتَ ظَهْرِىْ فَارْدُدْ عَلَىَّ رَيْحَانَتِىْ أَشُمُّهُ شَمًّا قَبْلَ الْمَوْتِ، ثُمَّ اصْنَعْ بِىْ مَا أَرَدْتَ، قَالَ: فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَ يَقُوْلُ لَكَ: أَبْشِرْ، وَ لِيَفْرَحْ قَلْبُكَ، فَوَعِزَّتِىْ لَوْ كَانَا مَيِّتَيْنِ لَنَشَرْتُهُمَا، فَاصْنَعْ طَعَامًا لِلْمَسَاكِيْنِ، فَإِنَّ أَحَبَّ عِبَادِىْ إِلَىَّ الْأَنْبِيَاءُ وَ الْمَسَاكِيْنِ، أَ تَدْرِىْ لِمَ أَذْهَبْتُ بَصَرَكَ وَ قَوَّسْتُ ظَهْرَكَ وَ صَنَعَ إِخْوَةُ يُوْسُفَ بِهِ مَا صَنَعُوْا؟ إِنَّكُمْ ذَبَحْتُمْ شَاةً فَأَتَاكُمْ مِسْكِيْنٌ يَتِيْمٌ وَ هُوَ صَائِمٌ فَلَمْ تُطْعِمُوْهُ مِنْهُ شَيْئًا، قَالَ: فَكَانَ يَعْقُوْبُ بَعْدَهَا إِذَا أَرَادَ الْغَدَاءَ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادىٰ: أَلَا مَنْ أَرَادَ الْغَدَاءَ مِنَ الْمَسَاكِيْنِ فَلْيَتَغَدَّ مَعَ يَعْقُوْبَ، وَ إِذَا كَانَ صَائِمًا أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادىٰ: أَلَا مَنْ كَانَ صَائِمًا مِنَ الْمَسَاكِيْنِ فَلْيُفْطِرْ مَعَ يَعْقُوْبَ.“

[ضعيف جداً] (أخرجه الحاكم فى مستدركه ج ٢ ص٣٤٨)

إِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّىْ وَ حُزْنِىْ إِلَى اللّٰهِ

اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں

(۸۹۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک دینی بھائی تھا، اس نے ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا: اے یعقوبؑ! آپ کی نگاہ و بینائی کیوں ختم ہوگئی؟ اور کمر آپ کی کیوں جھک گئی؟ انھوں نے جواب دیا: نگاہ و بینائی تو یوسفؑ کے فراق وجدائی سے روتے روتے چلی گئی اور بنیامین کے غم اور حزن میں کمر ٹیڑھی ہوگئی، پس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا: اے یعقوبؑ! حق جل مجدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ: آپ میری شکایت دوسروں سے کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا: ”انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ“ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف

اللہ سے فریاد کرتا ہوں، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے یعقوب ہمیں خوب پتہ ہے کہ آپ کیا فریاد کرتے ہیں؟ پھر یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین کیا آپ اس بوڑھے ضعیف پر رحم وکرم نہیں فرمائیں گے جس کی آپ نے قوت بینائی ختم کردی اور کمر کو ٹیڑھی کردی۔ الٰہ العالمین میری دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک وسرور کو مجھ تک واپس کر دیجیے تا کہ ان کی خوشبو موت سے پہلے پہلے میں سونگھ لوں (یعنی دیکھ کر راحت حاصل کرلوں) پھر آپ جو چاہیے میرے ساتھ معاملہ کیجیے، پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے یعقوبؑ! اللہ پاک نے آپ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ: آپ کے لیے خوشخبری ہے اور دِل کی خوشی وفرحت کا سامان ہے، مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم، اگر وہ دونوں (یوسف وبنیامین علیہما السلام) مر بھی گئے ہوتے تو میں ان کو زندہ کرکے آپ کے سامنے کر دیتا، اے یعقوبؑ! مساکین کے لیے کھانا پکایئے، اس لیے کہ میرے محبوب بندے انبیاء علیہم السلام اور مساکین ہیں اور آپ کو کچھ پتہ ہے کہ میں نے آپ کو اندھا کیوں بنا دیا ہے؟ اور کمر ٹیڑھی کیوں کردی ہے؟ اور یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ان سب کا سبب کیا ہوا؟ آپ نے ایک روز بکری ذبح کی تھی اور اسی روز آپ کے پاس ایک روزہ دار مسکین ویتیم آیا تھا، تو آپ نے ان کو کچھ تھوڑا سا بھی نہیں کھلایا، اس کے بعد یعقوب علیہ السلام جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے تو حکم دیتے کہ آواز لگاؤ جو بھی مسکین کھانا کھانا چاہے وہ یعقوبؑ کے پاس آکر تناول کرے اور جب بھی روزہ سے ہوتے تو حکم دیتے کہ آواز لگاؤ کے مسکینوں میں سے جو روزہ سے ہے، یعقوبؑ کے ساتھ افطار کرے۔

اظہارِ غم تو صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ جس بسط کے ساتھ حق تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس میں یہ بات بھی آیات بیّنات میں بیان کی گئی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے کہا کہ:

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ

الْهٰلِكِيْنَ﴾ (یوسف ۸۵)

بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم (معلوم ہوتا ہے) تم ہمیشہ ہمیش یوسفؑ کی یادگاری میں لگے رہو گے، یہاں تک کہ گھل گھل کر جان بہ لب ہو جاؤ گے، یا یہ کہ بالکل ہی مر جاؤ گے۔ تو اتنے غم سے کیا فائدہ، تو یعقوب علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ بھی حق جل مجدہ نے قرآن میں نقل کر دیا ہے:

﴿قَالَ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا (تم کو میرے رونے سے کیا بحث) میں تو اپنے رنج و غم کا صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ (تم سے تو کچھ نہیں کہتا) اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (یعنی اظہار غم تو صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں) اور غم کا مداوا تو وہی کرتا ہے جس پر غم نہ آئے۔ اسی کو اپنے دل کی آہ سنا رہا ہوں۔

دل کی آہ اسی سے کہو جو یاس کو آس میں بدل دے

یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے۔ جنھیں اس کی رحمتِ واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندروں کی موجوں کی برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی اللہ کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ (تفسیر عثمانی)

امام قرطبی نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارے میں پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی ہونے سے کرے، اور یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی اقتداء کرے۔ (گلدستہ)

امام قرطبیؒ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس شدید ابتلاء و امتحان کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے جو بعض روایات میں آئی ہے کہ ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام نماز تہجد پڑھ رہے تھے، اور یوسف علیہ السلام ان کے سامنے سو رہے تھے، اچانک یوسف علیہ السلام

سے کچھ خرّاٹے کی آواز نکلی، تو ان کی توجہ یوسف علیہ السلام کی طرف چلی گئی، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا دیکھو یہ میرا دوست اور مقبول بندہ مجھ سے خطاب اور عرض معروض کرنے کے درمیان میرے غیر کی طرف توجہ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عزت وجلال کی کہ میں ان کی یہ دونوں آنکھیں نکال لوں گا جن سے میرے غیر کی طرف توجہ کی ہے۔ اور جس طرف توجہ کی ہے اس کو ان سے مدتِ دراز کے لیے جدا کردوں گا۔

اسی لیے بخاریؒ کی حدیث میں براویت عائشہؓ وارد ہے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ نماز میں کسی دوسری طرف دیکھنا کیسا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے ذریعہ شیطان بندہ کی نماز کو اُچک لیتا ہے، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان جس قدر گھونٹ پیتا ہے ان سب میں دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں، ایک مصیبت پر صبر اور دوسرے غصّے کو پی جانا۔ اور حدیث میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: مَنْ بَثَّ لَمْ يَصْبِرْ یعنی جو شخص اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان کرتا پھرے اس نے صبر نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا، اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔
(معارف القرآن)

یعقوب علیہ السلام کو تسلّی

موضح القرآن میں ہے، یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے، میں اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسفؑ زندہ ہے ضرور ملے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا) یہ مجھ پر آزمائش ہے، دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔ (تفسیر عثمانی)

بغوی کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے پاس ان کا ایک ہمسایہ آیا اور اس نے کہا

یعقوبؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی صحت تباہ ہوگئی اور آپ فنا ہو چکے حالانکہ اپنے باپ کی عمر کو نہیں پہنچے ہیں فرمایا یوسفؑ کے غم میں جو اللہ نے مجھے مبتلا کر دیا اس سے میری قوت ٹوٹ گئی اور اسی نے مجھے فنا کر دیا۔

اللہ نے یعقوبؑ کے پاس وحی بھیجی یعقوب تو میرا شکوہ میری مخلوق سے کرتا ہے، یعقوبؑ نے کہا اے میرے رب مجھ سے خطا ہوگئی تو میری خطا معاف فرما دے، اللہ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا اس کے بعد حضرت یعقوبؑ سے جب کیفیت اور حالت پوچھی جاتی تو فرماتے ﴿اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ﴾

جبرئیل علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو حالات کی اطلاع دی

وہب اور سدی وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیلؑ جیل خانہ کے اندر حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے اور پوچھا صدیق کیا آپ نے مجھے پہچانا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میں ایک پاک صورت دیکھ رہا ہوں اور پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا میں روح الامین ہوں، ربّ العالمین کا قاصد ہوں، حضرت یوسفؑ نے فرمایا آپ تو سب سے بڑھ کر پاکیزہ، مقربین کے سردار اور ربّ العالمین کے امین ہیں، اور یہ گنہگاروں کے داخل ہونے کی جگہ ہے یہاں آپ کے آنے کا کیا سبب ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: یوسفؑ کیا آپ واقف نہیں کہ انبیاء کی پاکی کی وجہ سے اللہ (ناپاک) گھروں کو پاک کر دیتا ہے اور جس زمین میں پیغمبر داخل ہوتے ہیں وہ ہر زمین سے زیادہ پاک ہو جاتی ہے۔ اے اطہر الطاہرین اور اے منتخب نیک بندوں کی اولاد! آپ کی وجہ سے اللہ نے قید خانہ کو اور اس کے ماحول کو پاک کر دیا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا آپ نے مجھے صدیق کے نام سے کیوں پکارا اور منتخب پاک لوگوں میں میرا شمار کیوں کیا؟ مجھے تو گناہگاروں کے مقام میں داخل کیا گیا ہے۔ اور بدچلن لوگوں کے ناموں میں میرا نام بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اللہ نے آپ کا نام صدیقوں میں شامل کیا مخلص منتخب بندوں میں آپ کا شمار کیا اور آپ کے صالح اسلاف کی فہرست میں آپ کو بھی داخل کر دیا اس کی وجہ

یہ ہے کہ آپ نے اپنے دل کو فتنہ میں نہ پڑنے دیا اور اپنی مالکہ کے کہنے کو نہیں مانا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا روح الامین آپ کو یعقوبؑ کی بھی کوئی اطلاع ہے حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: جی ہاں اللہ نے ان کو صبر جمیل عطا فرمایا وہ آپ کے غم میں مبتلا ہوئے اور غم سے جی ہی جی میں گھٹتے رہے، حضرت یوسفؑ نے پوچھا ان کے غم کا کچھ اندازہ بھی ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا ان ستر عورتوں کے غم کے برابر جن کے بچے مر گئے ہوں حضرت یوسفؑ نے فرمایا جبرئیلؑ پھر ان کو اس کا اجر کس قدر ملے گا، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا سو شہیدوں کے برابر، حضرت یوسفؑ نے فرمایا: کیا آپ کو کچھ معلوم ہے کہ میری ان سے ملاقات بھی (کبھی) ہوگی، حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ کا دل خوش ہو گیا اور فرمایا جو کچھ مجھے پیش آیا اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میں یعقوبؑ کو دیکھ لوں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حکیمانہ جواب

﴿وَ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، یعنی اللہ کی حکمت و رحمت کو جتنا میں جانتا ہوں کہ وہ پکارنے والے کو نامراد نہیں چھوڑتا اور جو بیقراری کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے اس کو رد نہیں کرتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ از روئے الہام یوسفؑ کے زندہ ہونے سے جو میں واقف ہوں تم واقف نہیں۔

عزرائیلؑ سے ملاقات

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت یعقوبؑ کی ملاقات کو گئے حضرت یعقوبؑ نے پوچھا اے پاکیزہ خوشبو اور حسین صورت والے فرشتے کیا آپ نے میرے بچہ کی روح قبض کی ہے، حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا، نہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ کو کچھ سکون ہو گیا اور آپ کو یوسفؑ کے دیکھنے کی تمنّا ہوئی۔

بعض علماء نے آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ یوسفؑ کا خواب سچا ہے، میں اور تم سب آئندہ اس کو ضرور سجدہ کریں گے۔ سدی نے بیان کیا جب بیٹوں نے باپ کو بادشاہ کے حسن سلوک کی اطلاع دی تو آپ کو یوسفؑ کے زندہ ہونے کا

خیال پیدا ہوگیا اور (ملنے کی) خواہش بھی اور فرمایا شاید وہ یوسف ہو۔

ابن ابی حاتم نے نصر بن عربی کا بیان نقل کیا ہے، نصر نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ۲۴ چوبیس سال، حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ یا مردہ ہونے کے کوئی خبر نہیں ہوئی۔ آخر ایک روز موت کا فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ ملک الموت نے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو یعقوبؑ کے معبود کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے یوسفؑ کی جان قبض کر لی؟ ملک الموت نے جواب دیا نہیں۔

(تفسیر مظهری۔ گلدسته ج۳/۴۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کا واقعہ

(۹۰۰)عن أبی هريرة رضي الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:

"أُرْسِلَ مَلَکُ الْمَوْتِ إِلٰی مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَهُ صَکَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلٰی رَبِّهِ فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِیْ إِلٰی عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ، قَالَ: فَرَدَّ اللّٰهُ عَيْنَهُ فَقَالَ: اِرْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ مَا غَطَّتْ يَدُهُ بِکُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةً، فَقَالَ: أَیْ رَبِّ ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ، فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُکُمْ قَبْرَهُ إِلٰی جَنْبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْکَثِيْبِ الْأَحْمَرِ."

[صحيح] (أخرجه عبدالرزاق فی المصنف ج ۱۱/۲۰۵۳۰)

(۹۰۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملک الموت یعنی موت کے فرشتہ کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو ان کو ایک تھپڑ موسیٰ علیہ السلام نے مارا جس سے ان کی ایک آنکھ نکل گئی، وہ واپس ربّ العزّت کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا: آپ نے ایک ایسے بندہ کے پاس مجھ کو بھیج دیا جو مرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنکھ واپس دے دی اور

ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کے پشت پر رکھیں تو ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں، ہر بال کے بدلہ ایک سال کی عمر میں اضافہ ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت پھر کیا ہوگا؟ یعنی اتنی طویل مدت مل بھی گئی تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ ارشاد حق ہوا: پھر اس کے بعد بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پھر تو ابھی میں تیار ہوں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ ان کو بیت المقدس سے اتنا قریب کر دیا جائے جتنا کہ ایک پتھر پھینکنے کے برابر دوری ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر راستہ کے کنارہ ایک سرخ ریت کے ٹیلہ کے نیچے موجود ہے۔ (اخرجہ عبدالرزاق)

آپ نے ایسے بندے کے پاس مجھ کو بھیج دیا جو مرنا پسند نہیں کرتا

(۹۰۱) عن أبی هريرة رضي الله عنه قال:

"أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسٰى فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ، فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ! قَالَ: فَرَدَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِ عَيْنَهُ، وَ قَالَ: اِرْجِعْ إِلَيْهِ، فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةً، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ. فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج ١٤/ ٧٦٣٤)

(۹۰۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت کے فرشتہ کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو ان کو ایک تھپڑ مارا جس سے ان کی آنکھ نکل گئی۔ وہ ربّ العزّت کے پاس واپس لوٹ گئے اور عرض کیا: آپ نے ایک ایسے بندہ کے پاس مجھ کو بھیج دیا جو مرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ تو لوٹا دی اور فرمایا: موسیٰ علیہ والسلام کے پاس واپس جاؤ اور

ان سے کہو کہ: وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت پر رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آ جائیں ہر بال کے عوض ایک سال۔ موسیٰ نے عرض کیا: ربّ العزّت پھر کیا ہوگا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت۔ موسیٰ نے عرض کیا: ابھی صحیح۔ پس موسیٰ نے حق تعالیٰ سے التجا کی کہ ان کو بیت المقدس سے اتنی دور کر دیا جائے جتنی دور پر پتھر پھینکا جائے تو گرے (یعنی بیت المقدس کے قریب ان کو کر دیا جائے کہ اس وقت شاید وہ کسی دور جگہ پر ہوں گے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تم لوگوں کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر راستہ کے کنارہ ایک سرخ ریت کے ٹیلے کے نیچے موجود ہے۔ (اخرجہ احمد ۱۴/۲۳۴/۷۶۳۴)

کیا وہ زندگی کو پسند کرتے ہیں

(۹۰۲) عن همام بن منبه قال: هذا ما حدثنا أبوهريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ: فذكر أحاديث منها: وقال رسول الله ﷺ:

"جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ لَهُ: أَجِبْ رَبَّکَ، قَالَ: فَلَطَمَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا، قَالَ: فَرَجَعَ الْمَلَکُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: إِنَّکَ اَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَکَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ، وَ قَدْ فَقَأَ عَيْنِيْ، قَالَ: فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ عَيْنَهُ، وَ قَالَ: اِرْجِعْ إِلٰى عَبْدِيْ، فَقُلْ: اَلْحَيَاةَ تُرِيْدُ؟ فَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَکَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُکَ مِنْ شِعْرَةٍ فَإِنَّکَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً، قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ تَمُوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ مِنْ قَرِيْبٍ، رَبِّ أَمِتْنِيْ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: وَاللّٰهِ لَوْ أَنِّيْ عِنْدَهُ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ." [صحيح] (أخرجه مسلم ج۴ ص۱۸۴۳)

(۹۰۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا: ربّ العالمین نے آپ کو بلایا ہے۔ موسیٰ نے سنتے ہی ایک تھپڑ رسید کیا، جس سے ملک الموت کی ایک آنکھ

بہہ گئی۔ ملک الموت حق جل مجدہ کے پاس واپس گئے اور عرض کیا: ربّ العالمین آپ نے مجھ کو ایک ایسے شخص کے پاس بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا اور تھپڑ مار کر اس نے میری آنکھ پھوڑ دی، حق جل مجدہ نے ملک الموت کی آنکھ واپس کر دی اور ملک الموت سے ارشاد فرمایا: میرے بندہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اگر زندگی پیاری ہے تو پھر ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں اور جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے، اتنے ہی سال کی زندگی ملے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا: پھر موت آئے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پھر ابھی مرنے کو تیار ہوں اور یہ عرض کیا کہ: ربّ العالمین بیت المقدس سے اتنا قریب کر دیجیے جتنا دور پتھر پھینکا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی قسم، اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو ان کی قبر راستے کے کنارے سرخ ریت کے ٹیلہ کے پاس دکھلا دیتا۔

اہلِ ایمان کے لیے مقاماتِ مقدسہ میں قیام حیاً ومیتاً باعثِ برکات ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس وقت یہ قصہ پیش آیا کہیں بیت المقدس سے دور تھے۔ لہٰذا جب قضاء وقدر کے فیصلہ پر تسلیم ورضا ظاہر فرما چکے تو ساتھ ساتھ بارگاہِ بے نیاز میں درخواست بھی پیش کر دی کہ میرے رب مجھ کو بیت المقدس سے اتنا قریب پہنچا کر موت دیجیے، جتنی دور پتھر پھینکا جاسکتا ہے۔ (تاکہ قدس کی برکات کو تا نفخ صور حاصل کرتا رہوں اور بارکنا حوله سے مسرور رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر عظیم المرتبت نے یہ تمنّا بارگاہ ربّ العزّت میں کیونکہ کی جبکہ انبیاء علیہم السلام کی ذات مجسم برکت ہی برکت اور سراپا رحمت ہی رحمت (قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول موجود ہے و جعلنی مبارکا این ماکنت عالم کے لیے اور مجھ کو برکت والا بنا میں جہاں کہیں بھی ہوں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سبھی باعث برکت ورحمت ہیں)

اور نزولِ خیر کا اقویٰ ترین ذریعہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مقدس وجود سے دوسروں کو نجاست سے طہارت ونفاست اور معیت سے نزولِ سکنیت وطمانیت ملتی ہے۔ تو پھر بذاتِ خود نبی کا کتنا اونچا مقام ورتبہ ہوسکتا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ نے تمنّا اور

خواہش ظاہر فرمایا کہ بیت المقدس کے قریب میری موت کا قصہ پیش آئے تا کہ میں مقدس مقام میں مدفون ہوں۔ اور قدس کی برکات الٰہیہ قیامت تک حاصل رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ سرخ پتھر کے پاس ان کی قبر ہے اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمین میں کچھ مقامات مقدسہ ایسے ہیں جہاں حیاً ومیتاً دونوں صورتوں میں صاحبِ ایمان کو بقدر ایمان ابدی رحمتیں ملتی رہتی ہیں اور نور علی نور کا لطف اٹھاتی رہتی ہیں۔

اس حدیث صحیح سے ان غالی اور کم فہم منکرین کی تردید ہوگئی جو تبرکاتِ انبیاء یا مقاماتِ مقدسہ کے برکات کا انکار کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کے آثار کو مٹانے کے درپے ہیں اور اپنے آباء واجداد کے آثار کو تراثِ قومی کے نام پر زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ ہمیں آثارِ نبوی ﷺ کے قدر کی توفیق دے۔ انبیاء علیہم السلام کے آثار کے تقدس کا کیا پوچھنا، حج میں صفا ومروہ کی سعی ایک طاہرہ وطہور وبتول خاتون کی دوڑ وسعی جو انھوں نے یقیناً بغرضِ عبادت نہ کی تھی مگر ربّ العزّت کو ان کی یہ فدائی ادا پسند آگئی تو اللہ تعالیٰ نے صفا ومروہ کو شعائرِ اسلام بنا دیا اور حج وعمرہ کا ایک لازمی عمل بنا دیا اور حجِ بیت اللہ کے ساتھ جوڑ دیا الغرض قرآن کریم نے بَارَکْنَا حَوْلَهٗ کا جامع ارشادِ ربّانی ہم کو ہدایت دے رہا ہے کہ بیت المقدس کے اردگرد الٰہی برکات ہیں۔ ظاہری جو ہیں وہ تو ہیں ہی۔ باطنی اور روحانی اعتبار سے کتنے انبیاء ورسل کا مسکن ومدفن اور انبیاء علیہم السلام کے فیوض وبرکات اور انوارات کا سرچشمہ رہا ہے۔

تابوتِ سکینت اور تبرکات کے صندوق

قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں ایک تابوت و صندوق چلا آرہا تھا۔ اس میں تبرکات تھے یعنی برکت کی چیز تھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ وہ برکت کی چیز کیا تھی، وہی جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے تھے۔ اور اس تابوت وصندوق کو فرشتے اُٹھائے ہوئے تھے ﴿اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَ آلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ ﴾ (سورۃ بقرہ ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی یہ بھی کہا کہ طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے۔ اور موسیٰ اور ہارون نے جو اشیاء چھوڑی تھیں ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے۔

فتح ونصرت کا صندوق

(۱) بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آرہا تھا اس میں تبرکات تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے، اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا۔ (تفسیر عثمانی)

(۲) اس صندوق کو وہ لوگ دشمن سے مقابلے کے وقت اپنے سامنے رکھتے، اور کہتے کہ اس کے ذریعے ہمیں اللہ کی مدد ملتی ہے اور فتح حاصل ہوتی ہے۔ (زمخشری۔صفوۃ)

(۳) بنی اسرائیل کے یہاں ان کے خروج مصر کے زمانے سے لے کر بیت المقدس کی تعمیر کے زمانے تک اس صندوق کو قبلہ کی حیثیت حاصل رہی، اور وہ اپنی دعا و عبادت میں اسی کی طرف متوجہ ہوتے، سو اس تابوت کو ان کے یہاں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔
(عمدۃ البیان ۱/ ۴۰۷)

تابوت میں سکینت و برکت کی اشیاء کیا تھیں؟

حق جل مجدہ نے جو فرمایا ہے اس میں کچھ باقی ماندہ اشیاء تھیں ان چیزوں میں سے جن کو چھوڑا آل موسیٰ اور آل ہارون نے۔ جیسے تورات کی وہ تختیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں ٹوٹی ہوئی تختیوں کے ٹکڑے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی، تورات کا وہ اصل نسخہ جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھوا کر، بنی لاوی کے سپرد کیا تھا، نیز ایک بوتل جس میں مَن کو بھر کر رکھ دیا گیا تھا تا کہ

آئندہ نسلیں اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کریں جو ان کے باپ دادا پر اللہ نے کیا تھا۔

انبیاء وصالحین کے تبرکات

الغرض اس تابوتِ سکینت کی بڑی قدر ومنزلت تھی، خاص کر مصائب ومشکلات کے وقت اس سے ہمت ودلجمعی کا کام لیتے۔ (روح المعانی، قرطبی، ابن کثیر، معارف)

ربّ العزّت نے اس تابوت میں سکینت رکھا تھا۔اس لیے **سکینة من ربکم** فرما دیا۔اور **بقیة ما ترک آل موسیٰ و آل هارون** سے ان لوگوں کی اصلاح ہوگئی جو انبیاء کے مستعمل اشیاء کو قابلِ برکت نہیں مانتے اور تقدس کو **تحمله الملئكة** نے چار چاند لگا دیا کہ فرشتے اٹھاتے ہیں۔اللہ ہمیں صراط مستقیم، راہ اعتدال نصیب فرمائے۔آمین

تابوت جو توب سے ہے، جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں، کیونکہ بنی اسرائیل تبرک کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (فتح القدیر)

اس تابوت میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تابوت کو فتح وسکینت کا سبب قرار دیا۔سکینت کا مطلب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص نصرت کا نزول ہے جو خاص بندوں پر نازل فرماتا ہے۔اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء وصادقین وصالحین کے تبرکات یقیناً باذن اللہ اہمیت وافادیت رکھتے ہیں۔

(باختصار تفسیر احسن البیان دارالسلام، صفحہ ۱۴۲)

مآثر اور مقاماتِ مقدسہ کی برکات کا ثبوت

حدیثِ اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کو جبریل نے چار مقامات پر اُتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے **"وَ اِلَیۡهِ الۡمُهَاجَرَةُ"** یہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔ یہ طورِ سینا ہے **"حَیۡثُ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا"** جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا۔ یہ مدین ہے **"حَیۡثُ وَرَدَ مُوۡسٰی وَ سَکَنَ شُعَیۡبُ"** جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے۔ یہ بیت

اللحم ہے ”حَیثُ وُلِدَ الْمَسِیحُ“ جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس اگر طور پر آپ ﷺ سے نماز اس لیے پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں، جہاں کہ اللہ کا کلام لے کر جبرئیل (علیہ السلام) محمد ﷺ کے پاس آئے۔ سب سے پہلے جب مولد (جائے پیدائش مسیح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ اُمت محمد مولد النبی (نبی کریم ﷺ کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب (علیہ السلام) رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے، تو پھر مسکنِ خدیجہ رضی اللہ عنہا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھائیس (۲۸) برس رہے اور جس کو طبرانی نے افضل البقاع بعد المسجد الحرام فی مکۃ (مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھی جائیں یا جبلِ ثور جہاں آپ تین روز مختفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصلِ اصیل ہے.... بدعات ومنکرات سے روکنا چاہیے مگر اصل کو محو نہ کرنا چاہیے۔ (کمالاتِ عثمانی: ۳۵۶)

ملک الموت کی آنکھ نکل گئی

(۹۰۳) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ وقال یونس: رفع الحديث إلى النبی ﷺ:

”قَدْ كَانَ مَلَكُ الْمَوْتِ يَأْتِي النَّاسَ عَيَانًا قَالَ: فَأَتٰى مُوسٰى فَلَطَمَهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ، فَأَتٰى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: يَا رَبِّ! عَبْدُكَ مُوسٰى فَقَأَ عَيْنِي، وَ لَوْ لَا كَرَامَتُهُ عَلَيْكَ لَعَنَّفْتُ بِهِ — وَ قَالَ يُونُسُ: لَشَقَقْتُ عَلَيْهِ — فَقَالَ لَهُ: اِذْهَبْ إِلٰى عَبْدِي فَقُلْ لَهُ: فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلٰى جِلْدِ أَوْ مِسْكِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ وَارَتْ يَدُهُ سَنَةً، فَأَتَاهُ، فَقَالَ لَهُ: مَا بَعْدُ هٰذَا؟ قَالَ: اَلْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ قَالَ: فَشَمَّهُ شَمَّةً فَقَبَضَ رُوحَهُ، قَالَ يُونُسُ: فَرَدَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَيْنَهُ، وَ كَانَ يَأْتِي النَّاسَ خُفْيَةً.“ [صحيح] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۵۳۳)

(۹۰۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ملک الموت یعنی موت کا فرشتہ لوگوں کے پاس کھلم کھلا یعنی ظاہری صورت میں آتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بلا جھجک آ گئے، تو انھوں نے ایک تھپڑ مارا جس سے ملک الموت کی آنکھ نکل گئی۔ تو وہ رب عزوجل کے پاس آئے اور عرض کیا: ربّ العزّت آپ کے بندہ موسیٰ نے میری آنکھ بہادی۔ اگر موسیٰ پر آپ کی جانب سے کرامت کا سلسلہ نہ ہوتا تو میں اس سے اس کا بدلہ لے لیتا۔ یونس راوی کہتے ہیں: فرشتہ نے کہا: میں ان کو مشقت و تکلیف میں ڈال دیتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ موسیٰ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ: ایک بیل کی کھال پر ہاتھ رکھیں جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آجائیں ہر بال کے عوض ایک سال کی عمر میں اضافہ ہوگا۔ ملک الموت آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ فرشتہ نے جواب دیا: پھر موت۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر ابھی تیار ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ناک کے ذریعہ سانس لی تو ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی، یونس راوی کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرشتہ کو آنکھ واپس دے دی اور پھر اس دن سے نظام بن گیا کہ ملک الموت چھپ کر لوگوں کے پاس روح قبض کرنے جانے لگے۔ (اخرجہ احمد ۲/۵۳۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شانِ جلالی ورضاء الٰہی کا ظہور

موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا اور ملک الموت کی آنکھ کا بہہ جانا دونوں ہی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے آنکھ بہانے کے لیے تھپڑ نہیں مارا تھا۔ ایک اولوالعزم رسول اپنے دعوتِ رسالت کی تبلیغ میں منہمک ہے۔ قوم کی گمراہی کے غم میں غرق ہے۔ قوم بھی کیسی کے کبھی گوسالہ پرستی میں مشغول، تو کبھی تمرد و تکبر کی وادی میں مست۔ اچانک ایک شخص ان سے کہتا ہے: چلو بس آخری مرحلہ ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے مزاج سے کون واقف نہیں۔ مزاج و مذاق کی جو کیفیت تھی، ظاہر ہوئی تھی، وہ بلا ارادہ ملک الموت پر اٹھی اور ظاہر ہوئی، تھپڑ رسید کر دیا پھر نبی کی قوتِ جلالی کا تحمل فرشتہ میں کہاں۔ جبکہ نبی اپنی

پوری قوتِ ملکوتی میں تھا اور فرشتہ اس وقت بشریت کے لبادہ میں تھا۔ خیر ہوا کہ صرف آنکھ پر نبی کی قوتِ ملکوتی کا اثر ظاہر ہوا اور نہ کوئی دوسری ہی صورت ظاہر ہو جاتی اگر فرشتہ نہ ہوتا تو جیسا کہ قبطی کے حادثہ میں ہو چکا تھا اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر و باہر بھی ہوا ہو کہ یہ گفتگو کرنے والا فرشتہ ہی ہے۔ کیونکہ اگر ظاہر ہوتا تو وہ آخر اولوالعزم رسول ہیں تھپڑ کیوں مارتے؟ جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا تو خود ہی ملک الموت کے حوالہ اپنے کو سپرد کر دیا تھا۔

خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے ایک خاص واقعہ کے سلسلہ میں گئے، تو خلیل اللہ۔ ملائکۃ اللہ کو نہ پہچان سکے **فاوجس منهم خيفة** ۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور اسلام، ایمان اور احسان کا سوال کیا، بعد میں آپ ﷺ نے پہچانا کہ جبریلؑ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ملک الموت کو نہیں پہچانا اور تھپڑ رسید کر دیا، تاہم جب بات خوب واضح ہوگئی کہ یہ امر الٰہی ہے اور موت تو ہے ہی۔ پھر اسی ملک الموت کے حوالہ اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ یہ ہے انبیاء کی شان تسلیمی و رضاء الٰہی کی آخری شان۔

قصہ مختصر یہ کہ فرشتہ کی آنکھ قالب بشریت میں ہونے کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ اگر فرشتہ قالب بشریت میں نہ ہوتے تو یہ حادثہ بھی پیش نہ آتا۔ پھر جو کچھ ہوا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کے مکان کے اندر ہوا تھا، غالباً موسیٰ علیہ السلام کو غصہ بھی اسی لیے آیا ہوگا کہ ایک شخص ان کے اندورن خانہ بغیر ان کی اجازت کے داخل ہوگیا اور موت کا پیغام سنانے لگا، جس پر ان کی شان جلالی حرکت میں آگئی اور شان جلالی کا ظہور بھی ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

باب : فی قصّه موسی و الخضر علیهما السّلام

باب: قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام

(٩٠٤) حدثنا أبی بن كعب رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ:

"قَامَ مُوسٰی النَّبِیُّ خَطِیبًا فِیْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ ، فَسُئِلَ أَیُّ النَّاسِ أَعْلَمُ

فـقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْکَ، قَالَ: يَا رَبِّ وَ كَيْفَ بِهِ؟ فَقِيْلَ لَـهُ: اِحْـمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ ، فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهُوَ ثَمَّ ، فَانْطَلَقَ وَ انْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ، وَ حَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ، حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ، وَضَعَا رُؤُوْسَهُمَا وَ نَامَا، فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا، وَ كَانَ لِمُوْسٰى وَ فَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَ يَوْمِهِمَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا، وَ لَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، قَالَ مُوْسٰى: ذٰلِکَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجَّى بِثَوْبِهِ، فَسَلَّمَ مُوْسٰى، فَقَالَ الْخِضَرُ: وَ أَنّٰى بِأَرْضِکَ السَّلَامُ ، فَقَالَ: أَنَا مُوْسٰى، فَقَالَ: مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟ قَالَ: إِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا، يَا مُوْسٰى. إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ ، وَ أَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ، قَالَ: سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَ لَا أَعْصِي لَکَ أَمْرًا، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمَا ، فَعَرَفَ الْخِضَرَ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخِضَرُ: يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَ عِلْمُکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ، فَعَمَدَ الْخِضَرُ إِلٰى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ، فَقَالَ مُوْسٰى: قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا! قَالَ: أَ لَمْ أَقُلْ إِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا، قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ، فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى

نِسْيَانًا، فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوْسٰى: أَ قَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا، قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: وَ هٰذَا أَوْكَدُ. فَانْطَلَقَا، حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا. فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا، فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ: قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ: فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى: لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ . قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا." [صحيح] (أخرجه البخاري ج ۱ ص ۴۱)

موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ

(۹۰۴) ترجمہ: حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، تو لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ: تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں اپنے سے زیادہ علم والا کوئی نہیں تھا اس لیے) فرمایا: میں سب سے زیادہ علم والا ہوں، (اللہ تعالیٰ اپنے مقربین بارگاہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہ ربوبیت میں خاص تربیت فرماتے ہیں؛ اس لیے یہ بات پسند نہ آئی، بلکہ ادب کا مقتضی یہ تھا کہ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرتے۔ یعنی یہ کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ ساری مخلوق میں اعلم کون ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا، موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین پر ہے۔ وہ آپ سے زیادہ اعلم (جاننے والا) ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ جب وہ مجھ سے زیادہ اعلم ہیں تو مجھے ان سے استفادہ کے لیے سفر کرنا چاہیے) اس لیے عرض کیا: یا اللہ مجھے ان کا پتہ نشان بتلایا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ایک مچھلی اپنی زنبیل میں رکھ لو اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو، جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہو

جائے بس وہی جگہ ہمارے اس بندے کے ملنے کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کے مطابق ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی اور چل دیے ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی تھے، دوران سفر ایک پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے، یہاں اچانک یہ مچھلی حرکت میں آ گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی اور (مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں چلے جانے کے ساتھ ایک دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ) جس راستہ سے مچھلی دریا میں گئی اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کا جریان و بہاؤ روک دیا اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ جیسی ہوگئی (یوشع بن نون اس عجیب واقعہ کو دیکھ رہے تھے، موسیٰ علیہ السلام سو گئے) جب بیدار ہوئے تو یوشع بن نون مچھلی کا یہ عجیب معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بتلانا بھول گئے اور اس جگہ سے پھر روانہ ہوگئے، پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا، جب دوسرے روز کی صبح ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا: ہمارا کھانا لاؤ؛ کیونکہ اس سفر سے کافی تکان ہو چکا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: (بقضائے الٰہی) موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے تکان بھی محسوس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جس جگہ پہنچنا تھا اس سے آگے نکل گئے، جب موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب کیا تو یوشع بن نون کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا اور اپنے بھول جانے کا عذر کیا، کہ شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا، کہ اس وقت آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہ کی اور پھر بتلایا کہ وہ مردہ مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں ایک عجیب طریقہ سے چلی گئی، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہی تو ہمارا مقصد تھا (یعنی منزل مقصود وہی جگہ تھی جہاں مچھلی زندہ ہو کر گم ہو جائے) چنانچہ اسی وقت واپس روانہ ہوگئے اور ٹھیک اسی راستہ سے لوٹے جس پر پہلے چلے تھے، تاکہ وہ جگہ مل جائے۔ اب جو یہاں اس پتھر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے (اسی حال میں) سلام کیا، تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ: اس (غیر آباد) جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: میں موسیٰؑ ہوں، تو خضرؑ نے سوال کیا کہ: موسیٰ بنی اسرائیل؟ آپ نے جواب دیا کہ: ہاں موسیٰؑ بنی اسرائیل ہوں، اس لیے آیا ہوں

کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔

خضر علیہ السلام نے کہا کہ: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے اے موسیٰ۔ میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے، وہ آپ کے پاس نہیں اور ایک علم آپ کو دیا ہے جو میں نہیں جانتا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا (حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے کو ہی تیار ہیں تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتلا دوں)۔

بس دونوں حضرات دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے، ان دونوں حضرات کے پاس کشتی تو تھی نہیں، اتفاقاً ایک کشتی آ گئی تو کشتی والے سے کشتی پر سوار ہونے کی بات چیت کی۔ کشتی والے نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان دونوں کو بغیر کسی کرایہ و اجرت کے کشتی میں سوار کر لیا، اسی اثناء میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ یا دو چونچ بھر پانی لیا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا: میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام (سے نہ رہا گیا) کہنے لگے کہ: ان لوگوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کر لیا، آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا، کہ ان کی کشتی توڑ ڈالی کہ یہ سب غرق ہو جائیں (یہ تو آپ نے اچھا کام نہیں کیا)۔

خضر علیہ السلام نے کہا کہ: میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا، اس بھول پر آپ سخت گیری نہ کریں، الغرض پہلا اعتراض موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام پر بھول سے ہوا تھا۔ پھر دونوں آگے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک لڑکا کو دیکھا کہ دوسرے لڑکوں میں کھیل رہا ہے، تو خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کے سر کو اوپر سے پکڑا اور اس کا سر اس

کے بدن سے الگ کر دیا، (لڑکا مرگیا) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا؟ (یہ تو آپ نے بڑا ہی گناہ کیا) خضر علیہ السلام نے کہا کہ: میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے۔ ابن عیینہ نے کہا کہ: یہ معاملہ پہلے معاملہ سے زیادہ سخت ہے، پھر دونوں چل دیے یہاں تک کہ ایک گاؤں سے گذر ہوا تو انھوں نے گاؤں والوں سے درخواست کی کہ ہمیں اپنے یہاں مہمان رکھ لیجیے۔ گاؤں والوں نے ان کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ (یعنی کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ اسی بستی میں ایک دیوار گرنے والی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کھڑا کر دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ: ہم نے ان لوگوں سے کھانا چاہا تو انکار کر دیا اور آپ نے اتنا بڑا کام آسانی سے کر دیا) اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت ان سے لے سکتے تھے۔ یہ سن کر خضر علیہ السلام نے کہا: اب شرط پوری ہو چکی؛ اس لیے ہماری اور آپ کی مفارقت کا وقت آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے میرا جی چاہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کچھ اور صبر کر لیتے تو ان دونوں کی کچھ اور خبریں معلوم ہو جاتیں۔ (اخرجہ البخاری ۱/۴۱)

حق تعالیٰ نے مچھلی کو نشانی وعلامت قرار دیا

(۹۰۵) قال أبی بن کعب رضی اللہ عنہ: سمعتُ رسول اللّٰہ ﷺ یقول:

”بَیْنَمَا مُوْسٰی فِی بَلَاءٍ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنْکَ؟ قَالَ مُوْسٰی: لَا. فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلٰی مُوْسٰی: بَلٰی عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَأَلَ السَّبِیْلَ إِلَیْهِ، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ آیَةً، وَ قِیْلَ لَهُ: إِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّکَ سَتَلْقَاهُ، وَ کَانَ یَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِی الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوْسٰی فَتَاهُ: أَرَأَیْتَ إِذَا آوَیْنَا إِلَی الصَّخْرَةِ فَإِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَ مَا أَنْسَانِیْهِ إِلَّا الشَّیْطَانُ أَنْ أَذْکُرَهُ، قَالَ: ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِیْ، فَارْتَدَّا عَلٰی آثَارِهِمَا قَصَصًا،

فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ فِيْ شَأْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كِتَابِهِ.“
[صحيح] (أخرجه البخاری ج ۱ ص ۲۸)

(۹۰۵) ترجمہ: اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ آزمائش میں تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: کیا آپ کسی کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: نہیں میں نہیں جانتا، پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی: کیوں نہیں؟ میرا ایک بندہ خضرؑ (زیادہ علم والا ہے)، اس بات کے جاننے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس سے ملنے کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو نشانی و علامت قرار دیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ: جب مچھلی کھو جائے تو لوٹ جانا کہ وہیں اس بندہ خضر سے ملاقات ہوگی۔ وہ مچھلی کے گذرنے کی جگہ کو سمندر میں تلاش رہے تھے۔ اس وقت نوجوان نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ: جب ہم نے پتھر کی چٹان کے پاس پناہ لیا تھا وہیں پر مچھلی کھو گئی تھی اور میں آپ کو بتلانا بھول گیا تھا اور یہ بھول جانا شیطان کی طرف سے تھا کہ میں آپ کو یاد نہ دلا سکا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہی جگہ ہمارا مقصود تھا تو اپنے آثار قدم پر لوٹنے لگے، تو وہیں پر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہی دونوں کی شان میں کتاب کے اندر پورا قصہ نقل کیا ہے۔ (اخرجہ البخاری ۲۸/۱)

(۹۰۶) قال عباس رضی اللہ عنہ حدثنی أبی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

”مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَكَّرَ النَاسَ يَوْمًا، حَتّٰى إِذَا فَاضَتِ الْعُيُوْنُ، وَ رَقَّتِ الْقُلُوْبُ، وَلّٰى فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ؟ قَالَ: لَا، فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى اللّٰهِ. قِيْلَ: بَلٰى، قَالَ: أَىْ رَبِّ! فَأَيْنَ؟ قَالَ: بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ، قَالَ: أَىْ رَبِّ! اِجْعَلْ لِيْ عِلْمًا أَعْلَمُ ذٰلِكَ بِهِ، فَقَالَ لِيْ عَمْرٌو: قَالَ: حَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوْتُ، وَ قَالَ لِيْ يَعْلِى قَالَ: خُذْ نُوْنًا مَيِّتًا حَيْثُ يَنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ، فَأَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِيْ

مِـكْتَـلٍ، فَـقَـالَ لِفَتَاهُ، لا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِـيْ بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوْتُ، قَـالَ: مَـا كَلَّفْتَ كَثِيْرًا، فَذٰلِكَ قَوْلُه جَلَّ ذِكْرُهُ: وَ إِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ ـــــ لَيْسَتْ عَنْ سَعِيْدٍ ـــــ قَـالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ فِيْ ظِلِّ صَخْرَةٍ فِي مَكَانٍ ثَـرْيَـانَ إِذْ تَـضَـرَّبَ الْـحُـوْتُ وَ مُـوْسٰـى نَـائِمٌ، فَقَالَ فَتَاهُ: لا أُوْقِظُهُ، حَتّٰى إِذَا اسْتَيْـقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ، وَ تَضَرَّبَ الْحُوْتُ حَتّٰى دَخَلَ الْبَحْرَ، فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَـنْـهُ جَـرْيَةَ الْبَـحْرِ، حَتّٰى كَأَنَّ أَثَرَهُ فِيْ حَجَرٍ، قَالَ لِي عَمْرٌو: هٰكَذَا كَانَ أَثْرُهُ فِيْ حَـجَـرٍ ، وَ حَـلَّـقَ بَيْـنَ إِبْهَامَيْهِ وَ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِهِمَا، لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَـصَبًـا، قَـالَ: قَـدْ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْكَ النَّصَبَ ـــــ لَيْسَـتْ هٰذِهِ عَنْ سَعِيْدٍ ـــــ أَخْبَـرَهُ فَـرَجَـعَـا فَوَجَدَا خَضِرًا، قَالَ لِيْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ: عَلٰى طَنْفُسَةٍ خَـضْـرَاءَ عَـلٰى كَبَدِ الْبَحْرِ، قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: مُسَجًّى بِثَوْبِهِ قَدْ جَعَلَ طَرْفَهُ تَـحْـتَ رِجْـلَيْهِ وَ طَرْفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَ قَـالَ: هَـلْ بِـأَرْضِـيْ مِـنْ سَلَامٍ؟ مَـنْ أَنْـتَ؟ قَالَ: أَنَا مُوْسٰى. قَالَ : مُوْسٰى بَنِيْ إِسْـرَائِيْـلَ ؟ قَـالَ: نَـعَمْ. قَالَ: فَمَا شَأْنُكَ ؟ قَالَ: جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِـيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا، قَالَ: أَمَا يَكْفِيْكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ وَ أَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيْكَ، يَا مُوْسٰى! إِنَّ لِـيْ عِلْمًا لا يَنْبَغِيْ لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ، وَ إِنَّ لَكَ عِلْمًا لا يَنْبَغِيْ لِـيْ أَنْ أَعْلَمَهُ، فَـأَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ وَ قَالَ: وَ اللّٰهِ مَا عِلْمِيْ وَ مَا عِلْمُكَ فِي جَنْبِ عِـلْـمِ الـلّٰـهِ إِلَّا كَـمَـا أَخَـذَ هٰـذَا الـطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ، حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّـفِيْـنَةِ وَجَـدَ مَعَابِرَ صِغَارًا تَحْمِلُ أَهْلَ هٰذَا السَّاحِلِ إِلٰى أَهْلِ هٰذَا السَّاحِلِ الْآخَرِ عَرَفُوْهُ، فَقَالُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحُ ـ قَالَ: قُلْنَا لِسَعِيْدٍ: خَضِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ ـ لا نَـحْـمِـلُـهُ بِـأَجْرٍ، فَخَرَقَهَا وَ وَتَدَ فِيْهَا وَتَدًا، قَالَ مُوْسٰى: أَ خَرَقْتَهَا لِتَغْرِقَ أَهْـلَهَـا لَـقَـدْ جِـئْـتَ شَيْئًا إِمْرًا، قَالَ مُجَاهِدٌ: مُنْكِرًا. قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ : إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا، كَانَتِ الْأُوْلٰى نِسْيَانًا، وَ الْوُسْطٰى شَرْطًا، وَ الثَّالِثَةَ عَمَدًا،

قَـالَ : لَا تُـؤَاخِـذْنِـىْ بِمَا نَسِيْتُ، وَ لَا تُرْهِقْنِـى مِنْ أَمْرِىْ عُسْرًا. لَقِيَا غُـلَامًا فَـقَتَـلَهُ، قَالَ يَعْلِى: قَالَ سَعِيْدٌ : وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُوْنَ فَأَخَذَ غُـلَامًا كَافِرًا ظَرِيْفًا فَـأَضْـجَـعَـهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّيْنِ ، قَالَ: أَ قَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَمْ تَعْمَلْ بِـالْـحِـنْـثِ ، وَ كَـانَ ابْـنُ عَبَّاسٍ قَرَأَهَا زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً كَقَوْلِكَ : غُلَامًا زَكِيًّـا، فَـانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ، قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا، وَ رَفَـعَ يَـدَهُ فَـاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلِى: حَسِبْتُ أَنْ سَعِيْدٌ قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ، لَـوْ شِـئْـتَ لَاتَّـخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ سَعِيْدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ، وَ كَانَ وَرَاءَ هُمْ ، وَ كَانَ أَمَامَهُمْ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَزْعَمُوْنَ عَنْ غَيْرِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ ، وَ الْغُـلَامُ الْمَقْتُوْلُ اِسْمُهُ يَزْعَمُوْنَ جَيْسُوْرٌ.

مَـلِكٌ يَـأْخُـذُ كُـلَّ سَـفِيْـنَةٍ غَـصْبًا، فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِـعَيْبِهَـا فَـإِذَا جَـاوَزُوْا أَصْـلَـحُـوْهَـا فَـانْتَـفَعُوْا بِهَا، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: سَدُّوْهَا بِقَارُوْرَةٍ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: بِالْقَارِ، كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ ، وَ كَانَ كَافِرًا، فَخَشِيْنَا أَنْ يُـرْهِـقَهُـمَـا طُـغْيَـانًـا وَّ كُفْرًا، أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلٰى أَنْ يُتَابِعَاهُ عَلٰى دِيْنِهِ، فَـأَرَدْنَـا أَنْ يُبْدِلَ لَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً بِقَوْلِهِ: أَ قَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً. وَ أَقْرَبَ رُحْـمًـا وَ أَقْـرَبَ رُحْـمًـا هُمَا بِهٖ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِىْ قَتَلَ خَضِرٌ، وَ زَعَمَ غَيْـرُ سَعِيْـدٍ: أَنَّهُـمَـا أُبْدِلَا جَارِيَةً، وَ أَمَّا دَاؤُدُ بْنُ عَاصِمٍ فَقَالَ: عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ إِنَّهَـا جَـارِيَةٌ، فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا إِلٰـى قَـوْلِهِ: عَجَبًا. صُنْعًا: عَمَلًا .حِوَلًا : تَحَوُّلًا . قَالَ: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا، إِمْرًا وَّ نُكْرًا. دَاهِيَةً ، يَنْقَضُّ: يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ لَتَـخِذْتَ وَ اتَّخَذْتَ وَاحِد، رُحْمًا مِنَ الرُّحْمِ ، وَ هِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ ، وَ نَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيْمِ، وَ تُدْعٰى مَكَّةُ 'أُمُّ رُحْمٍ' أَىِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا."

[صحيح] (أخرجه البخارى ج ٦ ص١١٢)

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دِل نرم پڑ گئے

(۹۰٦) ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے ابی بن کعبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام ایک روز لوگوں کو نصیحت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل نرم پڑ گئے۔ جب وعظ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو ان کو ایک شخص ملا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں کوئی آپ سے بڑا عالم ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: نہیں، پس اللہ تعالیٰ کا موسیٰ پر عتاب ہوا کہ انھوں نے اللہ اعلم کیوں نہیں کہا؟ ان کو پھر کہا گیا کہ: کیوں نہیں (آپ سے بڑا عالم زمین پر موجود ہے) موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: ربّ العزّت وہ بڑا عالم کہاں ہے؟ جواب ملا کہ: مجمع البحرین پر وہ موجود ہے، موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: ربّ العزّت ان کا اتہ پتہ بتلا دیں کہ میں ان کو جان پہچان سکوں۔ عمر راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا جہاں مچھلی آپ سے گم ہو جائے۔ یعلی راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ایک مردہ بے جان مچھلی لو اور جہاں اس میں جان وروح پھونک دی جائے۔ (اسی جگہ اس بندہ سے ملاقات ہوگی) موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لی اور اس کو اپنے زنبیل میں رکھ لیا اور اپنے ساتھی (یوشع بن نون) سے کہا: میں تم کو زیادہ بار و بوجھ نہیں ڈالتا بس اتنا کہ جہاں یہ مچھلی تم سے گم ہو جائے آگاہ کر دینا۔ ساتھی نے جواب دیا کہ یہ بھی کوئی بڑا کام ہے۔ (یعنی ساتھی نے بات کو آسان اور سہل لیا، جبکہ اس سفر کا تمام مدار ہی اس فقدان حوت پر تھا) اسی بات کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ اِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ سے مراد یوشع بن نون ہیں۔ اسی دوران موسیٰ علیہ السلام ایک پتھر کی چٹان کے سایہ میں تھے، جبکہ اسی مقام پر پانی کا بھی ثریان تھا کہ مچھلی اچھل کر پانی میں کود گئی اور موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے، اس نوجوان ساتھی نے دل میں کہا کہ: اس کے لیے کیا جگاؤں جب خود وہ بیدار ہو جائیں گے تو آگاہ کر دوں گا۔ الغرض جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ساتھی آگاہ کرنا بھول گیا اور مچھلی اُچھل کر کود کر سمندر میں داخل ہوگئی، اللہ

تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پانی کے جریان و بہاؤ کو مچھلی کے گذر جانے کے بعد روک دیا (یعنی مچھلی جس راستہ سے سمندر میں گذرتی، پانی کا بہاؤ رک جاتا اور گویا کہ ایک سرنگ نما بن جاتا، یہاں تک کہ اس کا اثر پتھر میں بھی تھا۔)

راوی کہتے ہیں کہ: اس کا اثر اس طرح پتھر میں بھی تھا اور انھوں نے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کو حلقہ بنا کے بتلایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون سے کہا کہ: ہم کو اس سفر میں تھکان ہوگئی۔ ان کے ساتھی نے کہا: اللہ تعالی نے آپ کے تھکان کو اب ختم کر دیا۔ الغرض دونوں ہی لوٹے تو خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ: خضر علیہ السلام ایک چادر اوڑھے ہوئے اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ چادر کا ایک کنارہ سر کے نیچے تھا اور دوسرا سرا و کنارہ دونوں قدم کے نیچے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے چہرہ پر سے چادر اٹھا لی اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اس اجنبی و بیابان زمین میں سلام کرنے والا کون؟ آپ کون ہیں؟ جواب میں کہا: میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا: موسیٰ بنی اسرائیل؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں! موسیٰ بنی اسرائیل۔ خضر علیہ السلام نے کہا: آپ کیوں، کس غرض سے، کیا چاہتے ہیں، کیا بات ہے؟ تشریف لائے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ وہ خاص علم مجھے سکھلا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں کہ تو رات آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کے پاس وحی الٰہی آتی ہے۔ اے موسیٰ! مجھے جو علم ہے وہ مناسب نہیں کہ تو اس کو جان یا سیکھے۔ اور تم کو جو علم ہے وہ مجھے مناسب نہیں کہ میں سیکھوں یا جانوں۔ اسی دوران ایک چڑیا آئی اور اس نے اپنی چونچ میں پانی لیا۔ یہ دیکھ کر خضر نے موسیٰ سے کہا: میرا اور تمہارا دونوں کا علم اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنا کہ اس پرندہ کی چونچ کے پانی کو سمندر سے نسبت حاصل ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دونوں ہی کشتی میں سوار ہوگئے۔ دونوں نے ایک چھوٹی سی کشتی پائی، جس پر اِدھر کے لوگ سوار ہو کر اُدھر پار کرتے تھے، اس کشتی والے نے

خضر کو پہچان لیا۔ کشتی والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ۔ سعید راوی نے کہا: خضر؟ جواب میں کہا ہاں ۔ کشتی والوں نے کہا: بغیر اجرت کے سوار ہو جاؤ۔ خضر نے اس کشتی کا ایک تختہ نکال دیا اور اس میں عیب پیدا کر دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا اور فرمایا: آپ نے کشتی والے کی کشتی کو توڑ دیا، تاکہ اس کے سوار سب کے سب غرق ہو جائیں، آپ نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ خضر نے کہا، کیا میں نے پہلے ہی نہ کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر کے ساتھ نہ چل سکیں گے؟ الغرض پہلی مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے نسیان ہوا اور دوسری بار شرط کر کے چلے، اور تیسری بار جان بوجھ کر ٹوکا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میری سخت گرفت بھول چوک پر نہ کریں ۔ راستہ میں ایک لڑکا ملا اس کو قتل کر دیا۔ یعلی اور سعید راوی کہتے ہیں: راستہ میں چند لڑکے کھیل رہے تھے، اس میں سے ایک کافر لڑکے کو پکڑا زمین پر لٹایا اور چھری سے ذبح کر دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فوراً کہا: آپ نے ایک لڑکے کو بے گناہ جو ابھی بلوغ کی عمر کو بھی نہیں پہنچا ذبح کر دیا۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے زكية. زاكية، مسلمة جیسا کہ آپ کا قول ہے، **غلامًا زكيا** ۔ الغرض دونوں چل پڑے تو راستہ میں دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے، تو اس کو خضرؑ نے درست کر دیا۔ سعید راوی نے اپنے ہاتھ سے بتلایا کہ اس طرح اور اپنا ہاتھ ہٹالیا۔ تو دیوار سیدھی ہوگئی ۔ یعلی راوی کہتے ہیں کہ: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا کہ خضر نے اپنا ہاتھ اس دیوار پر پھیر دیا تو دیوار سیدھی ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت لے سکتے تھے۔ سعید راوی کہتے ہیں: اجرت تاکہ کھانا کھا سکیں اس سے خرید کر اور **و رائهم** سے مراد **امامهم** ان کے آگے۔ ابن عباس کی قرآت میں ہے **امامهم ملك** ۔ یعنی جو بادشاہ آرہا تھا، سعید راوی کے علاوہ نے اس کا نام بتلایا **هُدَدُ بن بُدَدِ** تھا اور جس لڑکے کو قتل کیا تھا اس کا نام جیسور تھا۔

بادشاہ (آرہا ہے جو ظلماً اچھی) کشتی لوگوں کی چھین لے گا، اس لیے میں نے یہ تدبیر کی کہ اس غریب کی کشتی کو عیب دار بنا دوں تاکہ بادشاہ غصب نہ کر سکے اور جب وہ

گذر جائے گا تو کشتی والا اپنی کشتی درست کر لے گا اور پھر اس سے مزدوری کر کے نفع حاصل کر سکے گا۔ان میں سے بعض نے کہا کہ: ان لوگوں نے اسے (قارورہ) بوتل سے بند کردیا، بعض نے کہا کہ قار سے۔(نفس زکیہ کے بارے میں کہا) اس کے والدین مومن تھے اور وہ کافر تھا، تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں کو کفر وشرک پر نہ آمادہ کردے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے کی محبت ان دونوں کو اسی کے دین کی اتباع پر آمادہ کردے، تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انھیں اس کا اچھا بدلہ عنایت کرے۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی سرگذشت

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی اس سرگذشت کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کا تفصیلی تذکرہ خود قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام سرگذشت کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دہنِ مبارک سے نکلا ہوا ایک ذرا سا کلمہ تھا جس کو اگر مخلوق کے دائرے میں رکھ کر دیکھا جائے تو سراسر صدق ہی صدق نظر آتا ہے۔یعنی سائل بنی اسرائیل ہیں اور مخاطب نبیٔ وقت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ادھر محاورات میں صیغۂ تفضیل کا مطلب کثرت اور زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔اب اس میں کیا شبہ تھا کہ نبیٔ وقت ، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی ان سے بڑھ کر علم میں اور کون شخص ہوسکتا تھا۔لیکن جب یہی معاملہ رسول اور خالق کے درمیان آیا تو صدق در صدق میں بھی خامی کا پہلو نکل آیا۔اور وہ یہ کہ صیغۂ تفضیل عرفِ عام میں خواہ کسی معنی میں مستعمل ہو، لیکن بلحاظِ نعمت اس میں اتنی وسعت ہے کہ اتنی وسعت اور اطلاق کا لفظ استعمال کرنا ایک نبی کی شان کے مناسب نہ تھا۔اس لیے جب سوال یہ ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو نبی کی شان کے مطابق جواب یہ ہونا چاہیے کہ اس عموم و اطلاق کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔ چونکہ جواب میں ذرا سی خامی رہ گئی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ”انــا اعـلـم“ (میں سب سے بڑا عالم ہوں) کا لفظ نکل گیا اس لیے فوراً گرفت ہوگئی اور ارشاد ہوا کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ

علم رکھتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کا پتہ دریافت کیا تو ان کے علمی نقصان کا ظہور تو یہیں سے شروع ہوگیا۔ اور اس پہلے قدم پر ہی علم کا اتنا قصور واضح ہوا کہ جب ایسے بڑے علم والے شخص کے مقام کا بھی تم کو علم نہیں تو سوچو تمہارے علم کا مقام کیا ہے۔

پھر جب پتہ بتایا گیا ہو تو وہ بھی اس ابہام کے ساتھ کہ جہاں مچھلی گم ہو جائے اب کہاں؟ یہ معلوم نہیں۔ پھر جب سفر شروع ہوتا ہے تو موقع کی تلاش ہے۔ مگر جب موقع سامنے آجاتا ہے تو وہیں ذہول ہوتا ہے اور سفر کا قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ آخر پھر واپس ہونا پڑتا ہے، آخر جب خود کششِ ربّانی ہی کھینچ کر ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے تو معاہدہ کے وقت جو پہلی بات وہ سنتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو علم مجھ کو ہے وہ تم کو نہیں، اور جو تم کو ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ علمی دنیا میں ہم دونوں ناقص در ناقص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علمی قصور کی منزل ختم ہوئی تو اب خضر علیہ السلام کے علمی وفور کی منزل شروع ہوئی اور اس کا آغاز بھی ایک پرندے کی آمد سے اس طرح ہوا کہ اے موسیٰ ہمارا اور تمہارا دونوں کا علم مل کر بھی کچھ نہیں۔

آخر بڑے عہد و پیمان کے بعد سفر شروع ہوا اور قدم قدم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاعلمی اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کی برتری کا ظہور ہوتا چلا گیا۔ آخر جب واقعاتِ سفر اور ان کے حکم سب بیان میں آگئے تو کچھ اور عجائباتِ قدرت کے سننے کی تمنّا آنحضرت ﷺ کے دل میں رہ گئی اور آپ ﷺ نے بڑی حسرت کے انداز میں فرمایا کہ کاش موسیٰ علیہ السلام ذرا اور صبر سے کام لیتے۔

اس ایک واقعہ ہی سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کتنا نازک ہوتا ہے۔ یہاں صغائر و کبائر درکار ہیں یا حسنات میں کسی باریکی کی فروگذاشت بھی کافی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کو جب ختنے کا حکم ہوا اور امتثالِ امر کی عجلت میں انھوں نے فوراً کدال لے کر ختنہ کر ڈالی تو کیا اس سے بڑھ کر بھی وفاداری اور اطاعت شعاری کا مظاہرہ ہوسکتا تھا!

مگر جب انھوں نے اپنی تکلیف کا اظہار فرمایا تو جواب یہ ملا کہ ختنہ کس طرح کرنی چاہیے یہ ہم سے پوچھا کیوں نہیں۔ گویا اب اگر تکلیف ہوئی تو یہ تمہارا قصور ہے۔ سبحان اللہ!

جو لوگ گرفت کی اس حکمت عملی کو نہیں جانتے، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ پر گرفت کا راز بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ادھر ہمارے متکلمین ہیں کہ وہ صرف تعبیرات کی شدت سے انبیاء علیہم السلام کی علی الاطلاق عصمت میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اگر ان لغزشوں پر، پھر اس کے نتائج پر غور سے نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لغزشیں حکم و اسرار کا بحرِ بیکراں تھیں، حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش سب سے پہلے ہے۔ مگر عالم کی آبادی کا سارا راز اسی ایک لغزش میں پنہاں تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دہنِ مبارک سے لغزش کا یہ کلمہ ضرور نکلا اور ان کو اس طویل سفر کی مشقت بھی جھیلنی پڑی۔ مگر اس سفر میں کتنے اسرار و حکمت کے دریا بہہ نکلے اس کا اندازہ کچھ اسی سے فرما لیجیے کہ اس پورے سفر کو قرآن حکیم نے کس تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے کیا مزے لے کر اس کو سنا۔ آخر جب یہ طویل سفر ختم ہوا تو آنحضرت ﷺ کے قلبِ مبارک میں بھی اس کی حسرت رہ گئی کہ کاش یہ سفر کچھ اور دراز ہو جاتا تو عجائباتِ قدرت کچھ اور بھی کھلتے۔ اس سرگذشت میں نہ معلوم کتنے درسِ عبرت ہوں گے۔ ہم اپنے قصورِ علم اور وقت کی فرصت کے لحاظ سے چند اہم اسباق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ واقعات کی سطح اور اندرونی حکم ربانی کے درمیان مناسبتوں کا ادراک انسانی عقول کے احاطے سے باہر ہے اور اسی لیے ان حکمتوں کے ادراک کے درپے ہوئے بغیر صبر کے ساتھ واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے مگر یہی صبر عقولِ انسانیہ کے لیے بڑی امتحان گاہ ہے۔ اسی کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے:

عَسیٰ اَنۡ تُحِبُّوا شیئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ وَ عَسٰی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡئًا وَّ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ

۲۔ اور یہ کہ خضر علیہ السلام کو جب واقعات و حکم کے اس غیر مدرک بالعقول ربط کا

علم بخشا گیا تھا تو اسی کے ساتھ ان کو وہ قوت بھی عنایت فرمائی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک گرنے والی دیوار صرف ان کے ایک اشارہ سے سیدھی ہوگئی۔ بلکہ اتنی مستحکم ہوگئی تھی کہ جب اس کے نیچے دفینہ کا مالک جوان نہ ہولے وہ دیوار نہ گر سکے۔

۳۔ اور یہ کہ جب تک مصالح ربّانیہ کا کسی کو قطعی علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ خود قطعی طور پر ان کا معمور بھی نہ ہو اس وقت تک شریعت میں وہ افعال جرم اور معصیت ہی کی فہرست میں شمار ہوں گے۔

۴۔ اور یہ کہ تکوینی امور کا راستہ تشریعی احکام سے الگ ہے اور ان کی تنفیذ کے لیے بھی تشریعی احکام کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندے مقرر ہیں۔ مگر وہ اتنے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی اس کا علم ضروری نہیں ہوتا۔

۵۔ اور یہ کہ ایسے افراد کو قدرت اس لیے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھتی ہے کہ ان کے اس قسم کے افعال شریعت کی زد میں آ کر اختلالِ نظم کا باعث نہ بنیں۔

۶۔ اور یہ کہ علم تشریعی کا درجہ علوم تکوینی سے بلند ہے۔

۷۔ اور یہ کہ افضل کو اگر اس قسم کے جزئیات کا علم نہ ہو تو اس سے اس کے فضل وکمال میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۸۔ اور یہ کہ جن کو ان علوم کا حامل نہیں بنایا گیا ان کے لیے ان علوم کے حاملین کی نہ تلاش چاہیے اور نہ اس کی رفاقت اپنے لیے موجبِ کمال۔ اور اگر کہیں حسب الاتفاق ملاقات ہو جائے تو اس پر زبانِ طعن کھولنا بھی غلط ہے۔ اس روایت کے چند الفاظ کتاب التفسیر میں بھی دیکھ لیے جائیں۔

فاتخذ سبيله فى البحر سربًا وامسک الله عن الحوت جرية الماء فصار عليه مثل الطاق.

دریا میں سرنگ پیدا ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے داخل ہونے کی جگہ سے پانی کا میلان روک دیا تو وہاں ایک طاق کی سی شکل پیدا ہوگئی۔

اے موسیٰ ایک مردہ مچھلی ساتھ لے لو یہاں تک کہ اس میں روح پڑ جائے (خضر علیہ السلام نے کہا) اے موسیٰ تم کو یہ تورات کافی نہیں جو تمہارے ہاتھوں میں موجود ہے اور کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ وحی الٰہی تم پر آتی ہے۔ اے موسیٰ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم بخشا جو آپ کے لیے مناسب نہیں اور آپ کو وہ علم دیا ہے جو میرے لیے مناسب نہیں۔

درخت کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جس کو آبِ حیات کہتے ہیں۔ اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی۔ وہ پانی کسی طرح مچھلی پر بھی پڑ گیا تو وہ زندہ ہو گئی تھی۔

(ترجمان السنہ ج ۳، ص: ۵۱۳)

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان کی نبوت کا مسئلہ

قرآن کریم میں اگرچہ اس صاحب واقعہ کا نام مذکور نہیں، بلکہ **عبدًا مِنْ عِبَادِنَا** کہا گیا ہے۔ مگر صحیح بخاری کی حدیث میں ان کا نام خضرؑ بتلایا گیا ہے۔ خضرؑ کے معنی ہرے بھرے کے ہیں۔ ان کا نام خضر ہونے کی وجہ جمہور مفسرین نے یہ بتلائی ہے کہ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کیسی ہی زمین ہو، وہاں گھاس اُگ جاتی، زمین سرسبز ہو جاتی تھی۔ قرآن کریم نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ خضر علیہ السلام کوئی پیغمبر تھے یا اولیاء اللہ میں سے کوئی فرد تھے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک ان کا نبی ہونا خود قرآن کریم میں ذکر کیے ہوئے واقعات سے ثابت ہے، کیونکہ خضر علیہ السلام سے اس سفر میں جتنے واقعات ثابت ہیں، ان میں سے بعض تو قطعی طور پر خلافِ شرع ہیں، اور حکمِ شریعت سے کوئی استثناء بجز وحیِ الٰہی کے ہو نہیں سکتا، جو نبی اور پیغمبر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولی کو بھی کشف یا الہام سے کچھ چیزیں معلوم ہو سکتی ہیں، مگر وہ کوئی حجت نہیں ہوتی۔ ان کی بناء پر ظاہرِ شریعت کے کسی حکم کو بدلا نہیں جا سکتا۔ اس لیے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ خضر علیہ السلام اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے۔ ان کو بذریعہ وحی الٰہی بعض خاص احکام وہ دیے گئے تھے جو ظاہرِ شریعت کے خلاف تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا اس استثنائی حکم کے ماتحت کیا، خود ان کی طرف سے اس کا اظہار بھی قرآن کے اس جملے میں ہو گیا، **وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ** (یعنی میں نے جو کچھ کیا، اپنی

طرف سے نہیں کیا بلکہ امر الٰہی سے کیا ہے)۔

خلاصہ یہ کے جمہور امت کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک نبی اور پیغمبر ہیں۔ مگر ان کو کچھ تکوینی خدمتیں منجانبِ اللہ سپرد کی گئی تھیں، انہی کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس لیے اس پر اعتراض کیا۔

(تفسیر قرطبی، بحر محیط، ابوحیان اور اکثر تفاسیر میں یہ مضمون بعنوانات مختلفہ مذکور ہے۔)

کسی ولی کو ظاہرِ شریعت کی خلاف ورزی جائز نہیں

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بہت سے جاہل غلط کار تصوّف کو بدنام کرنے والے صوفی جو کہنے لگے کے شریعت اور چیز ہے، اور طریقت اور ہے۔ بہت سی چیزیں شریعت میں حرام ہوتی ہیں، مگر طریقت میں جائز ہیں اس لیے کسی ولی کو صریح گناہِ کبیرہ میں مبتلاء دیکھ کر بھی اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ کھلا ہوا زندقہ اور باطل ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام پر کسی دنیا کے ولی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ظاہر شریعت کے خلاف اس کے کسی فعل کو جائز کہا جا سکتا ہے۔

علمِ موسوی اور علمِ خضری میں ایک بنیادی فرق

حق تعالیٰ جن حضرات کو اپنی وحی اور نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں وہ عموماً تو وہی حضرات ہوتے ہیں جن کو سپرد اصلاحِ خلق کی خدمت ہوتی ہے، ان پر کتاب و شریعت نازل کی جاتی ہے، جن میں اللہ کے مخلوق کی ہدایت اور اصلاح کے اصول و قواعد ہوتے ہیں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح نبوّت و رسالت آیا ہے، وہ سب کے سب ایسے ہی تھے جن کے سپرد تشریعی اور اصلاحی خدمات تھیں۔ ان پر جو وحی آتی تھی وہ بھی سب اسی سے متعلق تھی، مگر دوسری طرف کچھ تکوینی خدمات بھی ہیں، جن کے لیے عام طور سے ملائکۃ اللہ مقرر ہیں، مگر زمرۂ انبیاء میں بھی حق تعالیٰ نے بعض کو اسی قسم کی تکوینی خدمات کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی زمرہ میں سے ہیں۔ تکوینی

خدمات واقعاتِ جزئیہ سے متعلق ہوتی ہے کہ فلاں شخص ڈوبنے والے کو بچا لیا جائے۔ یا فلاں کو ہلاک کر دیا جائے، فلاں کو ترقی دی جائے، فلاں کو زیر کیا جائے، ان معاملات کا نہ عام لوگوں سے کوئی تعلق ہوتا ہے، نہ ان کے احکام عوام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایسے واقعاتِ جزئیہ میں بعض وہ صورتیں بھی پیش آتی ہیں کے ایک شخص کو ہلاک کرنا تشریعی قانون کے خلاف ہے، مگر تکوینی قانون میں اس خاص واقعہ کو عام تشریعی قانون سے مستثنیٰ کر کے اس شخص کے لیے جائز کر دیا گیا ہے، جس کو اس تکوینی خدمت پر مامور فرمایا گیا ہے، ایسے حالات میں شرعی قوانین کے علماء اس استثنائی حکم سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اس کو حرام کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور جو شخص تکوینی طور پر اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، وہ اپنی جگہ حق پر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں یہ تضاد نظر آتا ہے، وہ درحقیقت تضاد نہیں ہوتا۔ بعض واقعاتِ جزئیہ کا عام قانون شریعت سے استثناء ہوتا ہے۔ ابو حیان نے بحر محیط میں فرمایا **الجمهور علی ان الخضر نبی و کان علمه معرفة بواطن قد اوحیت الیه و علم موسیٰ الاحکام و الفتیا بالظاهر** (بحر محیط، ج ۶، ص ۱۴۷) اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ استثناء بذریعہ وحی نبوّت ہو۔ کسی ولی کا کشف و الہام ایسا استثناء کرنے کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ اسی لیے حضرت خضر علیہ السلام کا لڑکے کو بظاہر ناحق قتل کرنا ظاہر شریعت میں حرام تھا، لیکن حضرت خضر علیہ السلام تکوینی طور پر اس قانون سے مستثنیٰ کر کے مامور کیے گئے تھے۔ ان پر کسی غیر نبی کے کشف و الہام کو قیاس کر کے کسی حرام کو حلال سمجھنا، جیسے بعض جاہل صوفیوں میں مشہور ہے، بالکل بے دینی اور اسلام سے بغاوت ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نجدہ حروری (خارجی) نے ابن عباس کو خط لکھا کے خضر علیہ السلام نے نابالغ لڑکے کو کیسے قتل کر دیا۔ جبکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے نابالغ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ اگر کسی بچے کے متعلق تمہیں وہ علم حاصل ہو جائے جو

موسیٰ علیہ السلام کے عالم (یعنی خضر علیہ السلام) کو حاصل ہوا تھا تو تمہارے لیے بھی نابالغ کا قتل جائز ہوجائے گا۔ مطلب یہ تھا کہ خضر علیہ السلام بذریعہ وحی نبوّت اسکا علم ہوا تھا، وہ اب کسی کو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، جسکو بزریعہ وحی اس قسم کے واقعات کے متعلق کسی حکم ربّانی سے کسی خاص شخص کو مستثنیٰ کرنے کا علم ہو سکے۔ (تفسیر مظہری، معارف القرآن، ج۵، ص۶۱۵)

شاگرد پر استاد کا اتباع لازم ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود نبی و رسول اور الوالعزم پیغمبر ہونے کے حضرت خضر علیہ السلام سے تعظیم و تکریم کے ساتھ درخواست کی کہ میں آپ سے آپ کا علم سیکھنے کے لیے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا ہے تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی تعظیم و تکریم اور اتباع کرے، اگر چہ شاگرد اپنے استاذ سے افضل و اعلیٰ بھی ہو۔ (قرطبی، مظہری، معارف القرآن، ج۵، ص۶۱۴)

ہارون علیہ السلام کی موت کا قصہ

(۹۰۷) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعن أناس من أصحاب النبی ﷺ إن اللہ أوحی إلی موسی بن عمران:

''إِنِّیْ مُتَوَفِّیْ هَارُوْنَ، فَأْتِ بِهِ جَبَلَ كَذَا وَ كَذَا، فَانْطَلَقَ مُوْسٰى وَ هَارُوْنُ نَحْوَ ذٰلِكَ الْجَبَلِ فَإِذَا هُمْ مِنْهُ بِشَجَرَةٍ مِثْلُهَا بِبَيْتٍ مَبْنِيٍّ، وَ إِذَا هُمْ فِيْهِ بِسَرِيْرٍ عَلَيْهِ فُرُشٌ، وَ إِذَا فِيْهِ رِيْحٌ طَيِّبٌ، فَلَمَّا نَظَرَ هَارُوْنُ إِلٰى ذٰلِكَ الْجَبَلِ وَ الْبَيْتِ وَ مَا فِيْهِ أَعْجَبَهُ، قَالَ: يَا مُوْسٰى! إِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ أَنَامَ عَلٰى هٰذَا السَّرِيْرِ، قَالَ لَهُ مُوْسٰى: فَنَمْ عَلَيْهِ، قَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَّأْتِيَ رَبُّ هٰذَا الْبَيْتِ فَيَغْضِبَ عَلَيَّ، قَالَ لَهُ مُوْسٰى: لَا تَرْهَبْ أَنَا أَكْفِيْكَ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ فَنَمْ، فَقَالَ: يَا مُوْسٰى! بَلْ نَمْ مَعِيْ فَإِنْ جَاءَ رَبُّ هٰذَا الْبَيْتِ غَضِبَ عَلَيَّ وَ عَلَيْكَ جَمِيْعًا، فَلَمَّا نَامَا أَخَذَ هَارُوْنَ الْمَوْتُ، فَلَمَّا وَجَدَ حِسَّهُ قَالَ: يَا مُوْسٰى! خَدَعْتَنِيْ،

فَلَمَّا قُبِضَ رُفِعَ ذٰلِکَ الْبَیْتُ ، وَ ذَهَبَتْ تِلْکَ الشَّجَرَةُ ، وَ رُفِعَ السَّرِیْرُ إِلَی السَّمَاءِ فَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی إِلٰی بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ وَ لَیْسَ مَعَهُ هَارُوْنُ، قَالُوْا: إِنَّ مُوْسٰی قَتَلَ هَارُوْنَ وَ حَسَدَهُ حُبُّ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ لَهُ ـــ وَ کَانَ هَارُوْنُ آلَفَ عِنْدَهُمْ وَ أَلْیَنَ لَهُمْ مِنْ مُوْسٰی وَ کَانَ فِیْ مُوْسٰی بَعْضَ الْغِلْظِ عَلَیْهِمْ ـــ فَلَمَّا بَلَغَهُ ذٰلِکَ قَالَ لَهُمْ: وَیْحَکُمْ إِنَّهُ کَانَ أَخِیْ اِفْتَرُوْنِیْ أَقْتُلُهُ، فَلَمَّا أَکْثَرُوْا عَلَیْهِ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ فَنَزَلَ بِالسَّرِیْرِ حَتّٰی نَظَرُوْا إِلَیْهِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ، فَصَدَّقُوْهُ.'' [ضعیف] (أخرجه الحاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۵۷۸)

(۹۰۷) ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب النبی ﷺ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے موسیٰ بن عمران کے اوپر وحی نازل کی کہ میں ہارون کو وفات دینے والا ہوں یعنی موت کے ذریعہ اپنے پاس بلانے والا ہوں۔ ان کو فلاں پہاڑ کے فلاں مقام پر لے کر آؤ، لہٰذا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اس پہاڑ کی طرف چل پڑے، جب وہاں پہنچ گئے تو وہاں ایک درخت تھا جو کہ ایک گھر کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک پلنگ ومسہری بستر کے ساتھ موجود تھی اور اس میں خوب اچھی خوشبو بھی تھی، ہارون علیہ السلام نے جب اس پہاڑ اور مکان کی طرف نظر اٹھایا، تو ان کی نگاہ میں وہاں کی تمام چیزوں نے تعجب و حیرانی میں ڈال دیا۔ انھوں نے عرض کیا: اے موسیٰ میں اس مسہری پر سونا پسند کرتا ہوں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جب آپ کا جی چاہتا ہے تو اس پر لیٹ جائیں، سو جائیں، اور یہ بھی فرمایا کہ: مجھے خطرہ ہے کہ صاحب مکان اور مالک مکان جب آئے گا تو مجھ پر ناراض ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ نہ ڈریں، میں آپ کی طرف سے صاحب مکان سے نمٹ لوں گا کافی ہوں گا۔ آپ بلا خوف وخطر لیٹ جائیں۔ ہارون علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! آپ بھی میرے ساتھ اس مسہری پر لیٹ جائیں کہ جب مالک مکان آئے گا تو مجھ پر اور آپ پر دونوں پر ایک ساتھ ناراض ہوگا۔ لہٰذا دونوں ہی لیٹ گئے ہارون علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ جب انھوں نے موت کی کیفیت محسوس کی، تو فرمایا: اے

موسیٰ تم نے میرے ساتھ ہوشیاری کی ہے۔ پس جب ان کی وفات ہوگئی تو یہ گھر بھی اٹھالیا گیا اور درخت بھی چلا گیا اور جس مسہری پر ہارون علیہ السلام کی موت ہوئی اس کو آسمان پر اُٹھالیا گیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام تنِ تنہا اکیلے بنی اسرائیل کے پاس لوٹے۔ ان کے ساتھ ہارون نہیں تھے، تو ان کو اکیلا دیکھ کر بنی اسرائیل نے یہ الزام لگانا شروع کر دیا کہ موسیٰ نے ہارون کو قتل کر دیا ہے اور اس کا سبب وہ حسد ہے کہ بنی اسرائیل ہارونؑ سے بہت زیادہ انس ومحبت اور الفت رکھتے تھے، اور ہارونؑ کو بنی اسرائیل الفت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتی تھی، اور ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ نرم خو تھے۔

اور موسی علیہ السلام میں بعض سختی وغلظت تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی خبر ہوئی کہ بنی اسرائیل اس طرح غلط بدگمانی میں مبتلا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا: لوگو تم کو کیا ہوگیا؟ ہارونؑ تو میرا بھائی تھا اور تم الزام تراشی کر رہے ہو کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ جب ان باتوں کا خوب چرچا ہونے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ تو وہ مسہری جس پر ہارون علیہ السلام کا جسد تھا، اللہ تعالی نے آسمان وزمین کے درمیان اتارا تو لوگوں نے دیکھا تب جا کر موسیٰ علیہ السلام کے باتوں کی تصدیق کی۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/۵۷۸)

انبیاء علیہم السلام کی ممیّزات وخصوصیات

حق جل مجدہ کی جانب سے حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بہت بلند مقام ہے۔ ان حضرات کے ساتھ خصوصی اعزاز واکرام کا معاملہ ہوتا ہے۔ جب رسالت کے لیے ان کا انتخاب ہوتا ہے اسی روز سے عالم مغیبات سے ان حضرات کے لیے ممیّزات وخصوصیات کا معاملہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہی موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب بنی اسرائیل نے ایک بیہودہ قسم کا الزام لگایا تو حق تعالیٰ نے ان کا دفاع کیا۔ **فبرأه الله ممّا قالو وکان عبدالله وجیها** (احزاب۔۶۹) سو ان کو اللہ تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے، حق تعالیٰ نے وہ تہمت والزام جو حضرت موسیٰ

علیہ السلام پر لگایا گیا تھا، اس سے ان کو بری کیا۔ جب بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام کے قتل کا الزام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لگایا تو انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور الزام وتہمت کی برأت کے لیے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ ربّ العزّت کب اپنے نبی کو اکیلا و تنِ تنہا چھوڑتا ہے، نظام الٰہی متحرک ہوا، اور وہ چار پائی جس پر حضرت ہارون علیہ السلام کی بارگاہِ ربّ العزّت میں حاضری کا واقعہ پیش آیا تھا، زمین وآسمان کے درمیان بنی اسرائیل کے سامنے ظاہر ہوئی اور ان لوگوں نے اپنی نگاہوں سے دیکھ لیا کہ حضرت ہارونؑ مقتول نہیں ہیں، اور حضرت موسیٰؑ قاتل نہیں ہیں اور بنی اسرائیل اپنے دعویٰ میں غلط اور بے راہ ہیں، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک اولوالعزم نبی اپنے بھائی کو قتل کردے، استغفراللہ۔ دراصل بنی اسرائیل کے مزاج میں انبیاء ورسل کا تقدس جو ہونا چاہیے تھا نہ تھا اور طبیعت میں بہت ہی کجی تھی۔ اللہ ورسول کے کلام میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرتے تھے۔ یقین کی نعمت سے محروم تھے۔ حق تعالیٰ نے نوازا تو بہت تھا مگر نوازشات ربانی کی قدر واہمیت نہیں کر پائے اور ذلّت ونقمت ان کا مقدر بن گیا۔ بعض لوگوں نے اس روایت کو اسرائیلات کہا ہے۔ جبکہ روایت امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حاکم نے یہی کہا ہے۔

واللہ اعلم!

باب : فی قصّة مُوسٰی علیه السلام و عجوزُ بنی اسرائیل

باب: موسیٰ علیہ السلام اور ایک بوڑھی خاتون کا واقعہ

(۹۰۸) عن أبی موسی قال:

أتی النبی ﷺ أعرابیا فأكرمه فقال له: ائتنا فأتاه فقال له رسول اللّٰه ﷺ: سل حاجتک، قال: ناقة نركبها و أعنز يحلبها أهلی فقال: أعجزتم أن تكونوا مثل عجوز بنی إسرائيل قالوا: يا رسول اللّٰه و ما عجوز بنی إسرائيل ؟ قال:

”إِنَّ مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَارَ بِبَنِیْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ مِصْرَ ضَلُّوا الطَّرِيْقَ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ عُلَمَاؤُهُمْ: يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَخَذَ بَنِيَامِيْنَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِنَ اللّٰهِ أَنْ لَا نَخْرُجَ مِنْ مِصْرَ حَتّٰی نَنْقِلَ عِظَامَهُ مَعَنَا،

قَالَ: مَنْ يَعْرِفُ مَوْضِعَ قَبْرِهٖ؟ قَالَ: عَجُوْزٌ مِنْ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ، فَبَعَثَ إِلَيْهَا فَأَتَتْ فَقَالَ: دُلِّيْنِیْ عَلٰی قَبْرِ يُوْسُفَ، قَالَتْ: حَتّٰی تُعْطِيَنِیْ حُكْمِیْ، قَالَ: وَ مَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ: أَكُوْنُ مَعَكَ فِی الْجَنَّةِ، فَكَرِهَ أَنْ يُعْطِيَهَا ذٰلِكَ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَيْهِ: أَنْ أَعْطِهَا حُكْمَهَا، فَانْطَلَقَتْ بِهِمْ إِلٰی بَحِيْرَةٍ مُسْتَنْقِعِ مَاءٍ، فَقَالَتْ: اَنْضِبُوْا هٰذَا الْمَاءَ فَأَنْضَبُوْهُ، فَقَالَتْ اِحْتَفِرُوْا، فَاحْتَفَرُوْا فَاسْتَخْرَجُوْا عِظَامَ يُوْسُفَ، فَلَمَّا أَقَلُّوْهُ إِلَی الْأَرْضِ فَإِذَا الطَّرِيْقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ.“

[صحيح] (أخرجه ابن حبان/٢٤٣٥ــــ موارد الظمآن)

(۹۰۸) ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی و دیہاتی کے پاس تشریف لائے، اس نے آپ کا بہت اکرام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس دیہاتی سے فرمایا: ہمارے پاس آنا۔ پس وہ دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا، تو آپؐ نے فرمایا: تیری کوئی ضرورت وحاجت ہوتو مجھ سے مانگ لو، اس دیہاتی نے عرض کیا کہ: ایک اونٹنی سواری کے واسطے اور ایک بکری دودھ والی میرے گھر والوں کے لیے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم بنی اسرائیل کی بوڑھی خاتون سے زیادہ عاجز ہو؟ اس دیہاتی نے سوال کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ بنی اسرائیل کی بوڑھی خاتون کا کیا قصہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے تو بنی اسرائیل راستہ ہی بھول گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا ہوگیا؟ تو ان کے علماء نے جواب دیا کہ: یوسف علیہ السلام کی جب وفات کا وقت آیا تو ہم لوگوں پر بنیامین کے ذریعہ اللہ کا واسطہ دے کر یہ عہد لیا کہ ہم لوگ مصر سے نہ نکلیں گے، الا یہ کہ ان کے جسم مبارک کو بھی ہم لوگ اپنے ساتھ لے جائیں گے یعنی منتقل کردیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: یوسف علیہ السلام کی قبر کی جگہ کون جانتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ: فلاں بوڑھی خاتون بنی اسرائیل کی۔ اس خاتون کے پاس آدمی بھیجا، وہ آگئیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کردیں۔ اس

بوڑھی نے جواب دیا: اس وقت تک نہیں جب تک تو ہم کو ایک عہد نہ دے دے؟ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: وہ عہد و پیمان کیا ہے؟ بوڑھی بولیں: یہ کہ میں بھی تیرے ساتھ جنت میں رہوں گی۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اس طرح کا عہد دیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اس بوڑھی خاتون کو یہ عہد دیں، وعدہ کر لیں کہ وہ آپ کے ساتھ جنت میں رہے گی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو خاتون اپنے ساتھ لے گئی ایک جھیل کی طرف، جس میں پانی زمانہ سے ٹھہرا ہوا تھا، تو بوڑھی نے کہا کہ: اس کا پانی نکالو، تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے پوری جھیل کا پانی نکال دیا، پھر بوڑھی نے کہا: اس کو کھودو، تو کھودا گیا، تو وہاں سے یوسف علیہ السلام کے جسم مبارک کو نکالا گیا۔ جب جسد مبارک زمین کے اوپر نکال لیا گیا تو راستہ دن کی روشنی کی طرح روشن ہو گیا۔

(اخرجہ ابن حبان، ص ۲۴۳۵)

حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد مبارک کو منتقل کرنے کا عہد و میثاق

رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر کوئی اپنی حاجت کا سوال کرتا اور آپ دینا چاہتے تو نعم، ہاں، سے تسلّی دیتے اور جب نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے مگر 'لا' نہیں، زبان مبارک پر نہ آتا، یہ احمد و محمد ﷺ کا خلق عظیم تھا، جس خلق سے آپ نے عرب جاہلیت کو مسخر کیا اور نور ہدایت سے لوگوں کے دلوں کو مزیّن و منور کیا، اسی نور ہدایت کی اشاعت تھی کہ آپ نے دیہاتی و اعرابی سے فرمایا کہ مانگ کیا چاہتا ہے؟ دامن بھر لے، جھولی پھیلا قربان جایئے شافع الامم کے اس پیش کش پر، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رشک آنے لگا، اور دل ہی دل میں آرزوئیں کرنے لگے کہ اے کاش یہ رُخ ہم لوگوں کی طرف ہوتا تو جنت کا سوال کر لیتے، موقع غنیمت ہے، اور آج تو یہ دیہاتی رحمۃ للعلمین کے در پر کھڑا ہو کر رحمتِ واسعہ سے جنت ہی مانگ لے گا، اور نصیب و بخت اس کا فوز و فلاح کا پیغامِ مسرت کا پروانہ حاصل کر لے گا مگر قدرت نے کچھ لوگوں کو نہایت ہی سیدھا سادا لوح بنایا ہے۔ وہ موقع کے بروقت استعمال کو بھی چوک جاتے ہیں۔ بلکہ اپنی سادگی اور بھولے پن

میں ان کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ موقع کی مناسبت سے ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا، دوسرے ایسے موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں، جن کو میسر نہیں ہوتا، الغرض اس دیہاتی و اعرابی بھولے بھالے نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ اور گھر والوں کی معیشت کے لیے بکری جو دودھ دیتی ہو، کا سوال کیا۔ یہ سن کر صحابہ بھی اس دیہاتی کے بھولے پن پر حیران تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت سے زیادہ عاجز نکلے۔ یہ سن کر وہ دیہاتی چوکنّا ہوا کہ پھر عورت کا کیا قصہ ہے؟ آپ نے پھر پوری تفصیل بتلائی جو روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں، مگر اب تو موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اور وہ دیہاتی اب بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت کا قصہ رسول اللہ ﷺ سے سننے کا خواہش مند ہو گیا، اور ابھی بھی ذہن اس طرف نہیں گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد مبارک کی نشاندہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ اندھیرا و تاریک ہو گیا اور منزل کی طرف روانہ ہونا مشکل ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے آگاہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے ذریعہ بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ جب بنی اسرائیل مصر سے واپس جائیں گے یوسف علیہ السلام کے جسد مبارک کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ لہٰذا اس عہد و میثاق کی عدم پابندی کی وجہ سے یہ صورت حال سامنے آئی ہے کہ راستہ اندھیرا ہو گیا اور بنی اسرائیل راستہ بھول گئے ہیں۔ لہٰذا جسد یوسف علیہ السلام کی تحقیق و جستجو ہوئی کہ وہ کس مقام پر موجود ہے تاکہ ہمراہ لے لیا جائے، مگر اس کا علم صرف ایک بوڑھی عورت کو تھا، اور وہ بھی ایک ایسی شرط لگا رہی تھی جس کا اختیار موسیٰ علیہ السلام کو نہیں تھا، کہ وہ اس شرط پر بتلائے گی کہ حضرت موسیٰ اس کو عہد و پیمان دیدیں کہ وہ اس بوڑھی عورت کو اپنے ہمراہ جنت میں رکھیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بوڑھی عورت کی یہ شرط ناپسند تھی۔ کیونکہ بغیر امر و اذن الٰہی کے وہ کیسے کہہ دیتے، جب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی الٰہی کے ذریعہ اجازت دیدی تو انھوں نے یہ بشارت سنادی پھر اس مائی نے قبر

کی نشاندہی وتعین کردی کہ فلاں مقام پر یوسف علیہ السلام موجود و مدفون ہیں۔ جبکہ وہ جگہ نشیبی اور جھیل کی شکل میں بدل چکا تھا اور مدت دراز گزرنے کی وجہ سے اس مقام پر پانی کا ٹھہراؤ ہوگیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ پانی نکالا جائے تاکہ جگہ کی صحیح تعین ہو اور حضرت یوسف علیہ السلام کو وہاں سے منتقل کیا جاسکے۔ جب پانی سب نکالا گیا تو پھر وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم مبارک کو نکال لیا گیا۔ اس عمل کے ہوتے ہی راستہ روشن ہوگیا۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام کے عہد و میثاق کی تکمیل عمل میں آگئی۔ جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔

یوسف علیہ السلام کے جسدِ خاکی کی منتقلی

حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ایک سوبیس سال کی عمر میں ہوا، اور دریائے نیل کے کنارے پر دفن کیے گئے۔ ابن اسحٰق نے حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل جائیں تو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے انکو حکم دیا کہ یوسف علیہ السلام کی لاش کو مصر میں نہ چھوڑیں، اوران کے آباء واجداد کے پاس دفن کریں اس حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تفتیش کرکے ان کی قبر دریافت کی، جوایک سنگ مرمر کے تابوت میں تھی، اس کو اپنے ساتھ ارضِ کنعان فلسطین میں لے گئے اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کے برابر دفن کردیا۔ (مظہری، معارف القرآن ۵/۱۶۰)

انبیاء علیہم السلام کا جسدِ مقدس مٹی پر حرام ہے

حدیث میں جس چیز کی تصریح ہے وہ یہ کہ انبیاء وشہداء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی، یعنی مٹی ان کے جسم کو خراب نہیں کرتی۔ اجزاءِ ارضیہ مٹی وغیرہ کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ان کے جسم کا متاثر ہوکر فنا ہوجانا پھر بھی ممکن ہے، کیونکہ زمین میں اور بھی بہت سی اقسام و انواع کی دھاتیں اور ان کے اجزاء اللہ تعالیٰ نے رکھ دیے ہیں، اگر ان کی وجہ سے کسی

شہید کا جسم متاثر ہو جائے تو اس آیت کے منافی نہیں۔

چنانچہ دوسرے اجسامِ مرکبہ مثل اسلحہ وادویہ واغذیہ واخلاط واجسام بسیطہ مثل آب و آتش وباد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں بھی ثابت ہے اور شہداء کی حیات بعد الممات، انبیاء کی حیات قبل الممات سے اقویٰ نہیں۔ اور بعض حصہ ارضی میں، بعض اجزاءِ غیر ارضیہ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مختلف عناصر شامل ہو جاتے ہیں، سو اگر ان اجزائے غیر ارضیہ سے ان کے اجساد متاثر ہو جاویں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا، جن میں حرمتِ اجساد علی الارض وارد ہے۔

اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لیے یہ کافی ہے کہ دوسری اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں، گو کسی وقت میں ہو جائیں اور احادیث سے یہی امر مقصود کہا جاوے کہ ان کی محفوظیت اجساد کی خارقِ عادت ہے، اور خرق عادت کی دونوں صورتیں ہیں۔ حفظ مؤید اور حفظ طویل۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۱/ ۳۹۸)

ایک بوڑھی کا موسیٰؑ سے جنت میں معیت کا سوال اور حق تعالیٰ کی عطاء

(۹۰۹) عن علی رضی اللہ عنہ قال: كان رسول الله ﷺ إذا سُئِلَ عن شيءٍ فأرادَ أن يفعله قال: نعمْ، وإذا أراده ألا يفعله سكتَ، وكان لايقولُ لشيءٍ لا. فأتاه أعرابي فسأله فسكتَ، ثم سأله فسكتَ، ثم سأله فقال النبي ﷺ كهيئةِ المنتهرِ له' سلْ ماشئت يا أعرابي، فغبطْناه وقلنا الآن يسألُ الجنةَ، قال: اسألُكَ راحلةً، قال النبي ﷺ: لک ذاک، ثم قال: سلْ، قال: ورحْلَها، قال: لک ذاک، ثم قال: سلْ، قال: أسألک زادًا، قال: ذاک لک، قال: فعجبنا من ذلک، فقال النبي ﷺ: أعطوا الأعرابي ما سأل، قال فأعْطى، ثم قال النبي ﷺ:

"كَمْ بَيْنَ مَسْأَلَةِ الْأَعْرَابِيّ وَ عَجُوْزِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أُمِرَ أَنْ يَقْطَعَ الْبَحْرَ فَانْتَهٰى إِلَيْهِ ضَرَبَ وُجُوْهَ الدَّوَابِّ فَرَجَعَتْ، فَقَالَ مُوْسٰى: مَا لِيْ يَا رَبِّ؟ قَالَ: إِنَّکَ عِنْدَ قَبْرِ يُوْسُفَ فَاحْمِلْ

عِـظَامَهُ مَعَکَ، قَالَ: وَ قَدِ اسْتَوَى الْقَبْرُ بِالْأَرْضِ ، فَجَعَلَ مُوْسٰى لَا يَدْرِي أَيْنَ هُـوَ، فَسَـأَلَ مُـوْسٰى: هَلْ يَدْرِيْ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَيْنَ هُوَ؟ فَقَالُوْا: إِنْ كَانَ أَحَدٌ يَعْلَمُ أَيْـنَ هُـوَ فَـعَـجُـوْزُ بَنِي فَلانٍ، لَعَلَّهَا تَعْلَمُ أَيْنَ هُوَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا مُوْسٰى، فَانْتَهٰى إِلَيْهَـا الـرَّسُـوْلُ قَالَتْ مَا لَكُمْ؟ قَالُوْا: اِنْطَلِقِـيْ إِلٰى مُوْسٰى فَلَمَّا أَتَتْهُ ، قَالَ: هَلْ تَعْلَمِيْنَ أَيْنَ قَبْرُ يُوْسُفَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ : فَدَلِّيْنَا عَلَيْهِ، قَالَتْ : لَا وَ اللّٰهِ حَتّٰى تُـعْـطِيَنِيْ مَا أَسْأَلُكَ. قَالَ لَهَا: لَكِ ذٰلِكَ . قَالَتْ: فَإِنِّـيْ أَسْأَلُكَ أَنْ أَكُوْنَ مَـعَكَ فِـي الـدَّرَجَةِ الَّتِـيْ تَكُوْنُ فِيْهَا فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: سَلِي الْجَنَّةَ، قَالَتْ: لَا وَالـلّٰـهِ لَا أَرْضٰى إِلَّا أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ، فَجَعَلَ مُوْسٰى يُرَادُهَا. قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْـهِ : أَنْ أَعْـطِهَـا ذٰلِكِ فَـإِنَّهُ لَا يَنْقُصُكَ شَيْئًا، فَأَعْطَاهَا، وَ دَلَّتْهُ عَلَى الْقَبْرِ، فَأَخْرَجُوا الْعِظَامَ وَ جَازُوا الْبَحْرَ.‘‘

[ضعيف] (أخرجه الخرائطی فی مكارم الاخلاق ص٦٥)

(۹۰۹) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا جب دینا چاہتے یا اس کام کو کرنا چاہتے تو ہاں، نعم سے جواب دے دیتے اور جب اس کام کو کرنا پسند نہ فرماتے تو خاموش رہتے اور کبھی بھی نہیں یعنی لا سے جواب نہ دیتے۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور کچھ سوال کیا آپ خاموش رہے۔ پھر سوال کیا پھر خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ اس دیہاتی نے سوال کیا آپ نے ذرا لہجہ بدل کر فرمایا: مانگ اے دیہاتی ! کیا مانگتا ہے؟ مانگ جو جی چاہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل میں اس بات کا غبطہ وخواہش ہونے لگا (کہ اے کاش! کہ اس دیھاتی کی جگہ ہم ہوتے تو جنت کا سوال کرتے)۔ اور ہم لوگ دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ وہ جنت کا سوال کرے گا۔ اس دیہاتی نے کہا: میں سواری کا سوال کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ دیا۔ پھر فرمایا: مانگ اور کیا چاہتا ہے؟ اس بدو نے کہا: میں اس کا کجاوہ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی تم کو ملا اور کیا چاہیے مانگ؟ اس نے کہا: زادِراہ۔ آپؐ نے فرمایا: یہ بھی

تم کو ملا اور بول۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگوں کو اس اعرابی کی بات سے بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اعرابی کو وہ سب چیزیں دے دو جو اس نے مانگا ہے۔ لہٰذا تمام چیزیں اس کو دے دی گئیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا بڑا فرق ہے اس دیہاتی اور بنی اسرائیل کی بوڑھی کے درمیان پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ سمندر پار کریں تو سمندر کے پاس پہنچ گئے، جب اپنی سواری کو سمندر کی طرف متوجہ کیا تو وہ آمادہ نہیں ہوئی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میرے رب یہ کیا ماجرا ہے؟ (کہ سواری متوجہ نہیں ہو رہی ہے) حکم الٰہی ہوا: موسیٰ تو یوسف کی قبر کے پاس ہے لہٰذا ان کے جسم مبارک کو اپنے ساتھ لے جا، اور قبر کے نشانات بھی مٹ چکے تھے، علامت زمین کے برابر ہوگئی تھی، موسیٰ علیہ السلام کو پتہ بھی نہ تھا کہ آخر وہ قبر کہاں ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ اگر کوئی جانتا ہے یوسف علیہ السلام کی قبر کو تو وہ ایک بوڑھی ہے بنی اسرائیل کی۔ شاید وہ جانتی ہو کہ کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قاصد بھیجا اس عورت کے پاس، جب قاصد اس بوڑھی کے پاس پہنچا، تو بوڑھی نے قاصد سے پوچھا کیا بات ہے؟ قاصد نے جواب دیا: موسیٰ علیہ السلام کے پاس چل، لہٰذا بوڑھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئی۔

موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: کیا آپ جانتی ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بوڑھی نے جواب دیا: ہاں! بیشک میں جانتی ہوں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہم کو بتلا دو کہ وہ قبر کہاں ہے؟ اس بوڑھی نے انکار کر دیا کہ اللہ کی قسم میں نہیں بتلاؤں گی اس وقت تک کہ تم میرا سوال پورا نہ کرو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ٹھیک ہے تیرا سوال پورا کروں گا۔ اب اس بوڑھی نے کہا کہ: میں تم سے جنت میں تمہاری معیت اسی رتبہ و درجہ کی مانگتی ہوں جس میں تم رہو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم صرف جنت کا سوال کرو۔ (معیت و رتبہ کا سوال نہ کرو)۔ بوڑھی نے کہا: اللہ کی قسم میں ہرگز کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گی الا یہ کہ میں تمہارے ساتھ جنت میں رہوں۔ اب موسیٰ علیہ السلام اور بوڑھی کے

درمیان اس بات پر تبادلہ ہونے لگا، بوڑھی معیت جنت کا سوال کرتی اور موسیٰ علیہ السلام انکار کردیتے۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ بوڑھی کو اس کا عہد وسوال دے دو اور اے موسیٰ آپ کا اس میں کیا نقصان ہے؟ (یعنی نہ تو آپ کے رتبہ میں کمی ہوگی، نہ ہی آپ کی جنت میں کمی ہوگی، نہ ہی آپ کی قدر و منزلت میں نقصان و کمی ہوگی) تو موسیٰ علیہ السلام نے بوڑھی کو معیت جنت کا عہد وحی الٰہی کے بعد عطا کر دیا۔ اب اس بوڑھی نے یوسف علیہ السلام کے قبر کی نشان دہی کر دی، پس ان کے جسم مبارک کو نکالا گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پار کیا۔ (اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق، ص ۶۵)

جنت میں نبی کا پڑوسی غیر نبی بھی ہوسکتا ہے

اس حدیث میں اور ماقبل کی حدیث میں ایک عجوزۃ و بوڑھی کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، جس نے موسیٰ علیہ السلام سے یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی پر یہ شرط لگائی کہ موسیٰ علیہ السلام اس بوڑھی کو عہد دیں کہ وہ جنت میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور پڑوس میں رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد دینے سے انکار کر دیا، وہ اصرار کرتی رہی اور موسیٰ علیہ السلام انکار کرتے رہے۔ ظاہری بات ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں جس چیز کا ان کو اختیار نہیں وہ عہد کیونکر دے سکتے تھے، اسی ردو کد میں حق تعالیٰ نے وحی الٰہی نازل فرمائی کہ وہ جنت میں معیت کی بشارت وعہد دے دیں اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی آگاہ کر دیا کہ اس بوڑھی کو جنت کی معیت کا عہد دے دینے سے آپ کے مقام و رتبہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی، نہ ہی آپ کا نقصان ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے بوڑھی کو بھی موسیٰ علیہ السلام کی معیتِ جنت عطا کر دی اور بوڑھی نے موسیٰ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کر دی۔

اب رہا سوال کہ یوسف علیہ السلام کے جسم مبارک کو نکالتے ہی راستہ روشن ہوگیا یا سمندر پار کر گئے تو اس میں کون سا استعجاب یا شریعت کا اصول پامال ہوتا ہے۔ آخر یوسف

علیہ السلام بھی تو نبی تھے اور رشتۂ نبوت حق جل مجدہ کے ساتھ برابر قائم و دائم رہتا ہے اور نبوت کی تجلّی ذات نبی سے تو مسلسل مستحکم رہتی ہے۔جس کا ظہور اگر یوسف علیہ السلام کے جسم مبارک کو نکالتے ہی ظاہر ہوگیا تو اس میں نہ تو توحید پر ضرب آتی ہے، نہ ہی اس میں کوئی بُعد نظر آتا ہے۔ممکن ہے آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ نبوت کی تجلی ایک باطنی شے ہے یا اس کا تعلق نبی کی داخلی قوت باطن سے ہے یا نبی کی اس قوت ملکیہ سے ہے جو حق تعالیٰ سے نبی کو ہوتا ہے تو اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ اگر ایک نبی کی برکت سے دوسرے نبی پر روشنی ظاہر ہوگئی تو اس میں نبی کی ذات سے دوسرے نبی کی ذات کا تعلق اور بھی مستحکم نظر آتا ہے۔ پھر عہد بھی تھا کہ ان کے جسم مبارک کو نکال لے جانا، ممکن ہے یہ عہد ہی کی برکت ہو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام تو چل پڑے تھے مگر راستہ اندھیرا ہوگیا یا سواری رُخ پر چلنے سے اعراض کر رہی تھی تب موسیٰ علیہ السلام اس طرف متوجہ ہوئے تھے۔

اس حدیث سے ایک اور بھی بات معلوم ہوئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا جنت میں پڑوسی ضروری نہیں کہ نبی ہی ہو، غیر نبی بھی نبی کا جنت میں پڑوسی ہوسکتا ہے۔دوسری حدیث میں موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک پڑوسی قصائی بھی ہوگا، جو ماں کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کی ماں اس قصائی کو خوش ہو کر دعا دیتی تھی کہ اللہ تعالیٰ تم کو موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں پڑوسی بنائے۔ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں میرا پڑوسی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ فلاں قصائی پھر موسیٰ علیہ السلام اس قصائی کی ملاقات کو تشریف لے گئے اور حقیقت کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ ماں کی دعا سے وہ قصائی میرا جنت میں پڑوسی بنے گا۔

باب : حديث سأل موسىٰ ربّه عن ستّ خِصال

باب: موسیٰ علیہ السلام کے چھ خصائلِ خاص

(٩١٠) عن أبي هريرة ﷺ عن رسول الله ﷺ قال:

"سَأَلَ مُوسٰى رَبَّهُ عَنْ سِتِّ خِصَالٍ كَانَ يَظُنُّ أَنَّهَا لَهُ خَالِصَةٌ، وَ السَّابِعَةُ

لَـمْ يَـكُنْ يُحِبُّهَا قَالَ: يَا رَبِّ أَيُّ عِبَادِکَ أَتْقٰى؟ قَالَ: اَلَّذِیْ يَذْكُرُ وَ لَا يَنْسٰى. قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِکَ أَهْدىٰ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ يَتَّبِعُ الْهُدىٰ. قَالَ فَأَيُّ عِبَادِک أَحْكَمُ؟ قَـالَ: اَلَّـذِیْ يَحْكُمُ لِلنَّاسِ كَمَا يَحْكُمُ لِنَفْسِهِ، قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِکَ أَعْلَمُ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا يُشْبِعُ مِنَ الْعِلْمِ يَجْمَعُ عِلْمَ النَّاسِ إِلٰى عِلْمِهِ، قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِکَ أَعَزُّ؟ قَـالَ : الَّـذِیْ إِذَا قَـدَرَ غَـفَرَ، قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِکَ أَغْنٰى؟ قَالَ: الَّذِیْ يَرْضٰى بِمَا يُؤْتٰى، قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِکَ أَفْقَرُ؟ قَالَ: صَاحِبٌ مَبْغُوْضٌ."

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ ظُهْرٍ، إِنَّمَا الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ، وَ إِذَا أَرَادَ الـلّٰـهُ بِـعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ غِنَاهُ فِیْ نَفْسِهِ، وَ تُقَاهُ فِیْ قَلْبِهِ، وَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ شَرًّا جَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ." [حسن] (أخرجه ابن حبان ۸٦/ــــ موارد الظمآن)

(۹۱۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے ربّ العالمین سے چھ چیزوں کا سوال کیا اور وہ سمجھتے کہ یہ محض انہی کے لیے خاص ہیں اور ساتویں چیز کو موسیٰ علیہ السلام پسند نہیں کرتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سے سب سے بڑا متقی کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو اور کبھی بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو، ذکر کا نسیان نہ ہو، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سے سب سے زیادہ ہدایت یافتہ و متقی کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو سب سے زیادہ رشد و ہدایت کی اتباع کرتا ہے (یعنی سب سے زیادہ شریعت پر عمل کرنے والا) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سے سب سے بڑا صحیح و درست فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ ارشاد ہوا: وہ بندہ جو اپنے لیے بھی وہی فیصلہ کرے جو لوگوں کے لیے کرے یعنی حق کی اتباع کرے خواہ وہ کسی کے خلاف ہو، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ ارشاد ہوا: وہ عالم جو کبھی بھی علم سے سیراب نہ ہو۔ تمام علماء کے علم کو اپنے ساتھ جمع کرنے کی کوشش میں ہو، پھر بھی قناعت نہ کرے، بلکہ طلب و جستجو

میں لگا رہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سب سے بڑا قدر و منزلت والا آپ کے نزدیک کون ہے؟ ارشاد ہوا: وہ بندہ جو انتقام لینے کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سب سے بڑا غنی و مالدار کون ہے؟ ارشاد ہوا: وہ بندہ جس کو جس قدر مال و دولت مل جائے اس پر راضی و قانع رہے، مزید کی طلب و جستجو نہ رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کے بندوں میں سب سے بڑا فقیر کون ہے؟ ارشاد ہوا: بغض رکھنے والا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالداری یہ نہیں ہے کہ پیٹھ پر مال لدا ہوا ہو مال داری دل کا بے نیاز و مستغنی ہونا ہے، اللہ پاک جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے جی کو غیور و بے نیاز کردیتے ہیں اور اپنا خوف اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور جب اللہ پاک کسی بندہ کے ساتھ شر اور برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو فقر و فاقہ کو اس کی نگاہوں پر مسلط کردیتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصیرت و دانائی

(۱) حق تعالیٰ کی گہری یاد، ایسا دھیان جس پر نسیان نہ ہو، انسانی طبیعت میں اللہ ربّ العزّت نے کچھ ایسے ملکات رکھے ہیں جن پر محنت اور تھوڑی سی توجہ سے دھیان کا جماؤ اور قوتِ خیالیہ کا انتشار ختم ہو کر اللہ، اللہ کا قرار نصیب ہو جاتا ہے، ہمارے اکابر اولیاءِ نقشبند کے یہاں تو روزِ اول سے ہی سالک و مبتدی کو اس کیفیت کے حصول کی جدوجہد میں مشغول کردیا جاتا ہے۔ اور ہر سانس کی غفلت سے حفاظت کی تعلیم و تلقین کی جاتی ہے۔ اور الحمد للہ! اللہ کے ایسے بندے خوب ہیں جن کا ہر لمحہ ہر آن ہوش و تیقّظ کے ساتھ حق تعالیٰ کی گہری یاد میں گزرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربّ العزّت سے ذاکرۂ ذکر اللہ کا سوال فرمایا اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی کہ بندہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کے دُھن و دھیان میں مشغول ہو، یعنی دُھن بھی ان ہی کا اور دھیان بھی ان ہی کا۔ فانی فنا ہوگا، فانی اگر باقی کو یاد رکھتا ہے، تو پھر فنا فی اللہ ہو کر قربِ الٰہی کی لذت سے سرشار ہوگا۔

حق جل مجدہ نے بھی قرآن میں فرمادیا ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ (ترجمہ: تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں) گویا سب سے بڑا تقویٰ والا وہی ہے جو یادِ حق سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو۔ سب کو بھولے مگر رب کو نہ بھولے، بابا رشتہ سب سے توڑ۔ بابا رشتہ رب سے جوڑ۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسری چیز ربّ العزّت سے جو سوال کیا وہ یہ تھا کہ سب سے زیادہ ہدایت یافتہ کون ہے؟ ربّ العزّت نے آگاہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ رُشد و ہدایت کی باتوں پر عمل پیرا ہو۔ حق جل مجدہ نے انسانیت کو ذاتِ حق، اور بارگاہ ربّ العزّت تک باریابی کی شاہِ راہ شریعت اور فوز وفلاح کے لیے طریقۂ عبادت واطاعت کی نشاندہی فرمادی، اب جو عملی زندگی اس نہج پر گزارے گا وہ ہدایت پر ہوگا، حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت پر جس کی زندگی زیادہ ہوگی وہ اسی کے بقدر ہدایت یافتہ اور ہدایت کا نمونہ ہوگا۔ استقامت کے ساتھ جس قدر سنّت پر گامزن ہوگا ولایت میں اس کا اتنا ہی اونچا مقام ہوگا۔ اتباع سنت ہی ہدایت کی شاہِ راہ ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربّ العزّت سے تیسرا سوال یہ کیا کہ سب سے زیادہ صحیح ودرست فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ جواب ملا کہ وہ بندہ حق کی اتباع میں جو دوسروں کے لیے فیصلہ کرے وہی اپنے لیے پسند کرے، حق پر عمل کرنے میں گرچہ اس کو اپنی جان ومال کا نقصان ہو، مگر حق کو نہ چھوڑے، لوگوں کے درمیان، معاشرہ میں، کنبہ وخاندان میں، اپنی ظاہری ذلّت ورسوائی کو جھیل لے مگر ربّ العزّت کو ناراض نہ کرے، حاکم بھی اللہ کے قانون کا اتنا ہی پابند ہو جتنا اس کی رعایا پابند ہو، اور جتنی قوت کے ساتھ اپنی رعایا پر حدود وتعزیرات نافذ کرتا ہو اس سے زیادہ وہ خود کو حدود وتعزیرات کا پابند کیے ہوا ہو۔ جن جن اخلاقی بیماریوں میں اپنی عوام ورعایا کو دیکھنا پسند نہ کرتا ہو، ان اخلاقی بیماریوں سے خود بھی پاک وصاف ہو، اس کے اہل خانہ بے راہ نہ ہوں۔ اس کی اولاد عیش وعشرت میں حدود شریعت کو پامال نہ کرتی ہو، منہیات کی مرتکب نہ ہو، الغرض قانون کی گرفت سے

خود کو یا اہل خانہ کو مستثنیٰ نہ تصور کرتا ہو۔ قانون کی بالا دستی سبھی پر یکساں ہو، اس صفات کا حاکم اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: سب سے بڑا عالم کون ہے، حق جل مجدہ نے جواب دیا جو طلب علم اور حصول علم سے کبھی سیراب نہ ہو، عام لوگوں کے پاس جتنا علم ہو وہ سب کا سب حاصل کرلے اور تمام لوگوں کا علم اس کے علم میں جمع ہو جائے پھر بھی اپنے علم پر قناعت نہ کرے اور مزید کی طلب و جستجو میں لگا رہے، آخر علم سے بھی کسی کو سیرابی ہوئی۔ موسیٰ و خضر کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو تمام علوم و کمالات علم کی جامعیت عطا کی گئی۔ پھر بھی اللہ ربّ العزّت نے فرمایا: **قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ؛ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا** علم اللہ ربّ العزّت کی ذاتی صفت ہے اور مخلوق دائرہ تخلیق میں رہ کر خالق کے علم کا احاطہ کیسے کرسکتی ہے۔ یہ تو ناممکن ہے۔ اس لیے یہاں ہر شخص کی خوبی یہی ہے کہ وہ اعتراف کرلے کہ جو بھی اس کو حاصل ہوا ہے وہ قطرہ کا ہزارواں حصہ بھی نہیں چہ جائیکہ بحرِ عمیق میں غوطہ کون لگا سکتا ہے۔ یہاں سبھی سائل ہی ہیں اور جو مل رہا ہے اور مل گیا وہ دائرۂ تخلیق کے بعد ملا ہے اور پھر عدم محض کی طرف اس کو لے کر چلا جائے گا۔ علم تو علاّم الغیوب کا ہے۔ ازل سے ہے ابد تک رہے گا، لہٰذا بندہ ہمیشہ طلب علم و عمل میں مشغول رہے۔

(۵) پانچواں سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیا کہ سب سے زیادہ قدر و منزلت اور عزت والا کون ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جو انتقام کی قدرت وطاقت کے باوجود سامنے والے کو معاف کردے۔ انسان کی خوبی اور اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ قدرت و طاقت کے باوجود ضعیف کو معاف کردے، درگزر اور عفو وتسامح کا معاملہ کردے۔ اپنے سے زیادہ طاقت ور کو معاف کرنا عادتاً مجبوری اور دسترس نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس پر قدرت نہیں ہوتی اور خطرہ ہوتا ہے کہ اگر انتقام لے گا تو جتنی بڑی مصیبت و پریشانی تھی کہیں اس سے زیادہ نہ سر پر مسلّط ہو جائے۔ مگر سامنے جب ضعیف وکمزور ہوتا ہے پھر

انسان کا اخلاق حسنہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا آدمی بلند حوصلہ اور بلند اخلاق کا نمونہ بنتا ہے یا پھر اپنے انتقام کی آگ میں کمزور وضعیف کو جلاتا ہے اور اپنے خواہشات نفس کا غلام بن کر انتقام کی حرص و ہوس کو پوری کرتا ہے۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: ربّ العزّت آپ کے بندوں میں سب سے زیادہ غنی و مالدار کون ہے؟ غنا و مالداری کا تعلق ہے دل سے نہ کہ مال سے، قناعت سے نہ کہ کثرت سے۔ جو مل گیا بندہ اگر اس پر قناعت کرلے اور ہوس وحرص کو نہ پالے تو یہ سب سے بڑا مالدار ہے اور درحقیقت قناعت ایسی مالداری ہے جو زرِ کثیر دے کر بھی نہیں خریدی جاسکتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس کے پاس زرِ کثیر ہو وہ قانع بھی ہو۔ بلکہ قناعت کی صفت انہیں لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کے فتنہ سے بچایا ہوا ہے اور قناعت کی نعمت سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ نبی ﷺ کی مناجات میں بھی ہے **اللھم قنعنی بما رزقتنی** ، یا اللہ جو روزی آپ نے دی ہے اس پر قناعت بھی عطا فرما۔ معلوم ہوا قناعت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی چیز ہے اور قناعت ہی دراصل مالداری ہے۔ جس کو حدیث میں نفس کا غنا اور عدم طلب کی حرص کہنا چاہیے، یہ بھی عجیب بات ہے کہ دنیا کی چیزوں میں قناعت مطلوب ہے اور آخرت کی طلب میں حرص مطلوب ہے۔ جبکہ ہم لوگوں کا حال بالعکس ہے آخرت کے معاملہ میں قناعت کیا ہوا ہے اور دنیا کی حرص میں جوان سال ہیں۔

اللہ ہماری حرص و ہوس سے حفاظت فرمائے۔

(۷) سب سے بڑا فقیر وتنگدست، بغض وکینہ رکھنے والا، کہ دل خراب ہے دل میں بغض رکھتا ہے۔ جس سے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے، دوسروں کو دے دیے جائیں گے، اور بالآخر تنگدست وفقیر رہ جائے گا۔ بغض سے خود کا دل خراب ہوتا ہے، دل کی کیفیت کھوجاتی ہے، قرار وسکون ختم ہوجاتا ہے، بے چینی و بے قراری کی کیفیت مسلّط ہوجاتی ہے بلا سبب بندہ عذاب کی بھٹی میں گرفتار رہتا ہے۔ دوسرے خوش ہیں اور یہ اپنی

آگ میں خود جل رہا ہے۔لوگوں کی وجہ سے خود کو عذاب میں جھونکنا کہاں کی دانائی ہے۔

باب : حديث ليس الخبر كالمعاينة و قصة القاء موسى الالواحَ

دیکھا ہوا کے برابر سنا ہوا نہیں ہوسکتا اور موسیٰ علیہ السلام کا الواح ڈال دینا

(۹۱۱) عن ابن عباس ؓ عن النبی ﷺ قال:

"لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ، قَالَ اللّٰهُ لِمُوْسٰى: إِنَّ قَوْمَكَ صَنَعُوْا كَذَا وَ كَذَا، فَلَمْ يُبَالِ ، فَلَمَّا عَايَنَ أَلْقَى الْأَلْوَاحَ."

[صحيح](أخرجه ابن حبان/ ۲۰۸۷ — موارد)

(۹۱۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنا ہوا وہ کیفیت پیدا نہیں کرتا جو دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ:تمہاری قوم بنی اسرائیل نے یہ یہ کیا۔جیسے گوسالہ پرستی تو موسیٰ علیہ السلام نے پرواہ نہیں کی اوران میں کوئی برانگیختی پیدا نہیں ہوئی اور جب خود اپنی آنکھ سے قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا معائنہ کرلیا تو الواح کو ڈال دیا۔ (اخرجہ ابن حبان)

شانِ انبیاء بھی عجیب نرالی شان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جبل طور پر تھے تو بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی۔جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔اور اس کی اطلاع حضرت موسیٰ کو حق تعالیٰ نے دیدی،مگر وہ کوہ طور پر ربّ العزّت کی طرف مکمل یک سوئی اور دلجمعی کے ساتھ متوجہ رہے۔موقع کو غنیمت جانا اور آداب عبادت وعبودیت تقرب وتعبّد کو برقرار رکھا،یہ بھی شانِ انبیاء علیہم السلام کا کمال ہے کہ موقع کو سمجھا اور قرار کے ساتھ انابت کی شان میں خلل آنے نہ دیا۔جبکہ قوم کی بے راہ روی کی اطلاع ربّ العزّت نے دی تھی، مگر معیّت باری اور حضورِ حق کی حاضری کی نزاکت کو ملحوظ رکھا،خالق کی تجلیات وخیرات کا موسیٰ کلیم اللہ پر ایسا گہرا رنگ چڑھا کہ ہمہ تن، ہمہ گوش انہیں کی برکات کی طرف متوجہ

رہے۔معیت مع اللہ کو نبھایا اور جو کچھ بھی بارگاہ ربّ العزّت سے حاصل کر رہے تھے وہ بھی تو رسالت ودعوت الی اللہ کی قوت وتاثیر کے لیے تھا۔اور اسی قوم کی بے راہ روی کے علاج ومعالجہ کے لیے تھا،شدید مرض اور خطیر بیمار کے علاج کے لیے مرض وبیمار کے مناسب دواو معالج دونوں ہی قوی تر ہونا عقل ونقل،شعور ووجدان کا تقاضا ہے۔الغرض موسیٰ علیہ السلام وہاں بالکل ہی بارگاہ احد وصمد میں کامل ومکمل حق کے سپرد خود کو کیا اور قوم کو بھی۔اور جب وہاں سے نیچے آئے بے راہ روی کا مشاہدہ ومعائنہ کیا،تو کب ان کی رسالت ونبوت کی غیرت وحمیت ان کو خاموش رہنے دیتی۔جلالِ موسیٰ ظاہر ہو گیا اور یہی موقع بھی ظہور کا تھا، جبل طور پر موقع مناسب نہ تھا کہ قوم نیچے تھی۔اب قوم سامنے ہے،رسالت کی تبلیغ کا توحید کی دعوت کا،بے راہ روی پر اظہار نفرت وغضب کا یہی تو موقع تھا،جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بدرجۂ اتم واکمل ادا کیا۔شان انبیاء بھی عجیب نرالی شان ہے۔

باب : أَحَادِيْثُ عَنْ مُوسىٰ و عِيسىٰ عليهما السلام

باب:موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا واقعہ

(٩١٢) للديلمي عن جابر رضي الله عنه:

”كَانَ فِيمَا أَعْطَى اللّٰهُ مُوسٰى فِي الْأَلْوَاحِ الْأَوَّلِ: أُشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ أَقِكَ الْمُتَالَّفَ، وَّ اُنَسِّئُ فِيْ عُمْرِكَ، وَ أُحَيِّكَ حَيَاةً طَيِّبَةً، وَ أُمَكِّنُكَ إِلٰى خَيْرٍ مِنْهَا، وَ لَا تَقْتُلِ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمْتُ إِلَّا بِالْحَقِّ فَتَضِيْقُ عَلَيْكَ الْأَرْضُ بِرَحْبِهَا وَ السَّمَاءُ بِأَقْطَارِهَا، وَ تُبَوِّءُ فِي النَّارِ، وَ لَا تَحْلِفْ بِاسْمِيْ كَاذِبًا فَإِنِّيْ لَا أُطَهِّرُ وَ لَا أُزَكِّيْ مَنْ لَمْ يُنَزِّهْنِيْ وَ يُعَظِّمْ أَسْمَائِيْ.“

[ضعيف] (أخرجه الديلمي فى فردوس الأخبار ج ٣/ ٤٨٤١)

موسیٰ علیہ السلام کی تختی کا اوّل حکم

(٩١٢) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،پہلی وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام کو تختی کی شکل میں لکھ کر عنایت فرمائی یہ تھی کہ: میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو! میں تمہاری عمر میں اضافہ کر کے برکت ڈال دوں گا، اچھی وخوش گوار زندگی عطا کروں گا اور برے حالات کو اچھے حالات میں بدل دوں گا اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرنا، ورنہ زمین وآسمان کو تم پر ملا دوں گا اور اپنی ناراضگی کے ساتھ تم کو جہنم میں داخل کر دوں گا، میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم مت کھانا، کیوں کہ میں اپنے نام کی تنزیہہ و تعظیم نہ کرنے والوں کو نہ تو پاک کروں گا اور نہ اس کے عذاب میں تخفیف کروں گا۔

تختی کی تین نصیحتیں

حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح وتختی میں منجانب اللہ جو تحریری عبارت بطور نعمت ونصیحت کے دی تھی اس میں تین نصیحت تھی۔

(۱) میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو۔ یعنی اللہ کا اور والدین کا حق مانو، تسلیم کرو، سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ﴾ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا۔ سفیان بن عینیہ نے کہا جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اللہ کا شکر ادا کر دیا، اور جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لیے دعائے خیر کی اس نے ماں باپ کا شکر کیا۔

شکر کے معنی اور اقسام

شکر کا معنی ہے منعم کی نعمت کا اقرار واظہار، اور کفران کا معنی ہے منعم کی نعمت پر پردہ ڈال دینا، چھپا دینا، منعم کو منعم نہ قرار دینا قاموس نے لکھا ہے شکر کا معنی ہے احساس شناسی۔

شکر کی تین قسمیں ہیں

(۱) دل سے شکر کرنا، یعنی منعم کے انعام کا تصور کرنا۔

(۲) زبان سے شکر کرنا یعنی منعم کی نعمت پر اس کی ثنا کرنا۔

(۳) اعضاءِ جسم سے شکر کرنا، یعنی نعمت کے بدلے میں منعم کی اطاعت کرنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کو شکر گزار بندہ فرمایا ہے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شاکر الانعمۃ دوسرے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا: ﴿اِنَّـهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا﴾

زبان وعمل سے شکر

نعمت کے مقابلہ میں شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی اور نیّت سے بھی۔ زبان سے بھی منعم کی تعریف کرنی چاہیے اور اپنے اعضاء کو بھی ہمیشہ اس کی اطاعت میں لگا دیا جائے اور یقین بھی رکھا جائے کہ منعم ہی میرا مولیٰ ہے۔

شکر کا فائدہ

﴿وَ مَنۡ يَّشۡكُرۡ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ﴾ جو شکر کرے گا وہ صرف اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرے گا۔

شکر کرنے سے موجودہ اور حاصل شدہ نعمت زوال سے محفوظ ہوجاتی ہے۔ اور آئندہ مزید نعمت حاصل ہوجاتی ہے، اور اللہ کے قرب اور دوامی جنت کا حصول ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾

اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں سے غنی اور بے نیاز ہے اور وہ اپنی صفات وافعال میں بذات خود حمید اور پسندیدہ ہے اس کا کمال وجمال کسی کی حمد اور ستائش کا محتاج نہیں۔

عشقِ ناتمام ما جمال یار مستغنی است

(معارف کاندھلوی۔گلدستہ ۵/۴۲۴)

شکر پر چار انعامِ باری

پہلی بات جو اس تختی میں تھی وہ یہ کہ حق تعالیٰ منعم حقیقی کے شکر کے بعد اور والدین ماں باپ کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کے بعد، منجانب اللہ ان کو چار تحفہ ملے گا، پہلا یہ

کہ موارد ہلاکت یعنی ہلاکت وتباہی سے حق تعالیٰ ان کو بچالے گا، اور آنے والی بلاء و مصیبت سے انسان بچ جائے اور عافیت کی زندگی جان ومال میں میسر آجائے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے، دوسری نعمت وتحفہ یہ ملے گی کہ حق تعالیٰ عمر وزندگی میں شکر کی برکت سے اضافہ وبرکت ڈال دیں گے، کم وقت میں زیادہ کام کرادیں گے، جن لوگوں سے وہ کام مشکل ہوگا اس کے لیے آسان کردیں گے، یہ شکر کی برکت ہوگی، تیسری نعمت یہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ زندگی خوشگوار اور مزیدار، پُرلطف ومسرور عطا کردیں گے۔ ہم وغم سے دور رکھیں گے، بیوی بچے سبھی نمونۂ اسلاف اور اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے، خود کو بھی اللہ کی طرف سے شریعت وسنت کی توفیق ملی ہوگی دنیا میں پاک وصاف اور آخرت بھی غفران ورضوان والی ہوگی۔ دارین کی عافیت اس کا نصیب ہوگا، اور چوتھی نعمت یہ ملے گی کہ تمام نامناسب حالات کو حق تعالیٰ سنوار کر خیر وبھلائی کی طرف پھیر دیں گے، انسان اپنی تدبیر ہی کا مکلّف ہے اور وہی کرسکتا ہے مگر نتیجہ اور فائدہ مکمل اللہ ربّ العزّت کے دست قدرت میں ہوتا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی تدبیر کو جس سے خود اس کو نقصان ہونے والا تھا، اپنی قدرت اور محیط علم سے شر کو خیر میں بدل کر نتیجہ بھی عافیت وراحت کا عطا کردے۔ یہ سب کی سب نعمتیں جو اس کو ملی ہیں، شکر پر ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی بندے کو بتلادیا کہ شکر پر نعمتوں میں اضافہ اور بڑھوتری فرماتے ہیں، شاکرین کو شکر پر، ان کے شکر کے مقابلہ میں غیب سے نعمتوں کا دہانہ کھول دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر کی خوب توفیق بخشے۔ آمین

تختی کی دوسری نصیحت ناحق قتل سے بچو

حق تعالیٰ کی جانب سے اس لوح میں دوسری بات یہ تھی کہ اے موسیٰ ناحق کسی کو قتل نہ کرنا، قتل وغارت گری، کسی کی جان کو ناحق ضائع کرنا یہ تمام ادیان اور شریعت میں ناجائز اور فعلِ قبیح بتلایا گیا ہے، ہر شخص کی جان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عظمت وحرمت حاصل ہے، اور اسلام میں تو جان کی عظمت وحرمت کے ساتھ ساتھ تحفظ کا قانون اور انسانی

حقوق کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے اور تفصیل کے ساتھ انسانی تقدّس اور تحفظ کے جو انمول اور انوکھے قانون کو نازل کیا گیا دنیا کے کسی بھی ادیان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب تک وہ قانون اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں نے عملاً اپنے اوپر قبول کیا، یا خلیفۃ اللہ نے نافذ رکھا دنیا امن وامان، چین وسکون کی سانس، جیتی رہی اور ہر شخص پُرسکون زندگی گزارتا رہا اور بدنصیب انسانوں نے جب سے اللہ کے قانون کو چھوڑا ہے تباہی وبربادی اور ہلاکت کی وادی میں اترتی چلی گئی۔ اب تو سبھی بے چین ہیں، حاکم بھی، غریب بھی مالدار بھی، ظالم بھی، مظلوم بھی۔ قوی وطاقت ور بھی ضعیف وکمزور بھی۔ اس بے چینی واضطراب سے نجات کا واحد راستہ مذہب اسلام کا الٰہی قانون ہے جو امن وسلامتی وشانتی کا پیغام ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ناحق قتل کی سزا یہ ہے کہ زمین وآسمان اپنی تمام تر وسعت اور فراخی کے ساتھ قاتل پر تنگ وتاریک کردی جائے گی۔ قاتل کو ناحق قتل کے بعد چین سے بیٹھنا کب نصیب ہوسکتا ہے مقتول تڑپ تڑپ کر جان جانِ جاناں کو دے چکا ہے، وہ اپنے اصلی ٹھکانہ تک پہنچ گیا مگر یہ بدبخت قاتل زندہ رہ کر بھی مقتول سے زیادہ تڑپ رہا ہے کبھی اس گلی میں کبھی اِس گلی میں۔ کبھی اُس گھر میں کبھی اِس گھر میں۔ اس کی زندگی نار جہنم کی لپیٹ میں جھلس رہی ہے۔ بے چین مارامارا، آوارہ کتا کی طرح بھاگا بھاگا پھر رہا ہے، اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسروں کے ملک میں پناہ لیے ہوا ہے۔ ارے گلی کے کتّوں کو بھی اپنے محلّہ میں عزت ملی ہوئی ہے مگر یہ بدنصیب وبدبخت، گلی تو دور ملک کی زمین بھی اس پر تنگ ہے۔ اگر یہ اپنے باپ کا صحیح النسب غیّور ہے اور ماں کی غیرت کا دودھ پیا ہوا ہے تو پھر کیوں قتل کرا کر یا کر کے بھاگا ہوا ہے؟ تمہارا بھاگنا خود دلیل ہے کہ تم ظالم ہو، حق سے دور ہو۔ حدیث میں کتنی سچی وپکی بات فرمائی گئی ہے کہ ناحق قتل کرنے والے پر زمین تنگ ہوجاتی ہے اور بالآخر اس کا ٹھکانہ نار جہنم ہے۔ العیاذ باللہ۔ کیا یہ قاتل ملک سے بھاگ کر سیاسی پناہ لے کر نار جہنم سے بچ جائے گا، یا پناہ دینے والے اس کو دوزخ سے بچالیں گے، دوستو! موقع ہے فرصت ہے توبہ کرلو، رجوع الی اللہ کا راستہ

اختیار کرو، صاحب حق سے معافی مانگ لو نصیب بن جائے گا۔ غضب الٰہی سے بچ جاؤ گے، رحمت آغوش میں لے لے گی، عقل وشعور کا ناخن لے لو، اپنے اوپر ترس کھاؤ۔

تیسری نصیحت جھوٹی قسم نہ کھاؤ

اللہ اکبر کبیراً، جھوٹ تو تصور و خیال کی دنیا میں عیب نہیں، بلکہ اس سے گندی وقبیح شئے ہے۔ مشرکین و کفارِ عرب بھی ہر جرم کو مباح جانتے تھے مگر جھوٹ کو اپنی عزتِ نفس اور انسانی حمیت وغیرت کے خلاف سخت بدنما داغ تصوّر کرتے اور جھوٹ نہ بولتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں معاصی و گناہ کا واضح بیان فرمایا اور اس کی سنگینیت کا کھلا ہوا حکم نازل فرمایا ہے۔ جھوٹ کا جب ذکر فرمایا تو سخت ترین لب ولہجہ میں جھوٹے پر لعنت برسائی، اللہ کی پھٹکار ہو جھوٹے پر۔ ناس ہو، ستیاناس ہو، تباہ و برباد ہو، آپ جو ترجمہ کر لیجیے: ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ معلوم ہوا جھوٹ بذات خود ایک قبیح و گندا عمل ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا عظمت والا مبارک نام لے کر جھوٹی قسم کھانا، اور حق تعالیٰ کے تقدس کا لحاظ وخیال نہ کرنا، بڑی جسارت وسینہ زوری کا ثبوت دینا ہے۔ یہ ایسا عمل بد ہے کہ تمام برائیاں اس جھوٹے سے شرم وحیا کے مارے منہ چھپا رہی ہے۔ شیطان لعین بھی انگشت بدنداں ہے کہ اس شخص نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیس کا خیال رکھا نہ ہی تنزیہہ کا۔ حق تعالیٰ اپنے نام کی عظمت ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین

کلمۂ ماشاء اللہ کی قوتِ تاثیر وبرکت

(۹۱۳) عن یحیی بن سلیم الطائفی عن من ذکرہ قال:

”طَلَبَ مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ رَبِّهِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی حَاجَةً فَأَبْطَأَتْ عَلَيْهِ وَ أَكْدَتْ فَقَالَ : مَا شَاءَ اللّٰهُ، فَإِذَا حَاجَتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: يَا رَبِّ! أَنَا أَطْلُبُ حَاجَتِيْ مُنْذُ كَذَا وَ كَذَا، وَ أَعْطَيْتَنِيْهَا الْآنَ !! قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا مُوْسٰى! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ قَوْلَکَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْجَحُ مَا طُلِبَتْ بِهِ الْحَوَائِجُ.“

[ضعیف] (أخرجه عبدالله بن أحمد فی کتاب الزهد ص٦٨)

(۹۱۳) ترجمہ: یحییٰ بن سلیم طائفی نے ایک آدمی سے بیان کیا، انھوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربّ ذوالجلال سے اپنی کسی حاجت کا سوال کیا۔ جو پوری ہونے میں تاخیر ہوئی اور وقتی طور پر منع کر دی گئی جس سے ان کو دشواری اور کسی قدر تنگی ہوئی۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ماشاء اللہ۔ اللہ جو چاہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجت پوری کر دی۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ربّ العزّت میں اتنے طویل زمانہ اور عرصہ سے اپنی حاجت کے پوری ہونے کا سوال کر رہا ہوں اور آپ نے اب پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی: اے موسیٰ! کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ آپ کا فرمانا، ماشاء اللہ نجات دلانے کے لیے بہت ہی بلند و بالا و اعلیٰ کلمہ ہے خواہ جو بھی حاجت طلب کی جائے سب کو پوری کر دیتا ہے۔ (کتاب الزہد، ص ۶۸)

حق تعالیٰ نے ماشاء اللہ کی برکت سے موسیٰؑ کی ضرورت پوری کر دی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی چیز کی حاجت وضرورت تھی وہ مسلسل دعا ومناجات میں مشغول رہے اور اظہار سوال بارگاہِ بے نیاز میں کرتے رہے۔ مگر مشیت ربّانی سے ان کی حاجت پوری نہیں ہوئی کہ، حاجت روا، مشکل کشا، درد والم کا مداوا، رنج وغم کا ازالہ، مصیبت وکلفت میں سہارا، مشقت وپریشانی سے نجات کا دلاسا، سوائے ربّ ذوالجلال کے کہیں بھی نہیں، جب موسیٰ علیہ السلام کو یقین راسخ ہوگیا کہ حکمت الٰہی میری حاجت کے پورا نہ ہونے میں ہے۔ تو ان کی زبان مبارک سے نکلا، ماشاء اللّٰہ اللہ جو چاہے، یعنی وہی ہوتا ہے جو منظور بارِالٰہ ہوتا ہے۔ اللہ کی مرضی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوتا، اس کی جناب سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔ خواہ سائل جو بھی ہو، مرضی ہوگی ملے گا، وہ جب تک چاہے رُلائے، بلبلائے، گرگرائے، زاری کرائے۔ زور سے کچھ نہیں ہوگا، زاری اس کو پسند ہے۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام نے عبدیت کی شان میں غرق ہوکر زبان سے کلمہ ماشاء اللّٰہ نکالا اور اُدھر سے حاجت پوری ہوئی، عبدیت کا کمال رتبہ بھی یہی ہے کہ حاجت و

طلب کو اللہ کی جناب میں تفویض کے ساتھ سر تسلیم ورضا کردے، اور طلب کو تیز کر کے قدرت کے تحت لجاجت وتضرع کے ساتھ سائلِ محض بن کر منتظر باب رحمت پر کھڑا رہے۔

و هو الذی ینشر رحمته من بعد ما قنطوا!

جب موسیٰ علیہ السلام کی مناجات وحاجات پوری ہوئی تو فوراً انھوں نے بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا، میں اتنے عرصہ سے حاجت پوری ہونے کی امید لگائے ہوا تھا اور اب جا کر آپ نے میری حاجت پوری کی۔یعنی اس میں تاخیر کیوں ہوئی اور اس کا سبب کیا بنا۔ اوراب پوری کیوں ہوئی؟۔

ربّ العزّت سے جواب ملا اے موسیٰؑ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مشکلات ومصائب ہم وغم، رنج والم، درد ودکھ، کلفت ومصیبت سے نجات دلانے کے لیے ماشاء اللہ کا کلمہ اکسیر اعظم ہے۔اور بہت ہی بلند وبالا واعلیٰ کلمہ ہے۔خواہ جو بھی حاجت وضرورت ہو سب کو پوری کرتا ہے۔

نظرِ بد وحوادثِ غیبی سے حفاظت کا عمل

روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو **ماشاء اللّٰه لا قوة الا باللّٰه** کہے۔حضرت عروہؓ کو جب اپنا کوئی مال پسند آتا اور عجیب معلوم ہوتا تھا یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے تھے،تو کہتے تھے **ماشاء اللّٰه لا قوة الا باللّٰه**۔

شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کو پسند آئے تو اگر اس نے یہ کلمہ **ماشاء اللّٰه لاقوة الا باللّٰه** کہہ لیا تو اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔(یعنی وہ پسندیدہ محبوب چیز محفوظ رہے گی) اور بعض روایات میں ہے کہ جس نے کسی محبوب وپسندیدہ چیز کو دیکھ کر یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس کو نظر بد نہ لگے گی۔ (گلدستہ۴/۲۸۰)

امام مالک کے مکان کی تختی

امام دارالھجرۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ لَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

نقصان کے دروازے بند کرنے کا وظیفہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ماشاء اللّٰه لاقوة الا باللّٰه کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرو۔ اس سے ضرور نقصانات کے ننانوے دروازے بند ہو جاتے ہیں جن میں سے ادنیٰ دروازہ غم ہے۔

حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کی عجیب دعا

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰه
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اللہ جو چاہے وہی ہوگا،
سوائے اللہ کے کوئی کہیں خیر نہیں پہنچا سکتا،
اللہ تعالیٰ کے نام سے اللہ جو چاہے، برائی کو کوئی دفعہ نہیں کر سکتا،
اللہ تعالیٰ کے نام سے اللہ جو چاہے، جو نعمت بھی ہے منجانب اللہ ہے،
اللہ تعالیٰ کے نام سے اللہ جو چاہے، برائی دور نہیں ہوگی اور بھلائی نہیں ملے گی مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت سے۔

حضرت خضر علیہ السلام غلافِ کعبہ تھام کر دعا کرتے

یَا مَنْ لَا یَشْغِلُهُ شَیْءٌ عَنْ سَمْعٍ

یَا مَنْ لَا یَغِیْظُهُ السَّائِلُوْنَ

یَا مَنْ لَا یَبْتَرِمُ بِاِلْحَاحِ الْمُلَحِّیْنَ

اَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِکَ وَ حَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ

ترجمہ: اے وہ ذات اسکو کسی چیز کے سننے سے کوئی چیز نہیں روکتی،

اے وہ ذات کہ اس کو سائلوں سے غصہ نہیں آتا،

اے وہ ذات جو اڑ جانے والے بھکاریوں کی ضد سے تنگ نہیں آتی،

مجھ کو اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈک اور اپنے رحمت کی شیرینی چکھا۔

دعوت الیٰ اللہ کے لیے قدرت کی نشانیاں

(٩١٤) وللبیهقی فی شعب الإیمان عن أُبی:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مُوْسٰى: أَنْ ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ، وَ أَيَّامُهُ نِعَمُهُ.“

[؟] (کما فی کنزالعمال ج ١٥/ ٤٣١٥٥)

(۹۱۴) ترجمہ: حضرت ابیؓ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ وہ اپنی قوم کو اللہ پاک کی طرف بلائیں۔ اللہ کی نشانیوں اور قدرتوں کو بتلا کر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو بندہ استعمال کرتا ہے اس کا احساس و تذکرہ کر کے۔

ایّام اللہ کے ذریعہ نصیحت

و ذکرهم بِاَیّٰمِ اللّٰه اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے، یعنی ان دنوں کے واقعات یاد دلاؤ جب ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی۔ کیونکہ دونوں قسم کے حالات سننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہیے

جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

ایام اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں، ابن عباسؓ، ابی ابن کعبؓ، قتادہؒ کا یہی قول ہے۔ یعنی اپنی قوم کو وہ واقعات بتاؤ جو اللہ نے گزشتہ ایام میں ظاہر کیے، خواہ وہ بصورت نعمت ہوئے ہوں یا بشکل مصیبت، مقاتل کے نزدیک وہ واقعات مراد ہیں جو گزشتہ امتوں عاد و ثمود اور قومِ نوح کو پیش آئے۔

ایّام یوم کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں دن۔ شریعت کی اصطلاح میں ایام اللہ دو معنی میں بولا جاتا ہے۔ اور دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں، اوّل وہ خاص ایام جن میں کوئی جنگ یا انقلاب آیا ہے، جیسے اسلام کا ظہور، معرکۂ احد و بدر، یا پہلی امتوں پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کے واقعات، جس میں قومیں زبردست طاقت وقوت رکھنے والی زیر و زبر، نیست و نابود کر دی گئیں اور معصیت اور کفر و شرک کی پاداش میں کیفرِ کردار کو پہنچا دی گئیں۔ اس صورت میں ایام اللہ سے مراد لوگوں کو کفر و شرک کے انجامِ بد سے ڈرانا متنبہ کرنا مقصود ہوگا۔

دوسرے معنی ایام اللہ کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کے بھی آتے ہیں تو حدیث کا مفہوم ہوگا کہ جس طرح شریف انسان کو جب کسی محسن کا احسان یاد دلایا جائے تو وہ اس کی مخالفت اور نافرمانی سے شرما جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو دونوں طرح، کہ پہلی امتوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کہ کفر و شرک کیا، تو دیکھو ان کا کیا انجام ہوا۔ اگر تم بھی وہی بدعقیدگی و بدعملی کی راہ چلے تو میں پہلے ہی تم کو انجام کی اطلاع دیدیتا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ، دیکھو حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات کو فراموش نہ کرو کہ منعم حقیقی کا شکر عبادت واطاعت اور بندگی کا راستہ ہے۔ لہٰذا ہر دو طریقہ سے قوم کو انابت الی اللہ کی دعوت دیں، اور کفر و شرک سے بچنے کی ہدایت دی۔ اور نعمت کی عمومی بارش تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی گہری یاد کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

الغرض، کسی بھی قوم کو کفر و شرک کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی کی طرف اور

معصیت و نافرمانی سے عبادت واطاعت کی طرف لانے کی دو ہی تدبیر ہے، ایک سزا سے ڈرانا، دوسرے نعمتوں اور احسانات کو یاد دلا کر اطاعت اور نور ہدایت کی طرف بلانا، دونوں ہی ایام اللہ سے مراد ہے۔ اور دعوت الی اللہ کے لیے داعی کو ان ہی دونوں اصولوں کو سامنے رکھ کر دعوت دینا نفع بخش ہے۔ ہم ہر وقت ان گنت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بلا تکلف استعمال کرتے ہیں، تو اسی طرح ہمیں بلا جھجک اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت، اور نغمۂ توحید کو پھیلانا چاہیے اور جس طرح نعمت کے استعمال میں ہمیں کوئی ملامت نہیں کرتا، شریعت و سنت کی اشاعت میں بھی کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ عجیب بات ہے نعمت کے استعمال میں ہمیں شرم وحیا نہیں آتی اور اتباع سنت وشریعت، اشاعتِ دین وطریقت میں ہمیں شرم آتی ہے۔ گناہ کرنے میں شرم وعار محسوس نہیں ہوتا، اور خیر و بھلائی کے کام میں شرم وعار محسوس ہوتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ۔

حق جل مجدہ کی بندوں سے رضا وعدم رضا کی علامت

(۹۱۵) وللبيهقي في شعب الإيمان، والخطيب في رواة مالك عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

”حُدِّثْتُ أَنَّ مُوْسٰى أَوْ عِيْسٰى قَالَ: يَا رَبِّ! مَا عَلَامَةُ رِضَاكَ عَنْ خَلْقِكَ، فَقَالَ: أَنْ أُنَزِّلَ عَلَيْهِمُ الْغَيْثَ إِبَّانَ زَرْعِهِمْ وَ أَحْبِسَهُ إِبَّانَ حَصَادِهِمْ، وَ اَجْعَلَ أُمُوْرَهُمْ إِلٰى حُلَمَائِهِمْ، وَفِيْئَهُمْ فِيْ أَيْدِيْ سُمَحَائِهِمْ، قَالَ: يَا رَبِّ! فَمَا عَلَامَةُ السُّخْطِ؟ قَالَ: أَنْ أُنَزِّلَ الْغَيْثَ إِبَّانَ حَصَادِهِمْ، وَ أَحْبِسَهُ إِبَّانَ زَرْعِهِمْ، وَ أَجْعَلَ أُمُوْرَهُمْ إِلٰى سُفَهَائِهِمْ، وَ فِيْئَهُمْ فِيْ أَيْدِيْ بُخَلَائِهِم.“

(كما في كنز العمال ج ۱۱/۳۰۸۰۳)

(۹۱۵) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام نے حضرت حق جل مجدہ سے عرض کیا: ربّ العالمین مخلوق سے آپ کے راضی ہونے کی کیا علامت ہے؟ جواب میں حق جل مجدہ نے فرمایا: جب ان کی کھیتیوں

کا موسم ہوتو بارش برساؤں اور جب فصل تیار ہوجائے تو ہر طرح کی آفتِ سماوی وارضی سے ان کی فصلوں کو بچالوں اور ان کی فلاح وبہبودی کے جملہ معاملات قوی، دانا و بینا، باشعور حلیم اور بردبار لوگوں کے ذمہ لگادوں اور مالِ غنیمت یا قومی رفاہی اموال وثروت سخی وکریم اور نرم دلوں کے ذمہ لگادوں۔

پھر بارگاہِ ربّ العزّت میں سوال کیا کہ: آپ کی ناراضگی وخفگی کی کیا علامت ہے؟

حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میرے غیظ وغضب کی علامت یہ ہے کہ جب فصل وکھیتی تیار ہوجائے تو بارش کے ذریعہ اس کو تباہ وبرباد کردوں اور جب فصل کو بارش کی ضرورت ہوتو بارانِ رحمت کو روک لوں اور قومی فلاح وبہبود کا ذمہ دار احمق وبے وقوف لوگوں کو بنادوں اور مال غنیمت ،قومی رفاہی ثروت، کنجوس وبخیل کے ذمہ لگادوں۔

جل گئی کھیتی تو برسات کس کام کا

ربّ العزّت نے اپنے بندوں کوخوشی ورضاء اورغضب وناراضگی دونوں کی علامت سے آگاہ کردیا تاکہ رب کے بندے بندگی وشرمندگی کی راہ اختیار کریں اوراللہ کی رحمتوں کا استقبال واعتراف کریں اورسکھ چین کی زندگی ، بندگی کے بعد گزاریں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے آثار بندوں کے اعمال واخلاق کے اعتبار سے نازل ہوتے ہیں، جب کھیتیوں کو برسات کی ضرورت ہوئی بارش اللہ تعالیٰ نے برسادی، جس سے کھیتیاں خوب لہلہانے لگیں۔ درخت و زراعت میں توانائی آئی، پھول وپھل لگ گیا، زراعت کھیتی کی بالیوں میں خوشہ کے اندر دانہ بن کر تیار ہوئی۔ اللہ نے موقع فراہم کیا کھیتیاں پک گئیں اللہ کے بندوں نے کھیتیاں کاٹ لیں، غلّہ تیار کرکے گھروں کو بھرلیا کوئی بارش کا قطرہ، یا آفات وبلیّات ،یا بلائے ناگہانی نہیں آئی اورخوش وخرم بوائی سے گہائی تک کا تمام مرحلہ طے ہوا، یہ اللہ کی رضا کی علامت ودلیل ہے۔ اور جب کھیتی کو بارش کی ضرورت ہے بارش اللہ نے نہیں برسایا، رحمت کا بادل نہ برسا، کسان بلبلا رہاہے، کھیتیاں زرد پڑرہی ہیں، باغات خشک ہورہے ہیں، کسی نے نل سے کسی نے ندی ونالہ

سے کسی نے کنویں سے، کسی نے بورنگ سے سیراب کرنا شروع کیا، معلوم ہوا کہ پانی ہی اپنے مقام سے نیچے اتر گیا، ندیاں خشک، نالے بے آب، کنواں انسانوں کو سیراب کرنے سے محروم، اگر کسی نے سیراب بھی کرلیا کھیتیاں تیار، فصل گاہنے کا موقع آیا، آسمان کے دھانے کھل گئے، کھیتیاں غلّوں کے بالیوں کے ساتھ تباہ و برباد ہورہی ہیں۔ یہ علامتِ غضب ہے۔ یہ بے موسم کی برسات نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کو غفلت سے توبہ واستغفار کے ساتھ عبادت واطاعت کی طرف لانے کا ایک عمل ہے اور اظہار ناراضگی ہے تاکہ ربّ کو راضی کرنے کی راہ اختیار کی جائے، اور اللہ کی طرف رجوع وانابت کا طریقہ اپنایا جائے۔

افسوس کی بات ہے رزّاق کو ناراض کرکے عافیت وراحت کی روزی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اب تو ان چیزوں کا مشاہدہ ہونے لگا ہے، چاول کی کھیتی بالکل تیار تھی اور کسان خوب خوش تھا کہ ماضی کے نقصانات کی تلافی بھرپور ہوجائے گی مگر اچانک بارش اور پھر اس کے نتیجہ میں سیلاب ایسا بھیانک آیا کہ پکی ہوئی کھیتی غرقِ آب ہوگئی اور تمام فصل برباد ہوگئی۔ دوسری فصل کی آبادکاری کے لیے زمین کو صاف کرنا وبال جان بنا ہوا ہے۔ اسی کی اطلاع حدیث قدسی میں ربّ العزّت نے دی ہے پہلے اس قسم کے عذاب کا مشاہدہ نہ تھا کہ لوگوں میں ذوق عبادت واطاعت تھا۔ انابت واستغفار تھا۔ اب لوگوں کی زندگیاں جیسے جیسے بگڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اتر رہی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور رجوع وانابت کی شان عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ کے تازیانے (کوڑے) کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کی ناراضگی کو قوم ابھی بھی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ پھر کیا بنے گا۔ اللہ ہی ہمارا محافظ ونگہبان ہے۔

حق تعالیٰ کی ناراضگی کی دوسری علامت بے وقوف ونادان حکمراں

اس حدیث قدسی میں حق جل مجدہ کے ناراضگی کی علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ ملکی اور ملّی، خاندگی اور عائلی، یعنی اجتماعی یا انفرادی امور عامہ یا اہل خانہ کے امور کی باگ ڈور،

انتظام وانصرام، قیادت وسیادت، تنفیذی امور کے اعلیٰ مناصب، ملک وملت کی نظامت و صدارت کے عہدہ پر بے وقوفوں کا غلبہ وتسلط ہوگا احمقوں ونادانوں کے ہاتھ میں ملکوں و سلطنتوں کی حساس وباشعور مناصب کی پامالی ہوگی۔ ملک وملت کے یتیم بچوں بیوا عورتیں، معذور ومفلوج ضعیفوں کو زیست وبقاء کے لیے خوراک نصیب نہیں ہوگی۔ اور ملک کا صدر احمق وسفیہہ، نادان وناا ہل، عیش وعشرت اور بدمستی کے لیے غیر ملکی دوروں پر عیاشی وفحاشی میں مگن ہوگا۔ ملک پورا سیلاب میں غرق ہوکر بلبلا رہا ہے وہ ملک سے باہر عیاشی کے اڈوں پر سیر وسیاحت کررہا ہے۔

حقیقی بے وقوف اور نادان واحمق کون ہے؟

بے وقوف حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو مصالح واغراضِ دنیوی کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا۔ اور اپنے انجام کو بھول کر فانی دنیا کو پسند کیا، اور باقی (آخرت) کو نظر انداز کرکے چھوڑ دیا اور اسی میں مگن ہوگئے۔ ربّ ذوالجلال کی عظمت وقوت کو بھول کر اپنی ظاہری زیب وزینت پر تکیہ کیے ہوا ہے۔ فکر آخرت سے غفلت کی زندگی بسر کررہا ہے۔ بس دنیاوی حرص وہوس کا غلام بن کر احکم الحاکمین کی عدالت میں پیشی سے بے خوف زندگی گزار رہا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاقل اور سمجھدار وہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو اللہ کا مطیع اور فرماں بردار بنایا اور مابعد الموت یعنی آخرت کے لیے عمل کیا، احمق اور بے وقوف وہ ہے کہ جس نے ہوائے نفسانی کا اتبّاع کیا اور اللہ پر آرزوئیں اور تمنّائیں باندھیں۔ (ترندی، ابن ماجہ، تفسیر کاندھلوی گلدستہ ج ا صفحہ ۴۵)

موت بہتر ہے ایسی زندگی سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب تمہارے حکمراں اور اہل منصب، اخیار واچھے بھلے لوگ ہوں، مالدار سخی وجوّاد ہوں، اور تمہارے امور مشورہ سے طے ہوتے

ہوں، تو اس وقت تمہاری زندگی موت سے بہتر ہے۔ کہ اوامر کا قیام ہوگا، منہیات سے معاشرہ پاک وصاف ہوگا۔ بھلائیاں نیکیاں عام ہوں گی، خیر کا ظہور ہوگا۔ لوگوں میں امن وامان ہوگا، سینے کینے سے خالی ہوں گے، اعمال صالحہ، اخلاص وللّٰہیت کا جذبہ ہر شخص میں موجزن ہوگا، اور جب تمہارے حکمراں اور اعلیٰ مناصب پر اشرار وکمینہ خصلت (کم ذات و بدخلق، بدباطن وبدطینت) لوگوں کا تسلط ہو، اور مال ودولت، اہل ثروت، بخیل وکنجوس ہوں۔ اور عورتیں تم پر حاکم ہوجائیں تو اس وقت موت اچھی ہوگی زندگی کے مقابلہ میں۔ (کیونکہ حدود پامال ہوں گے شرعی قوانین کی بے حرمتی ہوگی، عدل وانصاف سے عدالتیں خالی ہوں گی، بے حیائی وبے غیرتی کا رواج عام ہوگا جب عورت جو پردہ کی چیز ہے، باہر آگئی تو عزت کیا بچی، جنگ وجدال قتل وغارت کا بازار گرم ہوگا۔ عورتیں حسن وجمال کو نکھار کر نمائش کریں گی، عریانی وجسم کی نمائش پر فخر کریں گی، ذلت وضلالت کو باعث فخر تصور کریں گی پھر خیر کہاں ہوگا اس لیے ایسے حالات میں زندگی وحیات کے مقابلہ میں موت کی تمنا جائز ہوگی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ النِّسَاءِ)۔
(فیض القدیر، ج:۱، صفحہ:۵۵۰)

ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں پندرہ خصلتیں آجائیں گی تو امت پر عذاب الٰہی مباح ہوجائے گا، یعنی وہ عذاب جو رُکا ہوا تھا اب اس کو اجازت مل جائے گی اور اُمت عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوجائے گی۔

(۱) مال غنیمت کو ذاتی سرمایہ سمجھ لے گی (یعنی اہل حقوق کو محروم رکھے گی۔ جیسے آج کل وزیر مالیات ملک کے سرمایہ کو اپنا ذاتی مال تصور کر کے جائدادیں حاصل کرتے ہیں اور فقراء ومساکین، بیوہ، یتیم، نادار ومفلس محروم ہیں بلکہ اگر کچھ ملنا طے ہوتا ہے تو پہلے ہی دس فیصد، بیس فیصد طے ہوجاتا ہے کہ فلاں وزیر کا ہوگا، اور مسکین کو ملتا پچاس ہے اور دستخط کرائے جاتے ہیں کہ سوملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۲) اور امانت کو مال غنیمت، پھر اس میں خیانت کی جاتی ہے کہ موقع غنیمت

ہے بے جا تصرف کیا جاتا ہے وزیر مالیات کے پاس امانت ہوتی ہے مگر وہ اپنی میراث و پدری وراثت جان کر بے جا خیانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

(۳) زکوٰۃ کو جو حقوق اللہ ہیں تاوان اور ٹیکس و جرمانہ تصور کرنا۔

(۴) شوہر کا بیوی کی غلامی و ماتحتی میں زندگی بسر کرنا، اور اطاعت کرنا۔

(۵) ماں کی نافرمانی اور ناراضگی کے کام کرنا، بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی۔

(۶) دوستوں کے ساتھ نیکی و بھلائی اور حسن سلوک۔

(۷) اور باپ کے ساتھ بدخلقی و برائی اور بدسلوکی و بداخلاقی، بےادبی و بدتہذیبی، بدکلامی و بےمروتی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۸) مسجدوں میں شور وشرابا، عبادت خانہ میں ذوق عبادت واطاعت کا فقدان اور دنیا پرستی کا یہ حال کہ خوفِ الٰہی مسجدوں میں بھی نہ پیدا ہوا۔ پھر کہاں اللہ یاد آئے گا۔ جو مقام ذکر الٰہی تھا جو خیر بقاع تھا وہاں اتنی غفلت کہ شور وشغف، یعنی قلوب سے عظمت و ہیبت باری، جلال الٰہی و کبریائے باری کا فقدان، بہت ہی عمیق اور گہرا لوگوں پر مسلط ہوجائے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ﴾ (النور)

ترجمہ: ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا انکو بلند کرنے کا، اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا، یاد کرتے ہیں اسکی وہاں صبح وشام۔ (شیخ الہند)

﴿وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

ترجمہ: اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سومت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ (شیخ الہند)

(۹) وَکَانَ زَعِیْمُهُمُ الْقَوْمُ اَرْذَلَهُمْ (العیاذ باللہ) قوم کا سردار ورئیس ذلیل و کمینہ ہوگا، یعنی حکمراں وصدر، وزیراعلیٰ وگورنر، معاشرہ و ملک کا۔ نچلا طبقہ خبیث وخسیس، سفیہہ وکمینہ، اخلاق ومکارم سے عاری تہذیب وتمدن سے ناواقف، معیار انسانیت کا ننگ،

علم وعرفان سے نابلد، حقوقِ انسانیت کا قاتل و راہزن، الغرض رسول اللہ ﷺ کی زبان رسالت میں حکمراں ارذل ہوگا یعنی جو سب سے ذلیل تھا اب وہی حاکم بن گیا شرفاء ونجباء کا، اخیار کے مقام پر اشرار وارذل آ گئے۔

(۱۰) **واکرم الرجل مخافة شره** ۔(العیاذ باللہ) اور آدمی کی عزت اس کے شر وفتنہ سے بچنے کے لیے کی جائے گی۔ یعنی وہ عزت وشرافت والا نہیں ہوگا بلکہ بدکردار و بدکار، ظالم وقاتل ہوگا، لہٰذا اس کی عزت معاشرہ میں شرارت وسفاہت سے بچنے کے لیے کی جائے گی۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو اس منحوس کی نحوست وشامت شرفاء کے لیے، معاشرہ ومحلّہ کے لیے عذاب بن جائے۔ اس لیے لوگ اس کے شر کے دفعیہ کے لیے احترام واکرام کریں گے۔ **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ**۔

(۱۱) شراب خوب پی جائے گی۔ شراب خوب عام ہوجائے گی۔ لوگوں میں یہ ناپاک وملعون رواج پکڑ لے گی۔ العیاذ باللہ!

(۱۲) ریشم کا کپڑا بھی خوب عام لباس میں استعمال ہوگا۔

(۱۳) خوب رو وخوش الحان لونڈیاں لڑکیاں، گانے والیاں عام ہوجائیں گی۔ آج ہر شہر، شہر کے دسیوں ہوٹلوں میں کیا مسلم وغیر مسلم تمام ملکوں میں نائٹ کلب ہمارے نبی ﷺ کے پیش گوئی کے ذریعہ صداقت نبوت کی شہادت دے رہی ہیں۔ لوگو ایمان لاؤ، آخرت کے عذاب سے نجات پاؤ۔

(۱۴) آلاتِ موسیقی، گانے بجانے کا خوب ظہور ہوگا، نت نئے ایجادات نے تباہی وبربادی کے دن قریب کردیے۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اب تو جوّال ونقّال، موبائل فون کے ذریعہ مساجد ومراکز، مدارس وخانقاہوں کو بھی نہ چھوڑا، کبھی درمیان نماز تو کبھی خانقاہوں میں درمیانِ ذکر ومراقبہ بھی اس فتنۂ عمیق نے حملہ کردیا۔ مطاف وطواف میں یہ دجّال پہنچ گیا۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد۔ روضۂ رسولؐ پر بھی لوگوں نے اس کو نہ چھوڑا، درمیان صلاۃ و سلام موسیقی بجی، سلام وصلاۃ بند اور محوِ گفتگو ہوگیا۔ لوگو! تم کو بصد عجز و نیاز، اللہ ورسولؐ کا

واسطہ دیتا ہوں، جب حرمِ کعبہ میں داخل ہو، جب مطاف ومسعیٰ میں شعائرِ الٰہی کی ادائیگی کے لیے جاؤ کم از کم اس دجّال کے آلہ کو بند کرلو۔ جب تم صاحبِ قرآن محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جناب میں جاؤ تو اس دجّال کے آلہ کو بند کرلو۔ جہاں ملائک بھی دست بستہ کھڑے ہوکر سلام کرتے ہیں۔ امید کہ کعبۃ اللہ کا احترام کروگے، امید کہ صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کا احترام کروگے۔ **اَللّٰھُمَّ وَفِقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی. وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی**۔

شاتمِ صحابہ وشاتمِ ائمہ بھائی بھائی ہیں

(۱۵) اور آنے والی نسل اپنے آباء واجداد کو برا بھلا کہے گی، نادان و بے وقوف تصور کرے گی۔ اس کا مشاہدہ بھی ہورہا ہے۔ اب ایک گروہ و جماعت ائمہ عظام کو سبّ وستم کا نشانہ بنائے ہوئی ہے۔ جس طرح شیعہ حضرات صحابہ کا نامناسب الفاظ سے تذکرہ کرتے ہیں، افسوس کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ائمہ مجتہدین ومہتدین، اور صادقین و صدیقین وصالحین کو جن کی زندگی احیاء سنت وشریعت کا نمونہ بنی رہی اور ان کے زمانہ کے علماء وصلحاء، اخیار وابرار، اتقیاء ونجباء نے ان پر اعتماد ہی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کا اعلم بالسنۃ، اتقی بین الناس جانا اور ان کو اسوۂ ونمونہ بنا کر ہزاروں لاکھوں انسانوں نے راہِ ہدایت پائی۔ اب کچھ لوگ اپنی حماقت وکم فہمی کتاب وسنت کی وجہ سے ان ائمہ عظام کو، ایسے نامناسب ناموں سے اپنی مجلسوں میں تذکرہ کرتے ہیں کہ انسانیت بھی شرما جائے۔ گویا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ آنے والے اشرار واشقیاء اپنے اخیار وابرار صالحین و متقدمین کو برا بھلا کہیں گے۔ ان کی اقتداء واتباع، اعمال واعتقاد میں چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ اخیار ابرار سابقین کے اصول دین وعقیدہ کو مطعون کریں گے۔ درحقیقت یہ گروہ اہلِ سنت والجماعت سے ہٹ کٹ کر گمراہ طبقہ ہے۔

۱۔ شاتمِ صحابہ رضی اللہ عنہم جس نے قرآن کے ناقل صحابہ رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا اور قرآن کا بھی انکار کردیا کہ اصل قرآن امام مہدی لائیں گے۔

۲۔منکرین حدیث جوعمل کے لیے صرف اورصرف قرآن کو کافی جانتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا منکر ہے۔

۳۔شاتمِ ائمّہ مجتہدین، یہ طبقہ اجماع صحابہ، آثار صحابہ اور ائمّہ مجتہدین کا منکر ہے۔ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری اور جمعہ کے آذان ثانی کو بدعت عثمانی اور ائمہ مجتہدین کو جو کہتا ہے وہ نا قابلِ ذکر ہے۔ پہلی جماعت نے اپنا فقہ الگ سے وضع کیا۔ دوسرے نے حدیث کا انکار کیا تو فقہ کا کیا مقام رہے گا۔ تیسرے نے قرآن وحدیث کا مانا، گرچہ حدیث منسوخ ہو۔اور سنت کا انکار کیا۔ اجماع وآثار صحابہ کا انکار کیا۔ائمّہ مجتہدین کا انکار کیا۔ الغرض ان تمام گمراہ فرقوں کی بنیاد انکار پر ہے۔قرآن کا انکار، حدیث کا انکار، سنت و اجماع وآثار صحابہ کا انکار۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المهديين.** لہٰذا ائمّہ اربعہ کے ماننے والے ہی اہل سنت والجماعت ہیں۔ اللہ ہمیں انعمت علیہم کے اعمال واعتقاد کی استقامت نصیب فرمائے۔ آمین یا ہادی۔

سزا وعقاب خسف یا مسخ

جب ان احوال کا ظہور ہوگا تو ایسے وقت میں ایک سرخ ہوا چلے گی اور اس وقت لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا یا مسخ کا عذاب ہوگا۔

بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ مسخ، یعنی بندر وسور کا بنایا جانا جس طرح پہلی امتوں میں ہوا اس امت میں بھی ہوگا۔ العیاذ باللہ، اور مسخ صوری نہیں بلکہ مسخ معونی ہوگا۔

امام ابن تیمیہؒ کی رائے ہے کہ جب امت حرام امور کو فاسد ورکیک تاویل کے ذریعہ مباح جانے گی تو یہ مسخ ہوگا۔ لیکن اگر اعتقاداً مباح وحلال نہ جانتے ہوئے حرام کا اعتقاد رکھے گی اور عمل کرے گی تو یہ معصیت تو ہوگی مگر اس پر مسخ کا عذاب نہ ہوگا، واللہ اعلم

بعض صالحین کا مشاہدہ

امام خطابیؒ کی رائے ہے کہ مسخ معنوی ہوگا۔ ہاں مسخ صوری کا انکار بھی نہیں کیا

جا سکتا۔ دونوں ہی اس حدیث میں مراد ہوسکتا ہے۔

ہمارے اکابر کی تحقیق

بعض حضرات نے مسخ سے معنوی مسخ اور طبائع کی کجی مراد لی ہے وہ محض باطل اور غلط خیال ہے۔ ہاں یہ بات بھی مسلّم ہے کہ شکلیں اسی وقت مسخ کی جاتی ہیں جب کہ قلوب پہلے مسخ ہوجاتے ہیں۔ پس مسخ کا تعلق صرف ظاہر شکلوں ہی کے ساتھ نہیں ہوتا، باطن پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔﴿اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ انسان جب اپنے باطن میں بندر اور سور کے خصائل اختیار کرلے تو پھر اسکے لیے احسن تقویم کی صورت زیبا نہیں رہتی اور مشیّۃ الٰہیہ کبھی کبھی انکے ظاہر کو بھی باطن کے ہم شکل بنا دیتی ہے تاکہ آئندہ انسان اسکے ذکر سے عبرت حاصل کرے۔

(ترجمان السنہ، ج ۳، ص ۸۸)

بعض اہل اللہ کا مشاہدہ

بعض اہل اللہ اور صاحبِ مشاہدہ متبعِ شریعت علماء عارفین اور راسخین فی العلم والعمل پر منکشف بھی ہوجاتا ہے۔ جہلاء وسفہاء کا انکار قابلِ التفات نہیں، نہ ہی ان کے انکار سے اہلِ مشاہدہ پر فرق آتا ہے۔ اہلِ بصیرت و بینا دیکھتا ہے اور نابینا کور چشم نہیں دیکھتا۔

قطبِ زمانہ حضرت حاجی منظور احمد مصرولیاؒ کا مشاہدہ

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیر سے فرمایا: ایک روز بعد نماز عصر بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔ لوگ قطار در قطار بازار جا رہے تھے، جانے والوں میں اکثر کو دیکھا کہ ان کی شکلیں مسخ ہوکر خنزیر ہیں یا بندر۔ میں جلدی سے اٹھ کر اپنے حجرہ میں چلا گیا تاکہ میری نگاہ ان لوگوں پر نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگا۔ ربّ العزّت ستّار و غفار، میری نگاہ کو لوگوں کے عیوب سے محفوظ رکھ، اور ہم سب کو انسانیت کے محسنِ اعظم محمد ﷺ کی شریعت وسنت کی برکت سے انسان ومسلمان بنادے۔ آمین

علامہ امام ابن قیمؒ نے اغاثۃ اللفھان میں اس پر خوب علمی وتحقیقی بحث کی ہے۔ نیز علامہ سید محمد میاںؒ نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ علماء ومراجعت کریں۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا ایک واقعہ

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادہ ایک مشہور عالم دین اور مفسر ومحدث تھے اور سب سے ممتاز امر یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے، آپ بازار سے گزرتے تو اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیتے تلامذہ میں سے کسی بے تکلف تلمیذ نے سوال کیا حضور والا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ جب تم نے پوچھ ہی لیا تو اس کی وجہ بھی سن لو، جب میں بازار سے گزرتا ہوں تو اکثر لوگوں کی شکل وصورت خنزیر اور بندر کی پاتا ہوں حالانکہ اہل دنیا اسے انسان سمجھتے ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ اہل قریہ سے الگ تھلگ رہتے تھے، بازار میں ان کی آمدورفت کم تھی جب کبھی کوئی ان سے ملنے جاتا اور دعاء کی اپیل کرتا تو وہ یہی دعاء دیتے، کہ اللہ تمہیں انسان بنائے۔ ایک روز ان کے ایک شاگرد نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ حضور سبھی کو ایک ہی طرح کی دعا دیتے ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ انسان تو ہیں، انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگ ان صفات کی وجہ سے جن کی احادیث شریف میں سزا کے طور پر بندر وخنزیر بنا دینے کی وعید آئی ہے۔ اس کا ارتکاب کررہے ہیں اور بہتوں کو بندر اور خنزیر دیکھتا ہوں شاگرد شوخ تھا، اس نے کہا ہم تو ایسا نہیں دیکھتے، پس اس بزرگ نے اپنا عمامہ سر سے اُتار کر اپنے شاگرد کے سر پر باندھ دیا اور فرمایا: بازار جاؤ۔ خبردار کسی سے کچھ کہنا نہیں۔ جو کچھ دیکھو خاموش رہو۔ استاد کا عمامہ سر پر رکھ کر چلا گیا۔ شاگرد نے بھی وہ سب کچھ دیکھا جو کچھ حضرت دیکھتے تھے۔ واپس آکر استاد کی تصدیق کی اور توبہ کرکے ایمان کامل کی کوشش میں مصروف ہوگیا۔ (الاکلیل صفحہ ۳۹۶)

اہلِ ایمان کو چاہیے کہ جن جن اعمال پر مسخ وغیرہ کی سزا مخبر صادق محمد ﷺ نے دی ہے، ان سے پرہیز کریں کچھ بعید نہیں کہ منہیات کے مرتکب کا باطن مسخ ہوجاتا ہو۔ جو اہل اللہ پر منکشف ہوجاتا ہو۔ اس میں نہ تو حدیث کی توجیح کرنی پڑے گی نہ ہی اہل اللہ کے مکاشفہ کا انکار۔ اللہ تعالیٰ ہماری ستاری فرمائے۔ **اَللّٰھُمَّ سْتُرْ عَلَیْنَا وَلَا تُزِغْ قُلُوْبُنَا وَ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرُنَا، اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنُ۔**

وعظ سے خود کو فائدہ ہو تو وعظ کہو! ورنہ خاموش رہو

(٩١٦) و للدیلمی عن أبی موسی:

"أَوْحَی اللّٰهُ إِلٰی عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ: عِظْ نَفْسَکَ بِحِکْمَتِیْ ، فَإِنِ انْتَفَعْتَ فَعِظِ النَّاسَ، وَ إِلَّا فَاسْتَحْیِی مِنِّیْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ١٥/٤٣١٥٦، وفی الاتحافات ٥٣٩)

(٩١٦) ترجمہ: ابوموسیٰ سے روایت ہے، اللہ پاک نے عیسیٰ بن مریم پر وحی نازل فرمائی: اے عیسیٰ بن مریم! اپنے آپ کو میری حکمت کی باتوں سے سنوارو اگر اس سے خود کا فائدہ محسوس کرو تو لوگوں کو وعظ ونصیحت کرو، ورنہ پھر وعظ کہنے سے میرے سامنے حیا و شرم کرو۔

واعظ و ناصح مخلص ہو

واعظ و ناصح کو مخلص و باعمل ہونا چاہیے۔ مخلص باعمل خود بھی وعظ سے نفع اٹھاتا ہے اور عالم کو سیراب کرتا ہے، حدیث میں جو آیا ہے کہ اگر خود کو نفع نہ ہو تو اس کو حق تعالیٰ سے حیا و شرم کرنی چاہیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وعظ ونصیحت چھوڑ دینا چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ شرم و حیا کرکے جو عمل قابو میں نہیں آسکا اس عمل کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ شروع کردینا چاہیے اور عملی قدم کو استقامت کے ساتھ جمادینا چاہیے تاکہ اس عمل کی دعوت وتبلیغ میں قوت اور جان آجائے۔ اللہ سے شرم وحیا کرے یعنی عمل کو درست کرے۔ واللہ اعلم

بے عمل عالم

جو عالم لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا وہ اس چراغ کی طرح ہے جس کی بتّی جلتی رہتی ہے لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے، لیکن بتّی خود جل جاتی ہے۔

(ابن کثیر عن الطبرانی فی المعجم الکبیر)

قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کی اس بات پر ملامت و مذمت کی ہے جو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو یہ تلقین کرتے کہ تم محمد ﷺ کی پیروی کرتے رہو اور دین اسلام پر قائم رہو۔ مگر خود خواہشات نفسانی سے مغلوب ہوکر اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

(ترجمہ) کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو۔

مگر آیت میں عموم کے اعتبار سے ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو نیکی و بھلائی کی ترغیب دے، مگر خود عمل نہ کرے، دوسروں کو اللہ سے ڈرائے اور خود نہ ڈرے۔ دوسروں کو تقویٰ وطہارت قلب کی ترغیب دے اور خود غفلت کا شکار ہو، دوسروں کو سلامتی قلب اور حسد وکینہ سے پرہیز کرنے کی تلقین کرے اور خود اس سنگین بیماری میں مبتلا ہو، الغرض اولیٰ وافضل یہی ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر پہلے ہو۔ اپنے آپ کو مخاطب بنائے اپنے نفس کو مہذب کرے تاکہ دوسروں کے قلوب پر اس کی طہارت ونفاست کا واضح اثر ہو۔

علمائے یہود کے کرتوت

بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ ہم خود بھی احکام پر عمل کریں، جب ہماری ہدایت کے

موافق بہت سے آدمی اعمال شریعت بجالاتے ہیں تو بحکم قاعدہ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس آیت میں دونوں کا بطلان فرمادیا گیا اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہیے یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔ (تفسیر عثمانی)

واعظ جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جائیں گے

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو کہا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے خطیب اور واعظ و عالم ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے، باوجود علم کے سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بے عمل مبلغ کی سزا

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا، آگ میں اس کی انتڑیاں اور اوجھ سب نکل پڑے گا، پھر اس کے پیچھے اس طرح گھومے گا جیسا کہ گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے اس کا یہ حال دیکھ کر دوزخ والے اس کے گرد جمع ہوجائیں گے اور پوچھیں گے تیرا کیا حال ہے تو تو ہمیں بھلی بات بتلایا کرتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا وہ کہے گا: ہاں! میں تمہیں بری بات سے روکتا تھا اور خود اسی میں مبتلا تھا۔ (تفسیر مظہری)

ابن عساکرؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض جنتی بعض دوزخیوں کو آگ میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ تم آگ میں کیونکر پہنچ گئے؟ حالانکہ ہم تو اللہ کی قسم انہی نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل ہوئے ہیں جو ہم نے تم سے سیکھے تھے، اہل دوزخ کہیں گے، ''ہم زبان سے کہتے ضرور تھے، لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے''۔ (ابن کثیر)

کیا فاسق وعظ و نصیحت نہیں کر سکتا؟

لیکن مذکورہ بیان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بے عمل یا فاسق کے لیے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے، کیونکہ کوئی اچھا عمل الگ نیکی ہے، اور اس اچھے عمل کی تبلیغ دوسری مستقل نیکی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک نیکی کو چھوڑنے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے۔ جیسے ایک شخص اگر نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لیے لازم نہیں کہ وہ روزہ بھی ترک کردے، بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دوسروں کو نماز پڑھنے کے لیے بھی نہ کہے۔ اسی طرح کسی ناجائز فعل کا ارتکاب الگ گناہ ہے، اور اپنے زیر اثر لوگوں کو اس ناجائز فعل سے نہ روکنا دوسرا گناہ ہے، اور ایک گناہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا گناہ بھی ضرور کیا جائے۔ (روح المعانی)

چنانچہ امام مالکؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ہر ایک شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گنہگار ہو، جب گناہوں سے خود پاک ہو جاؤں گا تو لوگوں کو تبلیغ کروں گا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تبلیغ کرنے والا کوئی بھی باقی نہ رہے گا، کیونکہ ایسا کون ہے جو گناہوں سے بالکل پاک ہو۔ در جہان گناہ نہ کرد چیست بگو۔

حضرت حسنؒ کا ارشاد ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ لوگ اسی غلط خیال میں پڑ کر تبلیغ کا فریضہ چھوڑ بیٹھیں، (قرطبی) حکیم الامت تھانویؒ تو فرماتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی بری عادت کا علم ہوتا ہے، تو میں اس عادت کی مذمت اپنے مواعظ میں خاص طور سے بیان کرتا ہوں تاکہ وعظ کی برکت سے یہ عادت جاتی رہے...... خلاصہ یہ کہ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ بے عمل آدمی کو وعظ کہنا جائز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے۔ (معارف القرآن ۱/۲۱۹)

جس نیک کام کے خود کرنے کی ہمت و توفیق نہیں ہے اس کی طرف دوسروں کو

بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہ چھوڑے۔اس وعظ ونصیحت کی برکت سے کسی وقت اس کو بھی عمل کی توفیق ہو جائے گی۔ (معارف القرآن ج۸ صفحہ ۴۲۵)

حاصل یہ ہے کہ مصلح کو صالح ہونا ہی چاہیے تاہم اگر کسی وجہ سے نہ ہو تو بھی اگر ایک بے نمازی دوسرے کو نماز کی ترغیب دے تو یہ مستقل ایک نیکی ہے۔شرابی اگر دوسرے کو روکے تو یہ ایک مستقل نیکی ہے۔یہی سبب بن جائے گا خود کے عمل صالح کا۔ واللہ اعلم! (ثمین)

اعمالِ صالحہ فضلِ حق سے وجود میں آتا ہے اور تائیدِ حق نہ ہو تو خلل وفتور واقع ہوتا ہے

(۹۱۷) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال:

”مَا أَصَابَ دَاوٗدَ مَا أَصَابَهُ بَعْدَ الْقَدَرِ إِلَّا مِنْ عُجُبِ عَجِبَ بِهِ مِنْ نَفْسِهِ؛ وَ ذٰلِکَ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَبِّ! مَا مِنْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَ لَا نَهَارٍ إِلَّا وَ عَابِدٌ مِنْ آلِ دَاوٗدَ يَعْبُدُکَ ، يُصَلِّی لَکَ أَوْ يُسَبِّحُ أَوْ يُكَبِّرُ، وَ ذَكَرَ أَشْيَاءَ فَكَرِهَ اللّٰهُ ذٰلِکَ ، فَقَالَ: يَا دَاوٗدُ إِنَّ ذٰلِکَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا بِیْ، فَلَوْ لَا عَوْنِیْ مَا قَوِيْتَ عَلَيْهِ، وَ جَلَالِیْ لَأَكِلَنَّکَ إِلٰى نَفْسِکَ يَوْمًا، قَالَ: يَا رَبِّ! فَأَخْبِرْنِیْ بِهِ فَأَصَابَتْهُ الْفِتْنَةُ ذٰلِکَ الْيَوْمَ.“ [ضعيف] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج۲ ص ۴۳۳)

عُجب کا فتنہ بہت سنگین ہے

(۹۱۷) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: تقدیر کے بعد جو چیز داؤد علیہ السلام کے خلل عبادت کا سبب بنی وہ عجب ہی ہے، کہ وہ اپنے نفس پر عجب میں مبتلا ہو گئے کہ ایک روز ربّ العزّت سے کہنے لگے کہ: کوئی ایک گھڑی بھی رات و دن کی خالی نہیں جاتی مگر یہ کہ آل داؤد کا کوئی شخص عبادت میں مشغول رہتا ہے یا نماز پڑھتا ہے یا اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتا ہے یا تکبیر میں منہمک اور بھی دوسری عبادت کا انھوں نے ذکر کیا۔

یہ بات حق تعالیٰ کو پسند نہ آئی تو حق جل مجدہ نے فرمایا: اے داوٗدؑ یہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ سب کا سب میری جانب سے تم پر فضل کا ہونا ہے، اگر میری مدد نہ ہوتو تم ان اعمال کی قدرت و طاقت ہی نہیں رکھتے (اور یہ اعمال تم سے صادر ہی نہ ہوں) مجھ کو جلالت شان کی قسم میں تم کو ایک دن تمہارے نفس کے حوالہ کر دوں گا۔ داوٗد علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت مجھ کو اس سے باخبر کر دے، تو داوٗد علیہ السلام اسی دن خلل عبادت کے فتنہ میں گرفتار کر دیے گئے یا ہو گئے۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۴۳۳/۲)

آزمائش کا سبب

یعنی اس قصہ کے بعد داوٗدؑ کو تنبیہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لیے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے جھک پڑے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ خطا معاف کر دی۔ داوٗدؑ کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کیے ہیں۔ مگر حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ **قد ذکر المفسرون ھٰھنا قصة. اکثرھا ماخوذ من الاسرائیلات و لم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث یجب اتباع** ۔ اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے ان قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابو حیان وغیرہ نے ان قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباس سے منقول ہے۔ یعنی داوٗدؑ کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داوٗدؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داوٗدؑ کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لیے کہا کہ انھوں نے روز و شب کے چوبیس گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا ان کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے

حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی، ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہوتو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ (ہزار کوشش کرے نہیں نبھا سکے گا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دوں گا (یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا نظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤدؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار مجھ اس کی خبر کر دیجیے بس اسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔

(اخرج هذا الاثر الحاكم فی المستدرك وقال صحيح الاسناد و اقربه الذهبی فی التلخيص)

یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہیے کہ جس وقت داؤدؑ عبادت میں مشتغل ہوں باوجود پوری کوشش کے مشتغل نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤدؑ کو گھبرا دیا اور ان کے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤدؑ کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا لفظ 'فتنہ' کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے حضور ﷺ نے ممبر پر دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھا لیا اور فرمایا: **صدق اللّٰه انما اموالکم اولادکم فتن** ۔ بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ "اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا۔" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی۔" اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا"۔ تو اللہ کہتا ہے۔ "اور تو نے عمل کیا تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی" (مدارج السالکین ص۹۹ ج۱)۔ اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤدؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے

ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشتغل نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکرِ الٰہی سے ذہول و آزمائش

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بہت ہی واضح طور پر ارشاد فرمادیا: ﴿وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ﴾ نیکیاں تمام کی تمام حق جل مجدہ کے فضل و توفیق سے بندہ سے صادر ہوتی ہے۔ اگر ایک لمحہ بھی تائید و نصرت ربّانی نہ ہو تو بندہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام ربّ العزّت کی جناب میں یہ عرض کر چکے ہیں کہ گھر کا کوئی نہ کوئی فرد ہر وقت ضرور ذکر و تسبیح، عبادت اطاعت میں مشغول رہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا داؤد یہ سب کی سب میری توفیق سے ہے۔ تمہارے بس میں کچھ بھی نہیں۔ ایک دن میں تمھیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں گا، اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ جو وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے مشغول عبادت ہونے کا تھا، دو فریق دیوار پھاند کر ان کے عبادت خانہ میں داخل ہو گئے، اس ناگہانی قضیہ سے ان کے اوقات عبادت کا نظم مختل ہو گیا، حضرت داؤد علیہ السلام جھگڑا چکانے میں مشغول ہو گئے، آلِ داؤد علیہ السلام کا کوئی اور فرد بھی اس وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف نہ تھا۔ اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبّہ ہوا کہ وہ فخر یہ کلمہ جو زبان سے نکل گیا تھا، یہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی، اس لیے آپ نے استغفار فرمایا اور سجدہ ریز ہو گئے۔ اسی کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ اپنے اعمال و اذکار پر نگاہ نہ کرے بلکہ فضلِ الٰہی اور توفیق ربّانی کا بصد زبان حال سے شکر بجالائے جس نے اس کو دائمی توفیق سے نوازا ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ دائمی ذکر میں خلل کا آجانا عظیم فتنہ ہے اسی لیے مشائخ نقشبند رحمہم اللہ کے یہاں اعتبار ہی دائمی ذکر کا ہے۔

مومنا ذکر خدا بسیار گو تا بیابی در دوعالم آبرو
ذکر گو ذکر تاترا جان است پاکئ دل زذکر رحمٰن است
گرتو خواہی زندگی جاوید باش ذکر او کن ذکر اوکن ذکر او
ذکر او سرمایۂ ایمان بود ہر گداز ذکر او سلطان بود

جس کو کہتے ہیں ہونا، اس کا ہونا کچھ نہیں فقر میں پستی یہی ہے، اور پستی کچھ نہیں
نیستی، ہستی ہے یاروں، اور ہستی کچھ نہیں ہو کے ویرانہ کے آگے ہی کی بستی کچھ نہیں

داؤد علیہ السلام نے فرمایا مجھ کو خطرہ ہے میرا قدم پھسل نہ جائے

(۹۱۸) لابن مردویہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ذکر النبی ﷺ یوم القیامة فعظّم شأنه و شدته قال:

"وَ یَقُوْلُ الرَّحْمٰنُ لِدَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُرّ بَیْنَ یَدَیَّ، فَیَقُوْلُ دَاؤٗدُ: یَا رَبِّ! أَخَافُ أَنْ تَدْحَضَنِیْ خَطِیْئَتِیْ فَیَقُوْلُ: مُرّ مِنْ خَلْفِیْ، فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ أَخَافُ أَنْ تَدْحَضَنِیْ خَطِیْئَتِیْ ، فَیَقُوْلُ: خُذْ بِقَدَمِیْ فَیَأْخُذُ بِقَدَمِهٖ فَیَمُرُّ، قَالَ: فَتِلْکَ الزُّلْفٰی اَلَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَ حُسْنَ مَآبٍ﴾"
(کما فی الاتحافات/۸۶۲)

قربِ خاص اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی

(۹۱۸) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کا تذکرہ فرمایا: تو قیامت کے دن کی بے کسی و بے بسی کی غیر معمولی ہولنا کی وشدت اظہار فرمائی اور آں حضور ﷺ نے فرمایا کہ: رحمٰن تبارک وتعالیٰ داؤد علیہ السلام سے فرمائے گا: میرے سامنے سے گزر جا۔ داؤد علیہ السلام عرض کریں گے: مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں میرے گناہ کے سبب میرا قدم پھسل نہ جائے یا میں لڑکھڑا کر گر نہ جاؤں۔
حق جل مجدہ کا ارشاد ہوگا: اے داؤد! میرے پیچھے سے گزر جا۔ داؤد علیہ السلام

عرض کریں گے: رب تبارک وتعالیٰ مجھ کو خطرہ ہے کہ میرے قدم گناہ کے سبب پھسل نہ جائیں اور لڑکھڑا نہ جاؤں۔حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: اچھا میرے دونوں قدم کو تھام لے اب داؤد علیہ السلام حق جل مجدہ کے قدم کو تھام کر گزر جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی وہ زلفی ہے جس کا تذکرہ ربّ العالمین نے اپنے کلام ﴿و ان لـه عندنا لزلفی و حسن مآبٍ﴾ میں فرمایا ہے اور ہمارے یہاں ان کے لیے خاص قرب اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا مقامِ بلند و رتبۂ عالیہ

حضرت داؤد علیہ السلام کو حق جل مجدہ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے گزر جاؤ تو انھوں نے فرمادیا کہ میرا گناہ میرے قدم کو جمنے نہیں دے گا۔پھر ارشاد ہوا کہ میرے پیچھے سے گزر جاؤ تو بھی انھوں نے یہی عذر پیش کیا۔تو حق جل مجدہ نے فرمایا میرے قدم کو تھام کر گزر جاؤ...... ربّ العزّت کی ذات عالی صفات انسانی شعور سے وراء الوراء ہے۔آگے یا پیچھے اس ذات کے لیے یکساں ہیں۔اس کی شان ہے۔

ھو الاول قبل کل شئی	وہ ہر چیز سے پہلے ہے
ھو الآخر بعد کل شئی	وہ ہر چیز کے فنا کے بعد بھی باقی ہے
و ھو الظاھر فوق کل شیء	وہ ہر چیز کے ظہور پر اس سے زیادہ عیاں ہے
و ھو الباطن دون کل شیء	وہ ہر چھپی ہوئی چیز سے زیادہ وہاں موجود ہے

یعنی کوئی اس سے کسی بھی مخفی مقام پر چھپ نہیں سکتا نہ اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک طرف ربّ العزّت کی عظمت و کبریائی، ہیبت وجلال الٰہی کا غلبہ تھا اور دوسری طرف اپنی نیستی وپستی کا، اس قدر غلبہ کہ پہلے ہی ڈر گئے کہ قدم نہ اُٹھ سکیں گے اور پھر یہ احساس بھی دامن گیر ہونے لگا کہ میرے گناہ کے سبب سے یہ میرا حال ہوگا، چنانچہ انھوں نے ربّ العزّت کی بارگاہ میں یہ عذر نہیں پیش کیا کہ آپ کی عظمت وکبریائی، ہیبت وجلالِ الٰہی سے گزرنے سے مانع اور رکاوٹ بن رہی ہے۔عذر یہ پیش کیا

کہ میرے گناہ میرے قدم کولڑکھڑا دیں گے، قدم لرز جائے گا۔ جم کر نہ گزر سکوں گا۔

حق جل مجدہ نے جان لیا کہ داوٗدؑ پر عبدیت اور نیستی کا غلبہ ہے ارشاد ہوا پھر قدم تھام لو، اس میں اشارہ تھا من جانب اللہ عضو وتسامح اور درگزر کا۔ اور حضرت داوٗد علیہ السلام بھی چاہتے تھے کہ اظہار عبدیت وبندگی کی راہ سے حاضری و باریابی ہو، کیونکہ قدم میں گر جانا حق جل مجدہ کے حکم سے ہے۔ ہماری زبان میں بھی کہتے ہیں کہ فلاں کے قدم میں گر جا۔ تیرا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ الغرض حضرت داوٗد علیہ السلام کی بارگاہ بے نیاز میں بندگی وعبدیت کے ساتھ باریابی بھی ہوگئی۔ اور حضور حق کی جانب سے جو حکم ملا تھا، اس کی تعمیل بھی ہوگئی۔ حق تعالیٰ نے اسی کو قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَ حُسۡنَ مَاٰبٍ﴾ (سورۃ ص۔۲۴)

اوراس کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اوراچھا ٹھکانہ۔

یعنی بدستور مقرب بارگاہ ہیں، اس غلطی سے تقرب اور مرتبہ میں فرق نہیں آیا، صرف تھوڑی سی تنبیہ کردی گئی ہے۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی سی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے، **حسنات الابرار سیئات المقربین۔** (تفسیر عثمانی)

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے ضمن میں ایک اثر مالک بن دینارؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو عرش کے پایہ کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور ارشاد ہوگا اے داوٗدؑ آج اسی نرم وخوبصورت آواز میں میری بزرگی و پاکی بیان کرو جس دلکش آواز سے دنیا میں میری تمجید وتحمید کیا کرتے تھے، وہ عرض کریں گے ربّ العزّت کیسے کروں کہ آپ نے وہ حسنِ آواز تو لے لیا۔ حق جل مجدہ فرمائے گا۔ آج میں وہی حسن صوت واپس دیتا ہوں، تو وہ آواز بلند کریں گے جس سے تمام اہل جنت ہمہ تن مشغول ہوکر ان کی آواز کو سنیں گے۔ واللہ اعلم!

داوٗد علیہ السلام کا تقدس مسلّم اور اسرائیلات غیر معتبر

(۹۱۹) و لابن عساکر عن أنس ﷺ سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول:

”إِنَّ دَاوٗدَ حِيْنَ نَظَرَ إِلَى الْمَرْأَةِ وَ هَمَّ، قَطَعَ عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَ أَوْصٰى

صَاحِبَ الْبَعْثِ. فَقَالَ: إِذَا حَضَرَ الْعَدُوُّ فَقَرِّبْ فَلانًا بَيْنَ يَدَىِ التَّابُوْتِ، وَ كَانَ التَّابُوْتُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانَ يُسْتَنْصَرُ بِهٖ، مَنْ قُدِّمَ بَيْنَ يَدَىِ التَّابُوْتِ لَمْ يَرْجِعْ حَتّٰى يُقْتَلَ أَوْ يَنْهَزِمَ عَنْهُ الْجَيْشُ، فَقُتِلَ زَوْجُ الْمَرْأَةِ ، وَ نَزَلَ الْمَلَكَانِ عَلٰى دَاؤُدَ يَقُصَّانِ عَلَيْهِ قِصَّتَهُ، فَفَطَنَ دَاؤُدُ، فَسَجَدَ فَمَكَثَ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً سَاجِدًا، حَتّٰى نَبَتَ الزَّرْعُ مِنْ دُمُوْعِهٖ عَلٰى رَأْسِهٖ ، وَ أَكَلَتِ الْأَرْضُ جَبِيْنَهُ، يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ: زَلَّ دَاؤُدُ زَلَّةً أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ، رَبِّ إِنْ لَمْ تَرْحَمْ ضَعْفَ دَاؤُدَ وَ تَغْفِرْ ذَنْبَهُ جَعَلْتَ ذَنْبَهُ حَدِيْثًا فِي الْخُلُوْفِ مِنْ بَعْدِهٖ، فَجَاءَهُ جِبْرِيْلُ بَعْدَ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُ: يَا دَاؤُدُ! قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ الْهَمَّ الَّذِىْ هَمَمْتَ ، قَالَ دَاؤُدُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ أَنْ يَغْفِرَ لِي الْهَمَّ الَّذِىْ هَمَمْتُ بِهٖ، وَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ اللّٰهَ عَدْلٌ لَا يَمِيْلُ فَكَيْفَ بِفَلانٍ إِذَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ يَا رَبِّ! دَمِي الَّذِىْ عِنْدَ دَاؤُدَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: مَا سَأَلْتُ رَبِّىْ عَنْ ذٰلِكَ، وَ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ ، قَالَ: نَعَمْ، فَعَرَجَ جِبْرِيْلُ، فَسَجَدَ دَاؤُدُ ، فَمَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالَ: سَأَلْتُ اللّٰهَ يَا دَاؤُدُ عَنِ الَّذِىْ أَرْسَلْتَنِيْ إِلَيْهِ ، فَقَالَ: قُلْ لِدَاؤُدَ إِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ هَبْ لِيْ دَمَكَ الَّذِىْ عِنْدَ دَاؤُدَ، فَيَقُوْلُ: هُوَ لَكَ يَا رَبِّ! فَيَقُوْلُ: فَإِنَّ لَكَ فِي الْجَنَّةِ مَا اشْتَهَيْتَ وَ مَا شِئْتَ عِوَضًا.“

[ضعيف جدًا] (كما فى كنز العمال ج١٢/٣٥٥٧٧)

(۹۱۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہوئے کہ: داؤد علیہ السلام نے جس وقت ایک خاتون کو دیکھا تو ان کے دل میں کچھ خیال آیا۔ بنی اسرائیل سے علیحدہ ہوگئے اور سربراہ فوج کو وصیت کی کہ جب دشمن سے جنگ ہو تو فلاں شخص کو تابوت کے قریب کر دو۔ کیونکہ تابوت کے ذریعہ دشمنوں پر مدد ملتی تھی اور جو شخص تابوت کے قریب ہوتا وہ پیچھے پلٹ نہیں سکتا تھا یہاں تک کہ قتل ہو جائے یا پھر دشمن پر غلبہ ہو جائے۔ یعنی تابوت کے قریب والے شخص کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ فتح و

ظفر کے حاصل ہونے تک لڑتا رہے اگر فتح وظفر سے پہلے اس شخص کو دشمن قتل کر دیں تو بھی ہٹنے اور پلٹنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر وہ شخص قتل کر دیا گیا۔ پس دو فرشتے داؤد علیہ السلام کے پاس نازل ہوئے اور پورا قصہ نقل کیا جو ان سے صادر ہوا تھا پس داؤد علیہ السلام شرمندہ ہوئے اور سجدہ ریز ہوگئے اور چالیس روز تک سجدہ کی ہی حالت میں رہے، یہاں تک کہ ان کے آنسو سے گھاس اُگی اور اتنی لمبی ہوگئی کہ ان کے سر پر چھا گئی اور زمین نے ان کی پیشانی کے گوشت کو کھا لیا، وہ سجدہ میں کہتے تھے کہ: داؤد سے ایسی لغزش ہوئی ہے جو مشرق ومغرب سے زیادہ دوری اور بُعد رکھتی ہے (یعنی مشرق ومغرب کی مسافت سے زیادہ بعید اور دور ہے) اے رب اگر آپ داؤد کی کمزوری پر رحم نہ کریں گے اور اس کے گناہ کی مغفرت نہ کریں گے تو لوگ اس کے گناہ کی باتیں اس کے بعد نسلوں تک کرتے رہیں گے۔ پس چالیس راتوں کے بعد جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے داؤد اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس گناہ کے ارادہ کو معاف کر دیا جو آپ نے سوچا تھا۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا: میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ میرے سوچے ہوئے گناہ کو معاف کر دیں جو میں نے ارادہ کیا تھا اور میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عادل ہیں کسی کی جانب داری نہیں کریں گے، مگر فلاں شخص جب قیامت کے دن آئے گا اور عرض کرے گا کہ: یا اللہ میرا خون داؤد کے پاس ہے اس کا کیا بنے گا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے حق تعالیٰ سے اس کا سوال تو نہیں کیا۔ اگر آپ کی خواہش ہے تو ضرور اس بات کا سوال بھی کروں گا۔ انھوں نے فرمایا: ہاں ضرور معلوم کر لینا۔ جبریل علیہ السلام حق تعالیٰ کے پاس گئے اور ادھر داؤد علیہ السلام سجدہ ریز ہوگئے اور اسی حال میں رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا: اے داؤد میں نے اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا، جس کام کے لیے آپ نے مجھ کو بھیجا تھا۔ تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: داؤد سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور پھر حق تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا تیرا جو خون داؤد کے ذمہ ہے مجھ کو ہبہ کر دے وہ شخص

عرض کرے گا یا اللہ وہ آپ کو ہبہ کر دیا۔اب اللہ تعالیٰ اس شخص سے ارشاد فرمائے گا: تیرے لیے جنت میں وہ سب ہے جس کی تجھے خواہش ہو اور تو جو بھی چاہے وہ سب اس خون کے عوض و بدلہ میں۔ (کنز العمال ۱۲/۷۷۔۲۵۵)

انبیاء علیہم السلام کا تقدس اجماعی مسئلہ ہے

اس واقعہ کا تعلق اسرائیلات سے ہے۔ داؤد علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کا تقدس اجماعی مسئلہ ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، اس میں اور بھی اخلاقی نقص ہے کسی بھی نبی سے اس قسم کے واقعات کا صادر ہونا عصمت و نبوت کے منافی ہے۔ مثلاً غیر کی بیوی کو غلط ارادہ سے دیکھنا، پھر کسی منکوحہ کے شوہر کو ایک پروگرام کے تحت قتل کرانا۔ اس قسم کے بے سر و پاء کے واقعہ کو اسرائیلات اور غیر ثابت حقیقت ہی کہا جا سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس قسم کی اسرائیلات سے متأثر ہو کر انبیاء علیہم السلام کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ نہ ہم ان کے ساتھ ہیں نہ ہی ہم ان کی تائید کرتے ہیں، ہمارا مسلک متفق علیہ اہلسنّت والجماعت کے عقیدہ کے ساتھ ہے۔ اگر انبیاء ہی کو اخلاقی معیار سے ساقط کر دیا جائے گا تو پھر ہمارے لیے اسوہ کون رہے گا۔ اللہ ہمیں اپنی مرضیات پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین!

حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے نبی بنایا اور جس فتنہ میں ان کو آزمایا گیا تھا حق تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا، اب اس واقعہ کی جستجو و تحقیق جبکہ اللہ ربّ العزّت نے ہی اس کو پوشیدہ رکھا تو ہم کیوں اس کی خواہ مخواہ جستجو کریں اور وہ بھی اسرائیلیات اور لغو بنیادوں کی بناء پر۔

قلب کی ستھرائی خاصانِ حق کا مقام ہے

(۹۲۰) للبیھقی و ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ دَاوٗدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْمَا یُخَاطِبُ رَبَّهٗ: یَا رَبِّ! أَیُّ عِبَادِکَ أَحَبُّ

إِلَيْکَ أُحِبُّهُ بِحُبِّکَ، قَالَ: يَا دَاؤُدُ! أَحَبُّ عِبَادِیْ إِلَيَّ نَقِیُّ الْقَلْبِ وَ نَقِیُّ الْکَفَّيْنِ لَا يَأْتِیْ إِلٰی أَحَدٍ سُوْءً ا، وَ لَا يَمْتَنِی بِالنَّمِيْمَةِ، تَزُوْلُ الْجِبَالُ وَ لَا يَزُوْلُ، أَحَبَّنِیْ وَ أَحَبَّ مَنْ يُحِبُّنِیْ، وَ حَبَّبَنِیْ إِلٰی عِبَادِیْ قَالَ: يَا رَبِّ! إِنَّکَ لَتَعْلَمُ أَنِّیْ أُحِبُّکَ وَ أُحِبُّ مَنْ يُحِبُّکَ، فَکَيْفَ أُحَبِّبُکَ إِلٰی عِبَادِکَ، قَالَ: ذَکِّرْهُمْ بِآلَائِیْ وَ بَلَائِیْ وَ نَعْمَائِیْ ، يَا دَاؤُدُ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُعِيْنُ مَظْلُوْمًا أَوْ يَمْشِی مَعَهُ فِی مَظْلِمَتِهِ إِلَّا أُثَبِّتُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ تَزُوْلُ الْأَقْدَامُ.“

(کما فی کنز العمال ج ۱۵ / ٤٣٤٦٧)

(۹۲۰) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت داوٗد علیہ السلام نے پروردگار عالم سے عرض کیا: باری تعالیٰ آپ اپنے بندوں میں سب سے زیادہ کس بندہ سے محبت کرتے ہیں، میں بھی تیری محبت کی وجہ سے اس سے محبت رکھوں گا، حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب قلب کا صاف ستھرا (کہ لوگوں پر ہاتھ سے زیادتی نہ کی ہو) کسی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آیا ہو، غیبت، چغل خوری کرنے والا نہ ہو، اور نیکی و بھلائی پر ایسا ثابت قدم، کے پہاڑ ہل جائے مگر وہ نہ ہٹے صرف مجھ کو ہی دوست رکھے اور اس سے دوستی رکھے جو مجھ سے دوستی رکھتا ہے اور میرے بندوں کے دلوں میں میری محبت پیدا کرے۔ ایسا بندہ تمام بندوں میں محبوب ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے پھر عرض کیا: یا اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتا ہے، مگر تیرے بندوں کے دلوں میں تیری محبت پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یعنی تیرے بندوں کے دلوں میں تیری محبت کس طرح پیوست ہوسکتی ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے داوٗدؑ! میرے ان بندوں کو جو راہ سے بے راہ ہیں، راہ پر لگنے کیلیے، عبادت و اطاعت کی زندگی گزارنے کیلیے، گناہ و معصیت سے توبہ کرنے کے لیے اور اپنی ہی آخرت سنوارنے کے لیے، میری قدرت کی نشانیوں کو میری ان تمام نعمتوں کو جو بندہ ہر وقت استعمال کرتا ہے جس کے بغیر

ایک سانس بھی زندگی بسر نہیں کرسکتا میری پکڑ، میرے عذاب وعقاب شدید، میرے امتحانات واختبارات کی سخت گھڑیوں کو یاد دلا کر سرکشوں کو عبادت واطاعت پر آمادہ کیجیے۔ یہ ہے میرے بندوں کے دل میں میری ذات سے محبت پیدا کرنا۔ اے داؤد! جب کوئی بندہ کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے یا مظلوم کی حاجت روائی کیلیے جاتا ہے تو قیامت کے دن اس کے دونوں پاؤں کو پل صراط پر جما دوں گا، ثابت رکھوں گا، جبکہ لوگوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا نور صاف وستھرے قلب میں ہی جگہ پاتا ہے

اللہ پاک کی مخلوق میں انسان کا جو مقام ہے وہ تو معلوم ہے، مگر اس میں حق تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ بندہ یا بندی پسند ہے؛ جو قلب کا صاف ہو کہ غیر اللہ کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو، مخلوق کی طرف سے حسد، بغض وعناد، غل وغش کا شائبہ نہ ہو، ایسا قلب، اور ایسا ہاتھ جس سے منکرات کا ارتکاب نہ ہوا ہو، خواہ وہ معصیت ومنکر حدودالٰہیہ میں ہوں یا حقوق العباد کی جنس سے ہر دوسے ہاتھ پاک ہو۔ پھر ظاہر وباطن سے کسی کے ساتھ برا کرنا تو درکنار برا سوچنا بھی نہ ہو، اذیت وتکلیف پہنچانا تو دور، خیر وبھلائی کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا ہو، ظاہر وباطن کا ایسا دلیر وقوی الہمت ہو کہ نمیمہ وچغل خوری کی نحوست سے پاک ہو، راسخ الایمان والاعمال ایسا ہو کہ پہاڑ اپنے مقام سے ہٹ جائے مگر اس کے اعمال واخلاق میں جنبش بھی نہ آئے۔ اللہ پاک ہی سے سب کچھ ہونے کا یقین، غیروں سے کچھ نہ ہونے کا یقین کے ساتھ صرف اور صرف دل میں اللہ پاک ہی کی محبت ہو، دوسرے کسی کی بھول سے بھی محبت نہ آئے۔ دل ایک ہے تو دو کی محبت کیسے ہوسکتی ہے؟ یا خالق کی محبت ہوگی یا مخلوق کی، خالق شرکت غیر کو گوارہ نہیں کرتا، کہ وہ بے نیاز ہے۔

مخلوق میں اگر کسی سے محبت بھی ہو تو محض اس لیے کہ وہ شخص اللہ پاک سے محبت کرتا ہے اور یہ اللہ پاک کی محبت کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے، یعنی محبوبان ومقربان بارالٰہ سے دوستی اس لیے رکھے کہ وہ اللہ پاک کے محبوب بندے ہیں، ساتھ ہی وہ بندے

جو حق تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے دور ہیں اور خالق کی دراصل بغاوت اورنافرمانی و ناشکری پر جمے ہوئے ہیں، ان لوگوں کو راہ حق کی روشن دلیلیں اورقدرت الٰہیہ کی بے مثال نظیریں، نعماء ربانی کی ان گنت رحمتیں، اختبار وامتحان کی مختلف قسمیں، عذاب وعقاب کی لاتعداد شکلیں، داعی کو پہلے طریق حق کی دلیلیں پیش کرنی چاہیے، پھر قدرت کی انواع واقسام کے براہین ودلائل، تمام مخلوقات کی ہر نوع وصنف میں قدرت کی کرشمہ سازیاں، چھوٹی سی چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، سبھی مناسب ہاتھ پاؤں منھ زبان، پھر اس میں دل، اور دل میں ایک زندہ روح کو متحرک کون ذات کرسکتی ہے؟ اللہ ربّ العالمین۔

کائنات میں انسان کی ضرورت کی ہر چھوٹی سے بڑی تمام اشیاء وافر مقدار میں کس نے مہیا کیے؟ اتنے لمبے چوڑے آسمان کو، بلا کسی ستون کے کس نے بنایا؟ سمندر کی تہوں میں موجوں کی شدید طغیانی کو کون حرکت دیتا ہے؟ اگر کوئی نہ مانے پھر بتلائے کہ دیکھو: جس نے مان لیا، بن گیا، سنور گیا، جس نے نہیں مانا تو بادشاہِ وقت پر ایک لنگڑے مچھر کی فوج کو مسلط کر کے ہلاک کر دیتا ہے، اور خدام سے بغیر جوتے کھائے سکون نہیں ملتا، یہ ہیں اس کے عذاب کی خاموش اور محیر العقول قسمیں، جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ سرکشی پر جم گیا ہے اور عاجز بے اسباب بغاوت پر آرہا ہے، تو ملک ومال کے نشے میں ہلاک کر دیتا ہے، منصب واقتدار کے باوجود سولی پر لٹکا دیتا ہے اور ماننے والوں کو تاریک اندھیری کوٹھری سے نکال کر بادشاہ وقت بنا دیتا ہے، اس لیے مان کر چلو، پھر قدرت اپنا محبوب بنا لے گی، تو تم بھی کیا سوچو گے کہ کیا تھا اور کیا ہوں۔

(اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ . آمین!)

حضرت شعیب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا

(۹۲۱) للخطیب وابن عساکر عن شداد بن أوس:

"بَـکٰـی شُـعَـیْـبُ الـنَّـبِـیُّ مِنْ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰی عَمِیَ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَیْهِ بَـصَـرَهُ وَ أَوْحٰـی إِلَیْهِ: یَا شُعَیْبُ! مَا هٰذَا الْبُکَاءُ ؟ أَ شَوْقًا إِلَی الْجَنَّةِ أَوْ فَرَقًا مِنَ

النَّـارِ؟ قَـالَ: إِلٰـهِي وَ سَيِّدِيْ! أَنْتَ تَعْلَمُ مَا أَبْكِي شَوْقًا إِلٰى جَنَّتِكَ، وَ لَا فَرَقًا مِنَ النَّارِ، وَ لٰـكِنَّ حُبَّكَ بِقَلْبِيْ فَإِذَا أَنَا نَظَرْتُ إِلَيْكَ فَمَا أُبَالِي مَا الَّذِيْ صُنِعَ بِـيْ، فَـأَوْحَـى الـلّٰهُ إِلَيْهِ : يَا شُعَيْبُ! إِنْ يَكُ ذَاكَ حَقًّا فَهَنِيْئًا لَكَ اِعْتَقَدْتَ لِقَائِـي يَا شُعَيْبُ! وَ لِذٰلِكَ خدمتُكَ مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ كَلِيْمِيْ.“

[ضعیف جدًا] (كما فی كنزالعمال ج ۱۱/ ۳۲۳۳۹)

(۹۲۱) ترجمہ: شداد بن اوس سے روایت ہے، حضرت شعیب علیہ السلام اللہ عزّوجلّ کی محبت میں اس قدر روئے کہ ان کی بینائی چلی گئی اندھے ہو گئے۔ تو حق جل مجدہ نے ان کی بصارت و بینائی واپس کر دی اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی: اے شعیب (علیہ السلام) یہ آپ کا رونا کس لیے ہے؟ کیا رونے کا سبب جنت کا شوق ہے یا دوزخ و جہنم کے عذاب کا خوف؟ شعیب علیہ السلام نے عرض کیا: باری تعالیٰ! میرے الٰہ و معبود میرے کارساز آپ کو خوب معلوم ہے کہ میرا رونا نہ جنت کے شوق میں ہے نہ ہی دوزخ و جہنم کے خوف میں ہے۔ ہاں! آپ کی دل و جان میں محبت یعنی آپ کی محبت جو میرے دل میں پیوست ہے۔ جب میں آپ کی (عظمت و کبریائی کی) طرف دیکھتا ہوں۔ تو میں اپنے آپ کو کہیں کا نہیں پاتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ میرا کیا بنے گا؟ یعنی آپ کی محبت جو دل میں میرے موجود ہے اور آپ کی عظمت و کبریائی کو اس نگاہ محبت سے دیکھتا ہوں تو مجھ کو بالکل اس کی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا کیا بنے گا مجھ کو میری پرواہ نہیں مجھ کو تو آپ سے محبت کی قدر ہے۔

تو حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اگر یہ بات ایسی ہی حقیقت و حق ہے تو تم کو (محبت الٰہی میں رونا) مبارک ہو، کہ تم میری ملاقات و ملنے کا یقین رکھتے ہو اے شعیبؑ! اسی وجہ سے میرے کلیم موسیٰؑ نے تمہاری خدمت کی۔ (اخرجہ کنز العمال ۲۲۳۳۹/۱۱)

آہ و بکاء اور گریہ وزاری کی قیمت

اللہ تعالیٰ کی محبت انبیاء علیہم السلام سے زیادہ کس میں ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام تو

مخلوق کو محبت الٰہی کا پیغام دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں اہلِ ایمان کی اس بات پر تعریف کی گئی ہے ﴿وَ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ﴾

رونا کبھی تو جنت کے خوف سے ہوتا ہے، کبھی عذاب نار سے، اس کو بھی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر ایمان والوں کی خوبیوں کے طور پر شمار کیا ہے۔ آہ و بکاء، گریہ وزاری، اللہ اکبر، کیا کہنا کسی بھی عنوان سے ہو بس حضورِ حق کی حضوری کے لیے ہو۔ حق جل مجدہ کی جناب میں اس کی بہت ہی قدر ومنزلت ہے، پھر محض خالص اللہ کی محبت میں ہو اور نبی کی ذات سے ہو جو پوری دنیا کے پیشوا اور امام ہوتے ہیں ان سے ہو، پھر اس کی شان کیا ہوگی۔ حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام سے علام الغیوب ہونے کے باوجود معلوم کیا کہ اے شعیبؑ یہ رونا کیا؟ شوق جنت یا خوف جہنم سے ہے؟۔ انھوں نے ربّ ذوالجلال کو بتلایا کہ: نہیں، آپ کی عظمت و کبریائی، قدرت وحکمت، شان وشوکت اور قدّوسیت و قیومیّت، جلال و جمال کو دیکھتا ہوں تو اپنی کوئی پرواہ نہیں۔ بس تو تو ہی ہے اور میں تو میں بھی نہیں ہوں۔ اے رب! آپ کی محبت میں روتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہے۔ محبت سے مراد شوقِ لقاء رب ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بھی دعاؤں میں شوق لقاء رب کا اتہ پتہ ملتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ، وَ اجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ، وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَاءِکَ، وَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ .

ایک دوسری حدیث ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور حق تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ وہ نماز کے بعد دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ ، وَ حُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَ اِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِی اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ

اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَ مَالِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.

حق جل مجدہ کی محبت خاصانِ حق کی علامت ہے

حق جل مجدہ کی ذات سے محبت کمال ایمان اور خاصان حق میں ہونے کی دلیل ہے۔قرآن مجید نے اس عظیم نعمت کے حصول کا بہت ہی اہم اور آسان نسخہ تجویز کیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

کہہ دیجیے اے محمد! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ کی محبت کا نسخہ اعظم بتلایا گیا ہے اتباع رسول اعظم ﷺ ہماری کیا مجال وبساط کے ہم حق جل مجدہ سے محبت کریں اور محبت کا دعویٰ کریں ہاں رسول اللہ ﷺ پر فدا ہوجائیں جتنی فدائیت ہوگی اتنی حق تعالیٰ سے قربت ومحبت ہوگی اور اسی کے بقدر اللہ کا محبوب بن جائے گا۔

حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اپنے رب سے شدید محبت ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی علامت کے طور پر ﴿ان كنتم تحبون الله فاتبعونى﴾ نازل فرمائی کہ دعویٰ محبت کو اس کسوٹی پر پرکھ لو۔ دیکھ لو رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ یہ وصول الی اللہ کا اقرب ترین طریقہ ہے۔کمال تو یہ ہے کہ فکر ونظر کو اتباعِ رسولؐ کے تابع کردے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

جو شخص جتنا سنت کا اہتمام کرے گا اتنا ہی اسے قرب الٰہی حاصل ہوتا چلا جائے گا۔قرآن حکیم میں حضرت حق جل مجدہ نے ایمان والوں کے لیے خبر دی ہے کہ ﴿وَ

الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حِبًّا لِلّٰهِ﴾ ایمان والوں کواللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔

ایمان والوں کو پوری کائنات عالم میں ہر فانی کے مقابلہ میں باقی سے اور آفاق و نفس کی ہر شئے سے بالاتر حق جل مجدہ بعدہ سے محبت ہوتی ہے۔رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دعا فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِی حُبَّکَ۔اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.

اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اوران خاصان حق کی محبت کا بھی جو آپ سے محبت کرتے ہیں۔اور ایسے عمل کی توفیق دیجیے جو آپ کی محبت تک ہم کو پہنچادے۔یا اللہ! آپ اپنی محبت غالب کردیجیے میری جان، میرے مال اوراہل واولاد پر، اورسخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی کی طلب سے زیادہ آپ کی محبت کی طلب وجستجو ہو۔

اہل اللہ یا خاصانِ حق آخر حضورِ حق میں مقبول ومحبوب کیوں ہوتے ہیں؟ آخر کون سی خوبی، کون سی ادا ان میں ہوتی ہے جو ان کوحق آگاہ بنادیتی ہے۔جبکہ وہ بھی تو ہماری طرح ایک بشر ہیں۔فرق یہ ہے کہ ان کے سینہ میں ایک دل ہے اوراس دل میں خالقِ ارض وسماء ہے۔ہمارا دل لاتعداد بتوں کا کباڑ خانہ ہے۔کہیں مال کا بت، کہیں جاہ کا بت، کہیں باہ کا بت، ہم نے اپنے دل کو بت خانہ بنایا نہ کہ خانہ حق۔دل کو ہم نے معصیت کے دلدل میں پھنسادیا ہے۔اے کاش کے ہم نے دل کوکسی دل والے کے آئینہ میں دیکھا ہوتا تو ہمیں احساس ہوتا کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے کیا خوب کہا ہے:

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

دوستو! دل کو بنانا ہے تو کسی صاحبِ دل کی ہم نشینی اختیار کرو۔پھر آپ کے دل

میں اللہ ہوگا اللہ کا نور ہوگا۔ اللہ کی معرفت ہوگی، قرآن کا نور ہوگا۔ تقویٰ کی راہ آسان ہوگی۔ دل کو اغیار سے نفرت ہوگی، ذکر اللہ میں طمانیت ہوگی، پھر آپ مردانِ حق آگاہ ہوں گے، حضورحق کے حق آگاہ ہوں گے، کیا خوب کہا ہے خواجہ صاحبؒ نے:

کس کام کا وہ دل ہے جس دل میں تو نہ ہو

بس نام کا وہ گل ہے جس گل میں بو نہ ہو

پھر کہا ہوگا:

ہٹتا نہیں خیال کسی دم حبیب کا

وہ مست ہوں میں نغمۂ اِنّی قریب کا

جناب رسول اللہ ﷺ نے کس دل سوزی ودل دوزی کے ساتھ حق جل مجدہ سے حق تعالیٰ کی محبت کا سوال کیا ہے اس کا اندازہ آپ کی مناجات کے عمیق الفاظ نبوت سے ظاہر ہوتا ہے، نہ معلوم فداہ ابی وامی ﷺ نے رحمت حق کے خزانہ عرش عظیم کی کس موج نبوت میں یہ الفاظ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَ اجعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَ اقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِی مِنْ عِبَادَتِکَ. آمین.

ترجمہ: یا اللہ کردے مجھے اپنی محبت کو تمام چیزوں سے مرغوب تر، اور کردے میرے نزدیک اپنے ڈر کو خوفناک تمام چیزوں سے، اور قطع کردے مجھ سے دنیا کی تمام حاجتیں اپنی ملاقات کا شوق دے کر۔ اور جبکہ ٹھنڈی کردی ہیں تو نے اہل دنیا کی آنکھیں ان کی دنیا سے، تو ٹھنڈی کردے میری آنکھ اپنی عبادت سے۔

نبی رحمت ﷺ کی اس مناجات کو از اوّل تا آخر پڑھ جائے، اور تھوڑی دیر کے لیے علائق سے اپنے دیدۂ باطن کو پاک کرلیجیے اور ذوقیاتِ کی حس کو تیز کیجیے اور تجلیات نور نبوت میں غوطہ لگا کر دیدۂ باطن میں بقدر ہمت وارادت غیبی کے آئینہ میں لقاءِ رب کے شوق کو

جملہ حاجات وطلبات پر غالب رکھیے، دنیادار اپنی فانی وخا کی دنیا پر خوش نظر آئے تو آپ اپنے رب باقی کی عبادت سے شاداں وفرحاں رہیے، دنیاءِ فانی پرنازاں رہنے والا ندامت وحسرت کے ساتھ فنا ہوجائے گا۔ اور رب کریم کی عبادت سے خاطر دل کو تسکین دینے والا ابدی بقاء کا انعام پائے گا۔

ایک موقع پر نبی امی فداہ وابی وامی ﷺ نے دعا کی ہے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَنْفَعُنِیْ حُبَّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ کَمَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ وَ مَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ.

ترجمہ: یا اللہ نصیب کر مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جس کی محبت میرے لیے کارآمد ہو تیرے نزدیک۔ یا اللہ جس طرح تو نے مجھے دیا ہے جو کچھ مجھے پسند ہے تو کردے اسے معین میرا اس کام میں جو تجھے پسند ہے۔ یا اللہ اور جو کچھ دور کیا تو نے مجھ سے ان چیزوں میں سے جو مجھ کو پسند ہے تو کردے اسے میرے حق میں فراغ ان چیزوں کے لیے جو تجھے پسند ہے ان دعاؤں میں رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی محبت کا سوال کیا ہے آج تو محبت کی بات نہ ہوتی ہے نہ ہی محبت کی بات کرنے والا کوئی ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ سے محبت کی بات کی جائے تو اچھے خاصے لوگ تعجب وتحیر نہیں بلکہ مجرم گردانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت۔ ہم نے عوام کو ہمیشہ حق تعالیٰ سے ڈرایا اور دور کیا محبت کی راہ نہ دکھلائی نہ قریب کیا ہم نے اپنے خالق ومالک کو پہچانا ہی نہیں عوام تو عوام خواص بھی محبت سے آشنا نہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری قوت وطاقت کیساتھ حق تعالیٰ کی محبت حق تعالیٰ سے مانگی ہے۔ دوستو! عبادت واطاعت امتثال اوامر یا اجتناب نواہی ومنکرات، اذکار واوراد سبھی اعمال خیر میں دوشان ہے ایک خوف وخشیت اور عذاب وعقاب سے تحفظ کے داعیہ کے تحت۔ یعنی عبادت واطاعت حق تعالیٰ کے عذاب وعقاب سے بچنے کے لیے کی جائے تاکہ حق جل مجدہ کا عذاب وغضب نہ ہو یہ بھی محمود وقابلِ

شتائش ہے مگر کبھی یہ ذہول کے وقت معاصی کا مرتکب بھی ہوگا اور عبادت میں خلل بھی آسکتا ہے اور ایک شان ہے حق جل مجدہ کی محبت وعظمت کی بناء پر شوق وذوق میں وظیفہ عبدیت کو ادا کر کے گناہ ومعاصی کو اللہ پاک کی عظمت ومحبت میں چھوڑتا ہے۔عذاب جہنم کے خوف سے نہیں، عبادت سے قرب کا طالب ہے جنت کا نہیں، اذکار واوراد کی پابندی محبت سے حکم ربی جان کر رضا ورب کا طالب بن کر ادا کرتا ہے نہ کہ احوال ومشاہدہ میں مزا کا طالب بن کر طالب رضا مولا کے اعمال میں خلل وفتور نہیں آئے گا۔ ہر قدم منزل کی طرف تیز تر ہوگا، جام محبت کا خمار استقامتِ عبادت واطاعت کی راہ کو شوق محبت میں آسان کرتی ہوئی گام بگام قرب کی لذت میں محبت کو مستحکم کرتی ہوئی ہر خواہشات نفسانی کو مرضیات ربانی پر قربان کردے گی محبت کی لذت پُر خار وادیوں کو طے کرادیتی ہے۔محبت اتباع پر مجبور کردیتی ہے کیوں کہ اس میں رضا رب اور حضور حق کی حضوری کا استحضار،شوق لقاءِ رحمٰن کا داعیہ آتش محبت کو دیدہَ باطن میں گرم کرتی رہتی ہے۔ جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے۔جب لگ جاتی ہے تو پھر سرد نہیں ہوتی،مگر یہ لگتی ہے اللہ والوں کی جوتیوں میں، چراغ سے چراغ جلتا ہے۔سراج سے سراج،اللہ والوں کے پاس اللہ ملتا ہے۔**اَللّٰھُمَّ کُنْ لِیْ وَ اجْعَلْنِیْ لَکَ۔**

دوستو! اس محبت کا چسکا جس کو لگ گیا ہے اس سے پوچھو یہ کیسی آبِ حیات اور غیر محدود جامِ محبت ہے یہاں سیرابی ہوئی نہیں،طلب بجھتی نہیں تحیر بڑھتا ہے بےقراری میں قرار ہے،جستجو میں وصال ہے۔ ہر لذت قرب پر صد بار استغفار ہے باالآخر نہ تو قرار ہے نہ ہی راہ فرار ہے اسی عالم بےقراری کا نام اہل اللہ کے نزدیک وصال یار ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ لَذَّۃَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِکَ وَ الشَّوْقَ اِلٰی لِقَاءِ کَ مِنْ غَیْرِ ضِرَارٍ مَضَرَّۃٍ وَ فِتْنَۃٍ مُضِلَّۃٍ. اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ.

حاصل یہ کہ؛ جس وقت شعیب علیہ السلام سے رونے کا سبب حق تعالی نے معلوم کیا اس وقت وہ محبت الٰہی سے رو رہے تھے۔محبت سے رونے کی لذت کو دوسرے کیا

جانیں گے۔ جن کو مخلوقات کی محبت میں ہی رونا آتا ہے، وہ خالق کی محبت میں رونے کی لذت کو کیا جانے گا۔ واللہ اعلم

باب : بن يونس بن متّى عليه السلام

باب: یونس بن متّیٰ علیہ السلام

(٩٢٢) عن سالم بن أبی الجعدفی قوله فنادی فی الظلمات قال:

''أَوُحَى اللّٰهُ إِلَى الْحُوتِ: أَنُ لَا تَضَرِّیْ لَهُ عَظْمًا وَ لَا لَحُمًا. ثُمَّ ابُتَلَعَهُ حُوُتٌ آخَرُ فَنَادیٰ فِی الظُّلُمَاتِ ظُلُمَةِ الْحُوتِ وَ حُوتٍ وَ ظُلُمَةِ الْبَحُرِ.''

[ضعیف] (أخرجه أحمد فی الزهد ص٣٤)

یونس علیہ السلام نے تین اندھیروں میں حق جل مجدہ کو پکارا

(۹۲۲) ترجمہ: سالم بن جعد سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فنادی فی الظلمت کی تفسیر میں منقول ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ خبردار یونس کے جسم کے گوشت اور ہڈی کو کوئی ضرر ونقصان نہ پہنچے۔ پھر اس مچھلی کو دوسری مچھلی نگل گئی۔ اب انھوں نے اندھیروں میں یعنی مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، پھر مچھلی کو دوسری مچھلی نگل گئی، اس کا اندھیرا، پھر سمندر کا اندھیرا، اس طرح تین اندھیروں میں انھوں نے اپنے رب کو پکارا۔

(اخرج احمد فی الزہد۔۳۴)

مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کی حفاظت اور مچھلی کو وحی ربّانی

بغوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا یونس کو پکڑ لے، لیکن اس کے خراش نہ آئے نہ کوئی ہڈی ٹوٹے، حسب الحکم مچھلی نے آپ کو لے لیا اور اپنے مقام پر نیچے لے گئی جب سمندر کی تہہ میں لے کر پہنچی تو یونس علیہ السلام نے تسبیح (سبحان اللہ) کہنے کی آواز سنی دل میں خیال آیا یہ کیسی آواز ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی یہ آواز سمندری جانوروں کی تسبیح کرنے کی ہے یہ جان کر آپ نے بھی مچھلی کے پیٹ کے اندر ہی تسبیح کرنی شروع کردی، ملائکہ نے یونس علیہ السلام کی

آواز سنی تو عرض کیا، اے ہمارے رب ہم نے ایک عجیب زمین میں ایک ضعیف آواز سنی۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا آواز تو جانی پہچانی ہے، اور زمین انجان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہمارے بندے یونسؑ کی آواز ہے، جس نے میری نافرمانی کی تھی، میں نے اس کو مچھلی کے پیٹ میں قید کردیا ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا یہ وہی نیک بندہ جس کی طرف سے روزانہ کوئی نیک عمل تیری طرف چڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! اس وقت ملائکہ نے یونسؑ کے لیے شفاعت کی اور اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو اگل دے، مچھلی نے کنارے پر آکر یونسؑ کو اگل دیا۔ (تفسیر مظہری۔گلدستہ ج۴صفحہ۵۰۳)

حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں یعنی دریا کی گہرائی، مچھلی کے پیٹ اور شبِ تاریک کے اندھیروں میں، رب کو یوں یاد کیا ﴿لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْـتَ سُبْـحٰنَکَ إِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے، تو بے عیب ہے میں تھا گنہگاروں میں۔ حقیقت یہی ہے کہ اندھیروں سے وہی نکالتا ہے جس کو روشنی کی ضرورت نہیں، حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح رنگ لائی اور نجات مل گئی۔ شدائد ونوائب میں امت کو اسی تسبیح سے نجات ملتی ہے۔ اُمت نے ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے ﴿وَ كَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

حق تعالیٰ نے مچھلی کو وحی بھیجی کہ یونس کے جسم کو ہڈی اور گوشت و پوست کو کسی قسم کا ضرر ونقصان نہ ہو۔ لہٰذا امر الٰہی سے حضرت یونسؑ جسمانی طور پر بالکل صحیح سلامت مچھلی کے پیٹ سے باہر آ گئے، یہ تھی اللہ کی قدرت کا کرشمہ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِیْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ، لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾ یونس:۹۸

قومِ یونس کی توبہ

یعنی جتنی بستیاں تکذیبِ انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجبِ عذاب ٹھہریں، ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذابِ الٰہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان لاکر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچالیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ اللہ نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انھیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متنفع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سرزمین موصل میں اہلِ نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے، انھوں نے ایک نہ سنی ۔ یوماً فیوماً انکار و تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس علیہ السلام نے تنگ آکر ان کو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا۔ وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی چھتیں بالکل تاریک ہوگئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انھیں ہلاکت کا یقین ہوگیا تو یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی۔ وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے چیخیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے اللہ کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکاء کی آوازیں بلند ہورہی تھیں اور کہتے تھے کہ "اٰمَنَّا بِمَا جَاءَ بِهٖ يُوْنُسُ" جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے تضرع و بکاء پر رحم فرمایا اور آثارِ عذاب جو ہویدا ہوچکے تھے اُٹھا لیے گئے۔

علماء کے اقوال

یہاں پہنچ کر علمائے سلف کے دوقول ہیں۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ ان کو نہ ہوا تھا۔ صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ ''ایمانِ بأس'' جو معتبر و مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجود میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قومِ یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح 'ایمان' تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہیے تھا لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلافِ قاعدہ بطور استثنیٰ اس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا کہ آیا ان کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب ٹل گیا یا آخرت میں بھی موجبِ نجات ہوگا۔ ابنِ کثیر نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے یعنی دنیا و آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہوگا۔ واللہ اعلم! حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں آیت کی تفسیر کی ہے۔ ''یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قومِ یونس کو۔ اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی شتابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تا کہ ان کی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورتِ عذاب ہٹالی گئی۔ اسی طرح مشرکینِ مکہ کہ فتحِ مکہ میں فوج اسلام ان پر پہنچی قتل و غارت کے لیے، لیکن ان کا ایمان قبول ہوگیا اور امان ملی۔'' (تفسیر عثمانی)

قومِ یونس علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا ضابطہ کے خلاف نہیں ہے

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا عذاب سامنے آجانے پر بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ توبہ قبول ہوسکتی ہے، البتہ آخرت کا عذاب سامنے آجانے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی اور عذابِ آخرت کا سامنے آنا یا قیامت کے دن ہوگا یا موت کے وقت، خواہ وہ طبعی

موت ہو یا کسی دنیوی عذاب میں مبتلا ہو کر ہو جیسے فرعون کو پیش آیا۔

اس لیے قومِ یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہو جانا عام ضابطۂ الٰہیہ کے خلاف نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہے کیونکہ انھوں نے اگرچہ عذاب آتا ہوا دیکھ کر توبہ کی مگر عذاب میں مبتلا ہونے اور موت سے پہلے کر لی، بخلاف فرعون نے اور دوسرے لوگوں کے جنھوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد اور غرغرۂ موت کے وقت توبہ کی اور ایمان کا اقرار کیا، اس لیے ان کا ایمان معتبر نہ ہوا اور توبہ قبول نہ ہوئی۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا انکار

بغوی نے حضرت ابنِ مسعود اور سعید جب جبیر اور وہب بن منبہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایات سے حسب ذیل بیان کیا ہے:

قومِ یونس نینوا علاقۂ موصل کی رہنے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت یونس علیہ السلام کو مامور فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا گیا، ان سے کہہ دو کہ تین روز تک صبح کے وقت ان پر عذاب آئے گا، حضرت علیہ السلام نے اطلاع دے دی۔ قوم والوں نے کہا، تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولا، اس لیے انتظار کرو اور دیکھو۔ اگر یہ آج رات تمھارے ساتھ رہے تو سمجھ لو صبح کو کچھ نہیں ہوگا اور اگر رات کو تمھارے ساتھ نہ رہے تو سمجھ لو کہ صبح کو عذاب ضرور آئے گا۔ وسط شب میں حضرت یونس علیہ السلام قوم کے پاس سے باہر چلے گئے۔

عذاب کی علامات

صبح ہوئی تو لوگوں کے سروں سے ایک میل اوپر عذاب آ گیا۔ وہب کا بیان ہے، عذاب ایک سیاہ گھٹا کی شکل میں سخت دھواں اُڑتا آ گیا، پھر نیچے اُتر کر شہر پر چھا گیا جس سے گھروں کی چھتیں کالی ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو ہلاک ہو جانے کا یقین ہو گیا۔ حضرت

یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو ان کا بھی کہیں پتہ نہ چلا۔

توبہ کا خیال

آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ کرنے کا خیال ڈال دیا اور بڑے، بچے، عورت، مرد اور چوپائے سب شہر کے باہر میدان میں جمع ہوگئے۔ سبھوں نے کمبل کا (فقیرانہ) لباس پہن لیا اور لگے توبہ کرنے اور صحیح نیت کے ساتھ ایمان کا اظہار کرنے۔ ہر ماں کو بچے سے علیحدہ کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ چوپایوں کے بچے بھی ماؤں سے جدا کردیے گئے تھے۔ اس علیحدگی کی وجہ سے آدمیوں اور جانوروں کے بچوں نے چیخنا شروع کر دیا، مائیں بھی (جذبۂ محبت کے زیر اثر) چیخنے لگیں (ایک کہرام مچ گیا)۔ بیتابی سے سب چیخ پڑے اور اللہ کے سامنے گڑگڑائے۔ آخر اللہ نے رحم فرمایا، دعا قبول فرمائی، چھایا ہوا عذاب دور کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰ر محرم کا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا سفر

ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ سے بیان نقل کیا ہے کہ قومِ یونس علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول ہوئی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام قوم کی بستی سے باہر چلے گئے اور عذاب نازل ہونے اور قوم کے ہلاک ہونے کا انتظار کرتے رہے لیکن آپ نے عذاب آتا نہ دیکھا (اس زمانہ کا قومی ضابطہ تھا کہ) اگر کوئی شخص بلا ثبوت جھوٹ بولتا تھا تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: میں نے قوم سے جھوٹی بات کہی (یعنی میرا جھوٹ ثابت ہوگیا) اب کیسے ان کے پاس لوٹ کر جاسکتا ہوں۔ یہ خیال کر کے قوم سے ناراض اور اپنے رب سے کشیدہ ہوکر چل دیے۔ دریا پر پہنچے تو کچھ لوگ کشتی میں سوار ہورہے تھے۔ لوگوں نے پہچان لیا اور بلا کرایہ سوار کرلیا۔ کشتی جب آپ کو لے کر بیچ سمندر میں پہنچی تو رک گئی۔ نہ آگے بڑھ سکتی تھی نہ پیچھے ہٹتی تھی۔ کشتی والوں نے کہا، اس کشتی کے اڑ جانے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ یونس علیہ السلام نے کہا مجھے اس کی وجہ معلوم ہے۔ اس میں کوئی بڑا گنہگار سوار ہے۔

لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ یونس علیہ السلام نے کہا میں ہوں۔ مجھے دریا میں پھینک دو۔ لوگوں نے کہا جب تک ہمارے نزدیک کوئی خاص وجہ نہ ہو ہم تو آپ کو پھینکنے والے نہیں۔ آخر قرعہ اندازی کی اور تین بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام قرعہ میں نکلا۔

حضرت یونس علیہ السلام پانی میں

حضرت نے فرمایا، یا تو تم مجھے پانی میں پھینک دو ورنہ سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ مجبوراً کشتی والوں نے آپ کو پھینک دیا۔ پھینکتے ہی کشتی روانہ ہوگئی۔ کشتی کے نچلے حصے کے پاس ایک مچھلی منہ کھولے اللہ کے حکم کی منتظر تھی۔ جونہی یونس علیہ السلام پانی میں گرے مچھلی نے اپنے منہ میں لے لیا۔

یہ بھی روایت میں ہے کہ اللہ نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دیا۔ اس نے کشتی کی طرف رُخ کیا۔ کشتی والوں نے جو اس کو منہ کھولے ہوئے کشتی کی طرف رُخ کیے ہوئے دیکھا جو بڑے پہاڑ جیسی تھی تو انھوں نے محسوس کیا کہ وہ کشتی کے اندر کسی کی جستجو کر رہی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھتے ہی پانی میں چھلانگ لگا دی (اور مچھلی نے ان کو پکڑ لیا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکل کھڑے ہوئے اور بحر روم پر پہنچے۔ وہاں ایک کشتی مسافروں سے بھری کھڑی تھی۔ آپ اس میں سوار ہوگئے۔ جب کشتی روانہ ہو کر وسط میں پہنچی تو رک کر کھڑی ہوگئی۔ قریب تھا کہ سب لوگ ڈوب جائیں۔ ملاح بولے، ہماری کشتی میں کوئی گنہگار آدمی یا بھاگا ہوا غلام سوار ہو گیا ہے جس کی وجہ سے کشتی اَڑ گئی ہے۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں۔ جس کے نام پر قرعہ نکل آتا ہے اس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ (کشتی چل نکلتی ہے۔) ایک آدمی کو ڈبو دینا تو پوری کشتی کے مع سواریوں کے ڈوب جانے سے بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے تین بار قرعہ ڈالا۔ ہر بار یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ یونس علیہ السلام فوراً کھڑے ہوئے اور بولے میں ہی گنہگار آدمی اور بھاگا ہوا غلام ہوں۔

مچھلی کے پیٹ میں

اس کے بعد آپ نے خود اپنے کو پانی میں پھینک دیا۔ فوراً ایک مچھلی نے نگل لیا۔ پھر اس مچھلی سے بڑی مچھلی نے آکر اس مچھلی کو نگل لیا۔ اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو بال برابر تکلیف نہ ہونے پائے۔ میں نے تیرے پیٹ کو اس کے لیے قید خانہ بنایا ہے، اس کو تیری غذا نہیں بنایا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے کہ مچھلی کو ندا دی گئی کہ ہم نے یونس علیہ السلام کو تیری روزی نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کی حفاظت کا مقام اور عبادت خانہ بنایا ہے۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ قرعہ ڈالنے سے پہلے ہی حضرت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں ہی گنہگار بھاگا ہوا غلام ہوں۔ کشتی والوں نے پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا یونسؑ بن متی۔ لوگ پہچان گئے اور بولے: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو نہیں پھینکیں گے بلکہ قرعہ اندازی کریں گے۔ قرعہ اندازی کی گئی اور حضرت کے نام کا قرعہ نکل آیا اور آپ نے خود اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: جس مچھلی نے آپ کو نگلا تھا وہ آپ کو ساتویں زمین کی گہرائی میں لے گئی اور چالیس رات تک آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

تسبیح اور پھر باہر آنا

وہاں آپ نے سنگریزوں کے تسبیح کرنے کی آواز سنی تو تاریکیوں میں ہی پکار اُٹھے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور بحکم سبحانہ وتعالیٰ مچھلی نے لاکر آپ کو سمندر کے کنارے پھینک دیا۔ اس وقت آپ کی ہیئت ایسی تھی جیسے پر و بال نوچا ہوا چوزہ۔ اللہ نے فوراً کدو کا درخت پیدا کر دیا جس کے سائے میں آپ نے آرام لیا اور ایک پہاڑی بکری یا پاڑی کو مامور کر دیا۔ آپ اس کا دودھ پیتے رہے۔ جب درخت سوکھ گیا تو آپ درخت پر رو دیے۔ اللہ نے وحی بھیجی، تو ایک درخت کے خشک ہوجانے پر تو رو دیا اور ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ

آدمیوں پر نہیں رویا اور ان کو ہلاک کرا دینا چاہا۔

غلام کو بادشاہی مل گئی

یہاں سے حضرت یونس علیہ السلام چل دیے اور ایک غلام سے ملاقات ہوئی جو جانور چرا رہا تھا۔ اس سے پوچھا غلام تو کون ہے؟ اس نے کہا یونس علیہ السلام کی قوم کا ہوں۔ حضرت نے فرمایا جب تو اپنی قوم والوں سے جا کر ملے تو ان سے کہہ دینا کہ میری ملاقات یونسؑ سے ہوئی تھی۔ غلام نے کہا آپ واقف ہیں کہ اگر میرے پاس گواہ نہ ہوں گے تو (مجھے جھوٹی اطلاع دینے پر) قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا یہ زمین کا ٹکڑا اور یہ درخت تیری گواہی دے گا۔ غلام نے کہا تو شہادت دینے کا ان کو حکم دے دیجیے۔ حضرت نے فرمایا، جب یہ غلام تمھارے پاس آئے تو تم دونوں اس کی گواہی دینا۔ زمین اور درخت نے کہا بہت اچھا۔ اس غلام نے جا کر اپنے بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ یونس علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ بادشاہ نے غلام کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ غلام نے کہا، میرے پاس (اس بات کی سچائی کے) گواہ ہیں۔ میرے ساتھ کسی کو بھیجو۔ غرض غلام لوگوں کو ساتھ لے کر اس جگہ اور اس درخت کے نیچے پہنچا اور کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا یونسؑ نے تم دونوں کو گواہ بنایا تھا؟ دونوں نے کہا ہاں۔ یہ سنتے ہی لوگ خوفزدہ ہو کر لوٹ آئے اور بادشاہ سے آ کر کہہ دیا کہ درخت اور زمین نے اس غلام کی گواہی دی۔ بادشاہ نے غلام کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور کہا تو اس جگہ کا مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ غلام نے ان لوگوں کا انتظام چالیس سال تک کیا۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ: ۲۹۲/۳)

تجلیاتِ قدسیہ کی حدیث ۹۷۴ پر مزید تفصیل آ رہی ہے۔

قطوانی چادر

(۹۲۳) وللدار قطنی فی الأفراد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

''کَأَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی عَلَیْهِ عَبَائَتَانِ قِطْوَانِیَّتَانِ یُلَبِّی تُجِیْبُهُ

الْجِبَالُ، وَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَهُ: لَبَّيْکَ يَا يُوْنُسُ هٰذَا أَنَا مَعَکَ." (کما فی کنزالعمال ج ١١/ ٣٢٤٢٤)

(۹۲۳) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں یونس بن متی علیہ السلام کو کہ ان کے جسم پر دو قطوانی چادر میں تلبیہ پڑھتے ہوئے پہاڑ کے درمیان سے گزر رہے ہیں اور پہاڑ ان کے تلبیہ کا جواب دے رہا ہے اور حق جل مجدہ فرما رہا ہے: "لبیک یا یونس" میں تمہارے ساتھ ہوں اے یونسؑ۔

(٩٢٤) ولابن أبی الدنیا عن أنس رضی اللہ عنہ: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِنَّ يُوْنُسَ حِيْنَ بَدَا لَهُ أَنْ يَدْعُوَ اللّٰهَ بِالْكَلِمَاتِ حِيْنَ نَادَاهُ وَ هُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَأَقْبَلَتِ الدَّعْوَةُ نَحْوَ الْعَرْشِ، فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! هٰذَا صَوْتٌ ضَعِيْفٌ مَعْرُوْفٌ مِنْ بِلَادٍ غَرِيْبَةٍ، فَقَالَ: أَمَا تَعْرِفُوْنَ ذٰلِکَ؟ قَالُوْا: يَا رَبِّ مَنْ هُوَ؟ قَالَ: ذٰلِکَ عَبْدِيْ يُوْنُسُ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ يَرْفَعُ لَهُ عَمَلٌ مُتَقَبَّلٌ وَ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، قَالُوْا: يَا رَبِّ! أَ فَلَا تَرْحَمُ مَنْ كَانَ يَصْنَعُ فِي الرَّخَاءِ فَتُجِيْبُهُ فِي الْبَلَاءِ؟ قَالَ: بَلٰى، فَأَمَرَ الْحُوْتَ فَطَرَحَهُ بِالْعَرَاءِ." (کما فی کنزالعمال ج١٢/ ٣٥٥٧٦)

سمندر کی گہرائی میں اللہ کی تسبیح کس نے کی؟

(۹۲۴) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حق تعالیٰ سے دعا مانگنا چاہیے ان کلمات وآیات ربّانی کے ساتھ (جو قرآن میں موجود ہے) مچھلی کے پیٹ میں تو فرمایا:

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۸۷)

تو دعائیہ کلمات عرشِ اعظم کی طرف گئے، یعنی متوجہ ہوئے، تو فرشتوں نے بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کیا کہ: یہ ضعیف آواز کسی اجنبی و بیگانہ جگہ سے آرہی ہے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس کو نہیں پہچانتے ہو؟ فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العزّت وہ

کون ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: وہ میرا بندہ یونسؑ ہے، جس کی مسلسل وپیہم ہر عمل اور ہر دعا مقبول ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العزّت! کیا آپ ایسے بندہ پر رحم نہیں کرتے جس نے خوشی ومسرت میں اعمال مقبولہ کے ذریعہ حضور حق میں حاضر رہا ہو؟ لہٰذا اب اس کی پریشانی ومصیبت میں فریاد کو قبول کیجیے۔ ربّ العزّت نے فرشتوں کو جواب دیا: ہاں! کیوں نہیں، پس امر الٰہی ہوا مچھلی کو کہ ایک کدو کے درخت کے پاس ان کو لاکر ڈال دے۔
(کنزالعمال ۱۲/۶ ۳۵۵۷)

یونس علیہ السلام کی تسبیح آیتِ کریمہ اور اسمِ اعظم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

﴿وَ کَذٰلِکَ نُنۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (الانبیاء:۸۷)

اور یونہی ہم بچادیتے ہیں ایمان والوں کو۔

ابنِ ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا (لا إلٰہ إلا أنت سبحانک إنِی کنتُ مِن الظّٰالِمِیْن) کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے۔ فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے، لیکن کان اس سے پہلے آشنا ضرور ہیں، آواز بہت ضعیف ہے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ میرے بندے یونسؑ کی آواز ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا وہی یونسؑ جس کے پاک عمل، قبول شدہ تیری بارگاہ میں پیش ہوتے اور تیری طرف چڑھتے ہیں، اور جن کی دعائیں تیری بارگاہ وجناب میں مقبول تھیں، ربّ العزّت جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کرلی، اور غم سے نجات دیدی، ان کو اندھیروں سے نکال دیا، اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں، وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم اس کی دست گیری فرماکر تمام مشکلیں آسان کردیتے ہیں۔ (گلدستہ ج۴/۵۰۳)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا حصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دعا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْـتَ سُبْحَانَکَ إِنِّیْ کُنْـتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سنو جو مسلمان کسی معاملے میں جب بھی اپنے رب سے یہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتمؒ میں ہے کہ جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

تسبیح واستغفار کی برکت سے مصائب دور ہوتے ہیں

حق تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں جس بات کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے، یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ کو خوب یاد کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو جلدی نجات دیدی ورنہ قیامت تک اس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا مچھلی کی غذا بن جاتے؛ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصفّ کی آیت: ﴿فَلَوْ لَا اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ o لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ (۱۴۴ الصّف) میں بیان فرمایا ہے:

پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو؛ تو رہتا اسی کے پیٹ میں جس دن تک مردے زندہ ہوں۔ آیت سے معلوم ہوا کہ مصائب اور آفتوں کو دور کرنے میں تسبیح واستغفار خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کی برکت سے یونس علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی اور مچھلی کے پیٹ سے صحیح وسالم نکل آئے۔ اجتماعی اور انفرادی مصیبت کے وقت اس کلمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور فرماتا ہے۔

اسمِ اعظم

امام حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ اے ابوسعید اللہ کا اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت

فرمائیں اورفرمایا بھتیجے یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے قبول فرماتا ہےاور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

حاکم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ اگر تم میں سے کسی پر کوئی دکھ یا مصیبت آپڑے اور وہ اس چیز کے ذریعہ سے اللہ سے دعا کرے تو اللہ ضرور اس کی مصیبت دور کردے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمایئے، آپ نے فرمایا: وہ ذالنون کی دعا ہے لَا إِلٰـه إِلَّا أَنْـتَ سُبْحَانَکَ إِنِّـیْ کُـنْـتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کا وہ نام کہ جس کے ذریعہ سے اگر اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر اس سے کچھ مانگا جاتا ہے تو عطا فرما دیتا ہے یعنی لَا إِلٰه إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن (گلدستہ۴/۵۰۴)

ایمان ویقین کے ساتھ ان کلمات کا ورد وتکرار مصائب ومسائل کا حتمی حل ہے۔ بندہ جب وسائل کی رسّی کو کاٹ کر جملہ امور میں رب تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ ناقص ہم ہیں، وہ اکمل الکمالات اور خالق الکون، مدبر الامور، فعال لما یرید اور مسبب الاسباب ہے، آسمان کو بلاستون قائم کیے ہوا ہے وہی جملہ مسائل کو بلا وسائل کے حل کرنے کی بدرجۂ اتم قوت وقدرت رکھتا ہے بس وہ خالق الکل ہے۔ لَا إِلٰـه إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن اللہ تعالیٰ کی قوت تدبیر پر یقین کے ساتھ اعتماد وبھروسہ رکھے اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو حل کرے گا۔ بس قوت یقین کی دولت اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ آمین

باب : فی اخبار ایّوب علیه السلام

باب: ایوب علیہ السلام کا واقعہ

(۹۲۵) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"بَیْـنَـمَـا أَیُّـوْبُ یَـغْتَسِـلُ عُرْیَانًا خَرَّ عَلَیْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ یَـحْثِی فِیْ ثَوْبِهِ فَنَادیٰ رَبُّهُ: یَا أَیُّوْبُ ! أَلَمْ أَکُنْ أَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَریٰ قَالَ: بَلٰی یَا

رَبِّ وَ لٰكِنْ لَا غِنَى بِيْ عَنْ بَرْكَتِكَ." [صحيح] (أخرجه البخاري ج ٩ ص ١٧٥)

ربّ العزّت، میں آپ کی برکت سے بے نیاز نہیں

(٩٢٥) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام تنہا کسی جگہ بغیر کپڑے غسل فرما رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیوں کے پاؤں برسنے لگیں تو ایوب علیہ السلام ان کو جلدی جلدی اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، یہ کیفیت دیکھ کر ربّ العزّت نے فرمایا: اے ایوبؑ! کیا میں نے ان چیزوں سے تم کو بے نیاز نہیں کر دیا؟ (یعنی مال و اولاد سے اتنا نہیں نواز دیا کہ کسی بھی چیز کی ضرورت و حاجت تم کو باقی نہ رہے) انھوں نے عرض کیا: رب تبارک وتعالی کیوں نہیں؟ لیکن بات یہ ہے کہ میں آپ کی برکت و رحمت سے تو بے نیاز نہیں ہوں۔ (یعنی مخلوقات سے آپ نے بے نیاز کیا ہے، مگر میں آپ کے فضل و عنایت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا اور ہر حال میں آپ کی عنایتوں کا محتاج ہوں اور یہ عنایت کی بارش آپ کی جانب سے ہو رہی ہے جس سے میں بے نیاز کیوں کر ہوسکتا ہوں۔) (اخرجہ البخاری ۹/۱۷۵)

حضرت ایوب علیہ السلام پر عبدیت و نیازمندی غالب تھی

سب سے پہلی بات یہ کہ اکیلے میں ننگا ہو کر نہانا درست ہے اور ستر ڈھانپ کر، کپڑا باندھ کر نہائے تو یہ افضل ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے اوپر سے سونے کی ٹڈیاں برسنی شروع ہوگئیں۔ ایوب علیہ السلام ٹڈیاں سمیٹنے لگے، ندا آئی کہ ایوب، تجھے میں نے اتنا مال و دولت نہیں دیا کہ تجھے ان ٹڈیوں کی حاجت نہ پڑے۔ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا بیشک تو نے مجھے سب کچھ دیا ہے، مگر یہ دوسرے عالم کی چیز ہے جو اپنے ہمراہ برکت لائی ہے میں تیرے کرم و برکت سے کسی حال میں بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب دیا، انسان کتنا ہی دولت مند ہو جائے مگر کیا اپنے مالک کا محتاج نہیں رہتا۔ ضرور محتاج رہتا ہے۔ استغنا صرف اسی کی شان ہے، انسان سب اس کے محتاج

ہیں۔ (فضل الباری ۲/۴۵۱)

با کمال بندہ کی شانِ بندگی میں ڈرتا ہوا نیاز مندانہ جواب

حضرت ایوب علیہ السلام کا ان آسمانی ٹڈیوں کو جمع کرنا مال کی محبت یا دنیا کی محبت کے لیے نہ تھا، جس کا اظہار بھی فرمادیا کہ ربّ العٰلمین کی طرف سے برکت نازل ہورہی ہے تو اس نعمت خارقہ کو کیسے قبول نہ کروں کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والی نعمت کی قدر ومنزلت اور شکراور تلقی بالقبول کا پہلو غالب ہے۔ اللہ کی طرف سے برکت والی نعمت سے بے نیازی ایک نیاز مند بندہ کے لیے مناسب نہیں۔ کیونکہ تیری شان بے نیازی کے سامنے بندگی و نیاز مندی ہی بندہ کو زیب دیتی ہے۔

صاحبِ ترجمان السنۃ کی رائے

اللہ وحدہ لاشریک لہ کے یہی وہ با کمال بندے ہیں کہ قدرت نے جب کبھی ان کو آزمایا ہے تو ان کی زبانوں سے ہمیشہ ایسے ہی صحیح اور خوبصورت جوابات نکلے ہیں جن پر اس نے خود ہی اپنی صناعی کی داددی ہوگی۔ یہاں ذرا سوال کی گرفت ملاحظہ کیجیے اور اس بے ساختہ جواب کی داد دیجیے، کتنا صحیح اور شانِ بندگی میں کتنا ڈوبا ہوا ہے، یعنی اے پروردگار! مجھے تو نے غنی تو ضرور بنادیا ہے مگر اپنی برکتوں سے تو نہیں، میں ساری دنیا سے بے نیاز ہوں، مگر تیرے سامنے تو نیاز ہی نیاز ہوں، اِغناء تیری شان غناء تھی اور تیری برکتوں کا محتاج بنا رہنا میری شان بندگی ہے۔

یہ وہی ایوب (علیہ السلام) ہیں جن کی ایک بار اور بھی مصائب وآلام میں ڈال کر قدرت نے آزمائش کی تھی، مگر وہاں بھی ان کو اپنی شان احتیاج برابر یاد رہی آخر یوں بول اٹھے ﴿رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾

یاد پڑتا ہے کہ حضرت مرزا شہید جانِ جاناں کی سوانح حیات میں کسی جگہ نظر سے گزرا ہے کہ کسی زمانہ میں کسی ولی نے اپنے مریدین کو جمع کر کے پوچھا دیکھو میرے جسم پر

تمھیں کہیں کوئی جگہ ایسی نظر آتی ہے، جہاں کوئی زخم نہ ہوانھوں نے عرض کیا نہیں اس کے بعد فرمایا مگر میں نے اب تک اپنی زبان سے یہ کلمات نہیں کہے۔ رَبِّ اَنِّیُ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنُتَ اَرُحَمُ الرَّاحِمِیُن. بظاہر شبہ ہوسکتا ہے کہ اس ولی کا صبر اس مقدس رسول کے صبر پر شاید فوقیت رکھتا ہو۔

مگر حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس ولی نے توجذبۂ محبت میں اپنی شان بے نیازی دکھلائی، مگر اس نبیؑ نے بے نیاز حقیقی کے سامنے اپنے عجز و نیاز کا مظاہرہ قرین ادب سمجھا۔ جب تک مشیت الٰہیہ ابتلاء کی نظر آتی رہی اس وقت تک یہ بھی لبوں پر مہر خاموشی لگائے بیٹھے رہے مگر جب کچھ کچھ علاماتِ صحت نظر آنے لگیں تو جھٹ خود آگے بڑھ کر دستِ سوال پہلے پھیلا دیا کہ شانِ بندگی اسی میں نظر آتی تھی، کہ صحت ملے تو مانگ کر ملے۔ یہ اپنے مولیٰ کی بے نیازی اور قدم قدم پر اپنے احتیاج کی شان دکھلا رہے ہیں اور وہ اپنے عشق و محبت کی آن نباہ رہے ہیں۔ رضا و تسلیم کا ایک مقام یہ ہے اور دوسرا وہ، دونوں قابل تعریف ہیں مگر بھلا اس کو اس سے کیا نسبت۔ اس میں محبت کا مظاہرہ تو ہے مگر وہ شانِ عبدیت کہاں۔ (ترجمان السنۃ ج۲صفحہ۸۳)

آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں

(٩٢٦) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

”بَيُنَمَا أَيُّوبُ عَلَيُهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ يَغُتَسِلُ عُرُيَانًا خَرَّ عَلَيُهِ جَرَادٌ مِنُ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحُثِي فِيُ ثَوُبِهِ قَالَ: فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا أَيُّوبُ! أَ لَمُ أَكُنُ أَغُنَيُتُكَ ؟ قَالَ : بَلٰى يَا رَبِّ! وَ لٰكِنُ لَا غِنٰى بِيُ عَنُ بَرَكَاتِكَ.“

[صحيح] (أخرجه النسائی ج ١ ص ٢٠١)

(٩٢٦) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک روز ایوب علیہ السلام تنہائی میں بغیر کپڑا کے غسل فرما رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں تو وہ جلدی جلدی اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، تو ربّ العزّت

نے ان کو آواز دی: اے ایوب! کیا میں نے تم کو ان سب چیزوں سے بے نیاز نہیں کیا ہے؟ یعنی ان چیزوں کی محتاجگی تم سے ختم کر دی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: ہاں بیشک ربّ العزّت؛ لیکن میں آپ کی برکتوں سے بے نیاز نہیں ہوں۔ (بلکہ اس کا مسلسل محتاج ہوں)
(اخرجہ النسائی۔۱/۲۰۱)

جو چیز ملی ہے کیا وہ کافی نہیں

(۹۲۷)عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"أُرْسِلَ عَلٰى أَيُّوبَ رِجْلٌ مِنْ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا فِيْ ثَوْبِهِ، فَقِيْلَ: يَا أَيُّوْبُ! أَ لَمْ يَكْفِكَ مَا أَعْطَيْنَاكَ؟ قَالَ: أَىْ رَبِّ! وَ مَنْ يَسْتَغْنِىْ عَنْ فَضْلِكَ؟" [صحیح] (أخرجه أحمد ج ۱۳/ ۷۳۰۷)

(۹۲۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کے پاؤں کی بارش ہوئی، تو انھوں نے پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں رکھنا شروع کر دیا، تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ: جو چیزیں آپ کو دے دی گئیں ہیں، کیا وہ آپ کے لیے کافی نہیں ہیں؟ تو انھوں نے جواب میں عرض کیا: ربّ العزّت! ہاں، مگر آپ کے فضل سے کون مستغنی ہوسکتا ہے۔ (اخرجہ احمد ۱۳/ ۷۳۰۷)

کیا رحمت سے بھی کوئی بے نیاز وسیراب ہوسکتا ہے

(۹۲۸)عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"أُرْسِلَ عَلٰى أَيُّوْبَ جِرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَلْتَقِطُ، فَقَالَ: أَ لَمْ أُغْنِكَ يَا أَيُّوْبُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! وَ مَنْ يَشْبَعُ مِنْ رَحْمَتِكَ أَوْ قَالَ: مِنْ فَضْلِكَ."

[صحیح] (أخرجه أحمدج ۱۵/ ۸۰۲۵)

(۹۲۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوئی، تو انھوں نے چن چن کر کپڑے میں رکھنا شروع کیا، تو حق جل مجدہ نے فرمایا: اے ایوب کیا میں نے تم کو ان چیزوں سے

بے نیاز نہیں کر دیا؟ انھوں نے فرمایا: ربّ العزّت آپ کی رحمت سے کون سیراب ہوسکتا ہے یا یوں فرمایا: آپ کے فضل سے کون سیراب ہوسکتا ہے۔ (اخرجہ احمد ۱۵/۸۰۲۵)

باب : منه فی قصة شفاء ایّوب علیه السّلام

(۹۲۹) عن أنس بن مالک رضی الله عنه أن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال:

"إِنَّ أَيُّوْبَ نَبِيَّ اللّٰهِ لَبِثَ بِهِ بَلاؤُهُ خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً، فَرَفَضَهُ الْقَرِيْبُ وَ الْبَعِيْدُ إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهِ، كَانَا مِنْ أَخَصِّ إِخْوَانِهِ، قَدْ كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَ يَرُوْحَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ ذَاتَ يَوْمٍ: تَعْلَمُ وَ اللّٰهِ لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوْبُ ذَنْبًا مَا أَذْنَبَهُ أَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: وَ مَا ذَاکَ؟ قَالَ: مُنْذُ ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَنَةً لَمْ يَرْحَمْهُ اللّٰهُ، فَيَكْشِفُ عَنْهُ مَا بِهِ مِنَ الْبَلَاءِ فَلَمَّا رَاحَا إِلٰى أَيُّوْبَ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتّٰى ذَكَرَ لَهُ ذٰلِکَ، فَقَالَ لَهُ أَيُّوْبُ: لَا أَدْرِیْ مَا تَقُوْلُ غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنِّیْ كُنْتُ أَمُرُّ بِالرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ يَذْكُرَانِ اللّٰهَ فَأَرْجِعُ إِلٰى بَيْتِیْ فَأُكَفِّرُ عَنْهُمَا كَرَاهِيَّةً أَنْ يُذْكَرَ اللّٰهُ إِلَّا فِی حَقٍّ، وَ كَانَ يَخْرُجُ لِحَاجَتِهِ، فَإِذَا قَضٰى حَاجَتَهُ أَمْسَكَتْ امْرَأَتُهُ بِيَدِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأَ عَلَيْهَا، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى أَيُّوْبَ فِی مَكَانِهِ: أَنْ أُرْكُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ، فَاسْتَبْطَأَتْهُ، فَتَلَقَّتْهُ وَ أَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ مَا بِهِ مِنَ الْبَلَاءِ وَ هُوَ أَحْسَنُ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: أَیْ بَارَکَ اللّٰهُ فِيْکَ هَلْ رَأَيْتَ نَبِیَّ اللّٰهِ هٰذَا الْمُبْتَلٰى؟ وَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِکَ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِهِ مِنْکَ إِذْ كَانَ صَحِيْحًا، قَالَ: فَإِنِّیْ أَنَا هُوَ قَالَ: وَ كَانَ لَهُ أندران أندرٌ لِلْقُمْحِ وَ أندرُ لِلشَّعِيْرِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَيْنِ فَلَمَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا عَلٰى أندرِ الْقُمْحِ أَفْرَغَتْ فِيْهِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ، وَ أَفْرَغَتِ الْأُخْرٰى فِی أندرِ الشَّعِيْرِ الْوَرَقَ حَتّٰى فَاضَ." [صحیح] (أخرجه ألحاكم فی المستدک ج ۲ ص ۵۸۱)

حضرت ایوب علیہ السلام کے شفایاب ہونے کا واقعہ

(۹۲۹) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام پر اٹھارہ سال تک مصیبت و بلا منجانب اللہ نازل رہی تو قریب و رشتہ دار، اپنے بے گانے سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، مگر دو آدمی جو ایوبؑ کے ساتھ خاص بھائی چارہ رکھتے تھے جو ہر وقت ان سے ملنے جایا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ رہتے تھے، ایک دن ایک ساتھی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا تجھ کو ایک بات معلوم ہے اللہ کی قسم ایوب علیہ السلام نے ضرور کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو پوری دنیا میں کسی نے نہ کیا ہوگا، دوسرے نے کہا: پھر وہ گناہ کیا ہے؟ ساتھی نے جواب دیا: اٹھارہ سال ہو گئے اور حق تعالیٰ نے ان پر رحم نہ کیا، جس سے ان کی بلاء دفع ہو جاتی (یعنی یہ دلیل ہے کہ ایوب سے کوئی گناہ ضرور ہوا ہے، جس کی وجہ سے بلاء دفع نہیں ہو رہی ہے) جب دونوں ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو (سننے والا) صبر نہ کر سکا اور یہ بات آپس کی ان کو کہہ دی، یہ سن کر ایوب علیہ السلام نے فرمایا: تم دونوں جو باتیں کہہ رہے ہو اس کے بارے میں مجھ کو کچھ معلوم نہیں (کہ آیا یہ بات تمہاری حقیقت میں صحیح ہے یا منجانب اللہ میری ترقی درجات کے لیے ہے) اللہ پاک ہی بہتر جانتے ہیں، البتہ میں ایک مرتبہ دو شخص کے پاس سے گزرا، جو آپس میں ایک دوسرے پر جھوٹ باندھ رہے تھے اور اللہ پاک کا تذکرہ بھی کرتے تھے (یعنی جھوٹ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام کو واسطہ بناتے تھے تاکہ جھوٹ سچ میں بدل جائے) جب میں گھر واپس آیا تو ان دونوں کے لیے گناہ کی معافی مانگنے لگا، اس بات پر کہ اللہ پاک کے نام کا حق ہے جب اس کا ذکر کیا جائے۔ ایوب علیہ السلام اپنی قضاء حاجت کے لیے باہر جاتے تھے، جب حاجت پوری فرما لیتے تو ان کی اہلیہ ہاتھ پکڑ کر گھر لاتی تھی ایک روز ایوب علیہ السلام نے آنے میں دیر کر دی، اس لیے کہ ان پر اسی جگہ وحی نازل ہوئی تھی "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ" (اپنا پاؤں مارو یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ سورۃ ص ۴۲) ان کی اہلیہ تلاش رہی تھی، وہ اس حال

میں ملے کہ ایوب علیہ السلام ان کو دیکھ رہے تھے اور اپنی اہلیہ کی طرف آ رہے تھے؟ کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کے جسم کی تمام بلائیں دور فرمادی تھیں اور ایوب علیہ السلام پہلے سے زیادہ حسین وخوبصورت تھے، جب ان کی اہلیہ نے دیکھا تو فرمایا: اے انسان! اللہ پاک آپ کی زندگی میں برکت عطاء فرمائے، کیا آپ نے اللہ پاک کے نبی ایوب کو جو بیماریوں میں مبتلا تھے، دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ سے زیادہ ایوبؑ سے مشابہ وہم شکل انسان جب وہ صحیح سلامت تھے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا: میں ہی ایوب ہوں اور ایوب علیہ السلام کے پاس گندم رکھنے کی ایک جگہ تھی اور ایک جَو رکھنے کی جگہ، اللہ پاک نے دو بادل بھیجا ایک بادل جب گندم کے ڈھیر سے گزرا تو سونا برسانا شروع کیا جس سے وہ جگہ بھر کر باہر گرنے لگا اور بادل کا دوسرا ٹکڑا جَو کے ڈھیر سے گزرا تو دراہم برسانے لگا تو بھر کر باہر گرنے لگا۔ (صحیح اخرجہ الحاکم، ج۲، ص۵۸۱)

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں دو مقام پر آیا ہے اس میں سورۃ انبیاء اور دوسرے سورۂ ص میں۔ سورہ الانبیاء میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾ (الانبیاء ۸۴)

(ترجمہ) اور ایوب کو جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا پھر ہم نے سن لی اس کی فریاد سو دور کر دی جو اس پر تھی تکلیف اور عطا کیے اس کو اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ رحمت اپنی طرف سے اور نصیحت بندگی کرنے والوں کو۔

قِصّہٴ ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اسرائیلی روایات بڑی طویل ہیں ان میں سے جن کو حضرات محدثین نے تاریخی درجہ میں قابل اعتماد سمجھا ہے وہ نقل کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ اُن کو کوئی شدید مرض پیش آیا جس پر وہ صبر کرتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس سے نجات ملی اور یہ کہ اس بیماری کے زمانے میں ان کی اولاد اور احباب سب غائب ہوگئے، خواہ موت کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے، پھر حق تعالیٰ نے ان کو صحت و عافیت دی اور جتنی اولاد تھی وہ سب ان کو دیدی اور بھی زیادہ دیدی، باقی حصے کے اجزاء بعض تو مستند احادیث میں موجود ہیں اور زیادہ تر تاریخی روایات ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے اس قصّے کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ:

ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتداء میں مال ودولت اور جائداد اور شاندار مکانات اور سواریاں اور اولاد اور حشم وخدم بہت کچھ عطا فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور بدن میں بھی ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جذام ہوتا ہے کہ بدن کا کوئی حصّہ بجز زبان اور قلب کے اس بیماری سے نہ بچا وہ اس حالت میں زبان وقلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے۔اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں، دوستوں اور پڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک کوڑا کچرہ ڈالنے کی جگہ پر ڈال دیا۔کوئی ان کے پاس نہ جاتا تھا صرف ان کی بیوی ان کی خبر گیری کرتی تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھی جس کا نام لیّا بنت میشا ابن یوسف علیہ السلام بتلایا جاتا ہے (ابن کثیر) مال و جائداد تو سب ختم ہو چکا تھا ان کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کیلیے رزق اور ضروریات فراہم کرتی اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ایوب علیہ السلام کا یہ ابتلاء وامتحان کوئی حیرت وتعجب کی چیز نہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ ،یعنی سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائشیں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی ہیں ان کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بدرجہ۔اور ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء اور آزمائش اس کی دینی صلابت اور مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے جو دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اتنی اس کی آزمائش وابتلاء زیادہ ہوتی ہے۔

(تاکہ اسی مقدار سے اس کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں) حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زمرۂ انبیاء علیہم السلام میں دینی صلابت اور صبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا (جیسے داؤد علیہ السلام کو شکر کا ایسا ہی امتیاز دیا گیا تھا) مصائب وشدائد پر صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام ضرب المثل ہیں۔ یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو مال واولاد وغیرہ سب دنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے آزمائش فرمائی تو انھوں نے فارغ ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کردی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال جائداد اور دولت دنیا اور اولاد عطا فرمائی جس کی محبت میرے دل کے ایک ایک جز پر چھا گئی پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کر دیا اور اب میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

حافظ ابن کثیر یہ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وہب بن منبہ سے اس قصّہ میں بڑی طویل روایات منقول ہیں جن میں غرابت پائی جاتی ہے اور طویل ہیں اس لیے ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا صبر کے خلاف نہیں

حضرت ایوب علیہ السلام اس شدید بلاء میں کہ سب مال و جائداد اور دولت دنیا سے الگ ہو کر ایسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوئے کہ لوگ پاس آتے ہوئے گھبرائیں، بستی سے باہر ایک کوڑے کچرے کی جگہ پر سات سال چند ماہ پڑے رہے کبھی جزع وفزع یا شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہیں آیا۔ نیک بی بی لیّا زوجہ محترمہ نے عرض بھی کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ اللہ سے دعا کیجیے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے تو فرمایا کہ میں نے ستّر سال صحیح تندرست اللہ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے گزرنے مشکل ہیں۔ پیغمبرانہ عزم وضبط اور صبر وثبات کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہو جائے (حالانکہ اللہ

تعالیٰ سے دعا کرنا اور اپنی احتیاج و تکلیف پیش کرنا بے صبری میں داخل نہیں) بالآخر کوئی ایسا سبب پیش آیا جس نے ان کو دعا کرنے پر مجبور کر دیا اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے یہ دعاء دعاء ہی تھی کوئی بےصبری نہیں تھی۔ حق تعالیٰ نے ان کے کمالِ صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرمادی ہے فرمایا: اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً اس سبب کے بیان میں روایات بہت مختلف اور طویل ہیں اس لیے ان کو چھوڑا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (جب ایوب علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کو حکم ہوا کہ زمین پر ایڑ لگایئے یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اس سے غسل کیجیے اور اس کا پانی پیجیۓ تو یہ سارا روگ چلا جائے گا، حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کے مطابق کیا تمام بدن جو زخموں سے چُور تھا اور بجز ہڈیوں کے کچھ نہ رہا تھا اس چشمہ کے پانی سے غسل کرتے ہی سارا بدن کھال اور بال یکا یک اپنی اصلی حالت پر آ گئے تو) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا ایک لباس بھیج دیا وہ زیب تن فرمایا اور اس کوڑے کچرے سے الگ ہوکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ زوجہ محترمہ حسب عادت ان کی خبر گیری کے لیے آئی تو ان کو اپنی جگہ پر نہ پا کر رونے لگی، ایوب علیہ السلام جو ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو نہیں پہچانا کہ حالت بدل چکی تھی، انھیں سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے (کیا تمھیں معلوم ہے کہ) وہ بیمار مبتلا جو یہاں پڑا رہتا تھا کہاں چلا گیا، کیا کتّوں یا بھیڑیوں نے اسے کھالیا؟ اور کچھ دیر تک اس معاملے میں ان سے گفتگو کرتی رہی۔ یہ سب سن کر ایوب علیہ السلام نے ان کو بتلایا کہ میں ہی ایوب ہوں مگر زوجہ محترمہ نے اب تک بھی نہیں پہچانا۔ کہنے لگی اللہ کے بندے! کیا آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں؟ تو ایوب علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ غور کرو میں ہی ایوب ہوں، اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور میرا بدن از سرِ نو درست فرمادیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا مال و دولت بھی ان کو واپس دے دیا اور اولاد بھی، اور اولاد کی تعداد کے برابر مزید بھی دے دی۔ (ابن کثیر)

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے سات لڑکیاں تھیں اس ابتلاء کے زمانے میں یہ سب مر گئے تھے، جب اللہ نے ان کو عافیت دی تو ان کو بھی دوبارہ زندہ کردیا اوران کی اہلیہ سے نئی اولاد بھی اتنی ہی اور پیدا ہوگئی جس کو قرآن میں ﴿وَ مِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ﴾ فرمایا ہے۔ ثعلبی نے کہا کہ یہ قول ظاہر آیت قرآن کے ساتھ اقرب ہے۔ (قرطبی)

بعض حضرات نے فرمایا کہ نئی اولاد خود اپنے سے اتنی ہی مل گئی جتنی پہلے تھی اور ان کے مثل اولاد سے مراد اولاد کی اولاد ہے واللہ اعلم۔ (معارف القرآن ج۶ صفحہ ۲۱۷)

حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلاء میں صابر تھے

علامہ عثمانی آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا، کھیت، مویشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور عورت مرضی کے موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا، کھیت جل گئے، مواشی مر گئے، اور اولاد کھیتی دب مری، دوست آشنا الگ ہوگئے، بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے، ایک بیوی رفیق رہی، آخر میں وہ بیچاری بھی اکتانے لگی، مگر حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے، جب تکلیف واذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی، بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہوسکتی تھی، تب دعا کی ﴿رَبِّ اِنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ﴾ رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا، اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا، اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں، غرض سب طرح درست کردیا۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہوگئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں

برا وقت آئے تو ایوب علیہ السلام کی طرح صبر واستقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہیے۔حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔اور محض ایسے ابتلاء کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔(تفسیر عثمانی)

حضرت ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج پہنچایا ہے

صاحب معارف القرآن سورہ ص کی آیت ذیل میں فرماتے ہیں:

﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ○ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ○ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ○﴾ (سورۃ ص :۴۳)

(ترجمہ) اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو، جب اس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگادی شیطان نے ایذا اور تکلیف لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور بخشے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے اور یادر کھنے کو عقل والوں کے۔

اور آپ ہمارے بندہ ایوب علیہ السلام کو یاد کیجیے جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔اور یہ رنج وآزار بعض مفسرین کے قول کے مطابق وہ ہے جو امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے زمانے میں ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کو ملا تھا، اسے انھوں نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی، اس نے کہا اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہوجاوے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی، میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔انھوں نے ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا، انھوں نے فرمایا کہ بھلی مانس وہ تو شیطان تھا، میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دیدے تو میں تجھ کو سو قمچیاں ماروں گا، پس آپ کو سخت رنج پہنچا اس سے کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے۔جو ظاہراً موجب شرک

ہیں۔ گوتاویل سے شرک نہ ہوں اگر چہ حضرت ایوب علیہ السلام ازالۂ مرض کے لیے پہلے بھی دعا کر چکے تھے مگر اس واقعہ سے اور زیادہ ابتہال اور تضرع سے دعا کی، پس ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ چنانچہ انھوں نے زمین پر پاؤں مارا رتو وہاں سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا۔ (رواہ احمد)

پس ہم نے ان سے کہا کہ یہ (تمہارے لیے) نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا، (یعنی اس میں غسل کرو اور پیو بھی۔ چنانچہ نہائے اور پیا بھی، اور بالکل اچھے ہو گئے) اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا۔ اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لیے یادگار رہنے کے سبب سے (یعنی اہل عقل یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں)۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض کی نوعیت

قرآن کریم میں اتنا تو بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا، لیکن اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی۔ احادیث میں بھی اس میں کوئی تفصیل آنحضرت ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ البتہ بعض آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے جسم کے ہر حصّے پر پھوڑے نکل آئے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے گھن کی وجہ سے آپ کو ایک کوڑی پر ڈال دیا تھا۔ لیکن بعض محقق مفسرینؒ نے ان آثار کو درست تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بیماریاں تو آسکتی ہیں لیکن انھیں ایسی بیماریوں میں مبتلا نہیں کیا جاتا، جن سے لوگ گھن کرنے لگیں، انبیاء علیہم السلام کی اس عظمت و وجاہت کے منافی ہے جو اللہ کی طرف سے خاصۂ نبوت ہے، عوارض جسمانیہ اور امراض کا انبیاء پر ورود بے شک درست ہے لیکن ایسے امراض جو گندے اور قابل نفرت ہوں۔ مثلاً جذام و برص و عمی (نابینا پن) اور جنون واپاہج پن سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ (معارف کاندھلوی)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری بھی ایسی نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ کوئی عام قسم کی بیماری

تھی، لہٰذا وہ آثار جن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف پھوڑے پھنسیوں کی نسبت کی گئی ہے یا جن میں کہا گیا ہے کہ آپ کو کوڑی پر ڈال دیا گیا تھا، روایۃً ودرایۃً قابل اعتماد نہیں ہیں۔ (ملخص از روح المعانی واحکام القرآن)

حضرت علامہ عثمانیؒ رقم طراز ہیں:

قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر یا ایذاء کا یا کسی مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہو، ان کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ میں آیا ﴿وَ مَـا اَنْسَـانِیْـهُ اِلَّا الشَّیْطَـانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ (کہف: رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف وآزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً وتادباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا۔ یا حالت مرض وشدت میں شیطان القاء وساوس کی کوشش کرتا ہوگا اور یہ اس کی مدافعت میں تعب وتکلیف اٹھاتے ہوں گے۔ اس کو نُصب وعذاب سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم!

(تنبیہ) حضرت ایوبؑ کا قصّہ سورۂ انبیاء میں تفصیل سے آیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کرلیا جائے مگر واضح رہے کہ قصّہ گویوں نے حضرت ایوب کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کیے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو، انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾ (احزاب: رکوع ۹)

لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہیے جو منصب نبوۃ کے منافی نہ ہو۔ (عثمانی)

صبر کا پھل اور رحمت

جب اللہ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے، حکم دیا کہ زمین پر پاؤں ماریں، پاؤں مارنا

تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اسی سے نہایا کرتے اور پانی پیتے۔ وہ وہی ان کی شفاء کا سبب ہوا۔ اوران کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے ان سے دُگنے عطا کیے عقلمند لوگ ان واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور اللہ واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی کس طرح کفالت واعانت فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

الغرض یہ تھا اللہ تعالیٰ کا رحم جو ان کے صبر واستقلال، رجوع الی اللہ اور تواضع وانکساری کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمایا اور عقلمندوں کے لیے نصیت وعبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت وراحت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، گلدستہ ۵/۷۰۵)

باب : حديث فى سبب ابتلاء ايوب عليه السلام

باب: ایوب علیہ السلام کے آزمائش کا سبب کیا تھا؟

(۹۳۰) للديلمى و ابن النجار عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ:

"قَـالَ الـلّٰـهُ عَـزَّ وَجَـلَّ لِأَيُّـوْبَ: أَ تَدْرِىْ مَـا كَـانَ جُرْمُكَ إِلَىَّ حَتّٰى اِبْتَـلَيْتُكَ؟ قَـالَ: لَا يَـا رَبِّ ! قَـالَ: لِأَنَّكَ دَخَـلْـتَ عَـلٰى فِـرْعَوْنَ فَادَّهَنْتَ بِكَلِمَتَيْنِ." [ضعيف] (كما فى كنز العمال ج ١١/٣٢٣١٨)

ایوب علیہ السلام کو آزمایا گیا؟

(۹۳۰) ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے ایوبؑ سے فرمایا: کیا تجھے وہ جرم معلوم ہے جس کی وجہ سے میں نے تجھے آزمائش میں ڈالا؟ عرض کیا: نہیں یارب! حق جل مجدہ نے فرمایا: تو فرعون کے پاس جب گیا تھا تو دو کلمے میں مداہنت کی تھی یعنی حق بیانی میں نرم پہلو اختیار کیا تھا۔

ایوب علیہ السلام نے وقت کے حاکم کے پاس نرم بیانی سے کام لیا تھا

یہاں فرعون سے موسیٰ علیہ السلام والا فرعون مراد نہیں بلکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے زمانے کا جابر و ظالم حکمران مراد ہے یا عام معنی مراد ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں جو بھی حکمران ہوتا تھا اسکا شاہی لقب فرعون ہوا کرتا تھا۔

کلام میں نرمی کا ہونا محمود ہے، لیکن دلائل، احقاق حق، یا ایضاح حق میں مداہنت و مجاملت مذموم ہے۔ حق بیانی کیلیے نرم کلامی اچھی بات ہے مگر حق کی ترجمانی میں نرم پہلو جس سے بات مجمل یا غیر واضح رہ جائے مداہنت کہلاتی ہے یا یہ کے بات گول مول ذو معنی رہ جائے یہ بھی مذموم ہے۔ اس سے داعی الی اللہ کے لیے ایک اصول بھی نکلا کے دلائل حق میں کوئی نرم پہلو نہ آنے دیا جائے، بلکہ دلائلِ قاطعہ ہوں اور تکلم کے لیے حکمت ولینت کا پہلو ہو تا کہ مخاطب پر بات واضح ہو جائے اور ابہام کا شائبہ نہ ہو۔ حدیث میں وہ دو باتیں کیا تھیں مذکور نہیں۔ اس لیے اس کے در پے ہونا عبث ہے۔ نیز مقامِ انبیاء کی بات ہے اور گرفت احکم الحاکمین کی ہے، اس لیے ہماری مجال بھی نہیں کہ ہم اس پر کلام کریں۔ واللہ اعلم

لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَتَكَلَّمَ عَلٰى مَقَامِ النُّبُوَّةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا.

باب: حديث ان الله أوحى الى يحيٰى بن زكريا بخمس كلماتٍ

باب: یحیٰ وزکریا علیہما السلام کو منجانب اللہ ہدایات

(۹۳۱) عن الحارث الأشعرى رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال:

”إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَوْحٰى إِلَى يَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ تَعْمَلُ بِهِنَّ وَ تَأْمُرُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنْ يَعْمَلُوْا بِهِنَّ، فَإِمَّا أَنْ تُخْبِرَهُمْ وَ إِمَّا أَنْ أُخْبِرَهُمْ، فَقَالَ: يَا رُوْحَ اللّٰهِ! لَا تَفْعَلْ فَإِنِّيْ أَخَافُ إِنْ سَبَقْتَنِيْ بِهِنَّ أَنْ يُخْسَفَ بِيْ أَوْ أُعَذَّبَ، قَالَ: فَجَمَعَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ حَتّٰى امْتَلَأَ الْمَسْجِدُ وَ قَعَدُوْا عَلَى الشُّرُفَاتِ، ثُمَّ خَطَبَهُمْ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ: أَوْحٰى إِلَيَّ

بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ وَ أَمَرَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ أَنْ یَعْمَلُوْا بِهِنَّ أَوَّلُهُنّ: أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا فَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَکَ بِاللّٰهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرٰیْ عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ ثُمَّ اَسْكَنَهُ دَارًا ، فَقَالَ اِعْمَلْ وَ ارْفَعْ إِلَیَّ عَمَلَکَ فَجَعَلَ الْعَبْدُ یَرْفَعُ إِلٰی غَیْرِ سَیِّدِهِ فَأَیُّكُمْ یَرْضٰی أَنْ یَكُوْنَ عَبْدُهُ كَذٰلِکَ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ فَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَیْئًا. وَ إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلَاةِ فَلَا تَلْتَفِتُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُقْبِلُ بِوَجْهِهِ إِلٰی وَجْهِ عَبْدِهِ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ ، وَ أَمَرَكُمْ بِالصِّیَامِ وَ مَثَلُ ذٰلِکَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِیْ عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةُ مِسْکٍ فَكُلُّكُمْ یُحِبُّ أَنْ یَجِدَ رِیْحَهَا، وَ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ عِنْدَ اللّٰهِ أَطْیَبُ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ، وَ أَمَرَكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَ مَثَلُ ذٰلِکَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أسرهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوْهُ إِلٰی عُنُقِهِ أَوْ قَرَبُوْهُ لِیَضْرِبُوْا عُنُقَهُ، فَجَعَلَ یَقُوْلُ لَهُمْ: هَلْ لَكُمْ أَنْ أُفْدِیَ نَفْسِیْ مِنْكُمْ فَجَعَلَ یُعْطِی الْقَلِیْلَ وَ الْكَثِیْرَ حَتّٰی فَدَی نَفْسَهُ، وَ أَمَرَكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ كَثِیْرًا، وَ مَثَلُ ذٰلِکَ كَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبَهُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا فِیْ أَثَرِهِ حَتّٰی أَتٰی حِصْنًا حَصِیْنًا فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ فِیْهِ وَ كَذٰلِکَ الْعَبْدُ لَا یَنْجُوْ مِنَ الشَّیْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ.“

و قال أبو داود حدثنا أبان عن یحیی بن أبی كثیر عن زید بن سلّام عن أبی سلام عن الحارث قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم:

”وَ أَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ أَمَرَنِیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِنَّ ، اَلْجَمَاعَةُ وَ السَّمْعُ وَ الطَّاعَةِ وَ الْهِجْرَةِ وَ الْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، فَمَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قید شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ وَ الْإِیْمَانِ مِنْ عُنُقِهِ أَوِ الْإِیْمَانِ مِنْ رَأْسِهِ إِلَّا أَنْ یُرَاجِعَ، وَ مَنْ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثَاءِ جَهَنَّمَ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ إِنْ صَامَ وَ صَلّٰی؟ قَالَ: وَ إِنْ صَامَ وَ صَلّٰی، تُدَاعُوْا بِدَعْوَی اللّٰهِ الَّذِیْ سَمَّاكُمْ بِهَا الْمُسْلِمِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَ اللّٰهِ.“ [صحیح] (أخرجه أبوداود الطیالسی ج۵ ص ۱۵۹)

حق تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کی ہدایات دیں

(۹۳۱) ترجمہ: حضرت حارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ان پر عمل کریں اور قریب تھا کہ یحییٰ علیہ السلام ان باتوں کے بتانے میں دیر کرتے یعنی دیر نہیں کی تھی، کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ یا تو وہ ان باتوں کو پہنچادیں اپنی قوم کو یا تم ان باتوں کو پہنچاؤ۔ تو عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کا حکم کیا ہے آپ کو کہ اس پر خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم کریں کہ ان باتوں پر عمل کریں۔ اب ان باتوں سے یا تو آپ بنی اسرائیل کو آگاہ کریں کہ ان پر عمل کریں یا میں ان کو حکم دوں گا کہ ان پر عمل کریں۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا: اے روح اللہ ایسا نہ کریں یعنی ان باتوں کو بنی اسرائیل کو بتلانے میں اگر آپ نے مجھ پر سبقت کی تو اندیشہ ہے کہ مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے یا پھر مجھے سزا دی جائے یعنی آپ نہ بتلائیں میں خود ہی بتاؤں گا، لہٰذا آپ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا، یہاں تک کہ پوری مسجد لوگوں سے بھر گئی، تو لوگ گیلری و بالکنیوں میں بیٹھے، پھر یحییٰ علیہ السلام نے خطبہ دینا شروع کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے، تاکہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور آپ لوگوں کو بھی ان کا حکم دوں، تاکہ آپ لوگ بھی ان پر عمل کریں۔

ان میں پہلی بات یہ ہے کہ؛ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اور اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص جیسی ہے، جس نے کوئی غلام اپنے ذاتی مال سے، سونے یا چاندی سے خریدا، پس اس نے غلام سے کہا: یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے پس تو کام کر اور آمدنی مجھے دے، لہٰذا وہ کام کرنے لگا

اور آمدنی اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کو دینے لگا۔ بتاؤ تم میں سے کون راضی ہوگا کہ اس کا غلام ایسا کرے؟ پس بیشک اللہ عزوجل نے تم لوگوں کو پیدا کیا اور روزی دی؛ لہٰذا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

دوسری بات؛ اور بیشک حق تعالیٰ نے تمھیں نماز کا حکم دیا ہے، پس جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر نہ جھانکو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نماز میں اپنا چہرہ اس کے چہرہ کے سامنے کر دیتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جب تک وہ ادھر ادھر نہ جھانکے۔

تیسری بات؛ اور حق تعالیٰ نے تم لوگوں کو روزوں کا حکم دیا ہے اور روزوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی مجمع میں ہو، اس کے پاس ایسی تھیلی ہو جس میں مشک ہو، پس سب لوگ پسند کر رہے ہوں کہ اس کی خوشبو سے مستفیض ہوں۔ اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بو حق تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

چوتھی بات؛ اور حق تعالیٰ نے تمھیں خیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کیا ہو، پس انھوں نے اس کے ہاتھ کو اس کی گردن سے باندھ دیا ہو اور انھوں نے اس کو آگے بڑھایا ہو تا کہ اس کی گردن ماریں، پس اس شخص نے ان لوگوں سے کہا: کیا میں تم لوگوں کو اپنی جان چھڑانے کے لیے بدلہ وفدیہ دے کر اپنی جان چھڑا سکتا ہوں؟ لہٰذا قلیل و کثیر یعنی کم و بیش جو کچھ بھی اس کے پاس تھا دے کر اپنی جان ان لوگوں سے آزاد کراتا ہے۔ (یعنی اپنے آپ کو قتل سے بچا لیتا ہے اور قتل سے بچ گیا، صدقہ و خیرات اسی طرح انسان کو جہنم سے بچا دیتے ہیں۔)

پانچویں بات؛ اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو؛ کیونکہ ذکر کثیر یا ذکر اللہ کی مثال اس شخص جیسی ہے؛ جس کے پیچھے دشمن تیزی سے چلا آ رہا ہو، یہاں تک کہ جب وہ شخص کسی مضبوط قلعہ پر پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو ان دشمنوں

سے محفوظ کرلیا، اسی طرح بندہ شیطان سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں کرسکتا، مگر ذکر اللہ کے ذریعہ یعنی پیچھے پڑا ہوا دشمن شیطان ہے اور مضبوط و محفوظ قلعہ ذکر اللہ ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اور میں بھی آپ لوگوں کو ایسی پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

(۱) جماعت مسلمین کے ساتھ لگے رہنا۔

(۲) امیر کی بات سننا۔

(۳) امیر کی فرمانبرداری کرنا۔

(۴) ہجرت کرنا۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

جماعت مسلمین میں افتراق پیدا نہ کرنا؛ کیونکہ جو شخص جماعت مسلمین سے بالشت بھر جدا ہوا، اس نے ایمان واسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا یا ایمان اس کے سر سے نکل گیا، مگر یہ کہ وہ جماعت مسلمین کی طرف لوٹ آئے اور جو شخص جاہلیت جیسی پکاریں پکارتا ہے، وہ یقیناً جہنم کے انگاروں میں سے ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو۔ بس تم تو صرف اللہ کی پکار کے ساتھ پکارو، وہ پکار جس سے اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں اور مومنوں کا نام رکھا ہے، کہو! اے اللہ کے بندو، آؤ اور میری مدد کرو۔

(اخرجہ ابوداؤد الطیالسی، ۱۵۹/۵)

سعادتِ دارین کی پانچ باتوں میں ضمانت

حق جل مجدہ نے پانچ باتوں کا حکم حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیا اور پھر انہیں پانچ باتوں کا حکم عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ یحییٰ علیہ السلام کو دیا گیا، تاکہ ان باتوں کا اہتمام اور التزام کیا جائے اور پوری قوت کے ساتھ بنی اسرائیل کو حکم ربانی سے باخبر کیا جائے۔ جس کی اہمیت دو نبی کے ذریعہ واضح کی گئی۔

(۱) اس میں سرفہرست شرک سے بچنے کی تاکید کی گئی اور توحید پر استقامت کی ہدایت دی گئی ہے اور پھر اس کو ایک بلیغ و بدیہی مثال سے واضح کر دیا گیا۔

(۲) دوسری بات نماز، جو تقرب بارگاہِ ربّ العزّت کی اعلیٰ ترین شکل وصورت ہے اس سے باخبر کیا گیا اور یہ بات ظاہر کر کے بندہ کے خشوع وخضوع کو بلندی کے اعلیٰ ترین معیار پر پہچانے کی کوشش کی گئی ہے، کہ بندہ جتنی دیر حالتِ نماز میں ہوتا ہے، حق جل مجدہ کی سبوح وقدوس ذاتِ بے نیاز اپنے نیازمند بندہ کے طرف متوجہ ہوتی ہے، تاکہ بندہ کی بھی توجہ تام اپنے معبود کی طرف کامل ومکمل رہے۔ جب تک بندہ اسی توجہ کے ساتھ متوجہ رہتا ہے ذاتِ حق بھی متوجہ رہتی ہے اور جب بندہ اس پاس داری میں خلل ڈالتا ہے، تو حق تعالیٰ کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔ قصور بندہ کا ہے کہ خالق کا خیال نہ کیا اور توجہ ہٹالی۔

(۳) تیسری چیز روزہ ہے، جو بندہ کے اندر تنزیہی صفات پیدا کرتا ہے یا پھر یوں تعبیر کر لیں کہ ملکوتی صفات کی مشابہت پر بندہ کو حق تعالیٰ جو انعامات عطا کریں گے اور کرتے ہیں ان میں ایک منہ کی بو ہے جو حق جل مجدہ کو مشک کی بو سے زیادہ پسند ہے اور قیامت کے دن روزہ دار کے منہ سے مشک کی خوشبو ظاہر ہوگی، جو دلیل ہوگی کہ دنیا میں صفت صوم سے اپنے آپ کو متصف کیا تھا۔

(۴) چوتھی چیز، صدقہ و خیرات ہے۔ اس کو بھی ایک مثال کے ذریعہ آسان اسلوب میں سمجھا دیا گیا، تاکہ آخرت کی نجات کے طلب گار اور نار جہنم سے آزادی کے خواہاں اس طریقہ سے اپنے کو سعادت مند بنا سکتے ہیں اور خاص کر مالداروں کے لیے تو بہت ہی پر امید چیز ہے اور آخرت کی سعادت کی ضمانت۔ اللہ توفیق بخشے آمین۔

(۵) پانچویں چیز۔ ذکر اللہ ہے، شریعت میں ہر چیز کے لیے اوقات، زمانہ، شرائط، پھر تحدید وتعیین مگر ذکر اللہ کے لیے نہ اوقات کی پابندی یا ممنوع، نہ ہی زمانہ کی تحدید وتعین، نہ کسی شرائط کی پابندی۔ جب چاہیے جتنا چاہیے، جس طرح چاہیے، لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے، جاگتے سوتے، اٹھتے بیٹھتے، باوضو بے وضو، بس ہر وقت ہر حال میں جس ذکر سے

آپ کوانسیت ہو،خواہ تکبیر ہو یا تحمید،تہلیل ہو یا تسبیح ، تقدیس ہو یا تنزیہہ، درودسلام ہو یا تلاوت قرآن ۔بس ہروقت ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا﴾ کی تفسیر بنے رہیے اور ظلمت سے نور کی طرف رواں دواں رہیے۔ ذکر اللہ کے ذریعہ اللہ عزوجل کی معیت و ہم نشینی اختیار کیجیے اور ابدی لعین و دشمن سے ذکر اللہ کے محفوظ قلعہ میں مضبوطی کے ساتھ مقیم ہو جایئے۔ دشمنِ شیطان سے آپ کو کوئی نہیں بچا سکتا ،ذکر اللہ قلعہ ہے اس قلعہ میں داخل ہو جایئے،اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں فرمادیا۔

﴿اِذَا مَسَّھُمْ طَائِفَةٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾

شیطان سے حفاظت کی یہی ایک شکل ہے جس کا آپ کے پاس وقت نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو پانچ باتوں کا حکم دیا

اس واقعہ کو نبی اکرم ﷺ نے سنا کر اپنی پیاری امت کو پانچ باتوں کا حکم دیا اور یہ بھی تنبیہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے۔اللہ اکبر کبیراً۔

جس کی تفصیل آپ نے پڑھ لی۔مہاجر وہ ہے جو ممنوعات شرعیہ کو چھوڑ دے یعنی وہ تمام اعمال وافعال،حرکات وسکنات،رب کی رضا کے خاطر چھوڑ دے جس سے اللہ ورسول کی ناراضگی ہوتی ہو۔

ہجرت تین طرح کی ہوتی ہے۔ دارالکفر سے دارالا لسلام کی طرف۔ جب کہ دارالکفر میں شعائر اسلام پر عمل کرنا دشوار ہو۔ (مگر افسوس کہ دارالکفر کے مسلمان کہاں جائیں۔اب ہزار ہا قانونی مشکلات ہیں، پابندیاں ہیں ،پھر دارالاسلام یا مسلم مما لک ان غریب مسلمانو ں کو قبول بھی نہیں کرتے ۔نہ ویزہ کی سہولت، نہ داخلہ کی اجازت بلکہ دارالکفر اگر چھوڑ دیں تو مسلم مما لک میں دارالکفر سے زیادہ عذاب وعقاب ان مسلم حکمرانوں کی جانب سے فالی اللّٰہ المشتکی .وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل،اب شاید دنیا میں دارالاسلام نہیں رہا،دارالمسلمین رہ گئے ہیں۔ وہ حکم دارالاسلام کی طرف ہجرت کا ہے، دارالاسلام جب ہوگا تو اس کی سرحدیں ہمیشہ کھلی رہیں گی ۔فقہاء نے

دارالاسلام کی طرف ہجرت کا حکم لکھا ہے۔ دارالکفر سے دارالمسلمین کی ہجرت کا حکم کیا ہوگا ،فقہی بحث کا محتاج ہے **حسبنا اللّٰہ و نعم الو کیل** ۔انتظار کیجیے نزول عیسیٰ بن مریم کا اس سے قبل یہ حکم بس کتابوں میں ہوگا اور بحثوں میں، عملاً نہ علماء کے بس میں ہے، نہ ہی حکمراں کو اس کا غم ،اب تو صرف صبر واعراض کا وقت ہے اور اسی میں راہ نجات ہے۔ صبر صبر صبر کیجیے یہاں تک کہ موت آجائے)۔ دوسری ہجرت دارالبدعت سے دارالسنّت کی طرف یعنی جس علاقہ و گاؤں میں بدعت اور اہلِ بدعت کا دور دورہ ہو، زور ہو اور بظاہر امید بھی نہ ہو کہ لوگ سنتِ مطہرہ کی طرف رجوع کریں گے، تو ایسی جگہ سے آدمی منتقل ہو جائے ،دوسری ایسی جگہ جہاں شریعت وسنت کا ماحول ہو تاکہ بندہ آسانی کے ساتھ سنت پر عمل کرلے۔

تیسری ہجرت، گناہ ومعصیت کی جگہ سے ،توبہ وعبادت کی جگہ۔ ایک سو کے قاتل کا واقعہ اسی کتاب میں تفصیل سے گذر چکا ہے ۔یعنی برے اور گندے ماحول سے نکل کر اچھے اور صاف ماحول میں بندہ چلا جائے۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجتماعیت اور جماعت مسلمین کے ساتھ رہنے کی تاکیدی ہدایت دی ہے۔

ہمارے حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی امارتِ شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بہار، رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ مسلمانوں کو اجتماعیت و جماعت کی ہی بنیاد پر اتحاد کی دعوت دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی وضاحت کا عجیب وغریب ملکہ عطا کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اجتماعیت کو پارہ پارہ کرتا، اجتماعیت کا شیرازہ بکھیرتا ہے، چاہے وہ بالشت بھر اجتماعیت سے ہٹے ،وہ رفتہ رفتہ اسلام ہی سے نکل جاتا ہے۔ اجتماعیت سے ہٹنے کی شکل یہ ہوتی ہے کہ آدمی عصبیت والی آواز لگا کر قومیت ولسانیت کو بنیاد بنا کر، اپنی حمایت واعانت کو پکارے۔ آج کل عام ہوگیا ہے گجراتی ومراٹھی یا میواتی و

راجستھانی یا بہاری و یوپی کی بنیاد پر عصبیت و جاہلیت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ کتنا ہی لائق و فائق ہو مگر یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ فلاں علاقہ کا ہے، اس کو نہیں رکھنا ہمیں تو فلاں علاقہ کا چاہیے۔ اللہ اکبر جب مساجد و مدارس میں یہ عصبیتِ جاہلیت داخل ہوگئی اور اس گناہ کے لیے لمبے عبا وقبا والے دینِ حنیف سے ہٹ گئے تو پھر اُمت کا کیا بنے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمانوں کی اجتماعیت میں افتراق ڈالنے کی کوشش کرے وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ یہ افتراق ڈالنے والے گرچہ نماز وروزہ کے پابند ہوں جہنم میں جائیں گے۔ قربان جائیے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کیا عجیب سوال کیا ہے کیا نماز روزہ کے پابند لوگ بھی اس طرح کی عصبیت و جاہلیت کا بد بودار کام کریں گے؟ آقا ﷺ نے جواب دیا: گرچہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں۔ آج کے عہد میں اس بات کا خوب مشاہدہ ہو رہا ہے کہ لوگ پکے نمازی بھی ہیں اور پکے علاقائی عصبیت کے شکار بھی؛ بلکہ علاقائی عصبیت کی قیادت و نمائندگی کو پابندیٔ نماز کے ذریعہ پروان چڑھاتے ہیں، کیونکہ مصلّیان اس دھوکہ میں رہتے ہیں کہ یہ آدمی اتنا پابند نماز غلط تو نہیں ہوسکتا جبکہ شیطان نے اسی کو منتخب کیا ہے اس کام کے لیے۔ یہ نبی کا دشمن ہے شیطان کا دوست ہے ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

اگر کبھی مسلمانوں کو آپس میں کسی مدد کی ضرورت ہو تو عباداللہ کہہ کر پکارنا چاہیے، اللہ کے بندو، میری مدد کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اور مومنین کا یہی نام رکھا ہے۔ سب مسلمان اللہ کے بندے ہیں اور ایک جماعت ہیں۔ اے مراٹھی! اے گجراتی! اے بہاری! اے یوپی والے! جیسی جاہلیت والی پکاریں مت پکارو، اس سے جماعت میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

لوگوں کی بدزبانی سے گھبرانا نہیں چاہیے

(۹۳۲) للديلمي عن أنس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ يَحْيٰى بْنَ زَكَرِيَّا سَأَلَ رَبَّهُ فَقَالَ: يَا رَبِّ! اِجْعَلْنِي مِمَّنْ لَا يَقَعُ

النَّاسُ فِيهِ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ: يَا يَحْيٰى هٰذَا شَيْءٌ لَمْ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ كَيْفَ أَفْعَلُهُ بِكَ؟ اِقْرَأْ فِي الْمُحْكَمِ فِيهِ: ﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصَارىٰ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ﴾. وَ قَالُوْا: ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾، وَ قَالُوْا ، وَ قَالُوْا...... قَالَ: يَا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ فِإِنِّيْ لَا أَعُوْدُ.''

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ١١/ ٣٢٤٤٠)

و هو فى الاتحافات : ۵۱۴

''فِيهِ ﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ، وَ قَالَتِ النَّصَارىٰ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ﴾ وَ قَالُوْا: ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ وَ قَالُوْا ، وَ قَالُوْا...... قَالَ: يَا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ فَإِنِّيْ لَا أَعُوْدُ.'' [ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ۱۱/ ۳۲۴۴۰)

(۹۳۲) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے اللہ پاک سے سوال کیا: ربّ العالمین مجھ کو ان بندوں میں شامل فرمایئے جن کے خلاف لوگوں کی تکلیف واذیت کی باتیں نہ ہوں (یعنی لوگوں کی زبان بد اور بدگمانی سے حفاظت فرمایئے) حق جل مجدہ نے وحی بھیجی: اے یحییٰ! یہ تو نے ایسی بات کا سوال کیا ہے کہ میں نے اسے اپنی ذات کے لیے بھی خاص نہیں کیا، پھر آپ کے لیے ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے؟ میری کتاب محکم کو پڑھا کرو۔ جس میں آیت ''وقالت الیهود عزیر ابن اللّٰه وقالت النصارىٰ المسیح ابن اللّٰه'' نازل ہوئی، یہودیوں نے کہا کہ: عزیر ابن اللہ اور نصاریٰ نے کہا: عیسیٰ ابن اللہ ہیں، العیاذ باللہ، اور کہا ''یداللّٰه مغلولة'' اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اور انھوں نے یوں کہا اور یوں کہا، تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب میری مغفرت کرکے معاف کردے، میں پھر دوبارہ یہ سوال نہیں کروں گا۔

دشمنوں کی شماتت پر صبر کیجیے اجر پایئے

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ربّ العزّت سے سوال کیا کہ لوگوں کی بدزبانی و بدکلامی سے محفوظ فرما۔ اس روئے زمین پر ہر شخص کا سابقہ اپنے زمانہ وعہد میں عوام اور نسل انسانی

سے رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام حق جل مجدہ کے فرستادہ اور نسل انسانی کے خیر خواہ ہوتے ہیں اس لیے ان کا ربط و تعلق، خیر وفلاح اور دنیا وآخرت کی سعادت کے لیے مخلوقات سے ہوتا ہے۔ تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ وظیفۂ نبوت ورسالت کے فریضہ کو ادا کیا جائے، یہ وظیفہ معاشرے کے ایک طبقہ کے لیے بہت ہی ناگوار وکڑوا گھونٹ رہا ہے اور ہمیشہ سے ایسے مقدس حضرات کو طعنہ کا نشانہ بنایا گیا ہے اور نہ معلوم کیا کیا ظلم وستم، ان پر ڈھایا گیا، کن کن الفاظ والقاب سے ان کو پکارا گیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ان مقدس حضرات کے اوپر جو کیچڑ اچھالا گیا اس کی مختلف مقامات پر نشاندہی کی ہے اور مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ بنی اسرائیل یا اُممِ سابقہ کی اس نامعقولیت ونا موزونیت کی پیروی واتباع نہ کریں۔ ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ آذَوْا مُوسٰی﴾

اور دوسری طرف یہ بھی ہدایت دی ہے کہ ﴿وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ بدخواہوں اور بدگوؤں کی طرف کان نہ دیں، دھیان نہ دیں، نیز رسول اللہ ﷺ نے شماتۃ الاعداء دشمنوں کی شماتت سے پناہ چاہی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ربّ العزّت سے سوال کیا کہ لوگوں کی بدگوئی وبدکلامی سے بچا لیجیے۔ حق جل مجدہ نے جواب دیا کہ یہ ایسا سوال ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لیے بھی مخلوق کی زبان کو بند نہیں کیا۔ یہود بے بہبود نے عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہا، نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو اللہ کا بیٹا کہا اور کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا: ربّ العزّت مجھے معاف فرما دے۔ اب پھر یہ سوال میں دوبارہ نہیں کروں گا، یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کی بدگوئی وبدخواہی کے وقت انسانی ضمیر کو ایک اتھل پتھل ہونے لگتا ہے ایسے وقت میں دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور انابت ورجوع الی اللہ کا خوب موقع ملتا ہے، لہٰذا گھبرانا نہیں چاہیے اور اپنے ربط وتعلق مع اللہ کو خوب استوار کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں قلبِ منیب عطا فرمائے، آمین!

باب : فی خروج الدجال و نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
باب: دجال کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نازل ہونا

(۹۳۳)عن النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ قال:

"ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيْهِ وَ رَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ، عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا، فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَ رَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: غَيْرُ الدَّجَّالِ أخوفني عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجَ وَ أَنَا فِيْكُمْ فَأَنَا حَجِيْجُهُ دُوْنَكُمْ، وَ إِنْ يَخْرُجَ وَ لَسْتُ فِيْكُمْ فامروٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَ اللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنَّهُ شَابٌّ قِطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّيْ أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَجَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خلةً بَيْنَ الشَّامِ وَ الْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِيْنًا وَ عَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا لُبْثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَ يَوْمٌ كَشَهْرٍ وَ يَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَ سَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: لَا اقْدُرُوْا لَهُ قَدْرَهُ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ، فَيَأْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَ يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَ الْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًا وَ أَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَ أَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمُ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَ يَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا: أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ

فَيَـنْـزِلُ عَـنِ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِـىَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِـحَةِ مَـلَـكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَ إِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْ لُؤِ ، فَـلَا يَـحِـلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَ نَفْسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَـطْلُبُهُ حَتّٰـى يُـدْرِكَـهُ بِبَـابِ لُـدٍّ فَيَـقْتُـلُهُ ، ثُمَّ يَأْتِـىْ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَـصَـمَهُـمُ الـلّٰـهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَ يُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْـنَـمَـا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى عِيْسٰى: إِنِّـىْ قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِـىْ لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ ، فَحَرِّزْ عِبَادِىْ إِلَى الطُّوْرِ وَ يَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ ، وَ هُـمْ مِـنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بَحِيْرَةِ طِبْرِيَّةٍ فَيَشْرِبُوْنَ مَا فِيْهَـا، وَ يَـمُـرُّ آخَـرُهُـمْ فَيَـقُوْلُوْنَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءً، وَ يَحْصُرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰـى وَ أَصْـحَـابُــهُ حَتّٰـى يَـكُـوْنَ رَأْسُ الثَّـوْرِ لِأَحَـدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِأَحَـدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ أَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ أَصْـحَـابُــهُ إِلَـى الْأَرْضِ ، فَـــلَا يَـجِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَــلَأَهُ زَهْـمُهُـمْ وَ نَتْـنُهُـمْ، فَيَـرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ أَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْـرًا كَـأَعْـنَـاقِ الْبُـخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَ لَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزُّلْفَةِ، ثُمَّ يُـقَـالُ لِلْأَرْضِ اَنْبِتِـىْ ثَـمَـرَكِ ، وَ رَدِّىْ بَرْكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعُصَابَةُ مِنَ الـرُّمَّانَةِ، وَ يَسْتَظِلُّوْنَ بِقَحْفِهَا، وَ يُبَارِكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَـكْـفِـى الْـفِـئَـامَ مِنَ النَّا سِ، وَ اللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرَةِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَ الـلِّـقْـحَةَ مِـنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً ، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ كُلِّ مُسْلِمٍ، وَ يَبْقِي شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ.“

وقال الإمام مسلم:

حدثناعلی بن حجر السعدی حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمن بن یزید بن جابر والولید بن مسلم قال ابن حجر: دخل حدیث أحدھما فی حدیث الآخر عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر بھذا الإسناد نحو ماذکر نا وزاد بعد قوله:

”لَقَدْ کَانَ بِھٰذِهِ مَرّةً مَاءٌ ثُمَّ یَسِیْرُوْنَ حَتّٰی یَنْتَھُوْا إِلٰی جَبَلِ الْخَمْرِ وَ ھُوَ جَبَلُ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَیَقُوْلُوْنَ: لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْأَرْضِ ھَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِی السَّمَاءِ فَیَرْمُوْنَ بِنُشَابِھِمْ إِلَی السَّمَاءِ، فَیَرُدُّ اللّٰهُ عَلَیْھِمْ نُشَّابَھُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا.“

وفی روایة ابن حجر:” فإنی قد أنزلت عبادًا لی لا یَدَیْ لأحد بقتالھم.“

[صحیح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص٢٢٥٠__٢٢٥٥)

خروجِ دجال اورنزولِ عیسیٰ علیہ السلام

(۹۳۳) ترجمہ: نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت سے دجال کا تذکرہ فرمایا کہ مارے دہشت کہ ہم کو یوں محسوس ومعلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں موجود ہے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دہشت وخوف کومحسوس کرلیا اور پوچھا: تم ایسے پریشان کیوں نظر آتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر اتنی اہمیت کے ساتھ فرمایا کہ ہم کو یوں معلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کوتم پر دجال سے بڑھ کر دوسری باتوں کا زیادہ اندیشہ ہے۔ دجال کا کیا ہے، اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو تمہارے بجائے میں خود اس سے نمٹ لوں گا، ورنہ تو ہرشخص خود اس کا مقابلہ کرے اور میں نے تم سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ دیکھو! وہ جوان ہوگا، اس کے بال سخت گھونگر والے اور اس کی آنکھ انگور کی طرح باہر کو اُبھری ہوئی ہوگی، بالکل اس شباہت کا شخص سمجھو جیسا کہ عبدالعزی بن قطن ہے، تو تم میں جو شخص بھی اس کا زمانہ پائے، اس کو چاہیے کہ وہ سورۂ کہف کی اول کی آیتیں پڑھ لے، وہ شام اور عراق کی

درمیان گھاٹیوں سے ظاہر ہوگا اور اپنے دائیں بائیں ہر سمت بڑا اُدھم مچائے گا، تو اے اللہ کے بندو! دیکھو اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کتنے عرصہ تک زمین پر رہے گا؟ فرمایا: چالیس دن، لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا اور پھر دوسرا ایک ماہ اور تیسرا ایک جمعہ کے برابر ہوگا، اس کے بعد بقیہ دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے پوچھا: جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں ادا کرنی کافی ہوں گی، فرمایا: نہیں، بلکہ ایک دن کی برابر نمازوں کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہنا۔ ہم نے پوچھا: وہ کس رفتار سے زمین پر گھومے گا، فرمایا: اس تیز رفتار بادل کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا اڑائے لا رہی ہو، وہ کچھ لوگوں کے پاس آ کر ان کو اپنی خدائی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا، وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، وہ خوش ہو کر آسمان کو بارش کا حکم دے گا، فوراً بارش آ جائے گی اور زمین کو حکم دے گا، اس وقت سبزہ زار ہو جائے گی اور شام کو جب ان کے حیوانات چراگاہوں سے چر کر واپس ہوں گے تو ان کے اونٹوں کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے لمبے، ان کے تھن پہلے سے زیادہ دودھ سے لبریز اور ان کی کوکھیں پہلے سے زیادہ تنی ہوئی ہوں گی، اس کے بعد وہ کچھ اور لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو بھی اپنی خدائی کی دعوت دے گا، مگر وہ اس کو نہ مانیں گے، جب وہ ان کے پاس سے واپس ہوگا یہ بے چارے سب قحط میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کے قبضہ میں کوئی مال نہ رہے گا (سب دجال کے ساتھ چلا جائے گا) پھر وہ ایک شور زمین سے گزرے گا اور اس کو یہ حکم دے گا اپنے تمام خزانے باہر اُگل دے، وہ سب کے سب اس کے پیچھے پیچھے اس طرح ہو لیں گے جیسے مکھیوں کے سردار کے پیچھے پیچھے سب مکھیاں ہوتی ہیں، اس کے بعد ایک شخص کو بلائے گا جو اپنے پورے شباب پر ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے اتنی دور پھینک دے گا جتنا تیر انداز اور اس کے نشانہ لگانے کی جگہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے، پھر اس کو آواز دے کر بلائے گا، وہ ہنستا کھلکھلاتا چلا جائے گا، ادھر وہ شعبدہ بازیاں دِکھلا رہا ہوگا۔ ادھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق

کے مشرقی سفید منارہ پر اُتریں گے اور دو زرد زعفرانی رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے دو فرشتوں کے بازؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے، سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکتے معلوم ہوں گے اور جب سر اُٹھائیں گے تو بادلوں میں چاندی کے سے موتی گرتے محسوس ہوں گے، جس کافر کو ان کے سانس لگ جائیں گے وہ زندہ نہ رہ سکے گا اور ان کے سانس کا اثر اتنے فاصلہ تک پڑے گا جہاں تک کہ ان کی نظر جائے گی، وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد (بیت المقدس میں ایک مقام اب جہاں پر اسرائیل کا ائیر پورٹ ہے) پر اس کو پکڑ لیں گے اور یہاں اس کو قتل کر دیں گے، اس کے قتل سے فارغ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جو اس کے فتنہ سے بچ رہے ہوں گے اور ان کو تسلی و تشفی دیں گے اور جن میں ان کے مراتب کا حال بیان فرمائیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی کہ اب میری ایک ایسی مخلوق نکلنے والی ہے جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں، لہٰذا میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر جمع کر دو، پھر یاجوج وماجوج ہر پست زمین سے نکل پڑیں گے، پہلے ان کا گذر طبریہ (مقام کا نام ہے) کے پانی پر ہوگا، وہ اس کو پی کر اس طرح ختم کر دیں گے کہ جب ان کا آخری گروہ ادھر سے گذرے گا تو یوں کہے گا: "کبھی یہاں پانی تھا" پھر بیت المقدس کے خمر پہاڑ پر پہنچیں گے اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں کہیں گے: "ہم زمین والوں کو ختم کر چکے۔ لو اب آسمان والوں کا بھی کام تمام کر دیں" اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، قدرت ان کے تیروں کو خون آلود کر کے واپس کر دے گی، ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت کوہِ طور میں محصور ہوگی، یہاں تک کہ بیل کا ایک سر اتنا قیمتی ہو جائے گا جیسا آج تمہارے نزدیک سو دینار ہیں اس تنگی کی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگی، ان کی دعاء سے ان (یاجوج و ماجوج) کی گردنوں میں پھوڑے نکل آئیں گے اور وہ سب کے سب ایک دم میں اس طرح پھول پھٹ کر مر جائیں گے، جیسے ایک آدمی مرتا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے اتر کر آئیں گے تو زمین پر کہیں ایک بالشت بھر جگہ نہ

ہوگی، جہاں ان کے سڑے گوشت کی بدبو اور چربی کا اثر نہ ہو، عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرے گی، اس پر اللہ تعالیٰ ایک قسم کا پرندہ بھیجے گا جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح لمبی لمبی ہوں گی، وہ ان کو اٹھا اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ڈال دیں گے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مقام نہبل میں پھینک دیں گے پھر مسلمان ان کے تیر و کمان اور ترکشوں سے سات سال تک آگ چلاتے رہیں گے اور آسمان سے اس زور کی بارش برسے گی کہ کوئی بستی نہ رہے گی اور جنگل میں کوئی خیمہ نہ بچے گا جس میں بارش نہ ہو، یہاں تک کہ تمام زمین میں پانی کی نالیوں کی طرح پانی ہی پانی ہوگا پھر زمین کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اپنے پھل اور اپنی سب برکتیں ظاہر کر دے تو وہ برکت ظاہر ہوگی کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا اور اس کا چھلکا ان کے سایہ کے لیے کافی ہوگا اور اونٹنی کے ایک مرتبہ کے دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک دودھ والی اونٹنی کئی کئی جماعتوں کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ کی گائے ایک قبیلہ کو اور ایک دودھ کی بکری ایک چھوٹے سے خاندان کو کافی ہوگی، مخلوق الٰہی اسی فراغت و عیش کی حالت میں ہوگی کہ ایک اچھی ہوا چلے گی اور اس سے مسلمانوں کے بغلوں میں پھوڑے نکل آویں گے اور ان سب کو موت آجائے گی اور صرف بدترین قسم کے کافر بچ رہیں گے جو گدھوں کی طرح منظر عام پر زنا کرتے پھریں گے ان ہی پر قیامت قائم ہوگی۔

(مسلم ۲۲۵۰/۴ـ۲۲۵۵، احمد ۱۸۱/۴، ابوداؤد ۴۳۲۱/۴، ترمذی ۲۲۴۰/۴، ترجمان السنۃ ۵۸۳/۳)

عجائبات کے ظہور کا زمانہ

حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے زمانہ میں ایک دن ایک سال کی برابر ہوگا حتی کہ اس ایک دن میں ایک سال کی نمازیں ادا کرنی ہوں گی۔ دن کی اس طوالت کی صورت کیا ہوگی؟ اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے، ہمارے نزدیک جب دنیا میں ان عجائبات کے ظہور کا زمانہ شروع ہوجائے گا تو عالم کے موجودہ نظم ونسق کے تحت ان واقعات کے حل کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرنی بھی مفت کی دردسری ہے، تاہم حضرت شاہ

رفیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ 'علامات قیامت' میں شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ مصائب وآلام کے ان ہنگاموں میں اگر عام گرد وغبار اور غلیظ ابر کی وجہ سے رات ودن متمیّز نہ ہوسکیں تو کچھ بعید نہیں ہے، آج بھی معمولی بارشوں میں عصر ومغرب وعشا کی نمازوں میں تقدیم وتاخیر ہوجانا معمولی بات ہے، ذرا زیادہ گرہن لگ جائے تو ظہر کا پتہ ملنا بھی مشکل ہے صبح کی نماز کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

پس بہت ممکن ہے کہ اس سب سے بڑے فتنے کے ظہور کے وقت جس طرح روحانیت کا عالم تاریک در تاریک ہوگا اسی طرح عالم عنصریات بھی گرد وغبار اور ابر وباراں کی وجہ سے اتنا مکدر اور تاریک ہوجائے کہ صحیح طور پر یہ اندازہ بھی ممکن نہ رہے کہ رات کب ختم ہوئی اور دن کب آیا؟ اور تھوڑے بہت فرق کے ساتھ فضا عالم یکساں نظر آنے لگے۔ ان حالات میں اس کے سواء اور کیا صورت ہوگی کہ اوقات نماز کا صرف ایک اندازہ رکھا جائے۔ (ترجمان السنہ ۵۷۹/۴)

جیسے فجر سے تقریباً چھ گھنٹے کے بعد ظہر پڑھتے ہیں، پھر تقریباً تین گھنٹے کے بعد عصر، پھر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مغرب پھر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد عشاء، پھر چھ گھنٹے بعد فجر پڑھتے ہیں، اسی طرح وقفہ وقفہ سے اس لمبے دن میں نمازیں پڑھنی ہوں گی۔ (تحفۃ الالمعی ۶۱۰/۵)

عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کا کرشمہ

حدیث مذکور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی بھی کچھ تفصیلات مذکور ہیں ان کو آپ خالی الذہن ہوکر بار بار پڑھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تھے تو اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ کرشمۂ قدرت ہے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو اس وقت بھی یونہی نظر آئے گا کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں، گویا وہ غسل کرکے ایک دروازہ سے نکلے تھے اور پانی خشک ہونے سے پہلے اب دوسرے دروازہ سے داخل ہو رہے ہیں، جس عالم میں نہ دن ہو نہ رات ہو، نہ سردی ہو نہ گرمی اور نہ صحت ہو نہ مرض پھر اس عالم میں اگر پانی کے یہ قطرے

بھی کسی تغیر سے محفوظ رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

پھر جس اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کو پرندوں کی زندگی کا سبب بنا دے۔اس میں یہ طاقت کیوں نہیں کہ اسی سانس کو وہ دجال کے حق میں سمّ قاتل قرار دے، اسی طرح یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ دجال جیسی قوّت کو وہ ان کے صرف ایک اشارہ سے ہلاک کر دے اور دوسری طرف یاجوج و ماجوج کے مقابلہ میں عاجز بنا کر طور کی گوشہ نشینی پر مجبور کر دے تا کہ ایک طرف دنیا کو یہ واضح ہو جائے جس پر دعوی الوہیت کی تہمت لگائی گئی تھی وہ مدعی الوہیت کا قاتل ہے، اور دوسری طرف یہ بھی واضح ہو جائے کہ جس نے ایک مدعی الوہیت کو قتل کیا ہے وہ خود اللہ نہیں بلکہ وہ ایک بشر ہے اور اس طرح طاقت وضعف کے ان دونوں مظاہروں میں اصل اللہ تعالیٰ کی طاقت کا جلوہ نظر آئے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر وطغیان کی طاقتوں کو قدرت نے پہلے ہی قدم پر سزا نہیں دے دی ہے،فرعون ونمرود اور شداد و ہامان کی داستانیں پڑھ لو تم کو ثابت ہوگا کہ جب کفر وطغیان اپنی پوری طاقت کو پہنچ چکا ہے تو اس کے بعد پاداش عمل کے قانون نے ان کو پکڑا ہے، پھر وہی سنت یہاں یاجوج و ماجوج کے ساتھ بھی جاری ہوگی۔ جب وہ آسمان والوں کے قتل سے مطمئن ہو جائیں گے تو پھر ایسے ہی طریقے سے ان کو ہلاک کیا جائے گا جو آسمان والے کی طرف سے ہوگا۔تا کہ عالم علوی کی شکست کا جواب سب غلط ہو کر رہ جائے، پھر دنیا کے خاتمہ پر وہی ایک دین رہ جائے گا جو حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے شروع ہوا تھا اور آسمان وزمین کی وہی برکتیں ظاہر ہوں گی جو ان کے دور میں ظاہر ہو چکی ہیں اور اس طرح سے ان مثل عیسی عنداللّٰہ کمثل آدم کا دوسرا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔اللہ تعالی نے کن حکمتوں سے عالم کو بچھایا۔کن حکمتوں سے ان کو پھیلایا۔ کن حکمتوں سے اس کو سمیٹے گا؟ یہ خود وہی جانتا ہے،ہم بے وجہ ہر جگہ ان کے سمجھنے کے لیے اپنی ٹانگ اڑاتے ہیں۔

دریا محیط خویش موجے دارد   خس پندارد کہ ایں کشاکش با دیست
(ترجمان السنہ ۳/۵۸۳)

باب : حدیث آخر قتال الروم

(۹۳۴) لنعیم عن عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: وَ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيَأْرَزَنَّ الْإِسْلَامُ إِلٰى مَا بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرُزُ الْحَيَّةُ إِلٰى جُحْرِهَا وَ لَيَأْرُزُ الْإِيْمَانُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا يَحُوْزُ السَّيْلُ الدَّمِنُ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِسْتَغَاثَ الْعَرَبُ بِأَعْرَابِهَا، فَخَرَجُوْا فِىْ محلبة لَهُمْ كَمَصَابِيْحَ مِنْ مَضَى وَ خَيْرٍ مِنْ بَقِى، فَاقْتَتَلُوْاهُمْ وَ الرُّوْمُ، فَتَنْقَلِبُ بِهِمُ الْحَرْبُ حَتّٰى يَرُدُّوْا عَمِيْقَ اَنْطَاكِيَةَ، فَيَقْتَتِلُوْنَ بِهَا ثَلَاثَ لَيَالٍ، فَيَرْفَعُ اللّٰهُ النَّصْرَ عَنْ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ حَتّٰى تَخُوْضَ الْخَيْلُ فِى الدَّمِ إِلٰى ثَنِيَّتِهَا، وَ تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: أَىْ رَبِّ! أَ لَا تَنْصُرُ عِبَادَكَ؟ فَيَقُوْلُ حَتّٰى تَكْثُرَ شُهَدَاؤُهُمْ، فَيَسْتَشْهِدُ ثُلُثٌ وَ يَنْصُرُ ثُلُثٌ وَ يَرْجِعُ ثُلُثٌ شَاكًّا فَيَخْسِفُ بِهِمْ، فَتَقُوْلُ الرُّوْمُ: لَنْ نَدْعُوَكُمْ إِلَّا أَنْ تُخْرِجُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ أَصْلُهُ مِنَّا، فَتَقُوْلُ الْعَرَبُ لِلْعَجَمِ: اَلْحِقُوْا بِالرُّوْمِ فَتَقُوْلُ الْعَجَمُ: اَلْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ؟! فَيَغْضِبُوْنَ عِنْدَ ذٰلِكَ، فَيَحْمِلُوْنَ عَلَى الرُّوْمِ فَيَقْتَتِلُوْنَ، فَيَغْضِبُ اللّٰهُ عِنْدَ ذٰلِكَ، فَيَضْرِبُ بِسَيْفِهٖ وَ يَطْعَنُ بِرَمْحِهٖ، قِيْلَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو! مَا سَيْفُ اللّٰهِ وَ رَمْحُهٗ؟ قَالَ: سَيْفُ الْمُؤْمِنِ وَ رَمْحُهٗ، حَتّٰى يَهْلِكَ الرُّوْمُ جَمِيْعًا فَمَا يفلتُ مِنْهُمْ إِلَّا مُخْبِرٌ، ثُمَّ يَنْطَلِقُوْنَ إِلٰى أَرْضِ الرُّوْمِ فَيَفْتَحُوْنَ حُصُوْنَهَا وَ مَدَائِنَهَا بِالتَّكْبِيْرِ، يُكَبِّرُوْنَ تَكْبِيْرَةً فَيَسْقُطُ جُدُرُهَا، ثُمَّ يُكَبِّرُوْنَ تَكْبِيْرَةً أُخْرٰى فَيَسْقُطُ جِدَارٌ، ثُمَّ يُكَبِّرُوْنَ تَكْبِيْرَةً أُخْرٰى فَيَسْقُطُ جِدَارٌ آخَرُ، وَ يَبْقِى جِدَارُهَا الْبَحِيْرِىّ لَا يَسْقُطُ، ثُمَّ يَسْتَجِيْزُوْنَ إِلٰى رُوْمِيَّةَ فَيَفْتَحُوْنَهَا بِالتَّكْبِيْرِ، وَ يَتَكَايَلُوْنَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَهُمْ كَيْلًا بِالْغَرَائِرِ.'' (کما فی کنزالعمال ج ۱۱/۱۶۹)

رومیوں سے آخری قتال

اسلام ضرور بالضرور مسجد حرام اور مسجد نبوی کے درمیان پناہ لے گا

(۹۳۴) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اسلام ضرور بالضرور ان دونوں مسجد (مسجد حرام و مسجد نبوی) کے درمیان پناہ لے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے اور پناہ لیتا ہے اور ایمان یقیناً مدینہ طیبہ میں پناہ لے گا، جس طرح بہتا ہوا پانی گہرائی کی طرف جمع ہوتا ہے۔(اسی حال میں لوگ ہوں گے۔یعنی لوگ اپنے ایمان کو بچانے کی غرض سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کر رہے ہوں گے) کہ عرب اپنے اصل گاؤں والوں سے مدد طلب کریں گے، تو ایک جماعت و گروہ جو ایک جگہ دودھ کے مقام پر جمع ہوگی، نکلے گی یہ لوگ گذرے اور فوت شدہ لوگوں کے مقابلہ میں چراغ کے مانند ہوں گے اور جو باقی و زندہ ہوں گے ان میں کے اچھے خیر و بھلائی والے ہوں گے، تو ان کے درمیان اور رومیوں کے درمیان قتال ہوگا کہ جنگ کا نقشہ ہی پلٹ جائے گا۔ یہاں تک کہ جنگ انطاکیہ کے اندر تک پھیل جائے گی، اسی حال میں تین رات تک جنگ ہوتی رہے گی۔ اِدھر اللہ تعالیٰ فتح و نصرت دونوں فریقین سے اٹھا لے گا، یہاں تک کہ گھوڑا کا پاؤں خون میں لت پت ہو جائے گا۔ یہ منظر قتال دیکھ کر فرشتے عرض کریں گے: ربّ العزّت کیا آپ اپنے بندوں کی نصرت و مدد نہیں فرمائیں گے؟

حق جل مجدہ فرمائیں گے: نہیں جب تک کہ خوب زیادہ لوگ شہید نہ ہو جائیں۔ لہٰذا مجاہدین کی جماعت میں سے ایک تہائی شہید ہو جائیں گے اور ایک تہائی کی نصرت و مدد کی جائے گی اور ایک تہائی جماعت میدان جہاد سے شکوہ و شکایت کرتے ہوئے واپس ہو جائے گی تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اس وقت رومی لوگ کہیں گے کہ اب ہمارے ساتھ وہی لوگ قتال میں شریک ہوں گے جن کی اصل رومی نسل و قوم سے ہوگی یا

ہماری اصل قومیت کے ہیں۔ یہ بات سن کرعرب حضرات عجم سے فرمائیں گے: تم لوگ رومیوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ پس وہ لوگ خوب غیظ وغضب میں ہوں گے اور رومیوں پرحملہ کر دیں گے اور آپس میں خوب قتال ہوگا۔ حق جل مجدہ بھی اس وقت غصہ میں ہوگا اور حق تعالیٰ اپنے تلوار سے مارے گا اور اپنے نیزہ سے ان کو زخمی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا: اے عبداللہ بن عمروؓ! اللہ تعالیٰ کی تلوار کیا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا نیزہ کیسا ہوگا؟ عبداللہ بن عمروؓ نے جواب دیا: مومن کی تلوار و نیزہ حق تعالیٰ کی تلوار و نیزہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تمام کے تمام رومی ہلاک ہوجائیں گے۔ ان میں بس مخبر خبر پہنچانے والا بچے گا، پھر مومن روم کی سر زمین میں جائیں گے اور ان کے محلات اور شہر کو فتح کریں گے۔ تکبیر کے ذریعہ، سب کے سب مل کر ایک آواز تکبیر کی بلند کریں گے، تو اس کی دیواریں زمیں بوس ہو جائیں گی۔ پھر سب ایک آواز دوسری بار تکبیر کی بلند کریں گے تو اس کی دیوار گر جائے گی۔ پھر تیسری بار تکبیر کی آواز بلند کریں گے تو اس کی تیسری دیوار گر پڑے گی اور سمندر کی جانب والی دیوار باقی رہے گی جو نہیں گرے گی۔ پھر روم کے چھوٹے چھوٹے شہروں کو بھی تکبیر کے ذریعہ فتح کریں گے اور اس دن مال غنیمت کیل کر کے بوریوں میں دیا جائے گا۔ (کیل کر کے دینے کا مطلب یہ ہے کہ وزن کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک وزن کر کے دوسرے کسی پیمانہ میں ڈال کر مثلاً کسی برتن وغیرہ میں رکھ کر پیمائش کی جائے، ہمارے بچپن میں والدہ مرحومہ بانس کے ایک پوروے کی پیمائش بنائے ہوئی تھیں اسی سے وزن ہوتا تھا یا کسانوں کے یہاں بانس کی ٹوکری ہوتی ہے جس میں مثلاً ایک دفعہ دس کیلو کا وزن ہوتا ہے تو اسی سے تمام غلہ وزن ہو جاتا ہے۔ وہی کیل سے مراد ہے۔ واللہ اعلم۔) (کنز العمال ۱؍۱۶۹۱)

دین وایمان کا مستقر مدینہ طیبہ ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے دین وایمان کی پناہ وامان گاہ مدینہ منورہ کو فرمایا ہے۔ جب ہر طرف فسق و فجور، شر وفساد ہوگا اور اہل ایمان وایقان کو عملی بندگی والی زندگی گزارنا مشکل، ایمان واعمال کی حفاظت دشوار ہو جائے تو امت کے حساس اہل ایمان اپنے دین وایمان

کی حفاظت وحراست کی غرض سے رسول اللہ کے شہر مدینہ منورہ کی جانب کوچ کرجائیں گے۔جس طرح سانپ خاص کر کوبرا وکالا ناگ اپنے اصلی وصحیح مستقر وٹھکانہ کی طرف واپس آتا ہے، بھولتا نہیں، ایمان بھی مدینہ منورہ جو تمام تر شیطانی وطاغوتی شر وفساد سے مامون ومحفوظ رہے گا ، مدینہ منورہ میں پناہ لے گا اور اہل ایمان کو پناہ دے گا۔ابتداءِ اسلام میں تو جو بھی ایمان لاتا مشرکین ومعاندین کے ظلم وستم سے بچنے کی خاطر مدینہ طیبہ کی ہجرت کرتا اور مدینہ کو اپنا وطن بنالیتا، نیز رسول اللہ ﷺ کی زیارت واخذ علم اور فیض نبوت سے مستفیض ومستفید ہونے کی غرض سے ہجرت کی سنت رسول پر عمل کرتا، پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد زیارت قبر رسول ﷺ نیز برکت دیارِ رسول تھا، ان مقاصد حسنہ کی نیت سے ہر زمانے میں مسلمان ثابت الایمان مدینۃ الرسول ﷺ کا قصد کریں گے اور دنیا وآخرت کی سعادت دارین، دیارحبیب میں قیام کو جائیں گے۔اور کیوں نہ ہو کہ دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل کا شہر ہے۔

قوت وتائیدِ ربّانی وعیون تلوار

دوسری چیز حدیث میں بتلائی گئی ہے کہ مومن کی تلوار و تیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، کہ مومن حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے، تیر وتلوار کا استعمال کرتا ہے، اور اس میں قوتِ تاثیر اور دشمنوں کی شکست و ہلاکت کا سبب اللہ تعالیٰ ہی ڈالتا ہے کہ مادّیت میں اپنی کوئی طاقت نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور حزب الشیطان کے حق میں قوتِ تدمیر کا الٰہی فیصلہ نہ ہو۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار بدر کی لڑائی میں ٹوٹ گئی رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک لکڑی اُٹھا کر دے دی اور فرمایا اس سے لڑو۔ جونہی عکاشہؓ نے وہ لکڑی ہاتھ میں لے کر ذرا اس کو حرکت دی وہ لکڑی فوراً ایک لمبی چوڑی سفید تلوار بن گئی۔عکاشہؓ اسی تلوار سے لڑے یہاں تک کہ مسلمان فتح یاب ہوگئے۔اس تلوار کا نام عیون تھا۔(گلدستہ ۳/ ۶۸)

نیز اللہ اکبر کے نعرے میں اللہ تعالیٰ ایسی غیبی قوت وطاقت کو ظاہر فرمادیں گے کہ

اس سے قلعہ کی دیوار منہدم ہو جائے گی آپ علامات قیامت کی حدیث میں پڑھیں گے کہ مسلمانوں کی خوراک بھی تسبیح وتحمید کے کلمات ہوں گے، جو اللہ مسلمان کو کلمات تسبیح وتحمید سے غذا کی قوت بہم پہنچائے گا وہ ربّ ذوالجلال کلمات تکبیر سے دشمنوں کے قلعہ کو منہدم فرمادے گا، نہ اس میں استعجاب ہے نہ اس میں تردد آخر مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ بھی تو پیدا کرتا ہے۔ جن کو الٰہی قدرت کا یقین راسخ نہیں ان سے کلام بے سود۔

باب : فی قصة ابن حمل الضأن و قتال الروم

باب: حمل الضّان اور قتالِ روم

(٩٣٥) للبزار عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ قال. قال رسول اللّٰه ﷺ:

”يُوْشِكُ أَنْ يَخْرُجَ ابْنُ حَمَلِ الضَّأْنِ، قُلْتُ وَ مَا حَمَلُ الضَّأْنِ؟ قَالَ: رَجُلٌ أَحَدُ أَبَوَيْهِ شَيْطَانٌ يَمْلِكُ الرُّوْمَ يَجِيْئُ فِي أَلْفِ أَلْفٍ مِنَ النَّاسِ خَمْسُمِائَةِ أَلْفٍ فِي الْبَرِّ وَ خَمْسِمِائَةِ أَلْفٍ فِي الْبَحْرِ يَنْزِلُوْنَ أَرْضًا يُقَالُ لَهَا الْعَمِيْقُ، فَيَقُوْلُ لِأَصْحَابِهِ: إِنَّ لِيْ فِي سَفِيْنَتِكُمْ بَقِيَّةٌ فَيَحْرُقُهَا بِالنَّارِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا رُوْمِيَّةٌ لَكُمْ وَ لَا قُسْطُنْطِيْنِيَّةٌ لَكُمْ مَنْ شَاءَ أَنْ يَفِرَّ وَ يَسْتَمِدَّ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَمُدَّهُمْ أَهْلُ (عَدْنِ أَبْيَن)، فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلْحَقُوْا بِهِمْ فَكُوْنُوْا سِلَاحًا وَاحِدًا فَيَقْتَتِلُوْنَ شَهْرًا، حَتّٰى يَخُوْضَ فِي سَنَابِكِهَا الدِّمَاءُ، وَ لِلْمُؤْمِنِ يَوْمَئِذٍ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَإِذَا كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الشَّهْرِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: اَلْيَوْمَ أُسِلُّ سَيْفِيْ وَ أَنْصُرُ دِيْنِيْ وَ أَنْتَقِمُ مِنْ عَدُوِّيْ، فَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُمُ الدَّائِرَةُ عَلَيْهِمْ، فَيُهْزِمُهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْتَفْتِحَ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةُ، فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: لَا غُلُوْلَ الْيَوْمَ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ يُقَسِّمُوْنَ بِأَتْرِسَتِهِمُ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ إِذْ نُوْدِيَ فِيْهِمْ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَّفَكُمْ فِيْ دِيَارِكُمْ، فَيَدْعُوْنَ مَا بِأَيْدِيْهِمْ وَ يَقْتُلُوْنَ الدَّجَّالَ.“ [ضعيف] (كما فی مجمع الزوائد ج ٧ ص ٣١٩)

شیطان کا بچہ حاکم ہوگا

(۹۳۵) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ حمل الضائن کے بیٹے نکلیں گے۔ میں نے سوال کیا کہ: حمل الضائن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے ماں باپ میں سے ایک شیطان ہوگا، روم کا مالک ہوگا، جو دس لاکھ لوگوں کی جماعت لے کر ظاہر ہوگا۔ پانچ لاکھ کی فوج لے کر خشکی میں اور پانچ لاکھ کی فوج لے کر سمندر میں، وہ جس سرزمین پر اترے گا اس کا نام 'العمیق' ہوگا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ: میرا حصہ تمہاری کشتی میں ہے، لہٰذا اس کو آگ لگا دے گا، پھر کہے گا: نہ تمہارا روم رہا اور نہ ہی قسطنطنیہ۔ جو چاہے بھاگنا بھاگ جائے اور مسلمان ایک دوسرے سے مدد طلب کریں گے، یہاں تک کہ ان کی مدد اہلِ عدن (یمن) والے کریں گے۔ اہلِ عدن کو مسلمان کہیں گے کہ: ان لوگوں سے جا ملو۔ لہٰذا تمام مسلمان آپس میں ایک ہتھیار کی طرح ہو جائیں گے قوت وقتال کے اعتبار سے۔ اس طرح مسلمان جم کر ایک ماہ مسلسل لڑیں گے، یہاں تک کہ گھوڑے کے کُھر خون میں لت پت ہو جائیں گے۔ اور مومن کو اس دن دوہرا ثواب ملے گا جو ان کے دل میں جوش و ولولہ ہوگا اس پر، یہ جذبہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے دل میں موجزن تھا۔ (یعنی قوتِ ایمان اور دعوتِ دین کا ولولہ و جذبہ ان لوگوں کے دل میں ایسا ہی ہوگا جیسا صحابہ کو تھا)۔

جب مہینہ کا آخری دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: آج میں اپنی تلوار سونت لیتا ہوں اور اپنے دین کی مدد کروں گا اور اپنے دشمن سے انتقام لوں گا، پھر حق جل مجدہ ان پر (ذِلت ورسوائی کا) گھیرا ڈال دے گا، پس اللہ تعالیٰ ان کو ہزیمت وشکست سے دوچار کر دے گا کہ قسطنطنیہ کو اللہ مسلمانوں کے ہاتھ فتح کرا دے گا۔ اب مسلمانوں کا امیر اعلان کرے گا کہ: آج کوئی خیانت نہیں ہوگی۔ لوگ اسی حال میں اپنے نیزوں کے اشارے سے مالِ غنیمت میں سونے چاندی تقسیم کر رہے ہوں گے کہ ان میں اعلان ہوگا: دجالِ لعین پیچھے اہل وعیال میں ظاہر ہوگیا۔ اب یہ سنتے ہی مسلمانوں کی جماعت جو بھی

غنائم ان کے ہاتھوں میں ہوگی ان کو چھوڑ کر دجال سے قتال میں مشغول ہو جائیں گے۔

(مجمع الزوائد ۷/۳۱۹)

مسلمان متحد و ایک جان ہو کر باطل کا مقابلہ کریں گے

اس حدیث میں چند اُمور کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے۔سب سے پہلی بات تو یہ ہوگی کہ مسلمان سب کے سب متحد و ایک جان بن کر باطل کا مقابلہ کریں گے اور اتنی یکجہتی کے ساتھ قتال کریں گے کہ ایک ہتھیار اور ایک تلوار بن کر باطل کے دماغ کا خمارِ باطل مٹائیں گے۔ دوسری چیز حدیث میں بتلائی گئی کہ یہ جنگ وقتال مسلسل ایک ماہ کی مدت تک طول پکڑ لے گا کہ مجاہدین کے گھوڑے کی کُھر خون میں لت پت ہو جائے گی یعنی خوب گھمسان کی جنگ ہوگی۔ تیسری چیز ان مجاہدین کا دل خوف الٰہی، اور تقویٰ وطہارت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں کے مانند نقی وتقی ہوگا۔ الغرض جب جنگ وقتال کو ایک ماہ ہونے والا ہوگا جس کا آخری دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و فتح مسلمانوں کے ساتھ نازل ہوگی اور کفر وباطل پر ذلت ونقمت کا دائرہ مسلط کر دیا جائے گا اور مجاہدین فتح ونصرت کے بعد مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ دجال لعین کا خروج ہوگا۔ اللہ کے سپاہی مال غنیمت کو چھوڑ کر لعین سے قتال میں مشغول ہو جائیں گے۔

شہرِ قسطنطنیہ کا فتح اور مسلمانوں کا اتحاد

سید برزنجیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی ہے، جس سے اس باب کے واقعات کی ترتیب پر کافی روشنی پڑتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام رومیوں کے ساتھ مل کر پہلے ایک بار رومیوں کے کسی دشمن سے جنگ کریں گے جس کے نتیجہ میں ان کی فتح ہوگی اور دشمن سے حاصل شدہ مال یہ دونوں باہم تقسیم کر لیں گے۔ اس کے بعد پھر یہ دونوں مل کر فارس سے جنگ کریں گے اور پھر ہی کو فتح ہوگی، رومی مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس طرح پہلی بار ہم نے مال غنیمت تقسیم کر کے تم کو دیدیا تھا اسی طرح اس بار تم بھی مال اور قیدی سب ہم کو برابر تقسیم کر کے ہم کو دیدو۔ اس پر اہل اسلام حاصل شدہ

مال اور مشرک قیدیوں کی تو تقسیم کرلیں گے مگر جو مسلمان قیدی ان کے پاس ہوں گے وہ تقسیم نہ کریں گے، رومی کہیں گے کہ ہم سے جنگ کرنے اور ہمارے بچوں کو قید کرنے کے یہ بھی مجرم ہیں اس لیے ان کو بھی ہمارے حوالہ کرو، مسلمان کہیں گے یہ نہیں ہوسکتا ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ رومی کہیں گے کہ یہ خلاف معاہدہ بات ہے آخر کار رومی صاحب رومیہ کے پاس یہ شکایت لے کر جائیں گے وہ اسّی جھنڈے کا ایک بڑا لشکر سمندری راہ سے ان کے ہمراہ کر دے گا جس کے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔ یہ لشکر شام کا تمام ملک فتح کرلے گا صرف دمشق اور معتق کا پہاڑ بچ رہے گا اور بیت مقدس کو برباد کرڈالے گا، یہاں ایک سخت جنگ ہوگی مسلمانوں کے بچے معتق پہاڑ کے اوپر ہوں گے اور مسلمان نہر اریط پر صبح وشام ان سے نبرد آزما ہوں گے۔ جب شاہ قسطنطنیہ یہ نقشہ دیکھے گا تو وہ قنسرین کے پاس تین لاکھ فوج خشکی کی راہ سے روانہ کرے گا اور یمن کے چالیس ہزار قبیلہ حمیر کے لوگ ان سے آملیں گے یہاں تک کہ بیت مقدس پہنچیں گے اور وہ بھی روم سے جنگ کریں گے۔ آخر ان کو شکست دیں گے، ایک اور لشکر آزاد شدہ غلاموں کا بھی عرب کی مدد کے لیے آئے گا اور کہے گا کہ اے عرب تم تعصب کی بات چھوڑ دو ورنہ کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا اور پھر ان کی مشرکین سے جنگ ہوگی مگر مسلمانوں کے کسی لشکر کو فتح نصیب نہ ہوگی۔ ایک تہائی مسلمان شہید ہوجائیں گے اور ایک تہائی بھاگ نکلیں گے اور ایک تہائی باقی رہ جائیں گے ان میں سے پھر ایک تہائی مرتد ہوکر روم سے جاملیں گے اور ایک تہائی عراق و یمن اور حجاز کی طرف بھاگ جائیں گے اور بقیہ ایک تہائی کہیں گے کہ واقعی اب عصبیت چھوڑ کر سب متفق ہوجاؤ اور سب مل کر دشمن سے جنگ کرو اور اب اس عزم کے ساتھ جنگ کریں گے کہ باہم فتح کرلیں گے ورنہ مرجائیں گے۔ جب رومی لشکر مسلمانوں کی اس قلّت کا احساس کرے گا تو ایک شخص صلیب لے کر کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا۔ اس پر ایک مسلمان جھنڈا لے کر نعرہ لگائے گا کہ اللہ کے انصار کا غلبہ ہوا۔ رومیوں کے اس کلمہ پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آئے گا اور وہ

مسلمانوں کی دولاکھ فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائے گا اور مسلمانوں کو کامیاب کردے گا۔اس کے بعد مسلمان رومیوں کے ملک میں داخل ہوجائیں گے اور وہاں کے لوگ ان سے امن طلب کرکے جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں گے پھر ارد گرد کے رومی یہ افواہ اڑائیں گے کہ دجال نکل آیا ہے مسلمان ادھر بھاگ پڑیں گے۔ بعد میں ان کو معلوم ہوگا کہ یہ خبر غلط تھی اور ادھر باقی ماندہ مسلمانوں پر رومی ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو بیخ و بنیاد سے قتل کرڈالیں گے یہاں تک کہ روم میں عرب کے زن و مرد میں سے کوئی نہ بچے گا، مسلمان واپس ہوکر جب یہ ماجرا دیکھیں گے تو پھر ان سے جنگ کریں گے اور جس قلعہ پر گزریں گے تین دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کردے گا یہاں تک کہ جب خلیج کے پاس پہنچیں گے تو نصاریٰ کہیں گے مسیح ہمارا مددگار ہے اور صلیب کی برکت خلیج سمندر سے بچاؤ کے لیے ہماری مدد ہے۔ جب صبح ہوگی تو کیا دیکھیں گے کہ خلیج خشک ہوگئی ہے اور سمندر ہٹ چکا ہے بس فوراً اس میں اپنے خیمے لگادیں گے ادھر مسلمان جمعہ کی شب میں کفر کے اس شہر کا محاصرہ کرلیں گے اور رات سے لے کر صبح تک حمد اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے نہ کوئی شخص سوئے گا اور نہ بیٹھے گا جب صبح ہوگی تو تمام مسلمان مل کر ایک بار اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے اسی وقت شہر کی ایک جانب گر پڑے گی اس پر حیران ہوکر روم کہیں گے کہ پہلے تو ہماری جنگ عرب سے تھی اب تو جنگ کرنی خود پروردگار عالم ہی سے جنگ معلوم ہوتی ہے دیکھو مسلمانوں کے لیے ہمارا شہر خود بخود گر کر برباد ہوگیا۔اس کے بعد مال غنیمت کا سونا ڈھالوں میں بھر بھر کر تقسیم ہوگا اور عورتیں اس کثرت سے ہوں گی کہ ایک ایک شخص کے حصہ میں تین تین سو عورتیں آئیں گی اس کے بعد پھر دجال حقیقتاً نکل آئے گا اور قسطنطنیہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوگا جو زندہ وسلامت رہیں گے نہ بیمار پڑیں گے اور نہ کوئی مرض ان کو ستائے گا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے ہمراہ یہ جماعت دجال کے لشکر (یہود) کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگی۔ یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائی ہے۔

بعض حدیثوں میں امام مہدی کے متعلق "یصلحه الله فی لیلة" کا لفظ بھی ملتا ہے جو ضابطہ حدیث کے اعتبار سے خواہ صحت کے درجہ پر نہ کہا جائے مگر ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب امام مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر اُن کا تعارف، عوام وخواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے اس لیے مصائب وآلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا لیکن اس لفظ نے یہ حل کردیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں لیکن ان کے وہ باطنی تصرّ فات اور روحانیت مشیت الٰہیہ کے ماتحت اوجھل رکھی جائے گی، یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندران کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آجائیں گی، گویا یہ بھی ایک کرشمۂ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت انکو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرتِ الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کردے گی جن کے بعد ان کا امام مہدی ہونا ایک نابینا پر بھی منکشف ہوجائے گا دیکھئے کہ دجال کا خروج احادیث صحیحہ سے کیسا ثابت ہے۔ لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت اس کے خروج سے پہلے پہلے کتنی مخفی ہے اور جب کہ یہ داستان دورفتن کی ہے تو اب امام مہدی کے ظہور اور دجال کے وجود میں انکشاف کا مطالبہ کرنا یااس بحث میں پڑنا یہ مستقل خود ایک فتنہ ہے۔

اس قسم کے عجائبات کی مثالیں شریعت میں بہت ملتی ہیں، یوم جمعہ میں ساعت محمودہ کا ہونا تو یقینی ہے، مگر وہ بھی اختلافات کے جھرمٹ میں ایسی مبہم ہوکر رہ گئی ہے کہ اس کا متعین کرنا اہل علم کو بھی مشکل پڑ گیا ہے یہی حال شب قدر میں ہے اور اس سے زیادہ ابہام دورِفتن کی احادیث میں نظر آتا ہے غالبًا یہ بھی مشیتِ الٰہیہ کا ایک سر ہے کہ فتنہ اپنے وقت پرظاہر ہو پھراس کا متعین کرنا مشکل ہوجائے۔ دجال کی حدیثوں میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں دجالیت کا ثبوت واضح سے واضح صورت میں موجود ہوگا لیکن اس پر بھی ایک جماعت ہوگی جو اس کو اللہ اور رسول ماننے پر مجبور ہوگی کیونکہ اس کے ہمراہ

دجالیت کے ثبوت کے ساتھ ساتھ ایسے شبہات کی دنیا ہوگی جن کا ظہور اسی کے ساتھ مخصوص ہے گو شبہات کسی کے دعوے کے ثبوت کے لیے کتنے ہی ناکافی ہوں مگر اس وقت کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اس کے ظہور کے لیے قدرتِ الٰہیہ نے وہ زمانہ مقرر فرمایا ہے جبکہ ایمانوں کی قوت مسلوب ہوچکی ہوگی اور یہی راز ہے کہ اس کا ظہور خیرالقرون میں نہ ہوسکا اور نہ اولیاء کرام کی کثرت کے ساتھ موجودگی میں ہوسکتا ہے ہاں مسلمانوں کے ایسے دور میں ہوگا جبکہ وہ بھیڑوں کی شکل میں مارے مارے پھرتے ہوں گے اور یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے جس گوشہ میں ایمان کے پختہ لوگ بستے ہیں وہاں جناتی اثرات کا ظہور بہت مضمحل نظر آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ترجمان السنہ ۴/ ۴۰۵)

باب : فی قصة يأجوج و مأجوج
باب: یاجوج و ماجوج کی کہانی

(٩٣٦) لابن جرير عن حذيفة بن اليمان:

أول الآيات الدجال، ونزول عيسى، ونار تخرج من قعر عدن أبْيَنَ، تسوقُ النـاسَ إلى المحشرِ تقيل معهم إذا قالوا والدخان والدابة وياجوج ومأجوج قيل: يارسول الله ومايأجوج ومأجوج ؟ قال:

”يَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ أُمَمٌ كُلُّ أُمَّةٍ اَرْبَعْمِائَةِ اَلْفِ أُمَّةٍ لَا يَمُوْتُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ حَتّٰى يَرَى أَلْفَ عَيْنٍ تَطْرُفُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ صُلْبِهِ، وَ هُمْ وَلَدُ آدَمَ فَيَسِيْرُوْنَ إِلٰى خِرَابِ الدُّنْيَا، وَ تَكُوْنُ مُقَدِّمَتُهُمْ بِالشَّامِ وَ سَاقَتُهُمْ بِالْعِرَاقِ، فَيَمُرُّوْنَ بِأَنْهَارِ الدُّنْيَا فَيَشْرَبُوْنَ الْفُرَاتَ وَ دَجْلَةَ وَ بَحِيْرَةَ طِبْرِيَّةَ، حَتّٰى يَأْتُوْا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ: قَدْ قَتَلْنَا أَهْلَ الدُّنْيَا فَقَاتِلُوْا مَنْ فِي السَّمَاءِ، فَيَرْمُوْنَ بِالنُّشَّابِ إِلَى السَّمَاءِ ، فَيَرْجِعُ نُشَّابُهُمْ مُخْضَبَّةً بِالدَّمِ، فَيَقُوْلُوْنَ: قَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي السَّمَاءِ، وَ عِيْسٰى وَ الْمُسْلِمُوْنَ بِجَبَلِ طُوْرِ سِيْنِيْنَ، فَيُوْحِي اللّٰهُ إِلٰى

عِيسٰـى أَنْ أَحْرِزْ عِبَادِيْ وَ مَا يَلِيَ أَيْلَةُ ثُمَّ أَنَّ عِيسٰى يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ ، وُ يُؤَمِّنُ الْمُسْلِمُوْنَ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا النَّغَفُ تَدْخُلُ فِيْ مَنَاخِرِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ مَوْتٰى، مَنْ حَاقِ الشَّامَ إِلٰى حَاقِ الْعِرَاقَ حَتّٰى تَنْتِنَ الْأَرْضُ مِنْ جَيْفِهِمْ ، وَ يَأْمُرُ السَّمَاءُ فَتُمْطِرُ كَأَفْوَاهِ الْقرب فَتَغْسِلُ الْأَرْضَ مِنْ جِيْفَتِهِمْ وَ نَتْنِهِمْ ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا .“

(كما فى كنزالعمال ج ١٤/ ٣٨٦٤٥)

یاجوج وماجوج کی کہانی

(۹۳۶) ترجمہ: حضرت حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں: پہلی چیز و علامت دجال ہے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ایک آگ قعر عدن سے نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر چلا کر لے جائے گی۔ جب لوگ تھک کر رک جائیں گے تو یہ آگ بھی رک جائے گی۔ اور پھر دھواں، دابّہ، چوپایہ اور یاجوج و ماجوج، کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یاجوج وماجوج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یاجوج وماجوج کی کئی امتیں ہیں، ہر اُمت چار لاکھ اُمت ہے، ان میں کا کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ ایک ہزار آنکھیں اپنے سامنے نہیں دیکھ لیتا جو خود اس کی صلب سے پیدا ہوئی ہو۔ اور وہ اولاد آدم ہی ہیں جو دنیا کی تباہی و بربادی کا سبب وذریعہ ہیں۔ ان کا اگلا دستہ شام میں ہوگا اور آخری عراق میں، پس وہ جب دنیاوی نہروں کے پاس سے گذریں گے تو فرات و دجلہ اور بحیرہ طبریہ کے پانی کو پی جائیں گے، یہاں تک کہ بیت المقدس کے پاس آجائیں گے اور کہیں گے کہ: ہم نے دنیا والے کو قتل کر کے ختم کردیا اور اب آسمان والے کو قتل کریں گے۔ لہٰذا تیر آسمان کی طرف چلائیں گے (قدرت ربّ ذوالجلال کی) حق تعالیٰ ان کے تیر کو خون آلود واپس کرے گا۔ جس کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ: یقیناً ہم نے آسمان والے کو بھی قتل کردیا اور اس دن عیسیٰ علیہ السلام اور تمام مسلمان جبل طور سینین میں ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا کہ: میرے بندوں کو مقام اَیلہ میں محصور و محفوظ

رکھیں، پھر عیسیٰ علیہ السلام دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے آسمان کی طرف اور مسلمان ان کی دعا پر آمین کہیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک دابّہ مسلط کر دے گا، جس کا نام نغف ہوگا، جوان کے سانس کے ذریعہ جسم میں داخل ہوگا، جس سے وہ دفعتہً مرجائیں گے جو بھی شام سے لے کر عراق کے راستہ میں یا اس سے قریب ہوں گے۔ یہاں تک کہ زمین ان کے لاش کی بدبو سے بھر جائے گی۔ اب بحکمِ الٰہی خوب موسلا دھار بارش ہوگی جو زمین کو ان کے مردار جسم سے اور بدبو سے دھو دے گی پھر اس کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا (اب توبہ کا دروازہ بند)۔ (کنز العمال ۱۴/ ۳۸۶۴۵)

فرات و دجلہ تو بہت مشہور جگہ ہے۔ بحیرۂ طبریہ اُردن اور اسرائیل کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲۳ کیلو میٹر، چوڑائی ۱۳ کیلو میٹر اور گہرائی ۱۵۷ فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۴۴ مربع کلو میٹر ہے۔ اس پر اسرائیل کا قبضہ ہے، جس کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے۔

باب فی طلوع الشمس من المغرب

باب: جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا

(۹۳۷) عن جابر الخیوانی قال کنت عند عبداللّٰہ بن عمر فقدم علیه قهرمان من الشام وقد بقیت لیلتان من رمضان فقال له عبداللّٰہ: هل ترکت عند أهلی مایکفیهم ؟ قال: قد ترکت عندهم نفقة، فقال عبداللّٰہ: عزمت علیک لما رجعت فترکت لهم مایکفیهم فأنی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول:

"کَفٰی بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ یُضَیِّعَ مَنْ یَعُوْلُ."

قال: ثم أنشأ یحدثنا فقال:

"إِنَّ الشَّمْسَ إِذَا غَرَبَتْ سَلَّمَتْ وَ سَجَدَتْ وَ اسْتَأْذَنَتْ ، قَالَ فَیُؤْذَنُ لَهَا حَتّٰی إِذَا کَانَ یَوْمًا غَرَبَتْ فَسَلَّمَتْ وَ سَجَدَتْ وَ اسْتَأْذَنَتْ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا، فَتَقُوْلُ: یَا رَبِّ! إِنَّ الْمَشْرِقَ بَعِیْدٌ وَ إِنِّیْ إِنْ لَا یُؤْذَنَ لِیْ لَا أَبْلُغُ، قَالَ: فَتَحْبِسُ مَا شَاءَ اللّٰہُ، ثُمَّ یُقَالُ لَهَا: اُطْلُعِیْ مِنْ حَیْثُ غَرَبْتِ، قَالَ: فَمِنْ یَوْمَئِذٍ

إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، قَالَ : وَ ذَكَرَ يَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ قَالَ: وَ مَا يَمُوْتُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ حَتّٰى يُوْلَدَ لَهُ مِنْ صُلْبِهِ أَلْفٌ، وَ إِنَّ مِنْ وَرَائِهِمُ الثَّلَاثُ أُمَمٌ مَا يَعْلَمُ عِدَّتَهُمْ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ، مِنْسَكٌ وَ تَأْوِيْلٌ وَ تَأْوِيْسٌ." [صحيح] (أخرجه الحاكم في المستدرك ج ۴ ص ۵۰۰)

جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو پھر ایمان لانا نفع نہ دے گا

(۹۳۷) ترجمہ: جابر الخیوانیؒ فرماتے ہیں: میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو مخبر و منتظم کار (قہرمان) شام سے آئے۔ رمضان المبارک کی دو راتیں باقی تھیں، تو عبداللہ بن عمر نے قہرمان سے پوچھا کہ: اہل وعیال کے لیے ان کے کفاف و گذارہ کے بقدر ان کے پاس مال چھوڑ کر آئے ہو یا نہیں؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں! اتنا چھوڑ کر آیا ہوں کہ جو اُن کے لیے کافی ہوگا۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو اس بات پر کہا: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تم نے ان کو چھوڑا تو ان کے پاس بقدر کفاف چھوڑا یا نہیں؟ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہوئے: آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ جن کی کفالت کی ذمہ داری ہو ان کو نہ نبھائے اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دے۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے باتیں شروع کیں تو فرمایا: کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو حق جل مجدہ کی بارگاہ میں سلام کرتا ہے یعنی حاضری دیتا ہے، اور سجدہ کرتا ہے اور بارگاہ ربّ العزّت سے طلوع ہونے کے لیے اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت مل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ غروب ہوگا اور سلام کرے گا یعنی حاضری دے گا سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ تو سورج عرض کرے گا: ربّ العزّت مشرق بہت ہی دور ہے، اگر اجازت نہیں دی گئی تو میں نہیں پہنچ سکوں گا۔ آپ نے فرمایا: جتنی مقدار اللہ تعالیٰ چاہے گا، رکا رہے گا۔ پھر سورج کو حکم ہوگا: تو طلوع ہو جا جہاں سے غروب ہوا تھا۔ بس اب اسی دن سے قیامت تک اب کسی کا ایمان لانا معتبر نہیں اور اس کا ایمان نفع نہ دے گا، مگر ہاں جو پہلے سے ہی حالت ایمان میں ہو اور پھر یاجوج و

ماجوج کا ذکر کیا اوراس میں کا کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اس کے صلب سے ایک ہزار بچہ پیدا نہ ہو جائے اوراس کے علاوہ تین امتیں ہوں گی، جن کی تعداد حق جل مجدہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جن کے نام منسک، تاویل اور تائ ویس ہیں، یہ امتیں ہوں گی۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۵۱۰/۴)

توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا؟

قرآن کریم میں ارشادِ ربّانی ہے:

﴿لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ﴾ (الانعام:۱۵۸)

ترجمہ: کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وہ بھی ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی کی توبہ۔ صحیحین کی احادیث بتلاتے ہیں کہ یہ نشان آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کردیا جائے تو موجودہ قوانینِ طبیعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالبًا اس حرکت مقلوبی اور رجعت قہقری سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبیعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے، ان کی میعاد ختم ہونے اور نظام شمسی کے الٹ پلٹ ہوجانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا اسی طرح طلوعِ الشمس من المغرب کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہ ہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان وتوبہ معتبر نہ ہو۔ بعض روایات میں طلوع الشمس من مغربها کے ساتھ چند دوسرے نشانات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً خروج دجال، خروج دابہ وغیرہ۔ ان روایات کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا اور وہ جب ہی

ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہوتو دروازہ توبہ کا بند کردیا جائے گا۔ الگ الگ ہرنشان پر یہ حکم متفرع نہیں، ہمارے زمانہ کے بعد ملحدین جو ہر غیر معمولی واقعہ کو استعارہ کا رنگ دینے کے خوگر ہیں وہ طلوع الشمس من المغرب کو بھی استعارہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ غالبًا ان کے نزدیک قیامت آنا بھی ایک طرح کا استعارہ ہی ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ پہلی علامت کے ظاہر ہوتے ہی کراما کاتبین کا عمل ختم ہوجائے گا اور اجساد کے اعمال پر گواہی دینے کا وقت آجائے گا اور اس سے پہلے ہی جو صاحب ایمان تھا اور نیک عمل بھی کرتا تھا وہ بڑے فائدہ میں رہے گا اور اگر نیک نہ ہو اور توبہ کرنے لگے تو اب توبہ سے کیا حاصل اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اب عمل صالح قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ اس سے پہلے عمل صالح نہیں کرتا تھا۔

قیامت سے پہلے دس نشانیاں ظاہر ہوں گی

حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام علامات قیامت کا تذکرہ آپس میں کررہے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ (۱) آفتاب کا جانبِ مغرب سے نکلنا، (۲) ایک خاص قسم کا دھواں (۳) اور دابۃ الارض (۴) اور یاجوج ماجوج کا نکلنا (۵) عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا (۶) دجال کا نکلنا (۷) تین جگہوں پر زمین کا دھنس جانا (۸) ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں (۹) اور ایک آگ جو عدن کے قعر سے نکلے گی اور لوگوں کو آگے آگے ہنکا کر لے چلے گی (۱۰) ایک ہوائی طوفان ہوگا جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گا۔ (مسلم)

اسی آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس وقت قیامت کی آخری نشانیوں میں یہ نشانی ظاہر ہوگی کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور اس کو دیکھتے ہی سارے جہان کے کافر ایمان کا کلمہ پڑھنے لگیں گے اور سار

ے نافرمان، فرماں بردار بن جائیں گے، لیکن اس وقت کا ایمان اور توبہ قابل قبول نہ ہوگی۔ (بغوی بسندہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) (گلدستہ ج ۲/ ۴۵۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَقْبلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَغرْغرْ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے، جب تک اس کی روح حلق میں آ کر غرغرۂ موت کی صورت پیدا نہ ہوجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نزع روح کے وقت جب سانس آخری ہو اس وقت بھی چونکہ فرشتے موت کے سامنے آجاتے ہیں اس وقت بھی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ معلوم ہوا کہ غرغرہ کی کیفیت پیدا ہونے سے گھڑی بھر پہلے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ سچی توبہ کی گئی ہو۔ (تفصیل کے لیے معارف القرآن ج ۲/ ۳۴۳)

باب : فی قصّة هاروت و ماروت

باب : ہاروت و ماروت کا واقعہ

(۹۳۸) عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہ أنه سمع نبی اللّٰہ ﷺ یقول:

"إِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ لَمَّا أَهْبَطَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَى الْأَرْضِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَىْ رَبِّ! أَ تَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يُسْفِكُ الدِّمَاءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ؟ قَالَ إِنِّىْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ، قَالُوْا: رَبَّنَا نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِىْ آدَمَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَلَائِكَةِ: هَلُمُّوْا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهِمَا إِلَى الْأَرْضِ فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلَانِ، قَالُوْا: رَبَّنَا هَارُوْتُ وَ مَارُوْتُ فَأُهْبِطَا إِلَى الْأَرْضِ، وَ مُثِلَتْ لَهُمَا الزُّهَرَةُ اِمْرَأَةً مِنْ أَحْسَنِ الْبَشَرِ فَجَاءَ تْهُمَا فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، فَقَالَتْ: لَا وَ اللّٰهِ حَتّٰى تُكَلِّمَا بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْإِشْرَاكِ. فَقَالَا: وَ اللّٰهِ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا ثُمَّ رَجَعَتْ بِصَبِيٍّ تَحْمِلُهُ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، فَقَالَتْ لَا وَ اللّٰهِ حَتّٰى تَقْتُلَا هٰذَا الصَّبِيَّ، فَقَالَا: وَ اللّٰهِ لَا نَقْتُلُهُ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدَحِ خَمْرٍ (تَحْمِلُهُ) فَسَأَلَاهَا

نَفْسَهَا، فَقَالَتْ: لَا وَ اللّٰهِ حَتّٰى تَشْرِبَا هٰذَا الْخَمْرَ، فَشَرِبَا فَسَكِرَا فَوَقَعَا عَلَيْهَا وَ قَتَلَا الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَفَاقَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ وَ اللّٰهِ مَا تَرَكْتُمَا شَيْئًا مِمَّا أَبَيْتُمَاهُ عَلَيَّ إِلَّا قَدْ فَعَلْتُمَا حِيْنَ سَكِرْتُمَا ، فَخُيِّرَا بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا." [موضوع] (أخرجه أحمد ج ۹/۶۱۷۸)

ہاروت و ماروت کی زہرہ کے ذریعہ آزمائش

(۹۳۸) ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوے سنا: کہ آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العزّت کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خوں ریزیاں کریں گے؟ اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمداللہ اور آپ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے (یعنی جو چیز تمہاری نظر میں تخلیق بنی آدم سے مانع ہے کہ اس میں بعض فساد پھیلائیں گے وہی چیز درحقیقت ان کے تخلیق کا اصلی سبب ہے) فرشتوں کی جماعت سے دو فرشتہ لے کر آوٴ جن کو میں زمین میں بھیجوں گا اور آزماوٴں گا کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں؟ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کا نام پیش کیا؛ لہٰذا ان دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا۔ اور ان دونوں کو آزمانے کے لیے زہرہ (ستارہ) کو بہترین خوبصورت عورت کی شکل بنا کر ظاہر کیا گیا، اب زہرہ ایک عورت کی شکل میں ان دونوں کے پاس آئی۔ ان دونوں ہاروت و ماروت نے زہرہ سے اپنے اوپر قدرت دینے کی طلب کی، تو زہرہ نے جواب دیا: نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم اس وقت تک قدرت نہیں دوں گی جب تک کہ تم دونوں کلمہ شرک اپنی زبان سے نہ نکالو گے، جس کے جواب میں ہاروت و ماروت نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ربّ ذوالجلال کے ساتھ ہم کبھی شرک نہیں کریں گے۔ ہرگز ہرگز۔ پھر زہرہ ان دونوں کے پاس سے چلی گئی، پھر کچھ عرصہ بعد ایک بچہ کو لے کر آئی، پھر ان دونوں نے اس سے خلوت کی قدرت کا مطالبہ کیا، تو جواب میں اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم دونوں کو اپنے نفس پر

اس وقت تک قدرت نہیں دوں گی جب تک کہ تم دونوں اس بچہ کو قتل نہ کرو گے، پھر ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس بچہ کو ہرگز قتل نہ کریں گے۔ زہرہ چلی گئی اور ایک پیالہ میں شراب اٹھا کر لائی، تو ان دونوں نے پھر تخلیہ کی قدرت کا مطالبہ کیا تو زہرہ نے جواب دیا کہ: اللہ کی قسم اس وقت تک قدرت نہیں دوں گی جب تک کہ تم دونوں اس شراب کو نہ پیو گے، لہٰذا ان دونوں نے شراب پی لی اور نشہ میں آگئے اور اس سے خلوت کا عمل کر لیا اور دونوں نے بچہ کو بھی قتل کر دیا۔ جب ہوش میں آئے تو زہرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم تم دونوں نے کوئی بھی کام نہ چھوڑا جس سے تم انکار کر رہے تھے، مگر اسی کا ارتکاب کر لیا جبکہ نشہ میں تھے۔

پس ان دونوں کو دنیا و آخرت کے عذاب میں اختیار دیا گیا کہ جہاں کا عذاب چاہیں اختیار کر لیں تو ان دونوں نے دنیا کا عذاب اختیار کر لیا۔ (اخرجہ احمد۔۹/۶۱۷۸)

آزمائش کی گھڑی سخت ہوتی ہے

(۹۳۹) وللخطیب عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أیضًا:

"إِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَالَتْ: يَا رَبِّ! كَيْفَ صَبْرُكَ عَلٰى بَنِيْ آدَمَ فِي الْخَطَايَا وَ الذُّنُوْبِ؟ قَالَ إِنِّيْ اِبْتَلَيْتُهُمْ وَ عَافَيْتُكُمْ، قَالُوْا: لَوْ كُنَّا مَكَانَهُمْ مَا عَصَيْنَاكَ، قَالَ: فَاخْتَارُوْا مَلَكَيْنِ مِنْكُمْ، فَلَمْ يَأْلُوْا أَنْ يَخْتَارُوْا فَاخْتَارُوْا هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ، فَنَزَلَا فَأَلْقَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمَا الشَّبَقَ، قُلْتُ: وَ مَا الشَّبَقُ؟ قَالَ: اَلشَّهْوَةُ، قَالَا: فَنَزَلَا فَجَاءَتْ اِمْرَأَةٌ يُقَالُ لَهَا الزَّهْرَةُ، فَوَقَعَتْ فِي قُلُوْبِهِمَا، فَجَعَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا يَخْفٰى عَنْ صَاحِبِهِ مَا فِيْ نَفْسِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ، فَقَالَ: هَلْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِكَ مَا وَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ فَطَلَبَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ، لَا أُمَكِّنُكُمَا حَتّٰى تُعَلِّمَانِي الْاِسْمَ الَّذِيْ تَعْرُجَانِ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَ تَهْبِطَانِ، فَأَبَيَا ثُمَّ سَأَلَاهَا أَيْضًا فَأَبَتْ فَفَعَلَا، فَلَمَّا اسْتُطِيْرَتْ طَمَّسَهَا اللّٰهُ كَوْكَبًا، وَ قَطَعَ أَجْنِحَتَهَا ثُمَّ سَأَلَا التَّوْبَةَ مِنْ رَبِّهِمَا فَخَيَّرَهُمَا فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمَا رَدَدْتُكُمْ إِلٰى مَا كُنْتُمَا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَذَّبْتُكُمَا

وَ إِنْ شِـئْتُمَا عَذَّبْتُكُمَا فِي الدُّنْيَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ رَدَدْتُكُمَا إِلٰى مَا كُنْتُمَا عَلَيْهِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: إِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا يَنْقَطِعُ وَ يَزُوْلُ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الـدُّنْيَـا عَـلَـى الْآخِــــرَةِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِمَا أَنِ ائْتِيَا بَابِلَ، فَانْطَلَقَا إِلٰى بَابِلَ فَـخَسِفَ بِهِـمَـا فَهُـمَـا مَـنْـكُـوْسَـانِ بَيْـنَ السَّـمَاءِ وَ الْأَرْضِ مُعَذَّبَانِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.'' [موضوع] (كما في السلسلة الضعيفة للألباني ج۲/ ۹۱۲)

(۹۳۹) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرشتوں نے بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا: جب بنی آدم کو خطا و ذنوب میں مشغول دیکھتے ہیں تو آپ کی کس صفت کا ظہور ہوتا ہے؟ حق جل مجدہ نے عرض کیا: کہ میں ان کو خطا و ذنوب میں مبتلا کر کے آزماتا ہوں اور تم کو بچا کر اس بلا سے عافیت میں رکھتا ہوں فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العزّت ان کی جگہ اگر ہم ہوتے تو آپ کی کبھی بھی نا فرمانی نہ کرتے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: پھر دو فرشتوں کو انتخاب کر و تم اپنے اندر سے (اس آزمائش کے لیے) لہٰذا انھوں نے ہاروت و ماروت کا انتخاب کر لیا۔ پس حق جل مجدہ نے ان دونوں کو زمین پر نازل کر دیا اور حق تعالیٰ نے ان دونوں پر شبق کو بھی ڈال دیا۔ میں نے عرض کیا: شبق کیا ہے؟ تو فرمایا: شہوت (یعنی شہوت کی کیفیت بھی ان پر ڈالی گئی یا اُن کے ساتھ اتاری گئی) پس ان کے پاس ایک عورت آئی جس کو زہرہ کہا گیا ہے۔

اب اس عورت کی محبت و شہوت اور طلب دونوں کے دل میں داخل ہوگئی اور ان دونوں نے اپنی اپنی کیفیت طلب شہوت کو اپنے ساتھی سے چھپایا جو ان کے دل میں گھر کر گئی تھی، تو ایک ساتھی زہرہ کے پاس آیا، پھر دوسرا بھی آ گیا، اب آپس میں دونوں باتیں کرنے لگے کہ کیا تمہارے دل میں بھی وہی بات پیش آئی جو ہمارے دل میں داخل ہوگئی ہے؟ ساتھی نے کہا: ہاں! اب دونوں نے اس عورت سے اپنے اوپر قابو دے دینے کا مطالبہ کیا۔ زہرہ نے جواب دیا میں تم دونوں کو اس وقت تک اپنے اوپر قابو نہیں دوں گی جب تک کہ تم وہ نام ہم کو نہ بتلاؤ گے جس نام کے ذریعہ تم دونوں آسمان پر چڑھتے اور

اترتے ہو، ہاروت و ماروت نے وہ نام سکھلانے سے منع کر دیا۔ پھر زہرہ نے وہی سوال کیا تو زہرہ سے منع کر دیا۔ تو ہاروت و ماروت نے بتلا دیا۔ جب یہ اوپر آسمان کی طرف ہاروت و ماروت چلنے و چڑھنے لگے تو حق تعالیٰ نے ان کو ستارہ کی شکل میں تبدیل کر دیا تو ان دونوں کے بازو اور پر کو تراش دیا، کاٹ کر ختم کر دیا۔ تو ان دونوں نے حق تعالیٰ کی بار گاہ میں توبہ کی درخواست پیش کر دی، تو ربّ العزّت نے ان دونوں کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو اپنی اصلی حالت میں تم کو لوٹا دوں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو تم دونوں کو عذاب دوں گا، اگر تم چاہو تو تم دونوں کو دنیا میں ہی عذاب دے دوں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو تم کو اصلی ملکی حالت میں اٹھا لوں گا۔ ربّ العزّت کے اس اختیار کے بعد آپس میں ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا کہ: دنیا کا عذاب بالآخر ایک روز ختم ہو جائے گا اور ہم سے ٹل جائے گا (کہ دنیا فانی، عذاب بھی فانی ہوگا، دنیا ختم ہوگی عذاب بھی ختم ہو جائے گا) لہٰذا ان دونوں نے دنیا کے عذاب کو آخرت کے عذاب پر ترجیح دے دی، یعنی دنیاوی عذاب اختیار کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو وحی کے ذریعہ بتلایا کہ بابل شہر میں آئیں۔ لہٰذا دونوں بابل آئے تو حق تعالیٰ ان دونوں کو خسف کا عذاب دیا، اب دونوں زمین و آسمان کے درمیان الٹے لٹکائے ہوئے ہیں عذاب کی حالت میں قیامت تک۔

(خطیب فی تاریخ ۴۲/۸، ۴۳، ابن جریر فی تفسیر ۳۶۴/۲، السلسلة الضیعفه ۹۱۲/۲)

اپنی ذات یا جماعت پر کبھی بھی اعتماد و بھروسہ کر کے تکیہ کرنا اچھا نہیں۔ ہمیشہ فضل رحمٰن اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ کب کیا ہوگا؟ یہ محض علم الٰہی میں ہے۔

پھر ہم انسانوں کو تو ہر وقت چوکنا اور حالت استغفار میں رہنا چاہیے، کتنی چونکا دینے والی بات ہے۔ کون جانتا ہے۔ کون مقبول اور کون مردود ہے؟ حق جل مجدہ محض اپنی رحمت واسعہ کے وسیلہ اس سیہ کار کو سایہ رحمت میں رکھے۔ آمین۔ (ثمین)

باب : فی صفة الارضین السبع و قصة اهلاك قوم عاد
باب: قومِ عاد کی ہلاکت کا قصہ

(۹٤٠)عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّ الْأَرْضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ أَرْضٍ إِلَى الَّتِي تَلِيهَا مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ، فَالْعُلْيَا مِنْهَا عَلٰى ظَهْرِ حُوْتٍ ، قَدِ الْتَقٰى طَرْفَاهُمَا فِيْ سَمَاءٍ، وَ الْحُوْتُ عَلٰى ظَهْرِهِ عَلٰى صَخْرَةٍ، وَ الصَّخْرَةُ بِيَدِ مَلَكٍ، وَ الثَّانِيَةُ مُسَخِّرُ الرِّيْحِ، فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يُهْلِكَ عَادًا أَمَرَ خَازِنَ الرِّيْحِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْهِمْ رِيْحًا تُهْلِكُ عَادًا ، قَالَ: يَا رَبِّ! أُرْسِلُ عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ قَدْرَ مَنْخَرِ الثَّوْرِ، فَقَالَ لَهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: إِذًا تَكْفَى الْأَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا، وَ لٰكِنْ أَرْسِلْ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ خَاتَمٍ، وَ هِيَ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ:

﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾

وَ الثَّالِثَةُ فِيْهَا حِجَارَةُ جَهَنَّمَ، وَ الرَّابِعَةُ فِيْهَا كِبْرِيْتُ جَهَنَّمَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَ لِلنَّارِ كِبْرِيْتٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّ فِيْهَا لَأَوْدِيَةٌ مِنْ كِبْرِيْتٍ لَوْ أُرْسِلَ فِيْهَا الْجِبَالُ الرَّوَاسِي لَمَاعَتْ، وَ الْخَامِسَةُ فِيْهَا حَيَاتُ جَهَنَّمَ، إِنَّ أَفْوَاهَهَا كَالْأَوْدِيَةِ تَلْسَعُ الْكَافِرَ اللَّسْعَةَ فَلَا يَبْقٰى مِنْهُ لَحْمٌ عَلٰى عَظْمٍ، وَ السَّادِسَةُ فِيْهَا عَقَارِبُ جَهَنَّمَ، إِنَّ أَدْنٰى عَقْرَبَةٍ مِنْهَا كَالْبِغَالِ الْمُؤْكَفَةِ تَضْرِبُ الْكَافِرَ ضَرْبَةً تُنْسِيْهِ ضَرْبَتُهَا حَرَّ جَهَنَّمَ، وَ السَّابِعَةُ سَقَرٌ وَ فِيْهَا إِبْلِيْسُ مُصَفَّدٌ بِالْحَدِيْدِ يَدٌ أَمَامَهُ، وَ يَدٌ خَلْفَهُ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يُطْلِقَهُ لِمَا يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَطْلَقَهُ.“ [ضعيف جداً] (أخرجه الحاكم فی المستدرک ج۴ ص ۵۹۴)

ساتوں زمین اور اس کی مخلوقات کی تفصیل

(۹۴۰) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک زمین کے سات حصے ہیں اور ہر زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت

ہے، اوپر والی زمین ایک مچھلی کی پیٹھ پر واقع ہے، جس کا ایک کنارہ آسمان سے ملا ہوا ہے اور مچھلی ایک پتھر کی چٹان پر ہے اور پتھر کی چٹان ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسری زمین ہواؤں کا مخزن ومستودع ہے، جب حق جل مجدہ نے قوم عاد کی ہلاکت وتباہی کا ہوا کے ذریعہ ارادہ فرمایا، تو خازن ہوا کو حکم دیا کہ ہواؤں کو بھیج کر قوم عاد کو تباہ وبرباد کردو، خازن نے عرض کیا: ربّ العالمین قوم عاد پر بیل کے ناک کے برابر ہوا بھیجی جائے، ارشاد ہوا: پھر تو تمام روئے زمین کی مخلوق کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے یہ کافی ہوجائے گی، البتہ ایک انگوٹھی کے بقدر ہوا بھیج دو، جس کا بیان قرآن مجید کی آیت **ما تذر من شیء اَتت علیہ إلا جعلته کالرمیم.** وہ نامبارک آندھی جس چیز پر گزرتی تھی یعنی ان اشیاء میں سے کہ جن کے ہلاک کرنے کا حکم تھا، اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے اور تیسری زمین میں جہنم کے پتھر ہیں اور چوتھے میں کبریت جہنم، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آگ کے لیے بھی کبریت ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جہنم میں ایک وادی کبریت کی ہے، اگر اس میں بڑے بڑے پہاڑ بھی ڈال دیے جائیں تو وہ خود سے پگھل کر سائل ہوجائیں، (یعنی بہنے لگیں) اور پانچویں زمین میں جہنم کے سانپ ہیں جن کے منہ کی لمبائی اور چوڑائی وادیوں کے مانند ہے جو کافروں کو کاٹیں گے اور نوچیں گے جس کی وجہ سے جسم پر ایک ذرہ بھی گوشت کا باقی نہیں رہے گا اور چھٹی زمین میں جہنم کے بچھو رکھے گئے ہیں، جن میں کا سب سے چھوٹا بچھو بڑے موٹے اور تندرست خچر کے مانند ہیں، جب وہ کافروں کو کاٹے گا تو اس کی اذیت وتکلیف نار جہنم کی گرمی وحرارت کو بھی بھلا دے گی اور ساتویں زمین میں سقر (جہنم کا نام) ہے جس میں ابلیسِ لعین (اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا) جس کا ایک ہاتھ آگے کی طرف کھینچ کر لوہے سے جکڑا جائے گا اور ایک ہاتھ پشت کی جانب کھینچ کر، سو اللہ پاک جس شخص کو چاہیں گے آزاد کرنا اس کو اس خطرناک جہنم سے آزاد کردیں گے۔

عرضِ مترجم سے ایک صفحہ

.... آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز وآثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملّا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیثِ قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط وتعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف وسرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی ومسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان وایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات وطاعات میں حلاوت وشرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسی کی حلاوت وطراوٹ، ذوق ومٹھاس ہمارے وہم وگمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار وخطاکار پڑھتا ہے یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُ ۔ یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّةَ وَ غَیْرَ ذٰلِکَ۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحرِ ظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور ووجدان اور دیدۂ باطن میں نورِ عرفان کی شمع روشن کررہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم وکریم سے قریب سے اقرب ترین کررہا ہے۔

Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume Five

Translation & Commentary by

Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569

Madni Graphics, 9595031666